6

سُورۃ الحدید تا سُورۃ النّاس

مولانا محمد آصف قاسمی
امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن
S-T-4 بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○

ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی غور وفکر کرنے والا

تفسیر بصیرت قرآن

سُورَةُ الْحَدِيْد تا سُورَةُ النَّاس

جلد ٦

مولانا محمد آصف قاسمی

امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن

S-T-4 بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۷

الحدید

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	57
کل رکوع	4
آیات	29
الفاظ وکلمات	586
حروف	2599
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ زمین و آسمان کی ہر چیز اس حکمت والے اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے اور وہ ہر طرح کی قدرت وطاقت کا مالک ہے۔ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ اس نے جس چیز کو بیان کیا ہے وہ شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اسی اللہ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر وہ اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ گر ہوا۔ کوئی چیز جو زمین میں داخل ہوتی ہے یا اس سے باہر نکلتی ہے۔ جو چیز آسمان سے اترتی یا آسمان کی طرف چڑھتی ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔ فرمایا کہ تم کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ تم اس سے کسی طرح بھی چھپ نہیں سکتے۔ وہ تمہارے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ وہی زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے۔ وہی اللہ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ وہ سینوں اور دلوں میں چھپے ہوئے ہر راز سے واقف ہے۔ وہ اللہ جس کی یہ شان ہے وہی اس لائق ہے کہ اس پر ایمان لا کر اس کی عبادت و بندگی کی جائے اور وہ جیسا حکم دے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے اور جہاد کریں گے وہ ان لوگوں کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔ ویسے اللہ ہر ایک کے خلوص اور قربانی کو قبول کرتا ہے۔

☆ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے ہاتھ میں جو کچھ مال و دولت ہے درحقیقت اس کا مالک اللہ ہی ہے وہی اللہ تمہیں اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تم کسی کنجوسی اور بخل کو قریب نہ آنے دو۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جس پر بے انتہا اجر و ثواب ہے اور اللہ اس مال کو دوگنا اور چوگنا کر کے واپس کرے گا۔ فرمایا کہ جو مومن مرد اور مومن عورتیں اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے ان کو قیامت کے دن ایک ایسا نور عطا کیا جائے گا جو ان کے آگے اور ان کے داہنی جانب دوڑتا ہوگا جس سے پل صراط پر چلنا

اللہ کے راستے میں دین اسلام کی ترقی کے لیے جو مال خرچ کیا جائے گا وہ گویا اللہ کے ذمے ایک قرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر ادا فرمائیں گے اور اس کے علاوہ وہ بہترین اجر کے مستحق بھی ہوں گے۔

٦

انسان پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تقدیر الٰہی ہے۔ اگر دنیا میں کچھ حاصل نہ ہو تو اس پر رنج اور افسوس نہ کرنا چاہیے اور اگر بہت کچھ مل جائے تو اس پر اترانا نہیں چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ سخت ناپسند ہیں جو شیخی باز اور فخر و غرور میں مبتلا ہوتے ہیں۔

آسان ہوگا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جو ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن وہ منافق جو پوری طرح ایمان نہ لائے تھے اور نہ انہوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا تھا وہ اس نور سے محروم رہیں گے اور اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے۔ جب مومنین پل صراط پر سے نور اور روشنی میں چلنے کی کوشش کریں گے اور اہل ایمان کی رفتار تیز ہوگی اس وقت وہ منافق کہیں گے کہ ذرا آہستہ چلو تاکہ ہم بھی تمہارے ساتھ چل سکیں۔ ایسی بھی کیا بے مروتی ہے کیا دنیا میں ہم ایک ساتھ نہ رہتے تھے۔ اس پر مومن جواب دیں گے کہ آج تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ دنیا میں تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور تم اپنے مفادات میں اس طرح الجھے رہے کہ تم ہدایت نہ حاصل کر سکے اور تمہیں اسی حالت میں موت آگئی۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہی ہو سکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی بیان فرمادیا کہ اہل ایمان کا کام یہی ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہیں جس پر انہیں اجر عظیم عطا کیا جائے گا مگر اس سب کے باوجود وہ ان صحابہ کرامؓ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔ ان کا اللہ کے ہاں اعلیٰ ترین مقام ہے۔

☆ اللہ نے سوال کیا ہے کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف جھک جائیں؟ اور وہ ان اہل کتاب یہود اور نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنی بدعملیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو غفلت میں اور دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور جب بھی ان کو کوئی نصیحت کی گئی تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور مسلسل اپنی نافرمانیوں اور گناہوں میں پھنسے رہے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لا کر ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی اطاعت کر کے گناہوں سے بچتے رہیں گے ایسے لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے زبردست اجر اور نور ہوگا اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ ہوگی۔

☆ فرمایا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کھیل تماشہ، ایک دوسرے پر فخر و غرور، مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جدوجہد کے سوا اور کیا ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی ہے اور دنیا کی زندگی انتہائی ناپائیدار ہے۔ دنیا کی زندگی اس کھیتی کی طرح ہے جو خوب پھلتی پھولتی اور سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ کسان اس کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ پھر وہی کھیتی زرد ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی دنیا میں ایک آدمی خوب کماتا ہے، اپنے چاروں طرف راحتوں اور آرام کے سامان جمع کرتا رہتا ہے، دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے پھر اس پر بڑھاپا آجاتا ہے اور ان تمام چیزوں کی محبت کے باوجود ان میں اس کے لیے کوئی دلکشی نہیں ہوتی۔ جب کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لیے ہے اللہ سب لوگوں کو مغفرت اور اس جنت کی طرف بلاتا ہے جو ایمان والوں کے لیے

تیار کی گئی ہے۔

☆ اہل ایمان کو بتایا گیا کہ آدمی پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کی تقدیر ہے۔ لہٰذا اگر دنیا میں کچھ حاصل نہ ہو تو اس پر رنج اور افسوس نہ کرنا چاہیے اور اگر بہت کچھ مل جائے تو اس پر اترایا نہ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو شیخی باز اور فخر و غرور کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کو انسانوں کی اصلاح اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ فرمایا کہ اس اللہ نے لوہا نازل کیا جس میں بڑی ہیبت ہے۔ اس کے ذریعہ سامان جنگ تیار کیا جاتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ جہاد کیا جائے جو انسانوں کے لیے بڑی آزمائش ہے تا کہ اللہ جان لے کہ کون اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ قائم کیا۔ ان کے بعد اللہ کے پیغمبر آتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کو پیغمبر بنا کر ان کو انجیل جیسی کتاب عطا فرمائی لیکن ان کے ماننے والوں نے اس کتاب پر عمل کرنے کے بجائے رہبانیت یعنی ترک دنیا کو اختیار کر لیا حالانکہ اللہ نے ان کو اس کی کوئی تعلیم نہ دی تھی۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم پر ایمان لائے تھے ان کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنی چاہیے اس طرح اللہ تعالیٰ ان کو دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ دونوں پر ایمان لانے کا اجر دگنا کر دیا جائے گا اور اللہ ان کو ایسا نور عطا فرمائے گا جس کے ذریعہ پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ فرمایا کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرما دے گا۔ لیکن جو لوگ ان پر ایمان نہ لائیں گے وہ اللہ کی ہر رحمت سے محروم رہیں گے اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔

۱

سورۃ الحدید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۗ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۗ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی سلطنت ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر وہ عرش پر جلوہ

فرما ہوا۔ وہ ہر اس چیز کو اچھی طرح جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس سے باہر آتی ہے۔ اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز ان (آسمانوں) میں چڑھتی ہے۔ اور تم کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہت ہے اور تمام کاموں کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کے (رازوں اور) حالات کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

یَلِجُ	اندر داخل ہوتا ہے
یَعْرُجُ	چڑھتا ہے۔ بلند ہوتا ہے
یَنْزِلُ	اترتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور ہر مخلوق اس کی حمد و ثنا میں لگی ہوئی ہے ہر ایک اس کی تسبیح میں مشغول ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس طرح تسبیح اور حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، انسان اور زمین و آسمان کے درمیان جتنی بھی مخلوق ہے وہ اس کی زبان حال سے تعریف و توصیف میں لگی ہوئی ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے کائنات میں کیا کیا انقلابات آرہے ہیں کون سی چیز زمین کے اندر داخل ہو رہی ہے کون سی کونپل زمین سے نکل کر پودا اور درخت بن رہی ہے ایک ایک کونپل اور پتی جو زمین سے پھوٹ کر نکل رہی ہے اور ہر ایک قطرہ اور دانہ جو زمین کے اندر داخل ہو رہا ہے۔ انسانوں کے اعمال جو آسمان کی طرف چڑھ رہے ہیں اور جو احکامات اور فیصلے زمین اور کائنات کی مخلوقات کی طرف آرہے ہیں اس کو ہر بات کا پوری طرح علم ہے اور ہر چیز پر اس کو کامل قدرت حاصل ہے۔ نہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہے اور نہ قدرت سے کیونکہ اسی خالق، مالک اور قادر نے اس کائنات کو چھ دنوں میں بنایا ہے اور دنیا بنانے کے بعد وہ اس سے بے تعلق نہیں ہو گیا بلکہ اس کا انتظام اس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام موجودات اور کائنات کے ذرے ذرے کے وجود سے پہلے ہے اس سے پہلے کچھ نہیں ہے سب کچھ اس کے بعد ہے۔ اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز کو فنا ہے (**کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ**) لہٰذا اس کائنات میں وہی اول ہے اور وہی آخر ہے۔ اس کی ذات اپنے ظاہر ہونے میں کسی چیز کی محتاج نہیں ہے وہ ہر چیز

سے بلند و برتر ہے۔ اس کی حقیقت تک انسانی عقل اور خیال کا پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہ ہے کہ وہی ایک ذات ہے جو اول بھی ہے آخر بھی ہے، ظاہر بھی ہے اور باطن و مخفی بھی ہے اور ہر چیز کا پوری طرح علم ہے تو صرف اللہ کو حاصل ہے۔ انسان کا خیال، اس کی عقل، اس کی فہم و فراست کی رسائی بھی اس تک نہیں ہے لیکن اس کی ذات کی یہ عظمت ہے کہ وہ دلوں کے چھپے ہوئے رازوں اور انسانوں کی نیت تک سے واقف ہے۔ انسان کہیں بھی جائے، کسی بھی حالت میں ہو وہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔ وہی دن کی روشنی کو نکالتا ہے اور اسی کے حکم سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ''**ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ**'' اس آیت کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ یہ آیت ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے بارے میں شیطان وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو اس آیت کو آہستہ سے پڑھ لیا کرو۔ (ابن کثیر)۔ سورۃ الحدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن جن کو مُسَبِّحات کہا جاتا ہے ان کو رسول اللہ ﷺ رات کو سوتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑩

ع ۱ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

(اے لوگو!) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنا مال خرچ کرو (اس اللہ کے لئے) جس نے تمہیں دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے۔ اور اپنا مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں گے ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ رسول ﷺ تمہیں اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ۔ اور اللہ نے تم سے پکا وعدہ لیا تھا اگر تم یقین کرتے ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر صاف صاف آیتوں کو نازل کیا ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے۔ اور بے شک اللہ (تمہارے حال پر) بڑا شفیق و مہربان ہے۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا وارث (مالک) اللہ ہی ہے۔ جو لوگ فتح (مکہ) سے پہلے (اپنا سب کچھ) خرچ کر چکے ہیں اور جنہوں نے جہاد کیا وہ بڑا درجہ رکھتے ہیں وہ (ان لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں) جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ ہر ایک سے کیا ہوا ہے۔ اور اللہ اس کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

مُسْتَخْلَفِيْنَ	قائم مقام بنائے گئے
اَلَّا تُنْفِقُوْا	یہ کہ تم خرچ نہ کرو
مِيْرَاثٌ	ملکیت۔ میراث۔ ترکہ
لَا يَسْتَوِىْ	برابر نہیں ہے
اَلْحُسْنٰى	بھلائی۔ خیر

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

وہ اللہ جو زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک، ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے جو

ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اس پر اور اس کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر دل کی گہرائیوں اور انتہائی خلوص سے ایمان رکھنا اور اس کے حکم کے مطابق اللہ کی راہوں میں مال خرچ کرنا اس پر بہترین اجر و ثواب کا وعدہ ہے فرمایا کہ آج تم جس مال و دولت کے مالک بنے بیٹھے ہو وہ درحقیقت اللہ ہی کا مال ہے لہٰذا جب اللہ نے تمہیں ایمان کی دولت سے بھی نوازا ہے تو اس کی راہوں میں خرچ کر کے اپنی آخرت درست کر لو۔ فرمایا کہ یہ مال جو آج تمہارے ہاتھوں میں ہے تم سے پہلے یہ کسی اور کے پاس تھا۔ پھر یہ مال و دولت اور جائیداد بھی تمہارے پاس نہ رہے گی بلکہ کچھ دوسرے لوگ اس کے مالک بن جائیں گے۔ یہ دنیا اور اس کا مال و دولت نہ کسی کے پاس رہا ہے اور نہ رہے گا لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس مال و دولت کو آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنا لیا جائے ورنہ جب یہ دوسروں کے ہاتھوں میں جائے گا تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور تم اجر عظیم سے بھی محروم رہ جاؤ گے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

"آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ یہ تیرا مال کہاں ہے۔ تیرا مال تو اس کے سوا اور کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کر لیا یا پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اس کو آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اسے دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے"۔ (صحیح مسلم)

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اللہ کے رسول تمہارے اندر موجود ہیں۔ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور تمہیں وہ عہد یاد دلا رہے ہیں جو ازل کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی ذریت کو نکال کر ان سے پوچھا گیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ یہ "عہد الست" جو انسان کی روح میں پوشیدہ ہے اسی کو یاد دلایا جا رہا ہے یا وہ عہد یاد دلا رہے ہیں جو گذشتہ تمام انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں سے اس بات پر لیا گیا تھا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا کر ان کی مدد کریں گے۔ اب وہ نبی تشریف لا چکے ہیں اور ان پر ایک ایسی صاف صاف آیتوں والی کتاب نازل کی گئی ہے جو تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے گی۔ فرمایا کہ دل کھول کر اللہ کے راستے میں خرچ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال سے ایثار کیا تھا وہ بڑے بلند مقام کے لوگ ہیں وہ وقت اس قدر نازک تھا کہ جب دین کا نام لینا اور اس پر عمل کرنا پورے مکہ میں جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی بات کو اہمیت نہیں دی۔ بے سروسامانی اور حالات کی شدت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ نے ان کو کفار پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ آخرت کی نجات اور بلند درجات کے مقام پر فائز کیا۔ فتح مکہ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ نے جاں نثاری کی بہترین مثالیں پیش کیں جن پر ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن اگر فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایثار و قربانی کا جائزہ لیا جائے تو فتح مکہ سے پہلے ان صحابہ کرام کے درجات بہت بلند ہیں جنہوں نے جان و مال سے کفر و شرک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اجر و ثواب دونوں کے لئے ہے لیکن دونوں کے درجات میں بہت فرق ہے۔

اس جگہ یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب حالات قابو میں آ جائیں تو اس وقت کا ایثار و قربانی بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں

۱۳

لیکن جب دین پر مشکل وقت آجائے اور ہر شخص حق و صداقت کے راستے پر چلنے میں شدید دشواریاں محسوس کرنے لگے تو وہ لوگ بڑے قابل قدر ہوا کرتے ہیں جو ہر مصلحت سے بالاتر ہوکر دین اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد، بھاگ دوڑ اور کوششیں کرتے ہیں اور اپنی جان اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں فراخ دل ہوتے ہیں۔

بے شک آج رسول اللہ ﷺ دنیاوی حیات کے ساتھ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے لیکن اللہ کے وعدے کے مطابق علماء حق کی کوششوں سے آج نبی کریم ﷺ کی تمام تعلیمات محفوظ ہیں جن کی تبلیغ و اشاعت میں ان علماء نے نہایت دیانت داری سے ہر طرح کی جدوجہد کی ہے، کر رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ یقیناً ایسے لوگ انتہائی قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ایمان رکھنے، عمل صالح کرنے اور ایسے علماء کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ کے دین اور حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے میں اپنی عمریں کھپا رہے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْیَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِیَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

تم میں سے وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ پھر اللہ اس کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے۔ اور اس کے لئے ایک قابل احترام بدلہ بھی ہو۔ (اے نبی ﷺ) جس دن آپ مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ (ان کے حسن عمل کا) نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں ایسی جنتوں کی خوش خبری دی جاتی ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے یہ کہتے ہوں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو تاکہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ فائدہ حاصل کرلیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے ہی لوٹ جاؤ پھر وہاں روشنی کی تلاش کرو۔ اتنے میں ان منافق مردوں اور منافق عورتوں (اور اہل ایمان کے درمیان) ایک ایسی دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دیوار کے اندر کی جانب رحمت (برستی) ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا۔ منافق (اہل ایمان لوگوں کو) پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں تم ہمارے ساتھ تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں مبتلا کرلیا تھا اور تم ہمارے اوپر برے حالات کے منتظر رہا کرتے تھے اور تم دین اسلام سے شک میں پڑے ہوئے تھے اور تمہیں تمہاری غلط تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ڈالے رکھا تو آج کے دن نہ تو تم (منافقین سے) کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تھا۔ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے اور جہنم تمہارے لئے بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

یُقْرِضُ	قرض دیتا ہے
یُضٰعِفُ	وہ دوگنا کرتا ہے۔ اضافہ کرتا ہے
یَسْعٰی	دوڑتا ہے
اُنْظُرُوْنَا	ہمیں دیکھو۔ ہمارا انتظار کرو

نَقْتَبِسْ	ہم کچھ حصہ لیں
اِرْجِعُوْا	تم لوٹ جاؤ
اِلْتَمِسُوْا	تلاش کرو
سُوْرٌ	دیوار۔آڑ
تَرَبَّصْتُمْ	تم نے انتظار کیا
اِرْتَبْتُمْ	تم نے شک کیا
غَرَّتْ	دھوکے میں ڈال دیا
اَلْاَمَانِیُّ	تمنائیں
مَوْلٰی	مالک۔خادم

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

اللہ جو زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے وہ اپنے فرماں بردار بندوں کو ان کی کوششوں، جدو جہد اور محنت سے بھی زیادہ عطا کرتا ہے۔ آدمی کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے وہی مالک ہے لیکن اس کی شان کریمی کے قربان کہ وہ اس کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کئے گئے مال کو اپنے اوپر قرض قرار دے رہا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض دے جسے کئی گنا بڑھا کر اس کو واپس کر دیا جائے اور اس کے لئے ایک ایسا بدلہ بھی دیا جائے جو نہایت قابل احترام ہے۔

قرض حسنہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کی سربلندی اور صرف اس کی رضا و خوشنودی کے لئے نہایت خلوص، محبت اور عاجزی کے ساتھ اس کے بندوں پر خرچ کرنا جس میں لالچ، دکھاوا اور احسان جتانے کا کوئی جذبہ نہ ہو۔ نہ تو اس لئے دیا جائے کہ لوگ اس کو یہ کہیں کہ وہ بڑا سخی ہے بلکہ صرف ایک ہی جذبہ ہو کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ فرمایا کہ ایسے مخلص مسلمانوں کو اللہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح اجر و ثواب اور بہترین انعامات سے نوازے گا۔ آخرت میں اس پل صراط سے گذار کر جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اہل ایمان کو دو نور اور روشنیاں عطا کی جائیں گی۔ ان کے ایمان کا نور ان کے سامنے ہوگا اور ان کے اعمال کا نور ان کے داہنی جانب ہوگا اور ان کے دوسرے اعمال کا نور ہر طرف روشنی پھیلا رہا ہوگا۔ منافقین ان کے نور کی روشنی میں چل پڑیں گے اور اہل ایمان بڑی تیزی سے پل صراط سے گذر رہے ہوں گے۔ منافقین اس سخت

اندھیرے میں جو ہر طرف چھایا ہوا ہوگا اس میں بھٹک رہے ہوں گے وہ اہل ایمان سے التجا کریں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور تیزی سے نہ چلو تاکہ وہ بھی ان کی روشنی میں راستہ طے کرتے جائیں۔ اہل ایمان ان منافقین سے کہیں گے وہ اسی طرف جائیں جہاں سے ہم نے یہ نور حاصل کیا ہے۔ جب وہ منافقین پلٹیں گے تو اہل ایمان اور منافقین کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اہل جنت اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پھر وہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا۔ منافقین چلا کر کہیں گے کہ تم کیسے بے مروت ہو دنیا میں تو ہم اور تم دونوں ایک ساتھ رہتے اور عبادتیں کرتے تھے آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہماری ذرا مدد نہیں کرتے؟ اس وقت اہل ایمان جواب دیں گے کہ بے شک ہم دنیا میں ایک ساتھ رہتے تھے لیکن

☆ تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں مبتلا کر رکھا تھا۔

☆ تم ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود ہر وقت اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم کسی آفت یا مصیبت میں پڑ جائیں۔

☆ دین اسلام کے ہر اصول میں شک وشبہ پیدا کرنا تمہارا شیوہ تھا۔

☆ تم اپنی غلط اور بے بنیاد تمناؤں میں الجھے رہے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں اپنے جال سے نکلنے نہ دیا۔

ان سے کہا جائے گا کہ اب تم سے اور کافروں سے کوئی معاوضہ لے کر چھوڑا نہ جائے گا۔ تمہارا ٹھکانا صرف وہ جہنم ہے جس کے تم لائق ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین ٹھکانا ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

ع ۲ ۹ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی نصیحت اور جو سچا دین نازل ہوا ہے اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں؟ انہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے جنہیں کتاب دی گئی پھر جب ایک لمبی مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت بڑی تعداد فاسقین کی ہے۔

اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ ہی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بے شک ہم نے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ تم سمجھو۔

بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جن لوگوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا اللہ ان کے صدقہ کو خوب بڑھائے گا اور ان کو لائق احترام رزق عطا کرے گا۔ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے سامنے صدیق اور شہداء ہیں ان کے لئے اجر اور نور ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ جہنم والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اَلَمْ یَاْنِ	کیا وہ وقت نہیں آیا
اَنْ تَخْشَعَ	یہ کہ ڈریں۔ جھک جائیں
اَلْاَمَدُ	مدت

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

جب خشک اور بنجر زمین پر بارش برستی ہے تو اس میں ترو تازگی کے آثار اور ایک نئی زندگی کروٹیں لینے لگتی ہے۔ اسی طرح جب کفر و شرک کی وجہ سے دلوں کی دنیا ویران، خشک اور تاریک ہو جاتی ہے تو اللہ کے پاکیزہ کلام اور نبوت کی روشنی سے روحانی

دنیا روشن و منور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور نبوت کو بارش سے تشبیہ دے کر بتا دیا ہے کہ مردہ قوموں میں نئی زندگی اللہ کے پاکیزہ کلام اور نبوت پر مکمل یقین کر لینے اور ماننے کے بعد ہی پیدا ہوا کرتی ہے جس سے ایک نیا عزم و یقین، حوصلہ اور ولولہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے کلام اور نبوت کی عظمت پر جتنا بھی یقین بڑھتا جائے گا رفتار اتنی ہی تیز ہوتی چلی جائے گی لیکن اگر ایمان و یقین میں ذرا بھی کمی آئے گی تو مقصد میں کوتاہی اور عمل میں سستی اور بے حسی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اور اللہ کے کلام کے ذریعہ صحابہ کرام کی تربیت فرمائی تو جاہلی معاشرہ میں رہنے بسنے والے جہالت و تاریکی سے نکل کر علم و عمل کے علم بردار بن گئے اور ساری دنیا کے اندھیرے دور کرنے میں اپنے جان و مال سے اس طرح لگ گئے کہ انہیں اپنی ذات اور بال بچوں سے زیادہ ہر وقت ایک ہی فکر تھی کہ وہ دنیا سے ظلم اور جہالت کو کس طرح مٹائیں چنانچہ انہوں نے ہر طرح کے ایثار و قربانی کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب اس طرح کی مخلصانہ تحریک کا آغاز ہوتا ہے تو وہ لوگ جو نئے نئے اس عزم و حوصلے میں شریک ہوتے ہیں تو ان میں وہ جذبہ اور اسپرٹ نہیں ہوتی جو ان سے پہلے لوگوں میں ہوتی ہے۔ ان آیات میں ایسے ہی مومنین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور وہ سچا دین جو ان کی ہدایت کے لئے نازل کیا جا رہا ہے اس کی طرف پوری طرح جھک جائیں۔ عبرت و نصیحت حاصل کرانے کے لئے فرمایا کہ تمہارے سامنے قرآن کریم کے ذریعہ گذری ہوئی قوموں کے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں کہیں تم بھی ان گذری ہوئی قوموں کی طرح نہ ہو جانا کہ جب ان پر ایک طویل زمانہ گذر گیا تو وہ ایمان کی کیفیات سے اتنی دور چلے گئے کہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کے بجائے ان کے دل تکبر اور غرور کی وجہ سے پتھر سے زیادہ سخت ہو گئے اور ان کی بڑی تعداد فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گئی۔ اگر وہ اللہ کے دین پر قائم رہتے تو جس طرح پانی کے چھینٹے سے زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح ان کی زندگی میں بھی بہار آ جاتی۔ ہر سمجھ اور عقل رکھنے والے کے لئے اللہ نے ہر بات کو نہایت وضاحت سے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ایمان والے مردوں اور عورتوں کی تعریف کی ہے جو اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں صدقات اور جب دین کی سربلندی کے لئے قرض حسنہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ آگے بڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لیتے ہیں اسی طرح اللہ و رسول کی اطاعت اور اپنے ایمان کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اجر و ثواب میں وہ اضافہ ہی کرتا چلا جائے گا اور قیامت میں ان کو عزت کی روزی اور رزق عطا فرمائے گا لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک کیا اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا ان کا انجام بھیانک جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

تم اس بات کو (اچھی طرح) جان لو کہ دنیا کی زندگی بس ایک کھیل کود، زیب وزینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ہے۔ اس کی مثال اس بارش جیسی ہے کہ (جس کی وجہ سے) اس کی پیداوار کاشت کار کو خوش کر دیتی ہے۔ پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔

اور آخرت کا عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی (کا وعدہ ہے) اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے اور فریب کے اور کیا ہے؟

تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس جنت کا پھیلاؤ ایسا ہے جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ محض اللہ کے فضل وکرم سے (ملتی ہے) وہ جس کو چاہے گا عطا فرمادے گا اور اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

لَعِبٌ	کھیل کود
لَھْوٌ	کھیل تماشا
تَفَاخُرٌ	آپس میں فخر کرنا۔اپنی بڑائیاں کرنا
تَکَاثُرٌ	ایک دوسرے سے کثرت میں آگے بڑھنا
غَیْثٌ	بارش
یَھِیْجُ	زور پکڑتا ہے
مُصْفَرٌّ	زرد
حُطَامٌ	چورہ چورہ

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

فرمایا کہ اگر غور کیا جائے تو آدمی کی زندگی کے انقلابات اور تبدیلیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ اس دنیا میں اس کا قیام عارضی اور وقتی ہے اس کی کسی حالت کو بھی قرار نہیں ہے۔ ہر چیز فنا ہوتی رہتی ہے کسی چیز اور کسی حالت کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے مثلاً آدمی بچپن میں ایسی بے مقصد، فضول اور بیکار چیزوں سے کھیلتا ہے کہ جوانی میں قدم رکھتے ہی اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بچپن میں اس کی باتیں کس قدر بے ربط اور اس کے کام کیسے مضحکہ خیز تھے جن چیزوں کو وہ اہمیت دیتا تھا اور جن کھلونوں سے وہ کھیلتا تھا جوانی میں اس کے لئے بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو جوانی کی غلطیوں کو یاد کر کے ہنستا ہے یا شرمندہ ہوتا ہے اور بڑھاپے کی عمر میں سوائے آپس کے فخریہ قصے یا کہانیوں کے یا اپنی اولاد کی کثرت، مال و دولت کے اعداد و شمار کے اور کچھ بھی نہیں رہتا مرنے سے پہلے اسے اس بات کا شدت سے احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی بھر جن چیزوں کو مال و دولت کو اور اولاد کو بڑی اہمیت دیتا تھا ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زندگی بھر سائے کے پیچھے بھاگنے اور دوڑنے والو! اگر دوڑنا

ہے تو اس جنت کی طرف دوڑو جو اتنی وسیع ہے اور اس کا پھیلاؤ اتنا زبردست ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس میں سما جائیں گے۔ اور پھر وہاں کی ہر نعمت ہمیشہ کے لئے ہے۔ آدمی وہاں ہمیشہ جوان رہے گا۔ ہر خوشی کو دوام ملے گا وہ جو چاہے گا اس کو وہاں عطا کیا جائے گا۔ زندگی بھر وہ جس سکون کے لئے بے چین رہتا تھا وہ صرف جنت ہی میں نصیب ہوگا۔ فرمایا کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش برسنے کے بعد اس سے نباتات اگتی ہیں ہر طرف سرسبزی و شادابی پھیل جاتی ہے وہ کاشتکار جس نے محنت کر کے زمین میں دانا ڈالا تھا جب وہ دانہ ابھر کر پودا یا درخت بن جاتا ہے تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہیں رہتا لیکن جہاں گرم ہوائیں چلیں اور پودوں کی پتیاں خشک ہو کر چورہ چورہ ہوئیں تو سرسبزی و شادابی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ اسی طرح آدمی کا حال ہے کہ وہ ابھرتا ہے، خوبصورت اور حسین نظر آتا ہے جب جوانی گذر کر بڑھاپا آتا ہے تو وہی خوبصورتیاں جو اس کو مدہوش اور مست کر دیتی تھیں اب ان میں کوئی ایسی دلچسپی نہیں رہتی بلکہ اس کی زندگی کی یہ ویرانی اس کو شدید الجھن میں ڈالے رکھتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا دنیا کی زندگی سوائے فریب نظر کے اور کیا ہے؟ آخرت میں انسان کے لئے دو چیزیں ہوں گی (۱) شدید ترین عذاب (۲) یا اللہ کی رضا و مغفرت۔ بدنصیب کفار و مشرکین کو شدید عذاب دیا جائے گا اور صالح اہل ایمان لوگوں کو جنت کی راحتوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت بھی نصیب ہوگی۔ اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ جنت کی طلب میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جائیں تا کہ ان کو سکون نصیب ہو۔ لیکن یہ جب ہی نصیب ہوگا جب اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے گی۔ وہ جنتیں اتنی عظیم اور وسیع ہوں گی کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس میں سما جائیں تب بھی کوئی فرق نہ پڑے گا۔ یہ اللہ کا فضل و کرم جس پر بھی ہو جائے وہی خوش نصیب ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر فضل و کرم ہی کرتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

کوئی آفت یا مصیبت جو زمین پر (نازل ہوتی ہے) یا تمہیں پہنچتی ہے وہ سب ہم نے ایک کھلی کتاب میں لکھ رکھی ہے۔ اور ایسا کرنا یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (یہ تمہیں اس لئے بتایا گیا ہے) تا کہ تمہیں جو چیز ہاتھ نہ لگے اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور جو تمہیں عطا کر دیا جائے اس پر اترایا نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جو اتراتے اور فخر وغرور کرتے ہیں۔ وہ لوگ بھی ناپسند ہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل اور کنجوسی کی تعلیم دیتے ہیں۔

اب اگر کوئی (اس سچائی کے آنے کے بعد بھی) منہ پھیرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے (اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہے) اور وہی تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

سَابِقُوْا — دوڑو

عَرْضٌ — پھیلاؤ

اَنْ نَّبْرَاَ — یہ کہ ہم پیدا کریں

یَسِیْرٌ — آسان

لِکَیْلَا — تا کہ نہ ہو

مُخْتَالٌ — اترانے والا

فَخُوْرٌ — بہت زیادہ گھمنڈ کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

اس زمین پر یا کسی انسان پر جو بھی راحت و آرام اور مصیبت و عذاب آتا ہے وہ تقدیر الٰہی اور اللہ کے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق ہی آتا ہے۔ زمینی مصیبت سے مراد مال و دولت کا ضائع ہو جانا، تجارت اور لین دین میں گھاٹا اور نقصان ہو جانا، زلزلہ، قحط اور کھیت کی تباہی وغیرہ زمینی مصیبت ہے اور کوئی اتفاقی حادثہ، زخم، چوٹ، بیماری بے آرامی، باہمی اختلافات، فتح اور شکست وغیرہ یہ انسانی نقصانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ سب کا سب لوح محفوظ میں آدمی کے پیدا ہونے سے پہلے لکھ دیا گیا تھا۔ اب اس کی طرف اس لئے متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں کسی چیز کا ملنا یا چھن جانا دونوں ہی امتحان ہیں۔ آدمی کو تقدیر کے فیصلے پر صبر و شکر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی چیز ضائع ہو جائے چھن جائے، تہس نہس ہو جائے تو اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر اس کو ہر طرح کی راحتوں اور آرام کے اسباب اور مال و دولت مل جائے تو اس کو اترانا نہیں چاہیے۔ اللہ کو نہ تو یہ بات پسند ہے کہ مومن ہوتے ہوئے کوئی اللہ کی رحمت اور کرم سے مایوس ہو کر ہاتھ پیر ڈال دے اور نہ فخر و غرور پسند ہے کہ وہ ذرا سے مال و دولت پر اس طرح اترانے لگے کہ اسے اپنے علاوہ ہر شخص حقیر و ذلیل نظر آنے لگے۔

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت مکہ مکرمہ میں اہل ایمان کے لئے شدید ترین حالات تھے۔ ہر طرف مصیبتیں گھر گھر کر آ رہی تھیں اور کسی طرف سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان حالات میں گھبرا جانا اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھنا ایک فطری بات ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں جو چیز ہاتھ نہ لگے اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور جب مل جائے تو اس کو اپنی ذاتی کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ سمجھ کر اترایا نہ کرو کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جو فخر و غرور کرتے اور اتراتے ہیں۔ فرمایا کہ اسی طرح وہ لوگ جو بخل اور کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ سکھاتے ہیں کہ یہاں نیک باتوں میں کیا رکھا ہے کسی کار خیر میں ہم اپنا مال و دولت کیوں خرچ کریں۔ ہماری محنت کی کمائی ہے جس پر ہمارے بچوں کا حق ہے ہم کسی کو کیوں دیں وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا مال ہے اگر تم اس کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کے بندوں پر خرچ کرو گے، مجبوری اور بے کسی میں کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو گے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ تمہیں عطا کر دے گا جو تم نے اللہ کے بندوں پر خرچ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یہ بات لوگوں کو سکھایئے لیکن اگر وہ اس کو ماننے سے انکار کر دیں اور اس سچائی سے منہ پھیر لیں تو ان کو بتا دیجئے کہ اللہ کو تمہارے مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہے اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کی تعریف نہ کرے تب بھی وہی ذات تمام خوبیوں کی مالک ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ
بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ
رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٢٥ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ
اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٢٦ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا
عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ
فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٢٧
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ
كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٨ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٢٩

ع ٣ ١٩

ع ٤ ٢٠

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی اور واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (طریقہ عدل و انصاف) کو نازل کیا ہے تا کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم رکھیں۔ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑی ہیبت اور جلال ہے۔ اور لوگوں کے لئے نفع بھی ہے تا کہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے کون اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ زبردست اور قوت و طاقت والا ہے۔

اور ہم نے ہی نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان کی اولاد میں بھی نبوت اور کتاب (کا سلسلہ جاری) رکھا۔ پھر ان کی اولادوں میں سے بعض تو ہدایت پانے والے بن گئے لیکن ان میں سے اکثر تو نافرمان ہی رہے۔ پھر ہم نے ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے اور ان کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت کو ڈال دیا۔ اور ترک دنیا (رہبانیت) کا طریقہ انہوں نے خود سے گھڑ لیا تھا جسے ہم نے فرض نہیں کیا تھا۔ مگر ہاں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا تھا لیکن اس کی پابندی کا جو حق تھا انہوں نے ادا نہیں کیا۔ پھر ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہم نے ان کو اس کا بدلہ دیا لیکن ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ تا کہ تمہیں اللہ دوگنی رحمت عطا فرمائے اور تمہارے لئے ایک ایسا نور بنا دے جس کو تم لے کر چلو پھرو اور تا کہ وہ اللہ تمہیں معاف کر دے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل کتاب بھی اس بات کو جان لیں کہ اللہ کے فضل و کرم کے کسی حصے پر ان کی اجارہ داری نہیں ہے۔ اور بے شک سب فضل و کرم اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ (اپنے بندوں پر) بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

اَلْحَدِیْدُ لوہا

بَاْسٌ شَدِیْدٌ زبردست قوت اور ہیبت

قَفَّیْنَا ہم نے پے در پے بھیجے

رَاْفَۃٌ نرمی

رَھْبَانِیَّۃٌ ترک دنیا۔ دنیا کو چھوڑ دینا

اِبْتَدَعُوْا انہوں نے نئی بات نکالی۔ انہوں نے خود ہی گھڑ لیا

کِفْلَیْنِ دو حصے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

سونے اور چاندی کو پرکھنے کے لئے کسوٹی، کسی چیز کی کمی یا زیادتی کو تولنے کے لئے (میزان) ترازو ہوا کرتی ہے۔ کسوٹی یہ بتا دیتی ہے کہ سونے اور چاندی میں ملاوٹ کتنی ہے اور اصلی سونا اور چاندی کس مقدار میں ہے۔ اسی طرح ترازو کے ذریعہ اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ کون سی چیز وزن میں کتنی زیادہ اور کتنی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کو کھلی اور واضح آیات اور نشانیاں دے کر بھیجا ہے جن میں سے بعض کو کتاب دی گئی ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے میزان (عدل و توازن) دی گئی تاکہ اس کے ذریعہ عدل و انصاف کو قائم کر سکیں۔

فرمایا کہ ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں (جنگ کے لئے) سخت لڑائی کا سامان ہے اور اس میں لوگوں کے لئے صنعت و حرفت پیدا کرنے کے واسطے نفع کے اسباب بھی رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ اللہ اس کے ذریعہ ہر شخص کا امتحان لے لے اس کو جانچ لے کہ کون فولادی قوتوں کے ساتھ اللہ کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے اور کون دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی ساری

قوتوں کو لگا دیتا ہے۔ بلاشبہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت ایک اللہ ہی کے پاس ہے وہی تمام قوتوں کا مالک ہے لیکن انسان کی آزمائش یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو کس طرح صرف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان پیغمبروں کی قوم کو بھی بڑی طاقتیں دی تھیں ان کو اور ان کی اولادوں میں سے بہت سوں کو نبوت اور کتاب سے نوازا تھا لیکن لوگوں میں سے کچھ تو وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ پھر اللہ نے لگا تار پیغمبروں کو بھیج کر لوگوں کے سامنے راہ ہدایت کو رکھا۔ خوش نصیب جنت کما گئے اور بہت سے اپنے ذاتی فائدوں اور وقتی مفادات کی بھینٹ چڑھ گئے اور جہنم کا راستہ اختیار کر لیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر بھیجا گیا لوگوں میں سے اکثر تو نافرمان اور پیغمبر کو جھٹلانے والے بن گئے اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی پیروی کی وہ عقیدت ومحبت میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو معبود بنا ڈالا اور ترک دنیا کے طریقوں کو اپنانا شروع کر دیا۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ ایسی بدعتوں میں لگ گئے جو ہم نے ان کو نہ تو بتائی تھیں اور نہ ان پر فرض کی تھیں۔ رہبانیت (ترک دنیا) ان میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ یہ گھڑا ہوا راستہ ان کے لئے دین ومذہب بن گیا اور اس طرح وہ بھی گمراہی کے راستے پر چل نکلے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (نصاریٰ کی طرح) اسلام میں رہبانیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ البتہ دین اسلام کے لئے غریبانہ زندگی اختیار کر کے اور غریبوں میں گھل مل کر ان کے دکھ درد میں سنت کے مطابق شرکت کرنا وہ طریقہ جو علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اختیار کیا تھا وہ بظاہر ترک دنیا نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان بزرگوں کا وہ سرفروشانہ جذبہ تھا جس نے ہمیشہ ہر زمانہ میں امت کو مایوسیوں سے نکال کر دین کے راستے پر لگایا ہے اور امت کو ایک نئی زندگی عطا کی ہے۔ بعد میں مفاد پرستوں اور قبر پرستوں نے صوفیائے کرام کے ایسے ایسے بے سند واقعات گھڑ کر مشہور کر دیئے جس سے ان کی زندگی پرستان کی کہانیاں لگنے لگیں اور قبروں پر میلے ٹھیلے لگا کر ان کو عین اسلام ثابت کرنا شروع کر دیا۔

اس میں ان صوفیائے کرام اور بزرگان دین کا کوئی قصور نہیں ہے یہ تو ان کاروباری سجادہ نشینوں کا مشغلہ ہے جو اندھی عقیدت رکھنے والے غریب عوام کا خون چوستے اور عیش وعشرت کی زندگی گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پوری طرح ایمان لاؤ۔ اسی طرح اہل کتاب سے فرمایا کہ تم بھی اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تو تمہیں دوگنا اجر ملے گا ایک اپنے پیغمبر پر ایمان رکھنے کا اجر اور ایک نبی

آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کا اجر۔

قیامت کے دن اس تقویٰ اور اطاعت رسول کو اللہ ایک نور بنا دے گا جو انہیں پل صراط کے اندھیرے راستے میں روشنی عطا کرے گا۔ وہ اللہ تو بہت مغفرت کرنے والا، معاف کرنے والا مہربان ہے وہ تمہارے پچھلے سارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

یہ دین اللہ کی طرف سے ہے اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ جو بھی اس راستے کو اپنائے گا اس پر اللہ کا فضل و کرم نازل ہوگا لیکن جو اس راستے کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کرے گا جو اللہ کے پیغمبروں نے نہیں بتایا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں پر اللہ ہمیشہ فضل و کرم کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بے انتہا فضل و کرم اور رحم کرنے والا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۵۸

المُجَادِلَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المجادلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	58
کل رکوع	3
آیات	22
الفاظ وکلمات	479
حروف	2103
مقام نزول	مدینہ منورہ

اہل ایمان کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ کسی محفل میں یا کسی کے گھر مزاج پرسی کے لیے جائیں تو اس طرح جم کر نہ بیٹھ جائیں کہ جس سے دوسرے کو تکلیف ہو اور وہ شرم کی یا اپنے اخلاق کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکے۔

☆ عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ اگر انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس سے رجوع کیا جاسکتا تھا لیکن اگر کسی نے ''ظہار'' کرلیا تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ ''ظہار'' یہ ہے کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا ''اَنۡتِ عَلَیَّ کَظَھَرِ اُمِّیۡ'' تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یعنی اب تجھ سے صحبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے میں نے اپنی ماں سے مباشرت کی۔ تو اس سے ہمیشہ کے لیے جدائی سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے اس جاہلانہ تصور اور قانون کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔ فرمایا کہ اپنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا انتہائی شرم ناک اور بے ہودہ بات ہے لیکن اگر کسی نے یہ کہا تو اس کے کہہ دینے سے بیوی اس کی ماں نہیں بن جاتی۔ ماں تو وہی ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ البتہ اس غیر شائستہ اور نامناسب بات کا کفارہ یہ ہے کہ (۱) بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے (۲) اگر غلام میسر نہ ہو تو مسلسل دو مہینے تک روزے رکھے (مہینہ چاند کے حساب سے ہوگا) اور اس دوران بیوی سے صحبت نہ کرے (۳) اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو صحبت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پکا کر کھلائے یا اتنی رقم دیدے جس سے ساٹھ آدمی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔ یہ کفارہ ادا کرنے کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے صحبت کرسکتا ہے اس سے پہلے صحبت حرام ہے۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ خزرج کی ایک صحابیہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ تھیں ان کے شوہر اوس بن صامت انصاریؓ قبیلہ اوس کے سردار حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے بھائی تھے۔ حضرت خولہؓ بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر حضرت اوس ابن صامتؓ نے ان سے ''ظہار'' کیا۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام ہو چکی ہو (کیونکہ اس وقت تک یہی قانون رائج تھا)۔ حضرت خولہؓ نے اللہ سے فریاد کی اور رسول اللہ ﷺ

بعض صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے فیض حاصل کرنے کے لیے دیر تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھنا چاہتے لیکن نبی کریم ﷺ اپنے اخلاق کریمانہ سے کسی کو منع نہ فرماتے جب تک صحابہ کرامؓ بیٹھتے آپ ﷺ بھی بیٹھے رہتے مگر اس سے آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے نبی تو تم سے یہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں لیکن ہم تمہیں بتانے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ جب وہ آپ ﷺ کی محفل میں جائیں تو مناسب وقت تک بیٹھا کریں تا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ مجلس میں اگر کچھ زیادہ لوگ آ جائیں تو سب کو اس بات کا موقع دیا کریں کہ ہر ایک آپ ﷺ کی مجلس میں شرکت کر کے فیض حاصل کر سکے۔

کے پاس آ کر بار بار اصرار کیا کہ وہ اپنے شوہر سے کسی طرح جدا نہ ہوں گی ورنہ ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی برباد ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف حضرت خولہؓ نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کی الٰہی! میری اس مصیبت پر نظر فرمایئے اور کوئی ایسا راستہ عطا فرمایئے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہی رہ سکیں۔ اللہ نے ان کی فریاد سن کر ''ظہار'' کے پرانے قانون کو منسوخ کر دیا اور کفارہ لازم قرار دے دیا۔

☆ اس سورۃ میں مختلف معاشرتی مسائل کے حل کے لیے قوانین بھی بیان فرمائے گئے تا کہ ایک ایسا اسلامی معاشرہ بن سکے جس میں تہذیب و شائستگی اور دوسروں کی تکلیفوں کا خیال رکھا جا سکے۔

☆ منافقین طرح طرح کی شرارتوں کے منصوبے بنانے کے لیے چھپ چھپ کر سرگوشیاں کیا کرتے تھے تا کہ دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ان کے دلوں میں بغض و حسد کی آگ لگ رہی تھی اپنی تسکین کا سامان کر سکیں۔ فرمایا کہ ان کی سرگوشیاں اور منصوبہ بندیاں اللہ کی تدبیر کے سامنے دھری رہ جائیں گی اور وہ اہل ایمان کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مومنوں کو چاہیے کہ وہ نہایت خلوص سے دین کی جدوجہد کرتے رہیں اگر کسی سرگوشی میں کوئی گناہ، ظلم و زیادتی اور اللہ و رسول کی دشمنی نہ ہو تو اس سرگوشی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ کسی مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوں اور باہر سے کچھ اور لوگ آ کر بیٹھنا چاہیں تو آنے والوں کے لیے گنجائش پیدا کرنے کے لیے سمٹ سمٹ کر بیٹھ جائیں کیونکہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ بیٹھے رہیں اور کچھ انتظار میں کھڑے رہیں یا ایک دوسرے کو پھاندتے پھلانگتے اندر گھسنے کی کوشش کریں۔ یہ بڑی خود غرضی اور تنگ دلی ہے کہ آنے والوں کا خیال نہ رکھا جائے۔

☆ اسی میں ایک ادب یہ بھی سکھایا گیا کہ کسی محفل میں اس طرح جم کر بیٹھ جانا کہ دوسروں کی ضروریات اور پریشانیوں کا خیال ہی نہ کیا جائے یہ بات بھی قطعاً مناسب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے صاحب خانہ کو کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا اظہار وہ کرنا مناسب نہ سمجھتا ہو۔ فرمایا کہ اگر وہ زبان سے یا اپنے کسی انداز سے اشارے سے یہ کہہ دے کہ میں مصروف ہوں تو لوگوں کو اس جگہ یا محفل سے اٹھ جانے میں اپنی بے عزتی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

نبی کریم ﷺ جو اخلاق کریمانہ کا پیکر تھے اور صحابہ کرامؓ جن کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے قریب ہو کر زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں کبھی کبھی آپ ﷺ کو کوئی ضروری کام ہوتا اور صحابہ کرامؓ دیر تک بیٹھنا چاہتے تو آپ ﷺ اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے ان کو منع نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ! تو تم سے نہیں کہتے کہ شرماتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی کے آرام وراحت اور ضروریات کا خیال رکھیں۔ مختصر بیٹھیں اور جب آپ ﷺ فرمادیں کہ آنے والوں کے لیے جگہ خالی کردیں۔ گنجائش پیدا کریں یا اٹھ کر چلے جانے کے لیے فرمائیں تو آپ ﷺ کے ہر حکم اور اشارے کی تعمیل کی جائے اور تمام اہل ایمان کو قیامت تک اسی طرح کے مجلسی آداب کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

فرمایا کہ اگر کسی کو نبی کریم ﷺ سے کوئی بات خاموشی سے علیحدگی میں کرنا ہو تو وہ پہلے صدقہ دے پھر آپ ﷺ سے تنہائی میں بات کرے۔ مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ اس بات کو سمجھ لیں اور اس عادت کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ جب اس کی عادت پڑ گئی اور صحابہ کرامؓ سمجھ گئے تو اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ (ہوسکتا ہے ان میں منافق بھی ہوں) اپنی اہمیت جتاتے اور یہ بتانے کے لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بہت قریب ہیں اور آپ ﷺ بھی ان کا بہت لحاظ فرماتے ہیں آپ ﷺ سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش کرتے اور پھر جم کر بیٹھ جاتے تھے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی مگر آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرماتے تھے۔

☆ انصار اور مہاجرین جو ایمان لے آئے تھے وہ دین کے لحاظ سے تو کفار سے علیحدہ ہو چکے تھے مگر رشتہ داریاں بہر حال قائم تھیں۔ بعض صحابہؓ اپنے رشتہ داروں سے ملتے اور بعض صحابہؓ کفار کو دشمن رسول ﷺ سمجھ کر ان سے بات تک کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو ہر ایک کے ایمان واخلاص کا پوری طرح علم ہے۔ وہ لوگ جو منافق ہیں اور دشمنان اسلام سے ملتے ہیں وہ کتنی ہی قسمیں کھا کر یقین دلائیں کہ ان کا مقصد محض رشتہ داریوں کا لحاظ کرنا تھا۔ اللہ کو معلوم ہے کہ جب وہ کفار سے ملتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں فرمایا ایسے لوگ شیطان کے گروہ میں شامل ہیں اس لیے اللہ ان کو پسند نہیں کرتا لیکن جو لوگ ایمان اور اخلاص کا پیکر ہیں وہ اللہ کی جماعت ہیں وہی ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ صحابہ کرامؓ اللہ کی ہر رضا پر راضی ہیں۔

سورۃ المجادلۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑤ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑥ۧ

الجزء ۲۸

ع ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

بے شک اللہ نے اس (عورت) کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی۔ اللہ تم دونوں کی بات سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اور تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں (یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے) وہ (کہنے سے) ان کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان سے رجوع کرنا چاہتے ہیں (اس سے) جو انہوں نے کہا تھا تو ان کے ذمے آپس میں ملنے سے پہلے (صحبت کرنے سے پہلے) ایک غلام آزاد کرنا (لازمی) ہے اس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جس کو غلام میسر نہ ہو تو اس کو ملاقات سے (صحبت سے) پہلے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے ہیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اس نے یہ حکم تمہیں اس لئے دیا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ (جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے) اور کافروں کے لئے بدترین عذاب ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس طرح ذلیل و رسوا کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل و رسوا کئے گئے تھے۔ حالانکہ ہم نے صاف صاف احکامات نازل کئے تھے۔ اور کافروں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ وہ دن (زیادہ دور نہیں ہے کہ) جب اللہ سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ان کے کئے ہوئے کاموں سے آگاہ کرے گا جن اعمال کو وہ بھول گئے مگر اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ اور نگران ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

سَمِعَ — سن لیا

تُجَادِلُ — وہ جھگڑتی ہے

تَشْتَكِىْ	شکایت کرتی ہے
تَحَاوُرٌ	آپس میں بات چیت
يُظٰهِرُوْنَ	وہ ظہار کرتے ہیں
وَلَدْنَ	انہوں نے جنا۔ پیدا کیا
زُوْرٌ	جھوٹ۔ گناہ
يَعُوْدُوْنَ	وہ لوٹتے ہیں
تَحْرِيْرُ	آزاد کرنا
رَقَبَةٌ	گردن (غلام)
اَنْ يَّتَمَاسَّا	یہ کہ وہ ہاتھ لگائیں
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	مسلسل دو مہینے
اِطْعَامُ	کھلانا
سِتِّيْنَ	ساٹھ
يُحَادُّوْنَ	ناراض کرتے ہیں
كُبِتُوْا	ذلیل کیے گئے
اَحْصٰى	اس نے شمار کیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے وقت عربوں میں بہت سے من گھڑت طریقے رائج تھے جن پر وہ لوگ بڑی شدت سے جمے ہوئے تھے اور اسی کو ان لوگوں نے شریعت بنا رکھا تھا مثلاً اگر میاں بیوی کے درمیان مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی اور باہمی اختلافات بڑھ کر بات طلاق تک پہنچ گئی تو وہ اپنی بیوی کو جتنی طلاقیں چاہے دیدیتے اور پھر جب چاہتے اس

سے رجوع کر لیتے اس طرح عورتیں مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئی تھیں اور مردوں کے ظلم وستم سے نکلنے کا مظلوم عورتوں کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ دین اسلام نے طلاق کے لئے ایسے اصول عطا فرمائے کہ جس سے کسی شخص کو عورت پر ظلم و زیادتی کرنے کا راستہ نہ مل سکے۔ عربوں میں طلاق کے لئے تو یہ تصور تھا کہ اگر طلاق دیدی جائے تو اس سے رجوع کیا جا سکتا ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا ''اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ'' یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس لفظ کے ادا کرتے ہی گویا وہ اپنی بیوی سے قطع تعلق کا ایک ایسا اعلان سمجھا جاتا تھا جس سے کسی حال میں رجوع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کو عربی میں ''ظِہار'' کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مجادلہ کی ان زیر مطالعہ آیات میں بالکل صاف صاف اعلان فرما دیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں یعنی یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں جیسی ہے تو یہ کہنے سے ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں کیونکہ درحقیقت مائیں تو وہی ہیں جن کی کوکھ سے انہوں نے جنم لیا ہے۔ فرمایا کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دینا انتہائی غیر سنجیدہ، نامعقول اور جھوٹ بات ہے۔ جس کی توقع ایک سمجھدار اور باوقار مومن سے نہیں کی جا سکتی لیکن جو لوگ اس سے رجوع کرنا چاہیں وہ کفارہ ادا کر کے پھر سے میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

علماء مفسرین نے ان آیات کے شان نزول میں حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ان آیات کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ قبیلہ اوس کے سردار حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے بھائی حضرت اوسؓ ابن صامت انصاریؓ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ سے کہہ دیا کہ ''اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ'' یہ کہتے ہی حضرت خولہؓ پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ غم سے نڈھال سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ پوچھا آپ نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق فرمایا کہ میرا خیال ہے تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہو چکی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک ظہار کے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ حضرت خولہؓ نے رونا پیٹنا شروع کیا اور نبی کریم ﷺ سے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے کہنا شروع کیا یا رسول اللہ ﷺ جب اسلام میں طلاق کے احکامات ہیں اور ظہار کے لئے کوئی حکم نہیں ہے تو پھر اس رواج کو کیوں مانا جائے۔ آپ ﷺ نے پھر اپنی بات ارشاد فرما دی کہ میرے خیال میں تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہؓ نے شکوے کے ساتھ ساتھ اپنے حق کے لئے جھگڑنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے اشارہ سے حضرت خولہؓ کو چپ رہنے کے لئے کہا۔ اس وقت سورۂ مجادلہ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں اس زمانہ کے چلتے ہوئے قانون کو منسوخ کر کے خانگی اور گھریلو زندگی کو تباہی سے بچا لیا گیا۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ اللہ کو اس قدر محبوب ہیں کہ قرآن کریم میں ان کی بہت سی اداؤں اور باتوں تک کو محفوظ کر دیا گیا جو ان کے لئے دنیا اور آخرت کی عزت و سربلندی اور وقار کا ذریعہ ہیں۔ ان آیات میں فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس عورت (خولہؓ بنت ثعلبہ) کی بات سن لی جو وہ اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی (اس کی اور اے نبی ﷺ! آپ کی) باتوں کو وہ سن رہا ہے بے شک اللہ ہی تو سب کچھ سننے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کر لیتے ہیں یعنی وہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں جیسی ہے تو وہ اتنا کہہ

دینے سے ان کی مائیں نہیں بن جاتیں کیونکہ مائیں تو وہی ہوتی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوتے ہیں ایسی بات کہنا بہت ہی بری اور جھوٹ بات ہے۔ لہٰذا جو لوگ ''ظہار'' کرنے کے بعد اپنی بیویوں سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ صحبت و مباشرت سے پہلے ایک غلام آزاد کریں۔ اگر غلام (باندی) میسر نہ ہو تو مسلسل دو مہینے تک روزے رکھیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو (دو وقت پیٹ بھر کر) کھانا کھلائیں۔ توبہ استغفار کرتے رہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ اللہ کی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے جن حدود کو مقرر کر دیا ہے ان کے قریب بھی جانا اللہ اور اس کے رسول کی توہین اور مخالفت ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ ان کو بھی اسی طرح ذلیل و رسوا کر دے گا جس طرح اس نے گذشتہ امتوں کے نافرمانوں کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا تھا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اس بات کو خیال رکھنا چاہیے کہ اس کو بہت جلد اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے جس سے اللہ اچھی طرح واقف ہے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت اوس ابن صامت انصاریؓ کو بلا کر فرمایا کہ اللہ کے حکم کے تحت تمہارے لئے رجوع کرنے کی گنجائش ہے۔ اب تم ایک غلام آزاد کر دو انہوں نے اس سے معذرت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو تم لگا تار دو مہینے تک روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اوس کا تو یہ حال ہے کہ دن میں تین مرتبہ کھانا نہ کھائے تو اس کی بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کیا میری اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ میں ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلا سکوں آپ ہی میری مدد کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ان کو اتنا دیدیا کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکیں۔ اس طرح حضرت اوس ابن صامت انصاریؓ نے ''ظہار'' سے رجوع فرمایا اور پھر وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذارنے لگے۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ کی فریاد کو سن کر فوراً ہی ان پر احکامات کو نازل فرما دیا جس کی وجہ سے حضرت خولہؓ کو صحابہ کرامؓ میں عزت و عظمت کا ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک خاتون ملیں انہوں نے امیر المومنین کو روکا حضرت عمر سر جھکا کر دیر تک ان خاتون کی بات سنتے رہے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین آپ نے قریش کے سرداروں کو اس بڑھیا کی وجہ سے روکے رکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جانتے ہو یہ خاتون کون ہیں؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی۔ اللہ کی قسم اگر یہ رات بھر مجھے روکے کھڑی رہتیں تو میں کھڑا رہتا صرف نمازوں کے اوقات میں ان سے معذرت کرتا۔ (ابن ابی حاتم۔ بیہقی)

(۲)۔ ظہار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ عورت بدستور اس شوہر کی بیوی رہتی ہے۔ وقتی طور پر عورت اپنے شوہر سے الگ کر دی جاتی ہے۔ جب شوہر کفارہ ادا کر دے گا تو جو رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو جائے گی اور وہ دونوں پھر سے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذاریں گے۔

(۳)۔ مردوں کی طرح اگر بیوی نے اپنے شوہر سے کہہ دیا کہ تو میرے باپ کی طرح ہے یا یہ کہ میں تیری ماں کی طرح

ہوں تو اس سے ظہار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ نے مردوں کو طلاق دینے کا حق دیا ہے وہی ظہار کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بالکل واضح طریقے پر فرمادیا ہے "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے چاہے تو وہ گرہ بندھی رکھے اور اگر چاہے تو اس کو کھول دے یعنی طلاق دیدے۔ شریعت نے طلاق دینے کا حق عورت کو نہیں دیا ہے۔ یہ حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔

(۴)۔ اگر کوئی مسلم، عاقل، بالغ اور مکمل ہوش وحواس میں ہو تو وہ ظہار کر سکتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ دین اسلام نے مردوں کو طلاق اور ظہار کا حق ضرور دیا ہے لیکن اس کو پسند نہیں کیا ہے کہ مرد کی زبان پر (شدید مجبوری کے سوا) یہ لفظ طلاق آئے یا وہ عورت جو اس کی بیوی ہے اس کو ماں، بہن، بیٹی کے کسی عضو سے پکارے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو بہت ہی برا کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔

(۵)۔ وہ شخص جس نے اپنے بیوی سے ظہار کیا ہے اگر تعلق رکھنا چاہتا ہے تو قرآن کریم کے حکم کے مطابق اس کا کفارہ ادا کرے۔ اور اگر وہ رجوع کرنا نہیں چاہتا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے چونکہ اس میں بیوی کی حق تلفی ہے اس لئے کفارہ ادا کر کے پھر اگر چاہے تو اس کو طلاق دے دے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑦ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا

بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۟ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۟ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۟

۲ ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

کیا (اے مخاطب) تو نے نہیں دیکھا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ہر بات کو جانتا ہے۔ کہیں بھی تین آدمیوں میں سرگوشی (خفیہ مشورہ) ہوتا ہے تو چوتھا اللہ ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں پانچ آدمی خفیہ بات کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔

خفیہ بات کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ کوئی خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا مگر یہ کہ اللہ ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی خفیہ مشورہ کریں۔ پھر وہ قیامت کے دن بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جن لوگوں کو سرگوشیوں (خفیہ سازشوں) سے روکا گیا تھا مگر وہ پھر بھی وہی کام کرتے ہیں جس سے روکا گیا تھا اور وہ آپس میں گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کے لئے چپکے چپکے مشورے کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے اللہ نے آپ پر سلام نہیں بھیجا۔ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہم جو الفاظ ادا کرتے ہیں ان پر ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں دیتا۔ (یاد رکھیں) ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اے ایمان والو! تم جب بھی آپس میں سرگوشیاں کرو تو گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کرو۔ بلکہ بھلائی اور پرہیز گاری کی باتوں میں باہم مشورہ کرتے رہا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے سامنے تمہیں حاضر ہونا ہے۔ ہر اس قسم کی سرگوشی کرنا شیطانی کام ہے۔ جو مسلمانوں کو رنجیدہ کر دے۔ حالانکہ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو اس وقت تک وہ اہل ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کھول دیا کرو۔ (تم ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے لئے کشادگی پیدا کر دے گا۔ اور جب تم سے کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کو اور ان لوگوں کو جنہیں علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کر دے گا۔ اور اللہ کو معلوم ہے تم جو کچھ کرتے ہو۔

اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ (ﷺ) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ خیرات کر دیا کرو۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری اور پاکیزگی ہے۔ پھر اگر تمہیں (صدقہ) میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ کر دیا کرو۔ پھر جب تم نے اس کو نہ کیا اور اللہ نے تم سے درگذر کر لیا تو نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کو معلوم ہے تم جو کچھ کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۳

نَجْوٰی	چپکے چپکے باتیں۔ سرگوشی۔ مشورے
یُنَبِّئُ	وہ آگاہ کرتا ہے۔ وہ خبر دیتا ہے

يَعُوْدُوْنَ	وہ لوٹتے ہیں۔وہ پلٹتے ہیں
حَيَّوْ	انہوں نے دعا دی۔سلام کیا
تَفَسَّحُوْا	جگہ چھوڑو۔کھل کر بیٹھو
اُنْشُزُوْا	تم اٹھ جاؤ
قَدِّمُوْا	آگے بھیجو
اَطْهَرُ	زیادہ پاکیزہ۔زیادہ صاف ستھرا
اَشْفَقْتُمْ	تم ڈر گئے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

دین اسلام ہمیں روحانی اور اخلاقی بلندیوں کے ساتھ معاشرہ میں تہذیب وشائستگی، اعلیٰ درجہ کا نظم وضبط، سادگی، وقار اور چھوٹے بڑے کے آداب کا لحاظ کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور ہر اس طریقہ کو ناپسند کرتا ہے جس سے آپس میں کسی طرح کی غلط فہمی یا بدگمانی پیدا ہونے کا امکان بھی ہو۔

مشرکین، منافقین اور یہود ونصاریٰ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے کہ اپنے دلی بغض وحسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اہل ایمان کے درمیان غلط فہمی اور بدگمانی کی فضا پیدا کردیں۔ان منافقین کا یہ حال تھا کہ اگر انہیں اہل ایمان کی ذرا سی بات بھی ہاتھ لگ جاتی تو وہ اس کو جگہ جگہ اڑانے میں اپنی ساری طاقتیں لگا دیتے تھے۔ان تمام سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے حضور اکرم ﷺ کی محفل کے تین بڑے بڑے آداب سکھائے ہیں۔

﴿۱۔سرگوشیاں﴾ منافقین اور یہودی جب بھی جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتے تو ایک دوسرے کے کان میں اس طرح سرگوشیاں کرتے جیسے وہ کوئی بہت اہم بات کر رہے ہیں اور اہل ایمان کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان کو بھی اس سرگوشی میں شریک کیا جائے۔اس سے صحابہ کرامؓ کو سخت اذیت پہنچتی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ یا تو منافقین ان کے خلاف سازش کر رہے ہیں یا وہ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔اسی طرح اپنے گھروں میں پردے لٹکا کر اور دروازے بند کر کے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور دین اسلام کے خلاف خفیہ مشورے اور سازشیں کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ جب وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ جس طرح وہ دنیا والوں سے بہت سی باتیں چھپا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کو دیکھنے، سننے والا کوئی نہیں ہے اللہ سے

بھی چھپالیں گے کیونکہ جہاں بھی دو یا تین آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں تو چوتھا اللہ ہوتا ہے اور جہاں بھی پانچ آدمی سرگوشیاں کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ راز کے ہزار پردوں میں بھی جو باتیں کی جاتی ہیں وہ تین ہوں، چار ہوں یا زیادہ یا کم ہوں ان کی تمام باتوں کو اللہ سن رہا ہے اور ان کے ظاہری اور دلوں کے حالات تک سے وہ واقف ہے۔ کانوں میں چپکے چپکے باتیں اور سرگوشیاں کرنا برا بھی ہے اور اچھا بھی۔ اگر سرگوشی کسی اعلیٰ اور بہتر مقصد کے لئے کی جارہی ہے تو اس پر اجر عظیم ہے لیکن اگر یہ سرگوشی کسی سازش راز داری اور اہل ایمان کو چڑانے یا اذیت دینے کے لئے کی جارہی ہے تو یہ نہ صرف انتہائی گھٹیا حرکت ہے بلکہ اللہ کی طرف سے سخت سزا دیئے جانے کا سبب بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشاد فرمایا ہے

اکثر سرگوشیاں وہ ہوتی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ ہاں اگر صدقہ کرنے، نیکیوں اور بھلائیوں کو پھیلانے اور لوگوں میں باہمی صلح وصفائی اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو تو ایسا کرنے والوں کو اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔

سورۂ مجادلہ کی زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم جب بھی آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ، ظلم وزیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانیوں کی سرگوشیاں نہ کرو بلکہ بھلائی اور پرہیزگاری کی باتوں میں سرگوشیاں کیا کرو۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے جس کے سامنے تمہیں ایک دن حاضر ہونا ہے۔ بری سرگوشی درحقیقت شیطان کا کام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ مومنوں کو رنجیدہ کردے اور کوئی نقصان پہنچائے لیکن شیطان کی کوششوں کے باوجود کسی کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر سرگوشی خیر اور بھلائی کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس پر اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے البتہ اللہ کے نزدیک وہ سرگوشی سخت ناپسندیدہ ہے جو کسی برے ارادے اور بری نیت سے کی گئی ہو۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین اپنی اہمیت جتانے کے لئے نبی کریم ﷺ سے یہ درخواست کرتے کہ ہمیں تنہائی میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ آپ ان کو اجازت دیدیتے۔ وہ منافقین علیحدہ بیٹھ کر اتنی فضول باتیں کر کے وقت ضائع کردیتے کہ جس سے بعض صحابہ کرام جو اپنے ذاتی مسائل میں آپ سے بات کرنے کے خواہش مند ہوتے تھے وہ اس سے محروم رہ جاتے۔ آپ اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے سب کچھ جاننے کے باوجود کسی سے کچھ نہ فرماتے اور اس اذیت کو برداشت فرمالیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ منافقین آپ سے علیحدہ وقت لے کر اس بات کا اظہار کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بہت قریب ہیں اور آپ ﷺ ان کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آپ سے سرگوشی کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے کچھ صدقہ دیدیا کریں۔ جب یہ حکم آیا تو منافقین اپنی ذہنی کمینگی اور کنجوسی کی وجہ سے ڈر گئے کہ اب اگر ہم علیحدگی میں کوئی بات کریں گے تو ہمیں صدقہ بھی دینا پڑے گا۔ لیکن وہ صحابہ کرامؓ جو آپ ﷺ کی عظمت کو پہچانتے تھے وہ سمجھ گئے کہ اللہ کی طرف سے اس حکم میں کیا راز پوشیدہ ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے علیحدگی میں سرگوشی کرنے سے اجتناب شروع

کردیا کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کے محبوب نبی ﷺ کو کسی طرح اور کسی قسم کی بھی تکلیف دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! کیا تم اس حکم سے ڈر گئے حالانکہ اللہ تم سے درگذر کرنے والا یعنی معاف کرنے والا ہے۔ بہر حال تم نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو۔ مراد یہ ہے کہ تمہاری زندگی کا جو مشن اور مقصد ہے اس میں لگے رہو اس سے منہ نہ پھیرو۔ اگر آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنا ضروری ہو تو اس میں اللہ کے احکامات کا ضرور خیال رکھو۔

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے کچھ آداب محفل ارشاد فرمائے ہیں وہ یہ ہیں

(۱)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو تیسرے آدمی کو ان سے اجازت لینی چاہیے (تا کہ ان دونوں کو ناگوار نہ گذرے)۔ (صحیح مسلم)

(۲)۔ فرمایا کہ جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں چپکے چپکے باتیں (سرگوشیاں) نہ کریں کیونکہ یہ بات تیسرے آدمی کے لئے رنج کا باعث ہوسکتی ہے۔ اسی طرح دو آدمی کسی ایسی زبان میں بات نہ کریں جس کو پاس بیٹھا تیسرا آدمی سمجھتا نہ ہو کیونکہ اس سے اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہوسکتی ہے یا وہ اجنبیت محسوس کرسکتا ہے۔

﴿۲۔ سلام کو بگاڑ کر کہنا﴾ ان منافقین کی ڈھٹائی، بے ادبی اور گستاخی کی انتہا یہ تھی کہ جب وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے تو اللہ نے جن الفاظ کے ساتھ انبیاء کرامؑ اور خود نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا ہے وہ اس کو بگاڑ کر "السلام علیکم" کے بجائے "السام علیکم" کہتے تھے جس کے معنی ہیں تمہیں موت آ جائے۔ ایک مرتبہ منافقین نے اسی طرح نبی کریم ﷺ کو سلام کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سن لیا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اللہ تمہیں غارت کر دے اور اس کی تم پر لعنت اور غضب ہو تم کس طرح سلام کر رہے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ کو ایسا کلام پسند نہیں ہے جس میں سختی ہو تمہیں نرمی سے بات کرنا چاہیے۔ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے سنا نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو کیا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے سن لیا ہے اور میں نے اس کا مناسب جواب بھی دیدیا ہے کیونکہ میں نے جواب میں کہا "وعلیکم" یعنی تم پر بھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی دعا تو قبول نہ ہوگی البتہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس لئے ان کی شرارت کا بدلہ تو ہو گیا۔ (بخاری شریف)

منافقین حضور اکرم ﷺ کو ان برے الفاظ سے سلام کر کے اپنے دل میں کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو ایسے برے الفاظ جو ہم اکثر کہتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے اللہ کا قہر فوراً ٹوٹ پڑتا اور ہم تباہ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر اللہ کا غضب تو آئے گا مگر اس جہنم کی شکل میں آئے گا جو بدترین ٹھکانا ہوگا۔

﴿۳۔ مجلس میں بیٹھنے کے آداب﴾ تیسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ جب تم سے یہ کہا جائے کہ مجلس میں کشادگی پیدا کرو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے لئے کشادگی پیدا کر دے گا اور اگر (کسی مصلحت کی وجہ سے) تم سے یہ کہا

جائے کہ تم (مجلس سے) اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند کر دے گا۔

مفسرین نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اصحاب صفہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کچھ بدری صحابہؓ بھی آ گئے (جن کا اسلام میں اعلیٰ ترین مقام ہے) چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہ تھی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ وہ مجلس میں وسعت پیدا کریں یعنی جو بعد میں آنے والے ہیں ان کے لئے جگہ بنا دیں اور آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ جو لوگ دیر سے بیٹھے ہیں وہ اٹھ جائیں تا کہ بعد میں آنے والے بھی استفادہ کر سکیں۔ یہ اتنی بڑی بات نہ تھی لیکن منافقین اور یہودیوں کو تو ایک بہانہ چاہیے تھا انہوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ تو انصاف کے خلاف ہے کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اٹھا کر دوسروں کو بٹھا دیا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اٹھنے کا حکم دیا جائے اور وہ اس حکم کی تعمیل میں اٹھ جائے تو اس سے اس کا درجہ گھٹ نہیں جاتا بلکہ اللہ اس کے درجات کو بہت بلند فرما دیتا ہے کیونکہ انہوں نے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کی ہے جس پر بہت اجر و ثواب ہے۔

آداب محفل کے لئے نبی کریم ﷺ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کوئی شخص کسی دوسرے کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں ایسی کشادگی پیدا کرے جس سے آنے والے کو جگہ مل جائے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دو آدمی بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان تیسرے آدمی کو بغیر ان دونوں کی اجازت کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر کسی مجلس میں دو آدمی بیٹھے ہوں تو وہ ان دونوں کے درمیان دوری پیدا کر دے جب تک ان سے اجازت نہ لے لے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

آداب مجلس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ مجلس میں جہاں بھی جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ مجمع کو چیرتے پھاڑتے اور پھلانگتے آگے جانے کی کوشش کرنا اس لئے مناسب نہیں ہے کہ اس سے ان لوگوں کو شدید تکلیف پہنچتی ہے جو پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

☆ مجلس سے کسی بیٹھے ہوئے کو اٹھانا اور اس کی جگہ بیٹھ جانا بہت بری بات ہے اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اس سے بچنا چاہیے۔

☆ مجلس میں دو آدمی چپکے چپکے باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو ناگواری محسوس ہوتی ہے اور اس سے بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ دونوں ہمارے خلاف ہی تو باتیں نہیں کر رہے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا
مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ
كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٨﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٩﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿٢٠﴾
كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا
يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل کیا گیا۔ یہ لوگ نہ تو تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ بے شک وہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔

ان (منافقین نے) اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے ذلت و رسوائی والا عذاب ہے۔

ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے مقابلے میں (ان کے) کسی کام نہ آسکیں گی یہ جہنم والے ہیں جو اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا تو یہ اللہ کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھایا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ انہوں نے کوئی اچھی بات کہی ہے۔ سنو! یہ بڑے ہی جھوٹے لوگ ہیں۔ ان پر شیطان نے پوری طرح قابو پا رکھا ہے۔ جس نے انہیں اللہ کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ یہ شیطانی جماعت ہے۔ سنو! کہ شیطان کا لشکر ہی تباہ ہونے والا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ اس بات کو لکھ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول دونوں غالب رہیں گے بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے محبت کرتے نہ دیکھیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے یقین کو جما دیا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔ وہ اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنو! کہ بے شک اللہ کی جماعت ہی فلاح و کامیابی حاصل کرنے والی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

يَحْلِفُوْنَ — وہ قسم کھاتے ہیں

أَعَدَّ	اس نے تیار کیا ہے
جُنَّةٌ	ڈھال۔ بچنے کا سہارا
اِسْتَحْوَذَ	انہوں نے گھیرا ڈال لیا
حِزْبٌ	جماعت۔ گروہ
اَذَلِّيْنَ	ذلیل ترین لوگ
يُوَادُّوْنَ	وہ دوستی کرتے ہیں
عَشِيْرَةٌ	خاندان والے
اَيَّدَ	اس نے قوت دی

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

کفار کے ساتھ عام زندگی میں حسن سلوک، ہمدردی، خیر خواہی، حسن اخلاق اور احسان کرنا۔ اسی طرح تجارتی اور اقتصادی تعلق رکھنا رواداری ہے جو ہر مومن کو ہر شخص کے ساتھ کرنا چاہیے لیکن کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ یعنی اللہ و رسول کے دشمنوں سے قلبی تعلق رکھنا یا اپنے مفاد کے لئے دو کشتیوں میں سوار ہونا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح تجارتی، اقتصادی لین دین اور سیاسی تعلقات میں اگر اہل ایمان کا نقصان اور غیرت مسلم پر بیش آ جائے تو پھر وہ بھی جائز نہ ہوگا۔

مدینے کے یہودی اور کفار جو دکھانے اور کچھ دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور دیکھا دیکھی مسلمانوں کے ساتھ عبادات میں بھی شریک رہتے تھے وہ ذہنی الجھن اور کشمکش کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ نہ تو ان کا مخلصانہ تعلق اہل ایمان سے تھا اور نہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بلکہ وہ اپنے وقتی مفادات کے لئے دونوں سے رشتہ اور تعلق قائم کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ چونکہ ان کی سوچ اور ذہنیت مجرمانہ بن چکی تھی لہٰذا اگر انہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوتا کہ ان کا نفاق اور جھوٹ کھل جائے گا تو وہ جھوٹی قسمیں کھانے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ جھوٹی قسمیں کھانے کی عادتیں اتنی پختہ ہو چکی

ہوں گی کہ جب قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور ان منافقین سے پوچھا جائے گا تو وہ وہاں بھی اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل ان کے دل و دماغ اور حواس پر شیطان نے اس طرح قابو پالیا ہے کہ وہ شیطان کی گرفت سے کوشش کے باوجود نکل نہیں سکتے۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت کے عذاب سے بھی نہ بچ سکیں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو سچے مومن ہیں ان کے نزدیک صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی سب کچھ ہے۔ ان کے نزدیک رشتہ داریاں، تعلقات اور ذاتی مفادات سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔ اس تعمیل میں اگر رشتہ داریاں اور تعلقات حائل ہونے کی کوشش کریں تو وہ ان کو کاٹ کر پھینک دینے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد اس کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں۔

غزوہ بدر میں حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے سگے بھائی ابوعزیز ابن عمیر کو ایک انصاری صحابیؓ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پیر باندھ رہے تھے۔ حضرت مصعبؓ نے پکار کر کہا ذرا مضبوط باندھنا اس کی ماں بڑی مال دار ہے اس کی رہائی کے لئے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔ ابوعزیز نے کہا کہ تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت مصعبؓ نے جواب دیا کہ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کر کے لایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے نفاق کا راستہ اختیار کر رکھا ہے وہ کسی کا دوست نہیں ہوتا اس کو صرف اپنا ذاتی مفاد عزیز ہوتا ہے جہاں اسے اپنا ذاتی فائدہ نظر آتا ہے وہ اسی طرف جھکتا چلا جاتا ہے اور ہر ایک کو راضی کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ لیکن جس دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت رچ بس جاتی ہے اس کے نزدیک اپنے ذاتی مفادات، دوستیوں، رشتہ داریوں اور ہر طرح کے تعلقات کی اللہ و رسول کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ ایک مومن کی حیثیت سے انسانیت کی خدمت، مجبوروں اور بیکسوں سے ہمدردی کرنے کو، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کو اپنے دین و مذہب کا جز سمجھتا ہے اور اس کا قلبی تعلق اور محبت صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کو زیر مطالعہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ نے کبھی ان منافقین کے حالات پر غور کیا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل کیا گیا (یعنی یہود و نصاریٰ) حقیقت یہ ہے کہ یہ منافق نہ تو تم میں سے ہیں اور نہ ان (یہودیوں) میں سے۔ یہ تو اپنے مفاد کے بندے ہیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ اپنے حق میں بہت برا کر رہے ہیں۔ ان کا عذاب الٰہی سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ جھوٹی قسموں کو اپنا سہارا اور ڈھال بنائے

ہوئے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اپنی اولادوں اور گھر والوں کے لئے مال بٹورتے رہتے ہیں لیکن یہ بدنصیب لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ مال و دولت اور بال بچے اس کو قیامت کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ شیطان ان پر اس طرح مسلط ہو گیا ہے کہ یہ اس کے جال سے باہر نکل ہی نہیں سکتے یہ شیطانی جماعت بن چکے ہیں۔ اگر یہ لوگ بڑا جتھا بن بھی جائیں پھر بھی اہل ایمان پر غالب نہ آسکیں گے۔ اللہ نے یہ طے کرلیا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب پر غالب رہیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت صرف اللہ ہی کی ہے اس کے سوا کسی کی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں وہ کبھی ایسے لوگوں سے قلبی تعلق نہیں رکھ سکتے جو اللہ و رسول کے دشمن ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ، دادا، بھائی اور عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کے یقین کو جمادیا ہے اور ہر جگہ ان کو باطنی قوت اور باطنی سکون و اطمینان حاصل رہتا ہے۔ ان کا انجام بہترین ہے۔ ان کے لئے جنت کی راحتیں، بہتی ہوئی نہریں اور راحت و آرام کا ہر سامان موجود ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔ درحقیقت یہ اللہ کی جماعت ہے اور ہر شخص کو مان لینا چاہیے کہ ساری فلاح و کامیابی صرف اللہ کی جماعت ہی کو حاصل ہوگی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۵۹

الحشر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	59
کل رکوع	3
آیات	24
الفاظ وکلمات	455
حروف	2016
مقام نزول	مدینہ منورہ

مال غنیمت یہ ہے کہ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے اس کو ایک جگہ کر کے اس کے پانچ حصے کیے جائیں۔ چار حصے جنگ میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے تا کہ مملکت کے ضروری کام نمٹائے جا سکیں۔

مال فے دشمن سے حاصل ہونے والا وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے ہاتھ آئے۔ اس کے لیے اللہ نے فرمایا کہ مال فے کو فوج میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کو اللہ و رسول کے لیے مخصوص کر دیا جائے تا کہ اس کی تقسیم اس طرح ہو کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہے۔ بنو نضیر سے چونکہ جنگ نہیں ہوئی تھی اس لیے اس کو مال فے قرار دیا گیا۔

☆ مدینہ منورہ میں بنو نضیر کی شرارتوں اور میثاق مدینہ کے معاہدے کی کھلی خلاف ورزیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کو دس دن کے اندر اندر یہ شہر چھوڑنے کا نوٹس دے دیا تا کہ ان کو ان کی سازشوں کی سزا دی جا سکے۔ اصل میں نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آباد تمام قبیلوں سے ایک معاہدہ امن کیا تھا جس کا بنیادی مقصد آپس میں مل جل کر رہنا اور اگر کوئی بیرونی حملہ یا مداخلت ہو تو سب مل کر اپنے اس شہر کا دفاع کر سکیں۔ ان ہی میں یہودی قبیلہ بنو نضیر سے باقاعدہ تحریری معاہدہ تھا لیکن انہوں نے شروع ہی سے اپنی شرارتوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ مکہ کے کافروں کو مدینہ منورہ پر حملے پر اکساتے رہتے یہاں تک کہ انہوں نے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ کو شہید تک کرنے کی سازش کر ڈالی تھی مگر اللہ کی طرف سے بروقت اطلاع پر آپ ﷺ بنو نضیر کے قبیلے سے واپس تشریف لے آئے۔ مدینہ منورہ کی بستی سے باہر بنو نضیر کی باقاعدہ بستیاں تھیں جہاں وہ صدیوں سے آباد تھے۔ انہیں اپنے مضبوط قلعے، ہرے بھرے باغات اور اپنی مال و دولت پر بڑا ناز تھا۔ جب آپ ﷺ نے بنو نضیر کو دس دن کا نوٹس دیا تو وہ اڑ گئے۔ ادھر رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے خاموشی کے ساتھ کہلا بھیجا کہ تم اپنی جگہ ڈٹے رہو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دو ہزار جوانوں کے ساتھ تمہاری طرف سے لڑوں گا اور آس پاس کے دوسرے قبیلے بھی تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں۔ بنو نضیر نے اپنے گھمنڈ اور منافقین کے بھروسے پر نبی کریم ﷺ سے کہلا بھیجا کہ ہم اپنی بستیاں خالی نہ کریں گے آپ ﷺ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ آپ کر لیجیے۔ بنو نضیر نے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں رکاوٹیں کھڑی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مال و دولت سب اسی دنیا میں رہ جائے گا۔ اصل چیز یہ ہے کہ آنے والے کل کی فکر کی جائے کہ کس نے اپنے آگے کیا بھیجا ہے کیونکہ جو کچھ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا ہے وہی قیامت کے دن اس کے کام آئے گا اور باقی سب کچھ اسی دنیا میں رہ جائے گا۔

کیں اور اپنے قلعوں سے تیر اور پتھر پھینکنے کی جگہوں کا انتخاب کرلیا۔ ادھر دس دن کی مدت گذرتے ہی آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اس قدر تیزی سے بنونضیر کی گڑھیوں اور قلعوں کو گھیر لیا کہ وہ اپنے قلعوں سے سوائے تیر برسانے اور پتھر پھینکنے کے اور کچھ نہ کرسکے اور جن منافقین نے مدد کا وعدہ کیا تھا وہ بھی سب کے سب دبک کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے یا بعض صحابہ کرامؓ نے جو آس پاس درخت تھے ان میں سے کچھ کو کاٹ ڈالا تا کہ بنونضیر اپنی نظروں سے اپنے باغات کی تباہی دیکھ کر مقابلے کے لیے باہر نکلیں مگر وہ دیکھتے رہ گئے اور یہودی اپنے قلعوں اور گڑھیوں سے باہر نہ نکل سکے۔ بنونضیر نے نہایت بے بسی کے عالم میں مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کردی اور کہا کہ ہماری جانیں بخش دی جائیں اور ہمیں ہتھیاروں کے سوا جو کچھ لے جاسکتے ہیں وہ لے جانے دیں۔ آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔ اس کے بعد انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بنائے ہوئے مکانات توڑنے شروع کر دیئے تا کہ مسلمان ان کو استعمال نہ کرسکیں اور وہ جو کچھ اونٹوں پر لاد کر لے جاسکتے تھے وہ ساتھ لے گئے اور اس طرح بنونضیر کی پوری بستیوں پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔

چونکہ بنونضیر سے بغیر جنگ کیے ان کی دولت اور جائیداد ہاتھ آگئی تھی تو مال غنیمت کی طرح اس کو بھی مجاہدین میں قاعدہ کے مطابق تقسیم کیا جاتا لیکن اللہ نے اس مال کو ''مال فے'' قرار دے کر احکامات نازل فرمائے۔

''مال غنیمت'' یہ ہے کہ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے اس کو ایک جگہ جمع کر کے اس کے پانچ حصے کیے جائیں۔ چار حصے جنگ میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کیے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے تا کہ اس سے مملکت کے ضروری امور سر انجام دیئے جائیں۔

''مال فے'' دشمن سے حاصل ہونے والا وہ مال و دولت وغیرہ ہے جو بغیر جنگ کے ہاتھ آئے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مال فے کو فوج میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کو اللہ و رسول کے لیے مخصوص کر دیا جائے تا کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہے۔ اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ آپ اس مال فے کو رشتہ داروں، یتیموں اور مسافروں پر خرچ فرمائیں اس طرح وہ ضرورت مند مہاجرین جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کی اسی طرح وہ انصار مدینہ کے ضرورت مند بھی اس کے مستحق ہیں جنہوں نے مہاجرین کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور اپنی ضروریات کے باوجود انہوں نے

کبھی بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی۔

☆ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو۔ گناہوں سے بچتے رہو تا کہ تم جنت کے مستحق بن جاؤ۔ اللہ نے فرمایا کہ جہنم والے اور جنت والے کبھی یکساں اور برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ جنت والے کامیاب و بامراد لوگ ہیں۔ فرمایا کہ اس باعظمت قرآن پر پوری طرح عمل کرو جس کی شان یہ ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا تو وہ اس کے بوجھ سے دب جاتا اور اس کے ٹکڑے اڑ جاتے مگر وہ اس بوجھ کو برداشت نہ کر پاتا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس نے اپنے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔

فرمایا کہ اس اللہ کو مانو جو ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے جو ہر چیز کے ظاہر اور باطن کو اچھی طرح جانتا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سلامتی ہی سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، ہر ایک پر غلبہ رکھنے والا، اپنا حکم پوری قوت سے نافذ کرنے والا، ہر طرح کی بڑائیوں کا مستحق ہے۔ ہر اس شرک سے پاک ہے جو لوگ اس کی ذات اور صفات میں ملا رہے ہیں۔ وہی پیدا کرنے والا، نافذ کرنے والا، صورت شکل بنانے والا، سارے بہترین نام اسی کے ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اسی کی حمد و ثنا کر رہا ہے وہی زبردست حکمت والا ہے۔

سُورَةُ الْحَشْر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْاۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَاؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

آسمانوں اور زمین میں جو بھی (مخلوق) ہے وہ سب اسی کی پاکیزگی بیان کرتی ہے۔ وہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔

وہی ہے جس نے اہل کتاب (میں سے بنونضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی مرتبہ اکٹھا کر کے نکال دیا۔

تمہیں تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ خود بھی یہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے (نما گھر) انہیں اللہ کے ہاتھ سے بچالیں گے۔

پھر اللہ کا عذاب ان پر ایسی جگہ سے آیا جس کا انہیں گمان تک نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے۔ اے آنکھوں والو! اس (واقعہ) سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

اور اگر گھر سے بے گھر ہو جانا اللہ نے ان کے (مقدر میں) نہ لکھ دیا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے جہنم کا عذاب دیا جانا طے ہے۔

یہ (سزا) اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اس کے لئے اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(اے مومنو!) تم نے کھجوروں کے جن درختوں کو کاٹ ڈالا۔

یا جنہیں تم نے اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑے رہیں تو یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا تا کہ (اس کے ذریعہ) وہ فاسقین کو ذلیل و رسوا کر دے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

اَوَّلُ الْحَشْرِ — پہلا مقابلہ

مَانِعَتٌ — بچانے والی

حُصُوْنٌ (حِصْنٌ) — قلعے

قَذَفَ	پھینکا۔ڈالا
يُخْرِبُوْنَ	وہ برباد کرتے ہیں
اَلْجَلَآءَ	(وطن سے) نکلنا
شَاقُّوْا	انہوں نے نافرمانی کی
مَاقَطَعْتُمْ	تم نے نہیں کاٹا
لِيْنَةٌ	کھجور (مدینہ منورہ کی مشہور کھجور)
اُصُوْلٌ	بنیاد۔جڑ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

مکہ مکرمہ سے جب آپ نے یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ نے مدینہ کے آس پاس رہنے والے یہودیوں اور مختلف قبیلوں سے برابری کی بنیاد پر ایک ایسا معاہدہ کیا جس سے سب اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مذہب پر پوری آزادی سے عمل کریں اور اگر مدینہ منورہ پر کسی طرف سے بھی حملہ ہو تو سب مل کر اس کا دفاع اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے۔ اس وقت خاص طور پر بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع یہودیوں کے بڑے قبیلے تھے ان کی باھمی دشمنی کے باوجود اس معاہدے کا پابند بنانے کی کوشش کی گئی۔

مکہ کے قریش شروع ہی سے اس ''میثاق مدینہ'' کے شریک قبائل کو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف بھڑکانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کو ہر طرح کی ناکامی ہوئی اور تمام قبائل اس معاہدے کی پابندی کرتے رہے۔ غزوہ بدر میں کفار مکہ کی زبردست شکست سے مدینہ کے قبائل چونک اٹھے۔

غزوہ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے وقتی شکست ہوئی جو بعد میں فتح سے بدل گئی لیکن اس کے منفی اثرات پورے علاقے پر مرتب ہوئے جس کے نتیجہ میں بعض قبیلوں نے کفار مکہ کے اشارے پر کچھ غداری کرنے کی کوشش کی لیکن

نبی کریم ﷺ نے بروقت اقدام کر کے بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو سخت سزا دی اور مدینہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

بنو نضیر جو صدیوں سے مدینہ میں رہتے آئے تھے اور انہیں حضرت ہارونؑ کی اولاد ہونے پر بڑا فخر تھا ان کے مضبوط قلعے اور گڑھیاں تھیں، سرسبز وشاداب باغات تھے اور جماعتی لحاظ سے بھی وہ ایک منظم گروہ تھے۔ غزوہ احد تک وہ خاموش رہے لیکن اس کے بعد انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے خاموشی سے اقدامات کرنا شروع کر دیئے کیونکہ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور قوت سے سخت پریشان تھے۔

بنو نضیر کے سردار کعب ابن اشرف غزوہ احد کے بعد چالیس اہم ترین لوگوں کو لے کر قریش مکہ کے پاس پہنچا اور ایک خفیہ معاہدہ کیا اور آخر میں چالیس یہودیوں اور قریش مکہ کے چالیس ذمہ دار لوگوں نے بیت اللہ میں اس کے پردوں سے لپٹ کر دعائیں کیں اور یہ معاہدہ کیا کہ وہ ہر حال میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ جیسے ہی ان لوگوں نے معاہدہ کیا حضرت جبرئیل نے آ کر نبی کریم ﷺ کو ان کے معاہدے سے مطلع کر دیا۔ مدینہ کے یہودیوں کی یہ پہلی اور سب سے بڑی عہد شکنی تھی۔

دوسری طرف ایک ہی مہینے میں دو زبردست حادثے پیش آ گئے رجیع اور بیر معونہ۔ ان دو واقعات نے اہل ایمان کو ہلا کر رکھ دیا اور یہودیوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور انہوں نے طرح طرح سے میثاق مدینہ کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں۔ صفر ۴ھ میں عضل اور قارہ کے لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے ظاہری طور پر ایمان قبول کرنے کا ڈھونگ رچایا اور آپ سے درخواست کی کہ ان کے قبیلے کے لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لئے کچھ حضرات کو بھیج دیجئے۔ آپ ﷺ نے چھ ایسے صحابہ کرامؓ کو بھیجا جو سب کے سب حافظ قرآن تھے لیکن ان کو راستے ہی میں دھوکے سے شہید کر دیا گیا۔

ایسا ہی دوسرا واقعہ بیر معونہ کا پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے ابو براء عامر ابن مالک کی درخواست پر ستر صحابہ کی جماعت قرآن کریم پڑھانے کے سلسلہ میں بھیج دی جو دین کے عالم، قاری اور ممتاز صحابہ تھے۔ یہ وہ مجاہدین تھے جو دن بھر لکڑیاں کاٹ کر لاتے، ان کو فروخت کر کے اہل صفہ کے لئے غلہ خریدتے، لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے اور رات بھر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ یہ صحابہ کی جماعت جب معونہ کے کنویں کے قریب پہنچی تو ان پر زبردست حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا گیا۔

جب نبی کریم ﷺ کو اتنے بڑے حادثے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ رنج و غم سے نڈھال ہو گئے اور آپ ﷺ نے ظالموں کے لئے بددعا فرمائی۔ غزوہ احد کی ظاہری شکست اور ان دو مسلسل واقعات کی وجہ سے بنو نضیر کی شرارتیں عروج پر پہنچ گئیں یہاں تک کہ ایک موقع پر یہودیوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو شہید کرنے کی سازش کی جس کی بروقت

اطلاع حضرت جبرئیل نے دی۔ بنو نضیر کی ان مسلسل سازشوں اور عہد شکنیوں نے اہل ایمان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اب بنو نضیر کو ان کے علاقوں سے نکال دیا جائے تا کہ پورا علاقہ امن وامان کے ساتھ رہ سکے اور کفار مکہ کی مدینہ پر مزید جارحیت کے امکانات ختم ہو جائیں چنانچہ آپ نے بنو نضیر کو کہلا دیا کہ وہ دس دن کے اندر اپنا جو سامان اپنے ساتھ لے کر جا سکتے ہوں وہ لے کر کہیں دور چلے جائیں ورنہ نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اگر چہ انہیں اپنی جماعت کی طاقت، قلعوں اور شہروں کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا لیکن وہ مسلمانوں سے مرعوب تھے اس نوٹس کے بعد وہ جانے کے لئے تیار بھی ہو گئے لیکن رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے کہلا بھیجا کہ تم نہ گھبراؤ، مقابلہ کے لئے ڈٹ جاؤ میرے پاس دو ہزار ایسے رضا کار موجود ہیں جو تمہاری مدد کریں گے اور جو تمہارے دوسرے حلیف قبائل ہیں وہ بھی تمہاری بھرپور مدد کریں گے۔

بنو نضیر جو صدیوں سے اس علاقے میں آباد تھے جب منافقین اور کفار کی طرف سے مدد کا یقین دلایا گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہلا دیا کہ ہم تو کہیں جانے والے نہیں ہیں تم سے جو ہو سکے وہ کر لو۔ جب نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کے اس جواب کو سنا تو آپ نے صرف اتنا فرمایا ''اللہ اکبر'' اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیدیا۔ جب دس دن کی مدت گزر گئی تو تین ہزار صحابہ کرامؓ نے بنو نضیر کے تمام قلعوں اور گڑھیوں کو گھیر لیا۔ بنو نضیر قلعہ بند ہو گئے۔ انہوں نے اپنے قلعوں سے پتھر اور تیر برسانا شروع کر دیئے اور جن منافقین اور کفار نے مدد کا یقین دلایا تھا وہ سب خاموش تماشائی بن کر رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک جنگی حکمت عملی یہ اختیار کی کہ یہودیوں کے جو بہترین باغ تھے ان کے بعض درختوں کو کاٹنا شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ جب یہودی یہ دیکھیں گے کہ ان کی محنت برباد ہو رہی ہے تو اپنے قلعوں سے باہر آ جائیں گے اور پھر ان کو گھیر کر مارنا آسان ہو جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ اگر میدان میں مقابلہ ہو گا تو یہ درخت بنو نضیر کے بچنے کی جگہ بن جائیں گے اور مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ ساری تدبیریں کیں مگر بنو نضیر کو مقابلے کی جرات نہ ہوئی۔ دس پندرہ راتوں کے محاصرے نے یہودیوں کو اس قدر مرعوب کر دیا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور بغیر کسی جنگ کے آپ کی ہر شرط ماننے پر مجبور ہو گئے۔ بنو نضیر نے کہا کہ ہم جانے کے لئے تیار ہیں ہماری جانیں بخش دی جائیں اور ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ہتھیاروں کے سوا جو کچھ یہاں سے ساتھ میں لے جا سکتے ہیں وہ لے جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص ایک اونٹ پر جتنا سامان لے جاسکتا ہے وہ لے کر چلا جائے۔ چلتے ہوئے انہوں نے دروازے، کھڑکیاں، کھونٹیاں اور چھتوں کی شہتیں تک اکھاڑ کر اونٹوں پر لادنا شروع کر دیں اور اس طرح بنونضیر کے تمام لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ بنونضیر مدینہ سے نکل کر خیبر اور شام کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

واقعات کے اس پس منظر میں سورۃ الحشر کی آیات کو سمجھنے میں سہولت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین و آسمان یعنی کائنات میں جتنی بھی مخلوق ہے ان میں سے ہر ایک اس زبردست حکمت والے اللہ کی حمد و ثنا کر رہی ہے۔ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اسی ایک اللہ کی ہے اس کے مقابلے میں کسی کی کوئی طاقت اور ہیبت و جلال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کا نام لئے بغیر فرمایا ہے کہ اسی اللہ نے ان اہل کتاب میں سے لوگوں کو پہلی مرتبہ اکٹھا کر کے نکال دیا۔ تمہیں یا عرب میں کسی کو اس بات کا گمان اور اندازہ تک نہ تھا بلکہ خود ان کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کا تصور تک نہ تھا کہ وہ اپنے مضبوط قلعوں کے باوجود اس قدر آسانی سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

بات یہ ہے کہ اللہ نے ان اہل کتاب کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ وہ بڑی محنت سے بنائے گئے اپنے گھروں اور آبادیوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ کر برباد کرنے پر مجبور تھے۔ اس میں ہر ایک کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان موجود ہے۔ فرمایا کہ اگر گھر سے بے گھر ہونا ان کے مقدر میں نہ لکھ دیا ہوتا تب بھی ان کو دنیا میں ذلت و رسوائی کی سزا اور آخرت میں ان کو جہنم میں جھونک دیا جاتا (اور آخرت میں اب بھی ایسا ہی ہوگا)۔

اللہ نے ان کو یہ عبرتناک سزا اس لئے دی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں کی تھیں اور ہر شخص کو یہ بات رکھنی چاہیے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ اس کو اسی طرح سزا دیا کرتا ہے۔ اہل ایمان نے بنونضیر کے جن ہرے بھرے درختوں کو کاٹا تھا اور بنونضیر نے کہا تھا کہ ان درختوں کا کیا قصور ہے؟ یہ تو فساد فی الارض ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جن درختوں کو کاٹا گیا یا جن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا وہ سب اللہ کے حکم اور اجازت سے تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فاسقین کو ذلیل و رسوا کر دے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہے۔

چونکہ بنونضیر کے سارے باغات، قلعے اور مکانات اور جائیداد بغیر جنگ کے حاصل ہوئے تھے اس لئے اس کے احکامات کو آئندہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

بنونضیر سے یہ غزوہ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست 625ء میں پیش آیا۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى

رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ

اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ

دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ

قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ

حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

خَصَاصَةٌ ۟ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰

وقف لازم

ع ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

اور جو مال غنیمت اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنونضیر) سے دلوایا تھا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اس پر تم نے نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اسی طرح جو مال اللہ اپنے رسول کو ''فے'' کے طور پر دے اس میں بھی تمہارا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے ہاتھوں میں نہ گھومتا رہے۔

اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس مال (فے) میں مہاجر فقرا کا خاص حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے (زبردستی) نکالے گئے۔ جب کہ ان کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رضا و خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

اور وہ لوگ اللہ (کے دین) اور اس کے رسول کی مدد (دین کی سربلندی کے لئے) کیا کرتے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اس مال (فے) کے وہ بھی حق دار ہیں جو ان مہاجرین سے پہلے (مدینہ منورہ میں) ٹھکانا رکھتے تھے اور انہوں نے ایمان میں ایک ایسی جگہ پیدا کر لی ہے کہ وہ مہاجرین کے لئے اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے۔ اور وہ (اپنے مہاجر بھائیوں کو) اپنے سے مقدم سمجھتے ہیں اگرچہ وہ فقر و فاقہ ہی میں کیوں نہ ہوں۔

اور (درحقیقت) جو لوگ بھی بخل اور کنجوسی سے بچ گئے وہی فلاح و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی مال (فے) کے مستحق ہیں جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجئے جو ایمان لانے میں ہم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے بغض و عداوت کو جگہ نہ دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک آپ ہی تو شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۶ تا ۱۰

اَفَاءَ	اس نے لوٹایا
اَوْجَفْتُمْ	تم نے بھگایا۔تم نے دوڑایا
دُوْلَةٌ	مال و دولت
نَهٰی	منع کر دیا
تَبَوَّءُ	انہوں نے ٹھکانا بنایا
حَاجَةٌ	ضرورت
يُؤْثِرُوْنَ	وہ ترجیح دیتے ہیں
خَصَاصَةٌ	ضروریات زندگی۔فقر و غربت
شُحَّ	کنجوسی۔لالچ
غِلًّا	کینہ۔بغض

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

جنگ میں فتح کے بعد کفار سے جو مال مجاہدین کے ہاتھ لگتا ہے اگر باقاعدہ جنگ کے ذریعہ حاصل ہو تو اس کو ''مال غنیمت'' اور ''انفال'' کہا جاتا ہے اور بغیر جنگ کے صلح کے ذریعہ مال و دولت، زمین و جائیداد ہاتھ آتی ہے اس کو ''مال فے'' کہا جاتا ہے۔ مال غنیمت اور مال فے کو کس طرح صرف کیا جائے گا اس کے الگ الگ احکامات ہیں۔

دور جہالت میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ جنگ میں جو بھی مال و دولت اور غلام باندیاں ہاتھ لگتی تھیں وہ اس کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں جس نے ان کو اپنے دشمن سے چھینا ہے۔

دین اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص کو اصولوں پر چلنا سکھایا ہے تا کہ ہر شخص کو عدل و انصاف مل سکے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ اسلام کے ان انقلابی اصولوں نے ہر مومن کو ایک دوسرے سے ہمدردی اور محبت کرنے والا بنا دیا۔ سب سے پہلے تو اہل ایمان کو بتایا گیا کہ اصل چیز اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے اپنی جان و مال کا ایثار اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

دشمن سے جو مال ملتا ہے وہ ''انفال'' ہے یعنی زائد چیز ہے اس کو اصل نہ سمجھا جائے کیونکہ جب آدمی مال و دولت کو اپنا مقصد بنالیتا ہے تو آدمی کی اندرونی کمزوریاں اس کو لالچی، کنجوس، ظالم اور غرور و تکبر کا پیکر بنا دیتی ہیں اس لئے اہل ایمان کے نزدیک اللہ کی راہ میں جان و مال کا نذرانہ پیش کرنا ہی ان کی ساری دولت ہوا کرتی ہے۔ جنگ سے ہاتھ لگنے والے مال کا اصول یہ مقرر فرمایا گیا ہے کہ جو بھی مال غنیمت ہاتھ لگے اس و رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر ڈھیر کر دیا جائے چنانچہ اس مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ایک حصہ (خمس) بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا جس کی تقسیم کی پوری ذمہ داری اور اختیار رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوتا تھا تا کہ وہ لوگ جو اس جنگ میں شریک نہیں ہیں یا غریب اور ضرورت مند ہیں وہ بھی محروم نہ رہیں اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا جو غلام اور باندیاں ہاتھ لگتیں ان کو بھی مجاہدین پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

غزوۂ بنو نضیر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور اصول یہ مقرر فرما دیا کہ دشمن سے جو مال و جائیداد بغیر جنگ کے ہاتھ لگے وہ ''مال فے'' ہے جو سب کا سب رسول اللہ ﷺ کے اختیار سے تقسیم ہوگا۔ آپ اس مال و جائیداد کو اپنی مرضی سے عام لوگوں کی مصلحت اور مدد میں خرچ کریں گے۔ چنانچہ جب بنو نضیر کے قلعوں اور گڑھیوں کو مجاہدین نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور بنو نضیر کو اندازہ ہو گیا کہ کوئی دوسرا ان کی مدد کے لئے نہیں آئے گا تو وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ بنو نضیر کے جتنے لوگ ہیں وہ ایک ایک اونٹ پر جو کچھ لاد کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں۔ یہودیوں نے جو ان سے ممکن ہو سکا انہوں نے ہر چیز کو اپنے اونٹوں پر لا دا اور اپنے قلعے، گڑھیاں، گھر بار اور مال و جائیداد مسلمانوں کے حوالے کر کے خیبر اور ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر آسانی سے ہو گیا کہ جس کی کسی کو توقع تک نہ تھی۔ اس وقت فے کے احکامات نازل ہوئے جن پر انصار اور مہاجرین نے دل کی خوشی سے عمل کیا اور ایسے زبردست ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا جو رہتی دنیا تک انسانی تاریخ کا سنہری باب سمجھا اور لکھا جائے گا۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ نے جو مال اپنے رسول کو ان بستی والوں (بنو نضیر) سے دلوایا ہے اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ تم نے اس پر نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (یعنی تم نے کوئی خاص جنگی کاروائی نہیں کی) بلکہ اللہ نے اپنے رسول کو جن پر چاہا مسلط کر دیا۔ وہ اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لہذا جو مال اللہ نے اپنے

رسول کو ''فے'' کے طور پر دلوائے ہیں ان میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ساتھ اس کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ وہ مال (جو معاشرہ کو زندگی دینے کے لئے گھومتے رہنا چاہیے) چند ہاتھوں تک محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول زندگی کے ہر معاملے میں متعین فرما دیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرما دیں اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ جب وہ کسی کو سزا دینے پر آتا ہے تو سخت اور بھیانک سزا دیا کرتا ہے۔ اللہ نے اس ''مال فے'' میں مہاجر فقراء کی بھرپور مدد کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مال فے میں ان مہاجر فقراء کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ہیں جن کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مکمل رضا و خوشنودی کے طلب گار رہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کر کے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کے ایثار و قربانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مال فے کے وہ بھی حق دار ہیں جو ان مہاجرین کے آنے سے پہلے (مدینہ منورہ میں) اپنا ٹھکانا رکھتے تھے۔ جنہوں نے اپنے پرخلوص ایثار و قربانی کے ذریعہ ایک ایسا عظیم مقام حاصل کر لیا ہے کہ وہ ان مہاجرین سے اپنے دلوں میں کوئی خلش اور تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنے فقر و فاقہ کے باوجود اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کرنے کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

فرمایا کہ واقعی جو لوگ ''شح نفس'' (کنجوسی، بخل، تنگ دلی اور تنگ نظری سے) بچ گئے حقیقی فلاح اور کامیابی ان ہی کا مقدر ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ بھی مال فے کے مستحق ہیں جو مہاجرین و انصار بعد میں آئیں گے۔ جن کی زبان پر یہی مخلصانہ دعائیہ کلمات ہوتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجئے جو ایمان لانے میں ہم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ الٰہی! ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کسی بھی بغض و عداوت کو جگہ نہ دیجئے گا۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہی تو ہر طرح کی شفقتیں کرنے والے مہربان ہیں۔

☆ ''مال فے'' کے اس عادلانہ نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے وہ مہاجرین جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا سارا گھربار، رشتہ دار اور کاروبار و جائیداد کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آگئے تھے۔

انصار مدینہ نے ان کا نہ صرف زبردست، پرخلوص اور گرم جوشی سے استقبال کیا تھا بلکہ اپنے کاروبار، مال و دولت، کھیتی باڑی میں اپنا حصہ دار بنا لیا تھا۔ انصار نے ان کو اپنے گھروں اور بستیوں میں مہمانوں کی طرح نہیں بلکہ بھائیوں کی طرف آباد کیا۔

انصار کے خلوص کی انتہا یہ تھی کہ کئی کئی انصاری صحابی کسی ایک مہاجر کو اپنے ساتھ رکھنے پر اصرار کرتے تو دوسرا اس سے زیادہ اصرار کرتا تھا یہاں تک کہ بعض مرتبہ قرعہ اندازی سے یہ طے کیا جاتا کہ کون سا مہاجر کس انصاری کے ساتھ رہے گا۔ مہاجرین نے بھی محنت اور مزدوری سے اپنے انصاری بھائیوں کے دلوں میں اور بھی جگہ بنالی تھی لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس نہ تو اپنا ذاتی مکان تھا، نہ جائیداد تھی وہ اپنے انصاری بھائیوں کی جائیداد اور کاروبار میں محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔

جب بنونضیر کے مال اور جائیداد کی تقسیم کے لئے ''مال فے'' کے احکامات نازل ہوئے تو آپ نے انصار کے سرداروں اور انصار مدینہ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ آپ ﷺ نے سب انصار مدینہ سے فرمایا کہ بنونضیر کے مال و جائیداد ہمیں حاصل ہو چکے ہیں اب ان مالوں کو مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا جائے اور مہاجرین کو اسی طرح آپ کے مکانوں اور جائیدادوں میں محنت مزدوری کے لئے چھوڑ دیا جائے؟ اس سلسلہ میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟ یہ سن کر انصار کے دو سردار حضرت سعد ابن عبادہؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک ہی بات فرمائی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری تو یہ رائے ہے کہ یہ سارے مال و جائیداد ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور وہ پھر بھی ہمارے گھروں میں بدستور رہیں۔ ان سرداروں کی باتیں سن کر تمام انصار کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بیک آواز کہا کہ ہم اس فیصلے پر راضی اور خوش ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے انصار مدینہ کے اس عظیم جذبے کو سنا تو بے ساختہ ان انصار مدینہ کے لئے بہت سی دعائیں فرمائیں۔

اس فیصلے کے بعد آپ نے صرف دو انصاری صحابہؓ حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت سہل بن حنیف کو اور ایک روایت کے مطابق حضرت حارث ابن الصمہ کو ان کی بے انتہا غربت کی وجہ سے حصہ دیا (ابن ہشام) اور باقی تمام مال کا بڑا حصہ مہاجرین میں تقسیم فرما دیا گیا۔

سورۃ الحشر کی ان آیات میں چند بہت ہی بنیادی باتیں ارشاد فرمادی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) دین اسلام نے معیشت کے ایسے منصفانہ اصول مقرر فرمائے ہیں جن میں دولت کی تقسیم میں عدل و انصاف کو بنیاد بنایا گیا ہے تاکہ معاشرے کے چند مال داروں اور دولت مندوں میں ساری دولت گھومتی نہ رہے جس سے غریب اور امیر کے دو ایسے طبقے پیدا ہو جائیں جس میں غریب تو اپنی محنت مزدوری کے باوجود اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے راحت کے ہر سامان سے محروم ہو کر روٹی کے دو ٹکڑوں کے لئے ترس جائے اور اس پر زندگی ایک ایسا بوجھ بن جائے جس میں اسے سانس لینا دشوار ہو جائے لیکن دوسری طرف کچھ مال دار معاشرہ کے اس طرح ٹھیکیدار اور اجارہ دار بن جائیں کہ ریاست، سیاست، صحافت،

معاشرت، معیشت، تہذیب وتمدن اور مال و دولت کے تمام ذرائع ان کے غلام بن کر رہ جائیں اور زندگی کا کوئی شعبہ ان کی اجارہ داری سے خالی نہ رہے۔ امیر ہر روز امیر تر بنتا چلا جائے اور غریب ہر روز غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے۔

چونکہ دین اسلام کے اصولوں میں جبر اور زبردستی نہیں ہے اس لئے اس نے ایسے طریقے متعین کر دیئے ہیں کہ دولت مندوں کی دولت کا بہاؤ غریبوں کی طرف اور شہر میں رہنے والے صاحب حیثیت لوگوں کی دولت دیہاتوں کی طرف بہنے لگے چنانچہ زکوۃ وصدقات کو عبادت کا درجہ دیا گیا اور اور نفلی صدقات کی جگہ جگہ رغبت دلائی گئی۔

قرض داروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ان کو سہولتیں دینے کا حکم دیا گیا۔

سود کے لین دین کو قطعی حرام قرار دیا گیا۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی گئی۔

مختلف غلطیوں کی معافی کے لئے کفارہ لازم کیا گیا۔

میراث کی تقسیم اور وصیت کے احکامات دیئے گئے تاکہ مرنے والے کا مال اور اس کی دولت وجائیداد زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔

بخل، کنجوسی، تنگ دلی اور تنگ نظری کی مذمت اور سخاوت وفیاضی کو اخلاق کا اعلیٰ ترین مقام عطا کیا گیا۔

جائز طریقے پر مانگنے والوں، مسافروں، نادانوں اور محروم رہ جانے والوں کے ساتھ اس طرح حسن سلوک کا حکم دیا گیا کہ مال دار مجبوروں کو بھیک سمجھ کر نہ دے بلکہ اس کو ان کا ایک حق سمجھ کر ادا کرے۔

حکومت کے پاس بیت المال میں خمس اور فے کی جو بھی رقم جمع ہو جائے اس کو معاشرہ کے غریب اور بدحال لوگوں کی خوش حالی پر صرف کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث میں بخل اور کنجوسی کو قابل ملامت اور فیاضی وسخاوت اور معاشرہ کے غریبوں کے لئے فرض شناسی کی عادت کو بہت پسند کیا گیا۔ جو لوگ تنگ دل، تنگ نظر، کم ظرف، دل کے چھوٹے اور زر پرست ہوتے ہیں ان کو معاشرہ کا ایک ایسا کینسر قرار دیا گیا جو آہستہ آہستہ پورے انسانی معاشرہ کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شح (بخل، کنجوس اور کوتاہ نظری) سے بچو کیونکہ اس عادت نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک وبرباد کیا ہے۔ جس نے انہیں ایک دوسرے کے خون بہانے ایک دوسرے کی حرمت کو حلال جاننے پر اکسایا۔ ان کو ظلم وزیادتی پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ انہوں نے ظلم وستم کئے۔ فسق وفجور اور قطع رحمی میں

مبتلا ہوئے اور انہوں نے (صلہ رحمی کے بجائے) قطع رحمی کی۔ (مسلم۔ بیہقی)۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ ایمان اور شح (بخل، کنجوسی اور زر پرستی) ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ (نسائی۔ بیہقی)

(۲)۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بھی سارے اختیارات جو مال غنیمت اور مال۔ فے سے متعلق ہیں اور آپ کو پوری طرح حاصل تھے اس کے انتظامی اختیارات خلفاء راشدین اور ان کے بعد آنے والے خلفاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اب جب بھی ایسے حالات پیش آئیں اور مال۔ فے حاصل ہوں تو آپ ﷺ کے خلفاء اپنے اختیارات کو استعمال کریں گے۔ وہ چاہیں تو مال۔ فے کو تمام مسلمانوں کے مفاد میں روک لیں، بیت المال میں جمع رکھیں، کسی کو کچھ دیں یا نہ دیں، عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود جن کاموں سے متعلق ہے اس میں خرچ کر دیں اور جیسے حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

مال غنیمت کے خمس اور مال۔ فے کے سورۂ انفال اور سورۂ حشر میں پانچ مصرف بیان کئے گئے ہیں۔ رسول، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ خمس میں بھی یہی مصارف ہیں اور مال۔ فے کے بھی۔ بس یہاں یہ فرمادیا گیا کہ مال۔ فے کی تقسیم کا پورا حق صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد اب آپ ﷺ کا حصہ تو ختم ہو چکا ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا حق تھا آپ ﷺ کی وراثت نہیں تھی کہ جو آپ ﷺ کی اولادوں کی طرف منتقل ہو جاتی۔ اسی نسبت سے ذوی القربیٰ یعنی رشتہ داروں کا حق تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ البتہ حضور اکرم ﷺ کے رشتہ داروں میں جو ضرورت مند ہیں ان کی ضروریات کو اور لوگوں سے پہلے پورا کیا جانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ کے رشتہ داروں پر زکوٰۃ وصدقات لینا حرام ہے۔

(۳)۔ ان آیات میں تیسرا اصول یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ''رسول تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ''۔ اگرچہ یہ آیت ''مال۔ فے'' کے بیان میں آئی ہے لیکن اس کا تعلق زندگی کے تمام معاملات سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں لہذا آپ ﷺ جس چیز اور جس کام کے کرنے کا حکم دیدیں اس کو اسی طرح کیا جائے اور جس سے رکنے کا اشارہ کریں اس سے رک جانا ہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

چنانچہ ذخیرہ احادیث کو اگر دیکھا جائے تو اس میں سیکڑوں، ہزاروں ایسی حدیثیں ملیں گی جن میں آپ ﷺ نے امت کو احکامات عطا فرمائے ہیں جن کی تعمیل کرنا اصل دین ہے۔ دراصل جو شخص رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو اہمیت نہ دیتا ہو اور وہ ذخیرہ احادیث جس پر امت کے علماء، محدثین، مفسرین اور فقہاء نے بے مثال محنتیں کر کے ہم تک پہنچایا ہے اس کا انکار اور اس کو عجمی سازش قرار دینے والا روح اسلام کا انکار کرنے والا، خود دشمنان اسلام کی سازشوں کا شکار ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا

يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

ع ۲ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

اور (اے نبی ﷺ) آپ نے ان (منافقین) کو دیکھا جو اپنے اہل کتاب بھائیوں (بنونضیر) سے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہ سنیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ (منافق) جھوٹے ہیں۔

البتہ اگر وہ (گھروں سے) نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد نہ کرسکیں گے۔ اور اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے اور پھر ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ اور یقیناً تمہارا رعب ان (منافقین) کے دلوں میں جس طرح اللہ (کا خوف ہونا چاہیے تھا) اس سے بھی زیادہ خوف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ہیں۔ وہ تم سے (جتھا بنا کر) بھی نہیں لڑ سکتے سوائے اس کے کہ قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر لڑیں۔ درحقیقت ان کے آپس میں شدید اختلافات ہیں۔ (اے مخاطب) تو انہیں متحد و متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل (آپس میں) پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل و فہم نہیں رکھتے۔ ان (بنونضیر کی) مثال ان (قوموں) جیسی ہے جو ذرا ہی دیر پہلے گذری ہیں جو اپنی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور ان کے لئے سخت سزا ہے۔

ان کی مثال اس شیطان جیسی ہے جو آدمی سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا۔ پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بے تعلق ہوں۔ بے شک میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ پھر دونوں (شیطانوں اور انسانوں) کا انجام یہ ہوگا کہ وہ ایک ایسی جہنم میں پہنچائے جائیں گے جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

نَافَقُوْا — انہوں نے دھوکہ دیا

يَشْهَدُ	گواہی دیتا ہے
رَهْبَةٌ	ڈر۔خوف
لَا يَفْقَهُوْنَ	وہ سمجھتے نہیں ہیں
قُرًى (قَرْيَةٌ)	بستیاں
مُحَصَّنَةٌ	قلعہ بند
جُدُرٌ (جِدَارٌ)	دیواریں
بَأْسٌ	سختی۔جنگ
تَحْسَبُ	تو گمان کرتا ہے
شَتّٰی	الگ الگ

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

سورۂ حشر کی ابتدائی پانچ آیتوں میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو مسلسل معاہدہ کی خلاف ورزیوں، سازشوں اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوششوں کے بعد مدینہ سے نکلنے کے لئے دس دن کا نوٹس دیا گیا تو رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی نے بنونضر ے سے کہا کہ وہ اس نوٹس کی پرواہ نہ کریں، ڈٹ جائیں، میرے پاس دو ہزار رضا کار میرے اشارے کے منتظر ہیں جو تمہاری طرف سے لڑیں گے اور پھر تمہارے بہت سے حلیف قبائل بھی تو ہیں جو تمہارا ساتھ دیں گے۔ بنونضیر عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے بہکائے میں آ کر غرور وتکبر کا پیکر بن گئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہلا دیا کہ ہم تو یہاں سے جانے والے ہیں نہیں آپ سے جو ہو سکے وہ کرلیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ''اللہ اکبر'' فرمایا اور صحابہ کرامؓ سے بنونضیر کا گھیراؤ کرنے اور جنگ کا اعلان کر دیا۔ دس دن کی مدت گذرتے ہی آپ ﷺ

- ۳ -

نے تقریباً تین ہزار صحابہؓ کو لے کر اس قدر تیزی سے بنو نضیر کے قلعوں کو گھیر لیا کہ وہ قلعوں میں بند ہو کر اہل ایمان پر صرف تیر اور پتھر برساتے رہے۔ آپ ﷺ نے گھیرا تنگ کر دیا اور کوئی خاص جنگی کاروائی نہیں کی۔ عبد اللہ ابن ابی اور بنو نضیر کا کوئی حلیف ان کی مدد کرنے کے لئے نہیں آیا۔ طویل محاصرہ اور کسی طرف سے کسی طرح کی امداد نہ آنے پر آخر کار بنو نضیر نے صلح کی پیش کش کر دی جسے آپ ﷺ نے منظور کرتے ہوئے ان کو ایک ایک اونٹ پر جو کچھ گھر بار کا سامان آ سکتا تھا وہ لے جانے کی اجازت دیدی۔ اس طرح چند ہی دنوں میں بغیر کسی جنگ کے بنو نضیر کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات کو نازل فرمایا۔

ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نے ان منافقین کو دیکھا جنہوں نے کافر اہل کتاب سے کہا اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے مقابلے میں کسی کی بات نہ سنیں گے۔ جنگ ہونے کی صورت میں ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔ فرمایا کہ اللہ گواہ ہے یہ قطعاً جھوٹے لوگ ہیں۔ اگر یہ (بنو نضیر) نکالے گئے تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔ جنگ میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے نیز کسی اور طرف سے بھی ان کی مدد نہ کی جائے گی اور اگر جنگ ہوئی اور انہوں نے بھی مدد کرنے کی کوشش کی تو یہ سب پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نادان و احمق لوگ اللہ سے تو نہیں ڈرتے لیکن تمہارا رعب ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب منافق ہیں جو کبھی سامنے آ کر مقابلہ نہ کریں گے یا تو یہ قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے سے تم پر حملے کریں گے۔ فرمایا کہ شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ سب متحد و متفق ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے دل تو خود ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں اور آپس کی مخالفت میں بڑے سخت لوگ ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو ان سے کچھ ہی مدت پہلے اپنے کئے کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ ان کا انجام بھی دردناک ہی ہے۔ اکسانے والے کی مثال تو اس شیطان جیسی ہے جو آدمی کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب آدمی کفر کرنے لگتا ہے تو شیطان پیٹھ دکھا کر بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ اصل میں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے تم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر ان (جیسے شیطانوں اور انسانوں) کا انجام ایک ایسی جہنم ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

ع ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۴

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور ہر ایک کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اس کی اللہ کو خبر ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا یہی وہ لوگ ہیں جو فاسق اور نافرمان ہیں۔ جنت والے اور جہنم والے برابر نہیں ہیں کیونکہ جو اہل جنت ہیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو (اے

مخاطب) تو دیکھتا کہ وہ (پہاڑ) اللہ کے خوف (اور دہشت) سے دب جاتا (اس کے ٹکڑے اڑ جاتے) اور ہم لوگوں کے لئے ان مثالوں کو اس لئے بیان کررہے ہیں تا کہ غور وفکر کریں۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ کھلے ہوئے اور چھپے ہوئے دونوں کا جاننے والا ہے وہ بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے۔ ہر عیب سے پاک ذات ہے، امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، تمام قوتوں کا مالک، نہایت زبردست، بڑی عظمت والا، اور اس کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا سارے اچھے نام اسی کے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کی تسبیح کرتا ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۴

وَلْتَنْظُرْ — اور دیکھنا چاہیے

غَدًا — آئندہ صبح۔ آنے والا دن

نَسُوْا — انہوں نے بھلا دیا

لَا يَسْتَوِيْ — برابر نہیں ہے

خَاشِعًا — دب جانے والا

مُتَصَدِّعًا — پھٹ جانے والا

خَشْيَةٌ — خوف۔ ڈر

اَلْقُدُّوْسُ — ہر ایک عیب سے پاک

اَلسَّلَامُ — ہر طرح محفوظ

اَلْمُؤْمِنُ — امن دینے والا

اَلْمُهَيْمِنُ	پناہ دینے والا۔ جمع کرنے والا
اَلْبَارِئُ	ڈھالنے والا
اَلْمُصَوِّرُ	تصویر بنانے والا۔ صورت بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! تم ہمیشہ اللہ ہی سے ڈرو اور اس بات پر نظر رکھو کہ تم نے اپنے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔ اسی ایک اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے جو تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔ فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا (محروم کر دیا)۔ ان فاسقین کا انجام تو جہنم ہے۔ جہنم میں جانے والے اور جنت میں جانے والے یکساں اور برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ جنت میں جانے والے تو کامیاب و بامراد ہیں۔

قرآن کریم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر ہم اس کو پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ بھی اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ پڑتا۔ یعنی تمہارے دل کیسے ہیں کہ قرآن کریم کو سن کر تمہارے دلوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فرمایا کہ یہ مثالیں ہم نے اس لئے بیان کی ہیں تاکہ وہ اپنے حال پر غور و فکر کر سکیں۔

جس اللہ نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے موجود اور غائب کا جاننے والا، بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہی وہ معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، محترم و مقدس بے عیب ذات ہے، سب کو سلامتی اور امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، سب پر غالب، اپنے حکم کو پوری طاقت و قوت سے نافذ کرنے والا، بڑی عظمت والا ہے۔ اس کی ذات پاک بے عیب ہے اس کے ساتھ وہ جن کو شریک کرتے ہیں وہ ان سے اعلیٰ و افضل ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جو پیدا کرنے والا، اپنے احکامات کو نافذ کرنے والا، صورتیں اور شکلیں بنانے والا۔ یہ اور اس جیسے اس کے بہترین نام ہیں، زمین اور آسمانوں میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اسی کی حمد و ثنا کر رہی ہے۔ وہی زبردست اور ہر چیز کی حکمت سے واقف ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦٠

اَلْمُمْتَحِنَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	60
کل رکوع	2
آیات	13
الفاظ وکلمات	370
حروف	1593
مقام نزول	مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کو اتنی عظمت عطا فرمائی ہے کہ ان کی بڑی سے بڑی غلطیاں بھی معاف کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ سے ایک سخت قصور ہوا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی گردن اڑا دوں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت حاطبؓ نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ تمہیں کیا خبر ہو سکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ رو پڑے اور انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی سب کچھ جانتے ہیں۔

ان آیات کے خلاصے سے پہلے ایک واقعہ کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ بات پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

صلح حدیبیہ کے معاہدے کی کفار مکہ کی طرف سے جب مسلسل خلاف ورزیاں ہوتی چلی گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر کے تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ ﷺ جب بھی کسی مہم پر تشریف لے جاتے تو سوائے چند مخصوص لوگوں کے کسی کو اپنے ارادے سے مطلع نہ فرماتے۔ اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے سوائے چند مخصوص اصحابؓ کے کسی کو اپنے ارادے اور پروگرام سے مطلع نہ کیا تھا۔ خاموشی اور نہایت احتیاط سے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اسی دوران مکہ معظمہ سے بنی عبدالمطلب کی ایک غلام عورت جس نے آزاد ہونے کے بعد گانے بجانے کا پیشہ اختیار کر لیا تھا وہ حالات سے تنگ آ کر آپ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ کسی مالی امداد کے لیے پہنچی۔ آپ ﷺ نے بنی عبدالمطلب سے اپیل کر کے اس کی مدد کرا دی۔ جب وہ مکہ مکرمہ جانے لگی تو بدری صحابی حضرت حاطبؓ ابن ابی بلتعہ نے اسے سرداران مکہ کے نام ایک خط دیا اور کہا کہ یہ خط چپکے سے مکہ کے سرداروں تک پہنچا دینا اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اسے راز داری کے لیے دس دینار بھی دیدیئے۔ ابھی وہ مدینہ سے روانہ ہوئی تھی کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرما دیا۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ ابن اسود کو اس عورت کے پیچھے بھیجا۔ کچھ دور پر وہ عورت مل گئی۔ ان صحابہؓ نے کہا کہ جو خط تم لے کر جا رہی ہو وہ ہمیں دیدو۔ پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب اس کو دھمکی دی گئی تو اس نے وہ خط نکال کر صحابہ کرامؓ کے حوالے کر دیا۔ اس خط کو صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس خط میں حضرت حاطبؓ نے سرداران مکہ کو اس بات کی خبر دی تھی کہ بہت جلد رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت حاطبؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ، بھائی اور بچے

آج بھی اگر کسی سے بیعت لی جائے تو اس کی یہی شرطیں رکھی جائیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

وہ کسی پر بہتان نہ لگائیں گے اور وہ معروف چیزوں میں شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر کوئی ان شرائط کو مانتا ہے تو اس سے بیعت لی جاسکتی ہے۔ آخر میں اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی جائے تا کہ اللہ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیں۔

مکہ میں ہیں اور میں قریش کے قبیلے کا آدمی نہیں ہوں۔ جب وقت پڑے گا تو جن کے اہل وعیال مکہ میں رہ گئے ہیں ان کو تو ان کے قبیلے والے بچالیں گے مجھے کوئی قبیلہ بچانے والا نہ ہوگا۔ میں نے قریش پر احسان رکھنے کے لیے یہ خط لکھا تا کہ وہ میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ نے سچی بات کہی ہے یعنی یہ سب کچھ کرنے میں وہ اسلام سے منکر نہیں ہوئے انہوں نے محض اپنے گھر والوں کی خاطر ایسا قدم اٹھایا۔ سورۃ الممتحنہ میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! اگر تم میری رضا و خوشنودی کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو مگر انہوں نے تو اس سچائی کا ہی انکار کر دیا ہے جس سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اور تمہیں صرف اس وجہ سے شہر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا کہ تم اس اللہ پر ایمان لے آئے ہو جو تمہارا رب ہے۔ یہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ تم چھپا کر ان کو دوستی کے پیغام بھیجو۔ ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ تم نے جس کام کو چھپ کر یا کھل کر کیا اسے اللہ پوری طرح جانتا ہے۔ جو شخص تم میں سے کوئی ایسا کام کرے گا تو یہ ایک راستہ سے بھٹک جانے کی بات ہوگی۔

فرمایا کہ ان کافروں کا یہ حال ہے کہ اگر وہ آج تم پر قابو پالیں تو نہ صرف تم سے دشمنی نکالیں گے بلکہ تمہیں ہاتھ اور زبان سے تکلیفیں پہنچائیں گے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کافر بن جاؤ۔ لیکن یاد رکھو قیامت کے اس دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولادیں تمہارے کام نہ آسکیں گی جب وہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ وہ تمہارے ہر فعل کو اچھی طرح جانتا ہے تمہارے لیے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی زندگی ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان من گھڑت معبودوں سے نفرت کرتے ہیں جنہیں تم نے اللہ کی عبادت اور بندگی میں شریک کر رکھا ہے۔ تمہارے اور ہمارے درمیان ہمیشہ کی دشمنی، مخالفت اور عداوت ہی کیوں نہ ہو جب تک اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے ہم تم سے الگ رہیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب تک معلوم نہ تھا انہوں نے اپنے والد سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں گا لیکن جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس اقدام سے بیزاری کا اظہار کر دیا تو یہ واقعہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ یہ دعا فرماتے تھے اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ ہمیں آپ ہی کے پاس پلٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا دیجیے گا، ہماری مغفرت فرما دیجیے۔ بے شک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ماننے والوں کی روشن زندگی تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے بہترین نمونہ زندگی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر کوئی اس سے منہ پھیرتا ہے تو اللہ بے نیاز

اور تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

(۱) یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کردے جو تم سے آج دشمنی کررہے ہیں وہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا، مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

(۲) فرمایا کہ اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا معاملہ کرو جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں کسی طرح کی مدد کی۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی۔ تمہیں تمہارے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ ان ظالموں سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۳) فرمایا کہ اے ایمان والو! جب مومن عورتیں (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) ہجرت کرکے تمہارے پاس آئیں تو ان کو اچھی طرح جانچ لو۔ ویسے اللہ تو ہر ایک کے حقیقت ایمان سے واقف ہے۔ جب تمہیں یقین ہوجائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کے حوالے نہ کرو۔ کیونکہ وہ کافروں کے لیے اور کافر ان کے لیے حلال نہیں ہیں۔

مہر کے متعلق فرمایا؛

☆ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیئے تھے وہ انہیں واپس کردو۔ ان سے اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے تم ان کے مہر ادا کردو۔

☆ اور تم خود بھی ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو جو کافر ہیں۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیئے تھے وہ تم ان سے واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیئے تھے وہ انہیں واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ اللہ جو ہر بات کی ہر حکمت کو جانتا ہے۔

☆ اور اگر تمہاری کافر بیویوں کے مہروں میں سے کچھ تمہیں کفار سے واپس نہ ملے اور پھر تمہارا نمبر آجائے تو جن لوگوں کی بیویاں ادھر رہ گئی ہیں ان کو اتنی رقم ادا کردو جو ان کے دیئے ہوئے مہروں کے برابر ہو۔ اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر ایمان لائے ہو۔

(۶) نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ عورتیں آپ ﷺ کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں اور وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ اور پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ﷺ ان سے بیعت لے لیجیے۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا ہے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب نازل کیا ہے جو آخرت سے اسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر (اللہ کی رحمت سے) مایوس ہیں۔

۱۲

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ
وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ
وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۗ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ
يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ
بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ ۗ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ
لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا
بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا
قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ۗ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝۶

ع ۱ ۶ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجنے لگو۔ حالانکہ جو دین تمہارے پاس آیا ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ رسول ﷺ کو اور تمہیں صرف اس لئے (تمہارے گھروں سے) نکال چکے ہیں کہ تم اس اللہ پر ایمان لے آئے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ (اے مومنو!) اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے کے لئے نکلے ہو اور میری رضامندی چاہتے ہو تو تم ان کو دوستی کے پیغام نہ بھیجو۔ حالانکہ تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو یا کھلم کھلا کرتے ہو اسے میں خوب جانتا ہوں۔ اور تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا تو (اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ) وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے۔ اگر وہ (کافر) تم پر (کسی طرح) قابو پالیں تو وہ دشمنی پر اتر آئیں گے اور تمہارے اوپر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ (کسی طرح) تم کافر بن جاؤ۔ (یاد رکھو) قیامت کے دن نہ تو تمہاری رشتہ داریاں کام آئیں گی نہ اولادیں۔ اس دن (تو فیصلے کا دن ہوگا اور) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ (حضرت) ابراہیمؑ اور ان کا ساتھ دینے والوں (کے عمل میں) تمہارے لئے بہترین نمونہ زندگی ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم (تمہارے ہر عمل سے) انکار کرتے ہیں۔ تمہارے اور ہمارے درمیان عداوت اور دشمنی ظاہر ہو گئی جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے۔

مگر (حضرت) ابراہیمؑ کی وہ بات کہ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا (اس سے الگ بات ہے) انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے آپ پر بھروسہ کیا ہے اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے اور آپ کی طرف ہی ٹھکانا ہے۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کے لئے آزمائش نہ بنائیے گا۔اے ہمارے پروردگار ہمیں معاف کردیجئے۔ بے شک آپ ہی زبردست حکمت ودانائی والے ہیں۔البتہ یقیناً تم جو اللہ اور قیامت پر امید رکھتے ہو ابراہیمؑ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔اور جو شخص منہ پھیرے گا تو بے شک اللہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

اِبْتِغَآءَ	تلاش کرنا
یَثْقَفُوْا	وہ پکڑتے ہیں
یَبْسُطُوْا	وہ کھولتے ہیں
اَرْحَامٌ	رشتہ داریاں
اُسْوَۃٌ	نمونہ
حَسَنَۃٌ	بہترین
بُرَاءٰٓؤُا	وہ بری ہیں
بَدَا	وہ ظاہر ہوا
اَسْتَغْفِرُ	میں مغفرت (کی دعا) مانگوں گا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں سے صلح حدیبیہ میں ایک معاہدہ کیا تھا جس پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے پوری طرح عمل کیا لیکن کفار مکہ نے جگہ جگہ عہد شکنی کی اور معاہدہ کے اصولوں کی پابندی نہیں کی۔قریش مکہ کی ان حرکتوں کی وجہ سے آپ نے نہایت

راز داری اور خاموشی کے ساتھ کفار قریش کو اس کی سزا دینے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ ان تیاریوں کا علم چند صحابہؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا۔ ان میں سے ایک بدری صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بھی تھے جنہیں ان تیاریوں کا پورا علم تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی زمانہ میں مکہ مکرمہ سے ایک عورت آئی جو کبھی بنی عبد المطلب کی باندی تھی۔ اس نے آزاد ہونے کے بعد گانے بجانے اور لوگوں کا دل بہلانے کا دھندہ شروع کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ انتہائی شفیق اور مہربان شخص ہیں اور وہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی ضرور کرتے ہیں۔ اس نے مدینہ آ کر کہا کہ جب سے آپ کے اور کفار قریش کے درمیان جنگ جیسے حالات شروع ہوئے تو لوگوں نے اس کے گانے بجانے کی طرف توجہ کم کر دی اور وہ شدید تنگ دست ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں مدد کے لئے حاضر ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے بنی عبد المطلب سے اس کی مدد کرنے کے لئے کہا جس سے اس کی یہ حاجت پوری ہو گئی۔ اور وہ مکہ مکرمہ واپس جانے لگی تو حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اسے دس دینار دے کر اور راز داری کا وعدہ لے کر مکہ کے بعض سرداروں کے نام ایک خط دیا جس میں کفار قریش کو اس بات کی اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جب وہ عورت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی اور ابھی بہت زیادہ دور نہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کر دی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد ابن اسودؓ کو اس عورت کے پیچھے اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ وہ عورت تمہیں روضہء خاخ کے مقام پر ملے گی جس میں مشرکین کے نام ایک خط لکھا گیا ہے اس کو اس عورت سے زبردستی چھین کر لے آؤ خواہ اس کے لئے اس پر بڑی سے بڑی سختی کرنی پڑے۔ یہ تینوں صحابہ کرامؓ جب روضہ خاخ (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا) پہنچے تو وہ عورت ان کو ملی۔ اس سے خط مانگا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ ان صحابہ کرامؓ نے اچھی طرح اس کی تلاشی لی مگر وہ خط کہیں نہیں ملا۔ لیکن ان صحابہ کرامؓ کو یقین تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تو یہ خط اس کے پاس ضرور ہوگا۔ صحابہؓ نے فرمایا کہ دیکھو وہ خط ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہمیں ننگا بھی کرنا پڑا تو ہم کریں گے۔ وہ عورت اس دھمکی کی سنجیدگی کو سمجھ گئی اور اس نے اپنی چوٹی میں سے خط نکال کر دیدیا۔ اور وہ خط انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حوالے کر دیا جس میں اتنے بڑے جنگی راز کو کھولا گیا تھا۔ حضرت عمر تو اتنی بڑی بات سے لرز گئے کہ اگر یہ راز کفار تک پہنچ جاتا تو مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچتا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کو اسی جگہ قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے حضرت حاطبؓ کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملے میں جلدی نہ فرمائیں اور پہلے میری بات سن لیجئے۔ اصل میں میں نے جو کچھ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے بچے اور والدہ مکہ میں ہیں۔ میں قریش یا مکہ کے کسی قبیلے کا آدمی نہیں ہوں بلکہ اہل قریش نے میرے گھر والوں کو پناہ دے رکھی ہے مہاجرین میں سے جن کے اہل و عیال مکہ میں ہیں ان کو تو ان کا قبیلہ کسی نہ کسی طرح بچا ہی لے گا مگر میرا

وہاں کوئی قبیلہ نہیں ہے جو ان کو کفار کے ظلم وستم سے بچالے گا۔عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خط میں نے اس لئے نہیں لکھا تھا کہ میں کافر و مرتد ہو گیا ہوں یا دین اسلام کے سوا میں کسی اور دین کو پسند کرنے لگا ہوں بلکہ میں نے یہ خط اس لئے لکھا تھا تا کہ قریش پر میرا یہ احسان ہو جائے اور وہ میرے اہل خانہ کی حفاظت کرسکیں۔آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ حاطبؓ نے سچی بات کہی۔حضرت عمرؓ اس تمام تر عذر کے باوجود یہ چاہتے تھے کہ ایسے آدمی کی گردن اڑادی جائے مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ نے غزوہ بدر میں حصہ لیا ہے۔تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کی قربانیوں کو دیکھ کر یہ کہہ دیا ہو کہ تم کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔اہل بدر کا یہ مقام ہے حضرت عمرؓ سن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔اس طرح ان کا عذر سن کر ان کو معاف کر دیا گیا۔(بخاری۔ترمذی۔نسائی)

حضرت حاطب کے اس واقعہ کو تقریباً سب ہی مفسرین نے زیر مطالعہ آیات کا شان نزول قرار دیا ہے۔قرآن کریم میں اس واقعہ کو بیان کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ جب بھی کفر و اسلام کے درمیان مقابلہ ہو تو وہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے کفار کو کسی طرح کی بھی قوت مل جائے اور راز کو راز رکھنا چاہیے کیونکہ حضرت حاطبؓ تو بدری صحابی تھے جنہیں معافی کا پروانہ مل گیا لیکن اگر کسی اور نے ایسا کیا تو اس کی معافی کا کوئی امکان نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے دوسری بات یہ فرمادی ہے کہ انسان زندگی بھر جس اولاد، بیوی اور رشتہ داروں کے لئے بہت کچھ کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کے کسی کام نہ آئیں گے وہاں ہر شخص کو اپنے ذاتی اعمال کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔اگر تم اپنے اعمال کی جوابدہی میں پھنس گئے تو یہ سب رشتے ناطے تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے لہذا اولاد، بیوی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن معاملہ تو اچھی بات ہے لیکن ان کی وجہ سے اپنی آخرت کو برباد کر لینا سب سے بری بات ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی بہترین نمونہ زندگی ہے جنہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اگر میں نے سچی بات کہی تو میرا انجام کیا ہوگا بلکہ دل گردے اور بہادری کی بات یہ ہے کہ انہوں سے سب کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیا کہ میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی بندگی نہیں کرسکتا جن کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو بلکہ میں اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور تمہارے ہر عمل کو میں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک ہم تمہیں اپنا دشمن ہی سمجھتے رہیں گے۔فرمایا کہ ابراہیمؑ نے اپنے والد کو بھی اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے چھوڑ دیا تھا اگر چہ انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا لیکن جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ تو اللہ کا دشمن ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے بھی بیزاری کا اظہار کر دیا۔یہ ہے وہ بہترین نمونہ زندگی کہ اصل اللہ کی ذات اور اس کی رضا ہے جس کے لئے ہر رشتہ اور تعلق کو ٹھکرا دینا اصل ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان کی یہی پختگی عطا فرمائے۔آمین

عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۚ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

شاید کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے دوستی پیدا کر دے۔ اللہ قدرت رکھنے والا اور مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان و انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔ نہ انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جو تمہارے دین کے بارے میں جنگ کرتے ہیں جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے خلاف تمہارے نکالنے والوں کی مدد کی اور جو بھی ان جیسے لوگوں سے دوستی کرے گا تو یقیناً وہ ظالموں میں سے ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

عَسٰی — شاید۔ امید ہے کہ

عَادَیْتُمْ — تم نے دشمنی کی

اَنْ تَبَرُّوْا	یہ کہ تم نیکی (نہ) کرو گے
تُقْسِطُوْا	تم انصاف کرو گے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

انسان دنیا کے کسی بھی خطے میں رہتا بستا ہوا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کی محبت کو دل سے نہیں نکال سکتا۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد ان اہل ایمان سے جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر محض اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت میں مدینہ منورہ آگئے تھے ان سے فرمایا گیا کہ تم کافر رشتہ داروں سے قطع تعلق کرلو۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے نہیں بلکہ قلبی محبت رکھنے کو منع فرما دیا گیا تھا۔ اہل ایمان اس حکم پر پوری طرح عمل نہایت صبر و برداشت سے کر رہے تھے لیکن ان پر کیا گذر رہی ہوگی اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ جو آج تمہارے دشمن بنے ہوئے ہیں بہت جلد تمہارے دوست بن جائیں گے۔ یہ ارشاد ایک تسلی بھی تھی اور فتح مکہ کی خوش خبری بھی چنانچہ چند ہفتے نہیں گذرے تھے کہ مکہ مکرمہ بغیر جنگ کے فتح ہوگیا اور وہی قریش مکہ اور مشرکین جو پہلے دشمن تھے انہوں نے دین اسلام کو قبول کرلیا۔ دشمنی دوستی میں بدل گئی۔ اسی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ جو ہر طرح کی قدرت رکھنے والا اور اپنے بندوں کی مغفرت کرنے والا ہے ممکن ہے کہ وہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے دوستی پیدا کردے۔ اس جگہ ایک اصولی بات بھی بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور عدل و انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو نہ تو تمہارے دین کے بارے میں تم سے جھگڑتے ہیں اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں حصہ لیا ہے۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جانا چاہیے کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو انصاف سے کام لیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جو تمہارے دین کے بارے میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔ جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا ان لوگوں کی مدد کی جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے کی کوشش کی۔ ان جیسے لوگوں سے دوستی کرنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ یقیناً ظالموں میں سے ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان (کی حقیقت) کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم ان کو واقعی مومن سمجھتے ہو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ کیونکہ نہ تو وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور جو (ان کے پہلے والے شوہروں نے) مہر دیا ہو وہ ان کے خاوندوں کو واپس کر دو۔ اور تمہیں ان ہجرت کرنے والی مومن عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ تم ان کو ان کے مہر ادا کر دو۔ اور تم ان کافرہ عورتوں سے زوجیت کا تعلق قائم نہ رکھو جو (دارالحرب میں رہ گئی ہیں) یا مرتد ہو کر واپس لوٹ گئی ہیں۔ البتہ جو مہر تم نے دیا ہو وہ کافروں سے واپس لے لو۔ اور اسی طرح جو مہر کافروں نے دیا تھا وہ اپنا دیا ہوا مہر تم سے واپس لے لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔

وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں میں رہ جائے بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے اور پھر (کافروں کو مہر دینے کی) نوبت آجائے تو جن مسلمانوں کی عورتیں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دیدو۔ اور وہ اللہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو تم اسی سے ڈرتے رہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

مُھٰجِرَاتٌ	ہجرت کرنے والیاں
اِمْتَحِنُوْا	تم آزمالو۔ جانچ لو
اُجُوْرٌ	اجر۔ بدلہ۔ مہر
لَا تُمْسِکُوْا	تم نہ روکو۔ تم تعلق قائم نہ کرو
عِصَمٌ	تعلقات نکاح

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

ان آیات کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر ان کے پس منظر پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اصل میں صلح حدیبیہ میں جو شرائط طے کی گئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے گا تو اس کو واپس کر دیا جائے گا اس کے برخلاف اگر کوئی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلا جائے گا تو کفار قریش اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں بظاہر عورتیں اور مرد دونوں شامل تھے لیکن پے در پے کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن میں کچھ عورتوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو ان کے متعلقین نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ معاہدہ کے تحت ان عورتوں کو واپس کیا جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے یہ کہہ کر ان مسلمان عورتوں کو مکہ واپس بھیجنے سے انکار کر دیا کہ یہ معاہدہ مردوں کے لئے تھا عورتوں کے لئے نہیں۔

چنانچہ مختلف روایات سے بعض خواتین کے مدینہ آنے کا ثبوت ملتا ہے جس پر یہ احکامات نازل ہوئے۔ سعیدہ بنت الحارث الاسلیمہ، ام کلثوم عمرو ابن عاص اور ام کلثوم عتبہ ابن معیط ان تینوں کا ذکر ملتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آگئیں۔ سعیدہ

بنت الحارث جو صفی ابن اخطب کے نکاح میں تھیں جب وہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آگئیں تو ان کے شوہر صفی بھی ان کے پیچھے پیچھے مدینہ منورہ آگئے اور انہوں نے معاہدہ صلح حدیبیہ کے تحت آپ سے اپنی بیوی کی واپسی کے لئے درخواست کی تو آپ نے سعیدہ سے سے تمام حالات معلوم کئے اور جب آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ سعیدہ نے دل سے اسلام کو قبول کر لیا ہے تب آپ نے صفی ابن اخطب سے کہا کہ ہمارا معاہدہ مردوں کے لئے تھا عورتوں کے لئے نہیں۔ اسی طرح دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ام کلثوم عمرو ابن عاص کے نکاح میں تھیں۔ ام کلثوم نے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن عمرو ابن عاص نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ام کلثوم کے ساتھ دو بھائی بھی بھاگ کر مدینہ منورہ آگئے تھے۔ جب عمرو ابن عاص نے ان سب کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے دونوں بھائیوں کو تو مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا لیکن ام کلثوم کو یہ کہہ کر واپس کر دینے سے انکار کر دیا کہ یہ شرط مردوں کے لئے تھی عورتوں کے لئے نہیں۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی اس فیصلے کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس فیصلے کی تصدیق فرما دی۔ مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ اصولی باتیں بھی ارشاد فرما دیں۔ فرمایا کہ

۱۔ جن عورتوں نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی ہے اور وہ مومن ہیں تو ان کے کافر شوہروں نے ان کو جو بھی مہر ادا کیا ہو وہ ان کے شوہروں کو واپس کر دیا جائے۔ چونکہ ہجرت کرنے والی مومن عورت کا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہو چکا ہے۔ اب وہ مشرک مرد پر حرام ہو چکی ہے لہٰذا وہ عورت کسی بھی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

۲۔ مشرک اور کافر مرد اگرچہ زندہ ہو جب کسی عورت نے اسلام قبول کر لیا اور وہ مدینہ آگئی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو یا نہ دی ہو اس کو کسی مسلمان مرد سے نکاح کرنا حلال قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ اگر کوئی عورت مرتد ہو کر دار الحرب کی طرف لوٹ گئی ہے تو فرمایا کہ اس سے زوجیت کا تعلق قائم نہ کرو اور تم نے جو مہر دیا ہے وہ کافروں سے واپس لے لیا جائے اور جو مہر کافروں نے مسلمان ہو جانے والی عورتوں کو دیا تھا وہ مہر مسلمانوں سے واپس لے لیں۔

۴۔ مہر کی واپسی کا حکم مہاجر عورتوں سے نہیں کیا گیا بلکہ مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ واپس کریں۔ یقیناً مہر کا جو مال انہوں نے اپنی عورتوں کو دیا ہو گا وہ ختم ہو چکا ہو گا۔ اب اس کی واپسی کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عام مسلمان اس فرض کو ادا کریں، بیت المال سے ادا کریں یا مسلمان آپس میں چندہ کر کے ادا کریں۔

ان آیات میں ایک بات یہ فرمائی گئی کہ جب کچھ عورتیں دار الحرب سے ہجرت کر کے آئیں تو ان کے حالات کو جانچ لیا جائے۔ جب تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ واقعی وہ مومن ہیں تو پھر ان کو تحفظ دیدو اور کبھی ان کو کفار کے حوالے نہ کرو کیونکہ وہ عورتیں کافر و مشرک مردوں پر حلال نہیں ہیں اور نہ کافر مرد ان کے لئے حلال ہیں۔ لہٰذا ان عورتوں کا اچھی طرح امتحان لے لیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مہاجر عورتوں سے اس بات پر حلف لیا جاتا تھا کہ

(۱)۔ وہ اپنے شوہروں سے کسی بغض و حسد یا نفرت کی بنا پر نہیں آئی ہیں۔

(۲)۔ نہ مدینہ کے کسی آدمی کی محبت میں وہ یہاں آئی ہیں۔

(۳)۔ اور نہ وہ کسی اور دنیاوی غرض سے آئی ہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت کے جذبے سے آئی ہیں۔

جب وہ یہ حلف کر لیتیں یعنی قسم کھا لیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت عطا فرما دیتے تھے اور ان عورتوں نے اپنے کافر شوہروں سے جو مہر وصول کیا تھا وہ ان کے شوہروں کو واپس دیدیتے تھے۔ (قرطبی)

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر مومن ہر آن اللہ سے ڈرتا ہے کیونکہ اس سے ڈرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

النصف ۲/۸ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

اے نبی (ﷺ) جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں تو ان سے ان باتوں پر بیعت لیجئے۔ (۱) کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ (۲) وہ چوری نہ کریں گی۔ (۳) نہ وہ زنا کریں گی۔ (۴) نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ (۵) اور نہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑا گیا ہو۔ (۶) اور نہ کسی شرعی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غصہ اور غضب نازل کیا ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ وہ آخرت کے ثواب سے ایسے ناامید ہیں جیسے وہ کافر ناامید ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

یُبَایِعْنَ	وہ بیعت کرتی ہیں
لَا یَسْرِقْنَ	وہ چوری نہ کریں گی
قَدْ یَئِسُوْا	وہ مایوس ہو چکے
اَصْحَابُ الْقُبُوْرِ	قبروں والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

یہ آیات فتح مکہ سے کچھ عرصے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد تو یہ حال تھا کہ جماعتیں کی جماعتیں حلقہ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے کوہ صفا پر نئے ہونے والے مسلمانوں سے بیعت لی اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ وہ ان تمام باتوں پر عورتوں سے بیعت لیں جو قرآن اور احادیث میں ذکر کی گئی ہیں۔

بیعت کا مفہوم یہ تھا کہ اس میں ایمان و یقین، عقائد اور شرعی احکامات کی پابندی کا عہد لیا جائے۔ عورتوں سے بیعت لینے کی (۱) پہلی شرط یہ تھی کہ وہ ایمان لائیں اور شرک سے بچی رہیں (۲) دوسری شرط یہ تھی کہ وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ کبھی چوری نہ کریں گی (۳) تیسری شرط یہ تھی کہ وہ زنا نہ کریں گی (۴) چوتھی شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی (۵) پانچویں شرط یہ تھی کہ وہ کسی پر بہتان اور الزام نہ لگائیں گی (۶) چھٹی شرط یہ تھی کہ وہ نیک اور بھلے کام میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گی۔

بہت سی احادیث وہ ہیں جن میں ان باتوں کے علاوہ چند اور باتوں پر بھی بیعت لی گئی ہے مثلاً

۱۔ دور جہالت میں عورتیں مرنے والوں پر نوحہ کیا کرتی تھیں، کپڑے پھاڑ لیتیں، منہ نوچتیں، بال کاٹتیں اور خوب بین کیا

کرتی تھیں۔ بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ آپ ﷺ اس بات پر بھی بیعت لیتے تھے کہ وہ عورتیں مرنے والوں پر نوحہ نہ کریں گی۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک خالہ سلمیٰ بنت قیس فرماتی ہیں کہ میں انصار کی چند عورتوں کے ساتھ آپ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئی تو آپ نے قرآن کریم میں بیان کی گئی شرائط کے ساتھ بیعت لی اور ہم سے کہا کہ دیکھو شوہروں کے ساتھ دھوکے بازی مت کرنا۔ (مسند احمد)

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی خالہ امیمہ بنت رقیقہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے اس بات پر بھی بیعت لی کہ نوحہ نہ کرنا اور جاہلیت کے جیسے بناؤ سنگھار کر کے اس کی نمائش نہ کرنا۔ (مسند احمد)

جب کبھی نبی کریم ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ جس طرح آپ مردوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرتے تھے اسی طرح آپ ﷺ عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھتے بلکہ ان سے زبانی طور پر عہد لے کر آپ ﷺ فرما دیتے تھے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔ (بخاری)

اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی قسم بیعت میں حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے چھوا تک نہیں۔ آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے وقت بس زبان سے فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔ (بخاری)

اب قیامت تک عورتوں سے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے کہ ان سے زبانی اقرار کرا کے ان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے ان سے بیعت لے لی۔ لیکن مردوں کے لئے بیعت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور ان تمام باتوں کا اقرار لیا جائے جس کا حکم قرآن کریم اور احادیث میں دیا گیا ہے۔ لیکن اگر بیعت کرنے والے زیادہ ہوں تو بہتر ہے سب مل کر کوئی کپڑا یا چادر پکڑ لیں اور بیعت کر لیں۔

بیعت لینے کے بعد تمام لوگوں کے لئے ان گناہوں اور بھول چوک سے معافی کی دعا کرنی چاہیے اور آئندہ ہر گناہ سے بچنے کی تلقین کی جائے۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ ضرور تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

آخر میں فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم ان لوگوں سے قلبی تعلق اور دوستی قائم نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ اور غضب نازل کیا گیا ہے کیونکہ تمہیں تو اللہ سے اس کی امید ہے کہ تم جو بھی بھلا کام کرو گے اللہ اس کی جزائے خیر عطا فرمائے گا لیکن یہ کفار اور اللہ کے دشمن تو ہر ثواب سے اسی طرح مایوس ہیں کہ تمام رشتہ دار جو قبروں میں دفن کئے جا چکے ہیں وہ کبھی زندہ ہو کر دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦١

الصَّف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الصّف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	61
کل رکوع	2
آیات	14
الفاظ وکلمات	223
حروف	991
مقام نزول	مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ تم دنیا کی جس تجارت میں لگے ہوئے ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے جان و مال کو اللہ کے راستے میں لگا دو اور وہ یہ ہے کہ تم پوری طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر اس پر مضبوطی سے صراط مستقیم پر قائم رہو اور اپنی جانوں اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اس کے بدلے اللہ تمہیں دنیا میں فتح و نصرت اور آخرت میں جنت کی راحتیں عطا فرمائے گا وہ جنت جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

☆ اللہ کی حمد و ثنا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی حمد و ثنا اور تسبیح نہ کرتی ہو۔ ذرہ ذرہ اس کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔

☆ اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آدمی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس کو پورا کرتا ہے لیکن یہ ایک بدترین عادت ہے کہ آدمی جس بات کو زبان سے کہہ رہا ہے اس پر اسی طرح عمل نہیں کرتا۔ منافقین کی عادت ہے کہ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اللہ کو یہ بات قطعاً ناپسند ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اہل ایمان جب کسی سے جنگ کرتے ہیں تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں یعنی اپنی صفوں کو درست رکھتے ہیں۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم مجھے اپنی باتوں سے اذیت اور تکلیف کیوں پہنچاتے ہو؟ جب کہ میں خود اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ بنی اسرائیل نے ان کی باتوں کو ماننے کے بجائے اپنے دلوں کو اوندھا کر لیا تو اللہ نے بھی ان کے مزاجوں کو اس طرح الٹ دیا کہ سیدھی بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

☆ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے بھی اپنی قوم بنی اسرائیل سے یہی فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے توریت نازل کی تھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے بعد جو رسول تشریف لانے والے ہیں ان کا نام "احمد" ہوگا۔ بنی اسرائیل نے ان کی تمام باتوں کو سن کر اور معجزات کو دیکھ کر ایک بے حقیقت جادو قرار دیا۔

☆ فرمایا کہ اللہ کے دین کا انکار کرنے والے ظالم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جس روشنی

جب حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی اور اپنے قریب بیٹھنے والے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون کون اللہ کے لیے میرا مددگار ہے تو سب حواریوں نے کہا کہ ہم سب اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ان کی محنتوں سے اس زمانے میں دین کو فروغ حاصل ہوا۔ کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ نے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

یعنی دین اسلام کو بھیجا ہے یہ اس کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ ان کی تو یہی خواہش ہے کہ یہ چراغ بجھ جائے اور دین اسلام کی ترقی کو روک دیں لیکن یہ محض ان کی تمنا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ وہ ہے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے وہ اس روشنی کو مکمل کر کے رہے گا اگر چہ یہ کافر کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں۔ وہ اللہ اپنی قدرت سے ان کے سارے ارادوں اور عزائم کو ناکام بنا کر رکھ دے گا۔

☆ اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب پر پوری طرح غالب کر دیں اور وہ غالب ہو کر رہے گا۔

☆ اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ تم دنیا کی جس تجارت میں لگے ہوئے ہو اس سے بہتر ہے کہ تم اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ کے راستے میں لگا دو اور وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پوری طرح ایمان لاؤ۔ مضبوطی سے صراط مستقیم پر قائم رہو اور اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے راستے میں جہاد پر لگا دو۔ اگر تم غور کرو گے تو یہ سودا اور لین دین تمہیں مہنگا نہیں پڑے گا۔ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ کیونکہ تمہیں آخرت میں اتنا کچھ نفع عطا کیا جائے گا جس کا تم اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہاری ان قربانیوں کے بدلے میں ایسی جنتیں دی جائیں گی جن کی ہر چیز کو بقا ہے اور تم ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ فرمایا کہ تمہاری قربانیوں کا صلہ آخرت میں جنت اور اس کی راحتیں ہیں اور دنیا میں فتح و نصرت اور کامیابیاں ہیں جو تمہیں بہت جلد دیدی جائیں گی۔

☆ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے ان کو دین اسلام کی طرف بلایا اور ان سے کہا کہ تم اللہ کے لیے اس کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ دعوت دینے کے بعد جب حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کون کون میرا ساتھ دے گا؟ تو ان سب نے کہا کہ ہم سب اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ان حواریوں کی محنت سے اس زمانہ میں دین اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں زبردست تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

سُوْرَةُ الصَّفّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ ع

ع ۱ ۹ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب مخلوق اسی کی پاکی بیان کرتی ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ بے شک اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم ایسی بات کہو جس کو تم کرتے نہ ہو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! تم مجھے اذیت کیوں پہنچاتے ہو جب کہ تم (اچھی طرح) جانتے ہو میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ پھر جب وہ اپنے ٹیڑھے پن پر جمے رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور (یاد کرو) جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں ایک ایسے رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام ''احمد ﷺ'' ہوگا پھر جب وہ کھلی نشانیوں کے ساتھ آ گئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تو اپنے نور (ہدایت) کو مکمل کر کے رہے گا اگرچہ وہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو (دنیا بھر کے جھوٹے) مذہبوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین اس کو کتنا ہی برا کیوں نہ سمجھیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

لِمَ تَقُوْلُوْنَ	تم کیوں کہتے ہو
کَبُرَ مَقْتًا	بڑی بری بات
صَفًّا	ایک صف (باندھ کر)
بُنْیَانٌ	دیواریں

مَرْصُوْصٌ (رَصٌّ)	سیسہ پلائی گئی۔ مضبوط
لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ	تم مجھے کیوں ستاتے ہو؟ کیوں مجھے اذیت دیتے ہو؟
زَاغُوْا	وہ ٹیڑھے ہوگئے
اَزَاغَ	اس نے ٹیڑھا کردیا
مُبَشِّرًا	خوش خبری دینے والا
یُدْعٰی	وہ بلاتا ہے
یُطْفِئُوْا	وہ بجھاتے ہیں
اَرْسَلَ	اس نے بھیجا
لِیُظْهِرَهٗ	تاکہ وہ اس کو غالب کردے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

مومن اور منافق میں فرق یہ ہے کہ مومن جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس پر پوری طرح عمل کرتا ہے۔ وہ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کے لئے جھوٹ، وعدہ خلافی، بددیانتی نہیں کرتا اور لڑائی جھگڑے کے وقت اخلاق اور شرافت کی حدوں کو نہیں پھلانگتا۔ مومن جرأت مند اور سخت سے سخت حالات کے سامنے ڈٹ کر صبر اور برداشت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے برخلاف منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوۃ دیتے ہوئے بھی ریاکاری کرتا ہے اور اس کی زبان اور اس کا عمل مختلف ہوتا ہے۔ وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان کے سامنے ڈھیر ہوجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور گذشتہ انبیاء کرامؑ کے زمانے میں مخلص اور جرأت مند مسلمانوں میں کچھ ایسے منافق اور مفاد پرست بھی رہے ہیں جو دنیا کے معمولی اور وقتی فائدوں کے لئے جس بات کو زبان سے کہتے اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اسی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے جو بات بھی نکالیں اس پر اسی طرح عمل کریں جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جن کے قول اور عمل میں مطابقت اور یکسانیت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے منافقین کی چند علامتیں بتائی ہیں تاکہ تمام مومن ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں اور اپنے اندر ان جیسی بری عادتوں کو پروان نہ چڑھنے دیں۔

بخاری و مسلم میں نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا اور

روزے رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعوے دار بھی ہو (۱) جب بھی بولتا ہے تو وہ بات جھوٹ ہوتی ہے (۲) جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے (۳) اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت اور بد دیانتی کرتا ہے۔

بخاری و مسلم ہی کی دوسری روایت میں منافقین کی چار صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں پائی جاتی ہیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک صفت پائی جائے تو اس میں منافقت کی ایک خصلت اور صفت ہے۔ (۱) جب اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے (۲) جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۳) جب کوئی عہد یا وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے (۴) اور جب لڑتا ہے تو اخلاق اور دیانت کی حدیں توڑ ڈالتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ جو لوگ صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کے راستوں پر پڑ جاتے ہیں اللہ ان کو اسی گمراہی کے راستے پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سراسر انسان کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے کس راستے کو منتخب کرتا ہے۔ سیدھا راستہ اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتا ہے یا غلط اور گمراہی کا راستہ منتخب کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی ابدی زندگی کو تباہ و برباد کر لیتا ہے۔

اہل مکہ اور قیامت تک آنے والے انسانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لا چکے ہیں تو اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی یا نئی شریعت نہیں آئے گی لہٰذا وہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کریں بلکہ ہدایت کے راستے پر آجائیں۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ بھی اللہ کی طرف سے شریعت لے کر آئے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی وہی کامیاب رہے لیکن جنہوں نے ان کی مخالفت کی یا ان کے بتائے ہوئے راستے کے برخلاف دوسرے راستے اختیار کئے ان کی نہ صرف دنیا تباہ و برباد ہوئی بلکہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آخرت کو بھی برباد کر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اللہ کسی انسان کی عبادت، تسبیح اور حمد و ثنا کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اگر تمام انسان اللہ کی حمد و ثنا نہیں کریں گے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت اور ہر آن اس کی حمد و ثنا میں لگا ہوا ہے اور جس کو جو حکم دیدیا گیا ہے وہ اس کی تعمیل کر رہا ہے۔ ایمان والوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم بھی وہی کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ تمہاری زبان اور عمل میں ایسی مطابقت ہونی چاہیے کہ تم جو کچھ زبان سے کہتے ہو اس پر اسی طرح عمل کرو اور اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو جب اہل ایمان اور دین پر مشکل وقت آجائے تو پھر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ تا کہ کفر کی مجال نہ ہو کہ وہ اہل ایمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات بھی کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جنہیں ان کی قوم نے سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ تم جانتے ہو اور تم معجزات بھی دیکھ چکے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تم مجھے تکلیفیں کیوں پہنچاتے ہو؟ مگر قوم اپنی گمراہی میں آگے ہی بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار اللہ نے ان کے دلوں کو

ٹیڑھا کر دیا۔ انہیں ہر سیدھی بات الٹی نظر آنے لگی۔ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی گمراہ قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی تصدیق کی اور بتایا کہ میرے بعد ایک ایسے پیغمبر تشریف لانے والے ہیں جن کا نام "احمد ﷺ" ہوگا۔ تم میری بات بھی مانو اور ان کی بات بھی ماننا۔

ان کی قوم نے معجزات کو کھلی آنکھوں سے دیکھا لیکن ان کو تسلیم نہیں کیا اور وہ قوم حضرت عیسیٰؑ کی دشمنی میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ اللہ کے پیغمبر کو سولی پر لٹکانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور اب وہ قیامت کے قریب حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا ہے کہ اگر تم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اسی طرح اذیتیں پہنچائیں جس طرح تم نے اپنے پیغمبروں کو تکلیفیں پہنچائی تھیں تو پھر اب تمہاری ہدایت کا کوئی طریقہ باقی نہ بچے گا۔ لہٰذا تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستگی اختیار کر لو۔ دنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں اسی میں پوشیدہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

ع ۵ ۲ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے گی؟ (وہ یہ ہے کہ) اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو اور تم اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتے ہو اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لئے اسی میں بہتری ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ نفیس اور خوبصورت مکانات ہمیشہ کی جنت میں ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ (تمہارے لئے وہ نعمت بھی ہوگی)۔ جسے تم چاہتے ہو۔ (وہ ہے) اللہ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح۔ (اے نبی ﷺ) آپ اہل ایمان کو خوش خبری سنا دیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔ جس طرح عیسیٰؑ ابن مریم نے اپنے حواریوں (صحابیوں) سے کہا تھا کہ اللہ کے لئے (کاموں میں) میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پھر بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو (عیسیٰ ابن مریمؑ کو) ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت عطا فرمائی۔ پھر وہ غالب ہو کر رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

اَدُلُّ	میں بتاتا ہوں۔ نشاندہی کرتا ہوں
تُنْجِیْ	وہ بچائے گا
مَسٰکِنَ طَیِّبَةً	پاکیزہ گھر
عَدْنٌ	ہمیشہ رہنے والی (جنت)
کُوْنُوْا	ہو جاؤ
اَنْصَارُ	مددگار۔ مدد کرنے والے
اَلْحَوَارِیُّوْنَ	حواری۔ صحابہ۔ صاف دل مخلص ساتھی

اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے
ظَاهِرِيْنَ	غالب ہو کر رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

دنیا میں طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے مال و دولت کو خرچ کر کے اپنی صلاحیتوں اور قابلیت سے دن رات محنت کر کے کچھ نفع کما لینے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اس تجارت اور لین دین میں کبھی اس کو نفع ہوتا ہے اور کبھی نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ایسی تجارت بھی ہے جس میں آخرت کا فائدہ تو یقینی ہے مگر اس کے ثمرات اس دنیا میں بھی مل جاتے ہیں۔ وہ تجارت یہ ہے کہ اگر ایک صاحب ایمان شخص اپنی جان و مال کو اللہ کے دین کی سربلندی، اشاعت اور اس کے بندوں کی مدد پر خرچ کرے گا تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ (۱) اس کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا جائے گا۔ (۲) اس کو آخرت میں ایسی جنت عطا کی جائے گی جس میں ہر طرف سکون و اطمینان، عیش و عشرت، راحت و آرام کے تمام اسباب موجود ہوں گے وہاں کسی طرح کا غم نہ ہوگا۔ (۳) اللہ کی مدد سے ایسی فتح و نصرت اور دنیاوی کامیابیاں عطا کی جائیں گی جو انسان کی خواہش اور تمنا ہے یعنی کفار و مشرکین پر غلبہ اور طاقت و قوت۔ فرمایا کہ یہ تمام چیزیں اسی وقت مل سکتی ہیں جب کہ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا کر ان کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اختیار کی جائے۔ یہ اللہ کے وہ پیغمبر ہیں جن کے آنے کی بشارت اور خوش خبریاں تمام انبیاء کرامؑ دیتے چلے آئے ہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ نے تو آپ کا نام مبارک لے کر فرمایا کہ میرے بعد ایک ایسے رسول آنے والے ہیں جن کا نام "احمد" ہوگا۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے اپنے حواریوں (مخلص دوست، صحابہ) سے پوچھا تھا کہ اللہ کے لئے (یعنی اس کے دین کی سربلندی کے لئے) میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے اور بہت سے اپنے کفر پر جمے رہے۔ پھر اللہ نے ان کو (حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کو) ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت و طاقت عطا فرمائی اور پھر وہ غالب ہو کر رہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے حاضرین کے سامنے اللہ کے دین کی عظمت کو بیان کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون کون اللہ (کے دین) کا مددگار بننا چاہتا ہے تو ان میں سے بارہ آدمیوں نے وفاداری کا عہد کیا اور پھر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی لائی ہوئی تعلیمات کے فروغ اور اشاعت میں خدمات سرانجام دیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ لوگو! جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حواری دین اسلام کی اشاعت میں لگ کر کامیاب ہوئے اسی طرح تم بھی نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

ایمان لاکران کے ساتھی اور مخلص صحابی بن جاؤ۔ جس طرح اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی مدد کی اسی طرح اللہ تمہاری مدد بھی فرمائے گا اور تمہیں دوسری اقوام پر غلبہ، اقتدار اور قوت عطا فرمائے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ جنہوں نے آخرت کے ادھار پر اپنی دنیا کو بیچ دیا تھا انہوں نے اللہ سے ایسا لین دین کیا کہ ان کو نہ صرف دین اسلام کے غلبہ کی طاقت وقوت عطا کی گئی بلکہ ان کو جرات وہمت کی وہ دولت نصیب ہوئی کہ انہوں نے پوری دنیا کی دو سپر طاقتوں قیصر وکسریٰ کو اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا کہ ان کے وہ تاج و تخت جن پر انہیں بڑا ناز تھا وہ ان کے استنجے کے ڈھیلوں میں ڈال دیئے گئے تھے۔ ان اہل ایمان نے دنیا کو ظلم وستم سے نجات دلا کر عدل وانصاف قائم کر دیا۔ انسان پر انسان کی غلامی کو ختم کر کے سب کو ایک اللہ اور ایک رسول کا غلام بنا دیا۔ اس طرح وہ اپنے حسن عمل اور کردار سے ساری دنیا پر چھا گئے اور عرب وعجم کی ساری سلطنتیں ان کے قدموں کی دھول بن کر رہ گئیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۶۲

الجُمُعَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الجمعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	62
کل رکوع	2
آیات	11
الفاظ وکلمات	176
حروف	787
مقام نزول	مدینہ منورہ

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اسی دوران لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہے۔ اگر انہوں نے دیر کی تو باقی لوگ اس قافلے کا مال تجارت لے جائیں گے وہ سب کے سب اس تجارتی قافلے کی طرف دوڑ کر پہنچ گئے سوائے بارہ صحابہ کرامؓ کے باقی سب نے خطبہ چھوڑ دیا اور اس مشغولیت میں لگ گئے۔ چونکہ ابتداء میں لوگوں کو جمعہ کی اس عظمت کا اندازہ نہیں ہوگا اس لیے ایسا ہوا۔ جب قرآن کریم میں جمعہ کی عظمت کا حکم دیا گیا تو پھر کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

اس سورۃ میں دو رکوع ہیں پہلے رکوع کے بعد دوسرا رکوع کافی عرصہ بعد نازل ہوا۔ خلاصہ یہ ہے۔

☆ دین اسلام کی تبلیغ اور دعوت کو روکنے کی یہودی سازشیں اس وقت بہت کمزور پڑ گئیں جب ہر طرف سے یہودیوں اور کفار قریش کو شکست اور اہل ایمان کو فتح و نصرت حاصل ہوتی چلی گئی۔ بنونضیر اور بنو قریظہ کی جلاوطنی اور بنو قینقاع کی ذلت و رسوائی، قریش مکہ اور تمام قبائل عرب کی غزوہ خندق میں شکست فاش، معمولی سی جدو جہد کے بعد وادی القریٰ، فدک، تیما اور خیبر کی فتح، فوج در فوج قبیلوں، خاندانوں اور لوگوں کا اسلام قبول کرنا وغیرہ یہ سب وہ باتیں تھیں جنہوں نے ان یہودیوں کو جو اپنے آپ کو اہل علم اور اہل عرب کو امی یعنی جاہل، ان پڑھ اور اجڈ سمجھتے تھے شدید کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گھمنڈ اور غرور و تکبر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ عرب کے وہ لوگ جو امی سمجھے جاتے تھے اللہ نے ان ہی میں سے ایک ایسے عظیم رسول کو اٹھایا ہے جو ان کو اللہ کی آیات سنا کر سمجھا رہے ہیں۔ دلوں کو مانجھ کر اور تزکیہ کر کے علم و حکمت کی باتیں سکھا رہے ہیں اور وہ لوگ جو صدیوں سے گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے ان کو راہ ہدایت دکھا رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کا فضل و کرم ہے وہ جس پر چاہتا ہے رحمتیں نازل فرما دیتا ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ ساری دنیا میں وہی پڑھے لکھے ہیں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی ہدایت کے لیے اللہ نے توریت جیسی روشن کتاب عطا کی تھی تا کہ وہ اس کو سمجھ کر عمل کرتے مگر انہوں نے اپنی کتاب پر عمل کرنے کے بجائے اسے اپنے اوپر لاد رکھا ہے جس طرح گدھے پر بہت سے کتابیں لاد دی جائیں تو اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر جو کتابیں لاد دی گئی ہیں وہ کس قسم کا بوجھ ہے، ان کتابوں میں کیا لکھا گیا ہے۔ فرمایا کہ گدھے سے بدتر تمہاری حالت کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب پر عمل کرنے کے بجائے تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم اللہ کے محبوب اور ایسے چہیتے ہو

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ''یوم السبت'' اور اہل ایمان کو ''یوم الجمعہ'' عطا فرمایا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح یہودیوں نے اپنے اس مبارک دن ''یوم السبت'' کو رسموں کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اہل ایمان ''یوم الجمعہ'' کی عظمت کو اچھی طرح جان کر اس کا پوری طرح احترام کریں اور اس میں نماز جمعہ، خطبہ اور ذکر اللہ کا خاص اہتمام رکھیں اور نمازِ جمعہ کے بعد اپنا کاروبار بھی کریں۔ ان کو فلاح و کامیابی ضرور ملے گی۔

کہ اس نے جنت تمہارے نام الاٹ کر دی ہے بس ادھر تم مرو گے اور ادھر جنت خود تمہارے استقبال کے لیے حاضر ہو جائے گی۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے طنز کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم معمولی سی تکلیف کے بعد سیدھے جنت میں جاؤ گے تو پھر تم دنیا کی تکلیفیں کیوں اٹھا رہے ہو؟ مرو اور سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔ تم جنت کی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا میں جینے کی تمنا کیوں کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! یہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے آگے کیا کیا عمل اور کرتوت بھیجے ہیں۔ اگر انہیں جنت کا ایسا ہی یقین ہوتا تو دنیا میں ایک ایک ہزار سال تک جینے کی تمنا نہ کرتے۔ فرمایا کہ ان کو ''یوم السبت'' ہفتہ کا دن دیا گیا تھا مگر انہوں نے اس کو بھی اپنی رسموں اور تمناؤں کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ''یوم الجمعہ'' جمعہ کا دن عطا فرمایا ہے۔ یہ دن اہل ایمان کو یہ سمجھا رہا ہے کہ وہ اس یوم الجمعہ کو اسی طرح بے حقیقت نہ بنا دیں جس طرح یہودیوں نے یوم السبت کا حشر کیا ہے۔

فرمایا کہ اے مومنو! تمہیں جمعہ کے دن جیسے ہی آواز دی جائے (اذان دی جائے) تم اپنا تمام کاروبار اور مشغولیات کو چھوڑ کر تیزی سے اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر ذوق وشوق سے مسجدوں کی طرف آؤ۔ اللہ نے اسی میں تمہارے لیے خیر وفلاح رکھ دی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اسے یاد کرتے ہوئے اپنا رزق تلاش کرو شاید تمہیں فلاح وکامیابی عطا کر دی جائے۔ البتہ اس بات کا پوری طرح لحاظ رکھا جائے کہ کھیل تماشے اور دنیا کا لالچ تمہیں اس طرح اپنی طرف نہ کھینچ لیں کہ نبی اللہ کی طرف بلا رہے ہوں اور تم ان کو چھوڑ کر کھیل تماشے اور مال تجارت لینے کے لیے دوڑ جاؤ۔ فرمایا کہ یاد رکھو! ان کھیل تماشوں اور تجارت سے بڑھ کر وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے نیک اعمال کے بدلے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہترین رزق تو اللہ کے پاس ہے وہی سب کو بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۗ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾

ع ۱ ۸ ۱۱

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

ع ۲ (۳) ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ (سب کا) بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے۔ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

وہی تو ہے جس نے اُمیوں (ان پڑھ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو (ہر طرح کے برے عقائد کی گندگیوں سے) پاک کرتا ہے۔ وہ ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو حکمت و دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ (عرب والے) اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (ان کو بھیجا جانا) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ابھی شامل نہیں ہوئے۔ وہ اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اللہ کا یہ وہ فضل و کرم ہے جسے وہ دینا چاہے اسے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔ اور ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کے (علم و عمل کا) بوجھ ڈالا گیا تھا۔ پھر انہوں نے اس بوجھ کو نہ اٹھایا اس گدھے جیسی ہے جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کی یہ بری مثال ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے وہ لوگو! جو یہودی بن گئے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سب لوگوں کے علاوہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ (لوگو!) یہ اس کی (موت کی) تمنا کبھی نہ کریں گے کیونکہ انہوں نے جو اپنے آگے (برے اعمال) بھیجے ہیں (ان کا انجام انہیں معلوم ہے)

اور اللہ ظالموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک تم جس موت سے بھاگتے ہو وہ تمہیں پہنچ کر رہے گی۔ پھر تم اس اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔

اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے آواز (اذان) دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم جانتے ہو۔ جب نماز پوری ہو جائے تو پھر (تمہیں اختیار ہے کہ) زمین میں پھیل جاؤ (چلو پھرو) اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح وکامیابی حاصل کرو۔ اور جب انہوں نے تجارتی (قافلے) کو یا کھیل تماشے کو دیکھا تو وہ تمہیں تنہا چھوڑ کر اسی کی طرف دوڑ گئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور رزق دینے والوں میں وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

یُسَبِّحُ	وہ تسبیح کرتا ہے
اَلْقُدُّوْسُ	ہر ایک عیب سے پاک ذات
اَلْاُمِّیّٖنَ	ان پڑھ لوگ
یَتْلُوْا	وہ تلاوت کرتا ہے
یُزَکِّیْ	وہ پاک کرتا ہے
یُعَلِّمُ	وہ سکھاتا ہے
اَلْحِکْمَۃُ	حکمت و دانائی اور عقل کی باتیں
لَمَّا یَلْحَقُوْا	جواب تک نہیں ملے

حُمِّلُوْا	لادی گئی
اَلْحِمَارُ	گدھے
يَحْمِلُ اَسْفَارًا	جو کتابیں اٹھاتا ہے
زَعَمْتُم	تم نے گھمنڈ کیا
تَفِرُّوْنَ	تم بھاگتے ہو
تُرَدُّوْنَ	تم لوٹائے جاؤ گے
نُوْدِیَ	آواز دی گئی (اذان دی گئی)
اِسْعَوْا	تم دوڑو
ذَرُوْا	چھوڑ دو
اَلْبَيْعُ	تجارت۔لین دین
قُضِيَتْ	پوری کر دی گئی۔پوری ہو گئی
اِنْتَشِرُوْا	تم پھیل جاؤ
اِبْتَغُوْا	تم تلاش کرو
اِنْفَضُّوْا	وہ الگ ہوئے۔اٹھ کر چلے گئے
خَيْرُ الرّٰازِقِيْنَ	بہترین رزق دینے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

اللہ جو بادشاہ ہے جس کی ذات ہر طرح کے عیبوں سے پاک ہے وہی ہر طرح کی طاقت وقوت کا مالک ہے۔ ہر حکمت و

دانائی کی بات اسی کی طرف سے ہے وہ انسان کی حمد و ثنا، تسبیح اور عبادت کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کائنات کی ایک ایک چیز اور ہر ذرہ ہر آن اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ اس اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن کریم، اس کی تعلیمات اور حکمت و دانائی کی وہ تعلیم دی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی ہے جو ایک طویل عرصہ سے گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ آپ اگرچہ ان لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں جو ''امیین'' یعنی جاہل، ان پڑھ اور حکمت و دانائی سے دور رہے ہیں اور آپ نے بھی دنیا میں کسی سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی ہے لیکن اللہ نے آپ کو وہ قرآن کریم عطا کیا جس کی آیات پڑھ کر آپ لوگوں کو سکھا رہے ہیں اور حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کو سنوار رہے ہیں۔ ان کو کفر و شرک، بدترین اخلاق، بری عادتوں اور ظاہری و باطنی گندگیوں سے دور کر کے ان کو پاک صاف بنا رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ سارا عرب جو جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ قرآنی تعلیم اور نبی مکرم ﷺ کے فیض صحبت سے علم و فضل، حکمت و دانائی، عقل و دانش اور طریقے سلیقے سیکھ کر ایسی تہذیب کا علم بردار بن گیا تھا کہ ساری دنیا حیران ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صرف علم و معلومات ہی میں نہیں بلکہ عمل اور حسن کردار کے بے مثال پیکر بن گئے تھے۔

اس کے برخلاف وہ اہل یہود جنہیں اس بات پر بہت ناز تھا کہ ان کے پاس توریت جیسی کتاب ہے۔ وہی صاحبان علم ہیں ان کے علاوہ سب کے سب جاہل، ان پڑھ اور علم و فضل سے بہت دور ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ بے شک ان کے پاس توریت جیسی روشن کتاب ہے لیکن انہوں نے اس کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے عام لوگوں کو اس کی تعلیم سے محروم کیا اور جس طرح چاہا توریت کی آیتوں کو بیان کر دیا۔ اپنی طرف سے بہت سی باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جس طرح چاہا توریت کی آیات کی تشریح کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور عوام کو جھوٹی اور بے بنیاد تمناؤں میں الجھا دیا۔ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کا بوجھ ڈالا گیا تھا پھر انہوں نے اس بوجھ کو نہ اٹھایا اس گدھے جیسی ہے جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی گدھے پر علم و فضل سے بھرپور کتابیں لاد دی گئی ہوں تو اس گدھے کو کیا معلوم کہ اس پر کتنی عظیم کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو یہودی بن گئے ہیں کہ وہ دنیا کمانے کے چکر میں دن رات لگے ہوئے ہیں لیکن توریت کے علوم میں سے وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ عام آدمیوں کو انہوں نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور نعوذ باللہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ دنیا میں کچھ بھی کرتے رہیں جب وہ آخرت میں پہنچیں گے تو جنت جو ان کی میراث کی طرح ہے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اگر کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑا تو تین دن کے بعد پھر اس کو جنت میں داخل کر دیا

جائے گا۔اس تصور نے اس قوم کو ایمان اور عمل صالح سے بہت دور کر دیا اور انہوں نے اپنے علاوہ ساری دنیا کو ذلیل سمجھنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اور قرآن کریم میں کئی مقامات پر اہل یہود سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر جنت تمہاری منتظر ہے تو پھر اس دنیا اور اس کی مصیبتوں میں رہنے کا کیا فائدہ؟ موت کی تمنا کرو اور مرنے کے بعد سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔ فرمایا ان کا تو یہ حال ہے کہ وہ موت کی تمنا کیا کریں گے۔ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ ایک ہزار سال تک اس دنیا میں جینے کی تمنا کریں گے کیونکہ ان کے دل جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آگے کیسے اعمال بھیجے ہیں۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ جنت صرف ان کے لئے ہے تو وہ ایک دن بھی اس دنیا میں جینے کی تمنا نہ کرتے۔ فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تم موت سے کتنا بھی بھاگو گے آخر کار موت آ کر رہے گی۔ فکر یہ ہونی چاہیے کہ جب موت آجائے گی تو پھر تمہیں زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ اس وقت یہ بے بنیاد تمنائیں تمہارے کسی کام نہ آسکیں گی اور اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو یہ بتا دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے۔

﴿نماز جمعہ اور خطبہ﴾ قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن کی اہمیت ابتدائے کائنات ہی سے ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ساری کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چھ دنوں میں سے آخری دن جمعہ ہے جس میں کائنات کی تخلیق و پیدائش کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن ان کو زمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

دور جہالت میں جمعہ کے دن کا نام بدل کر یوم عروبہ رکھ دیا گیا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے اجداد میں سے کعب ابن لوئی نے اس کو پھر سے "یوم الجمعہ" قرار دیا۔ کعب ابن لوئی جو نبی کریم ﷺ سے ڈیڑھ سو سال پہلے پیدا ہوئے بہت نیک آدمی تھے۔ انہوں نے قریش کو بت پرستی سے بچا کر توحید کی تعلیم دی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔ ان کی نیکی اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو اپنی تاریخ کی ابتداء بناء کعبہ سے کیا کرتے تھے کعب ابن لوئی کی بے انتہا محبت نے ان کی وفات کے بعد اپنی تاریخ کی ابتداء ان سے منسوب کر دی۔ کعب ابن لوئی نے یوم العروبہ کا نام تبدیل کر کے پھر سے یوم الجمعہ رکھ دیا۔ کعب ابن لوئی اس دن قریش کے لوگوں کو جمع کر کے ان کو خطبہ دیا کرتے تھے۔ اسی کے اثرات کی وجہ سے دور جہالت میں قریش اس دن کو بہت محترم جانتے تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار مدینہ نے جمعہ فرض ہونے سے پہلے ہی جمعہ کے دن جمع ہو کر عبادت کرنے کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ (عبدالرزاق)

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے پانچویں دن جمعہ قائم فرمایا۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد آپ ﷺ پیر کے دن مدینہ منورہ میں مسجد قبا پہنچے۔ چار دن قیام فرمایا، پانچویں دن جمعہ تھا۔ آپ شہر مدینہ کی طرف تشریف لے گئے صحابہ کرامؓ بھی آپ کے

ساتھ تھے۔ بنی سالم ابن عوف کے علاقے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا تھا۔ آپ نے اسی جگہ پہلا جمعہ ادا فرمایا (ابن ہشام)۔ مدینہ منورہ میں یہ پہلا جمعہ تھا۔ اس جگہ یہ غور کرنے کی بات ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے جمعہ کا اہتمام فرمایا جس سے اس دن کی عظمت واہمیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ نازل فرما کر اس دن کی عظمت پر مہر لگا دی ہے۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے عمل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس دن کی ایک خاص شان اور عظمت ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے جمعہ کے دن کو مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا ہے۔ جس اہتمام کا حکم عید کے دن ہے اسی اہتمام کا حکم جمعہ کے دن کے لئے بھی ہے گویا جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کے دن کی طرح باعظمت ہے۔

جمعہ کی عظمت اور اس کے مسائل تو فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں یہاں مختصر چند باتیں اور مسائل عرض ہیں۔

☆ آپ نے نماز جمعہ کے لئے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا ہے یعنی ظہر کی نماز کے وقت کے اندر

☆ ندائے صلوٰۃ جمعہ۔ اس سے مراد اذان جمعہ ہے۔ ابتداء میں ایک ہی اذان ہوتی تھی سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جب مسلمانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی تو آپ نے ایک اور اذان کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو اس اذان کے ذریعہ اطلاع ہو جائے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں تو پھر خطبہ سے پہلے دوبارہ اذان دی جائے۔ ابتداء میں کچھ صحابہ کرامؓ نے اس پر اعتراض کیا مگر بعد میں تمام صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ دو اذانیں دی جائیں۔ اس بات پر بھی اجماع ہے کہ کام کاج چھوڑنے کا حکم پہلی اذان سے ہے۔

☆ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ چھوڑنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں البتہ عورتوں، مسافروں، مریضوں، قیدیوں، جنگل اور صحرا میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ وہ ظہر کی نماز پڑھیں گے۔ دوسرے یہ کہ اگر عورتیں، مسافر اور مریض جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بالکل صحیح ہوگی۔

﴿ذروا البیع﴾ اس سے مراد صرف تجارت اور لین دین ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے کام زراعت، مزدوری اور کھانا، پینا اور سونا بھی منع ہے اس وقت صرف جمعہ کی تیاری کی جائے۔

﴿بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہیں ہوتی﴾ ابتداء میں خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ جس طرح عید کا خطبہ ہوا کرتا ہے بعد میں نبی کریم ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے خطبہ کا حکم دیا۔ حکم یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے تو نہایت خاموشی اختیار کی جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اس ذکر کو یعنی خطبہ کو فرشتے بھی غور سے سنتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

﴿اذن عام﴾ جمعہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جمعہ ایسی جگہ ہو جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت ہو اسی لئے جیل میں، ان فیکٹریوں اور تعلیمی اداروں میں جہاں ہر شخص کو آنے جانے کی عام اجازت نہیں ہوتی وہاں اگر جمعہ پڑھا

جائے گا تو جمعہ نہ ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو سنت قرار دیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے۔ اسی طرح دانتوں کی صفائی کی جائے جو اچھے کپڑے ہوں وہ پہنے جائیں اور میسر ہو تو خوشبو لگائی جائے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

☆ ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص پاک صاف ہو کر جمعہ کی نماز میں آئے، سر میں تیل لگائے، خوشبو میسر ہو تو وہ لگائے، جلد از جلد مسجد پہنچے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے درمیان نہ بیٹھے۔ پھر جتنی توفیق ہو نمازیں پڑھے۔ پھر امام خطبہ دے تو خاموشی اختیار کرے اگر ایسا کرے گا تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے قصور معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم احمد)

☆ نماز جمعہ کے بعد لین دین، تجارت، زراعت وغیرہ سب جائز ہے۔

☆ انسان کو بہت سی چیزوں میں مالی فائدے نظر آتے ہیں لیکن اس کو چاہیے کہ وہ جمعہ کی نماز پر ہر طرح کے فائدوں کو قربان کر دے۔ یہ نہ ہو کہ لوگ اپنے فائدے حاصل کرنے میں اتنے مشغول ہو جائیں کہ مسجدیں ویران ہو جائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اذان جمعہ کے بعد اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز جمعہ اور خطبہ کی اصل روح اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرنا ہے۔ البتہ اگر قوم کی اصلاح کے لئے کوئی بات کہنی ہو تو کہہ دی جائے لیکن اس کہنے کو اتنی اہمیت نہ دی جائے کہ عربی خطبہ چھوڑ کر دنیا بھر کی زبانوں میں خطبہ شروع کر دیا جائے اور یہ دلیل دی جائے کہ لوگ عربی سے واقف نہیں ہیں لہذا ہم عربی کو چھوڑ کر دوسری زبانوں میں خطبہ دیتے ہیں۔ یہ درحقیقت احساس شکست ہے کہ جو آج ہم اصلاح کے نام پر فساد کر رہے ہیں کل آنے والی نسلیں اگر یہ کہیں گی کہ ہم عربی نہیں سمجھتے نماز کو بھی دوسری زبانوں میں ڈھال کر پڑھایا جائے اس وقت ہم اس نسل کو کیا جواب دیں گے۔ اپنی بنیادوں سے ہٹنے کے شدید نقصانات ہوا کرتے ہیں۔ لہذا خطبہ کو عربی میں رکھا جائے۔ اگر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ہے تو خطبہ اور اذان سے پہلے جس زبان میں چاہیں تقریر کر لیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نماز کی طرف دوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ نہایت وقار، سنجیدگی اور ذوق و شوق کے ساتھ جلد از جلد نماز جمعہ کی طرف آیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جمعہ کی اصل روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۶۳

المُنَافِقُونْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المنافقون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ نمبر	63
کل رکوع	2
آیات	11
الفاظ وکلمات	183
حروف	821
مقام نزول	مدینہ منورہ

اے ایمان والو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ سے غافل کر دیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ سخت نقصان اٹھائے گا۔
فرمایا کہ ہم نے تمہیں جو کچھ مال و دولت عطا فرمایا ہے موت آنے سے پہلے خرچ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب عذاب سامنے آئے تو تم یہ کہنے لگو کہ اے ہمارے پروردگار اگر ہمیں کچھ مہلت اور مل جاتی تو ہم خوب صدقہ خیرات کرتے۔ نیک اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔
فرمایا کہ یاد رکھو موت آنے کے بعد پھر مہلت نہیں دی جاتی۔ جو کرنا ہے وہ اسی دنیا میں کر گزرو۔ وہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل سے اچھی طرح واقف ہے۔

سورۃ المنافقون کا ایک مفہوم تو عام ہے یعنی ہر زمانہ میں دین اسلام کی مخالفت کرنے کے لیے آستین کے ایسے سانپ آتے رہیں گے جو اسلام کو اپنے مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں گے اور اپنی منافقانہ روش سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ان کی شرارتوں سے کیسے بچا جائے اس کا طریقہ بھی بتا دیا گیا۔ ان آیات کا دوسرا مفہوم خاص منافقین کا پس منظر بھی ہے۔ علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے کچھ پہلے مدینہ منورہ کے قبیلہ اوس وخزرج نے مسلسل جنگوں سے تنگ آ کر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دونوں قبیلے اپنے اختلافات کو ہمیشہ کے واسطے ختم کر دیں اور کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ عبداللہ ابن ابی سلول ایک چالاک، عیار اور مکار آدمی تھا۔ سب نے اس کو اپنا بادشاہ بنانے پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے ایک بہترین تاج تیار کر لیا تھا۔ ابھی اس کی تاج پوشی کی تیاریاں ابتدائی مراحل میں تھیں کہ نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے ہر طرف ان ہی کا چرچا شروع ہو گیا اور لوگ عبداللہ ابن ابی کی تاج پوشی کو بھول گئے۔ دونوں قبیلوں کے لوگ بڑی تیزی سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اس صورت حال کے سامنے ابن ابی اور اس کے ساتھی انتہائی مایوس اور بے بس ہو گئے۔ اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہ بچا تھا کہ وہ بھی ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ ابن ابی اور اس کے قبیلے کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ میں شریک رہتے مگر وہ سب اس بات سے اندر ہی اندر سلگ رہے تھے کہ ان حالات نے ان سے بادشاہت کا خواب چھین لیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن ابی جہاں اور جس جگہ موقع پاتا اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں کسر نہ چھوڑتا۔ چنانچہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کی غداریوں، جنگ احد میں اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے علیحدگی، کفار مکہ سے ساز باز اور سازشوں نے اس

چرب زبان، مکار اور منافقوں سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان قبول کر چکے ہیں لیکن یہ لوگ اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اہل ایمان کے مخلص نہیں ہیں بلکہ جہاں ان کا موقع ہوتا ہے وہیں یہ اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں لگ جاتے ہیں۔

کو مسلمانوں کے سامنے بے نقاب کر دیا تھا۔ جب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر صحابہؓ کی دو جماعتوں میں اختلاف ہوا تو اس نے اس معمولی سی بات کو اتنی ہوا دی کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان جنگ ہو سکتی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے بروقت اقدام فرما کر عبداللہ ابن ابی کی سازش کو بری طرح ناکام بنا دیا۔ مگر ابن ابی چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح کھل کر اسلام دشمنی میں سامنے آ گیا۔ اس نے انصار مدینہ کو جمع کر کے لمبی چوڑی تقریر کی اور یہ کہا کہ اے انصار! یہ سب کچھ تمہاری غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر میں جگہ دی۔ ان پر مال تقسیم کیا یہاں تک کہ آج یہ تمہارے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو تو ان سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ اس نے کہا اللہ کی قسم مدینہ واپس جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ عبداللہ ابن ابی کی ان باتوں کی آپ ﷺ کو اطلاع ہو گئی۔

جب نبی کریم ﷺ نے عبداللہ ابن ابی سے پوچھا کہ کیا اس نے ایسا کہا ہے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس جگہ سے تیزی سے نکل کر جانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا اور مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔ چونکہ ابن ابی کھل کر سامنے آ گیا تھا اس لیے تمام صحابہ کرامؓ ساری بات سمجھ گئے تھے۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم سچے دل سے اقرار کرتے اور گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں لیکن یہ منافقین آپ ﷺ کو اللہ کا رسول اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر آپ ﷺ کو یقین دلانا چاہتے ہیں درحقیقت یہ اندر سے کافر ہی ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر ایک ایسی مہر لگ چکی ہے جس سے یہ اچھے اور برے میں فرق کر ہی نہیں سکتے۔ ان کا ڈیل ڈول اور لچھے دار گفتگو ایسی ہوتی ہے کہ آدمی دیکھتا اور سنتا ہی رہ جائے لیکن یہ ان لکڑیوں کی طرح ہیں جو کندے کی شکل میں دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی گئی ہوں اور جو کسی مصرف کی نہ ہوں۔ ہر زوردار آواز سے یہ چوکنے ہو جاتے ہیں اور ہر اٹھی ہوئی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کے دین کے دشمن ہیں۔ اللہ ان کو غارت کر دے ان سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نجانے کس طرف الٹے پھرائے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ جب ان منافقین سے یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں وہ اللہ سے تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں گے تو وہ تکبر سے اپنا سر جھٹک کر کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان لوگوں کا کفر، غرور، تکبر اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اگر

آپ ﷺ بھی ان کی معافی کی درخواست کریں یا نہ کریں اللہ اس کو قبول نہ فرمائے گا، نہ ان کو راہ ہدایت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ تم ان مسلمانوں کو اہمیت نہ دو، ان کی امداد اور خرچ بند کر دو تو یہ لوگ تنگ آ کر ادھر ادھر بھاگ جائیں گے۔ فرمایا کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ زمین اور آسمان کے سارے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے لیکن یہ بات منافقین کی سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ فرمایا کہ یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ ساری عزت تو اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے لیکن ابھی ان منافقین کو اس کا علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا وہ زبردست نقصان اٹھائے گا۔ فرمایا کہ ہم نے تمہیں جو کچھ مال و دولت دیا ہے تم اس میں سے موت آنے سے پہلے خرچ کر دو تا کہ تم افسوس کے ساتھ یہ نہ کہو کہ اے ہمارے رب اگر ہمیں تھوڑی سے مہلت اور دی ہوتی تو ہم خوب صدقہ خیرات کرتے اور نیک اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔ فرمایا کہ موت آ جانے کے بعد پھر مہلت نہیں دی جائے گی جو کرنا ہے وہ کر گزرو اللہ تمہارے ایک ایک کام سے اچھی طرح واقف ہے۔

سُورَةُ المُنٰفِقُوْن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ②
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③
وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا
عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ
اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۧ ⑧

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

(اے نبی ﷺ) جب وہ منافق آپ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین البتہ جھوٹے ہیں یہ لوگ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ بے شک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان لا کر پھر انکار کرنے والے بن گئے تو اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اب وہ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ (اے نبی ﷺ) جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے (ظاہری جسم) خوش نما لگتے ہیں اور یہ لوگ (لچھے دار) باتیں کرتے ہیں کہ ان کو سنتے ہی رہیں جیسے وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار سے لگا دی گئی ہیں۔ اور وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف (خطرہ) سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دشمن ہیں آپ ان سے بچ کر رہیے۔ اللہ ان کو غارت کر دے یہ کہاں (الٹے) پھرے جا رہے ہیں۔ اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کے رسول تمہارے لئے بخشش (کی دعائیں) مانگیں تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی اختیار کرتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں دونوں باتیں برابر ہیں۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔ بے شک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہ لوگ وہی تو ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ کے پاس ہیں لیکن منافق تو اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔

وہ (منافقین) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ ساری عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن یہ منافقین اس بات کو نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

طُبِعَ — مہر لگا دی گئی

خُشُبٌ	لکڑیاں
مُسَنَّدَةٌ	سہارا لگائی ہوئی
صَيْحَةٌ	چیخ پکار
يَنْفَضُّوْا	بکھر جائیں گے
اَلْاَعَزُّ	قوت اور زور والا
اَلْاَذَلُّ	کمزور و ناتواں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول ایک کھلا ہوا منافق اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں سب سے آگے تھا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس کی عداوت اور دشمنی سے اچھی طرح واقف تھے لیکن آپ نے کبھی اس کو منافق کہہ کر نہ تو پکارا اور نہ صحابہ کرام نے اس کو اس لقب سے یاد کیا۔ حالانکہ کوئی ایسا موقع نہیں تھا جہاں اس نے حضور اکرم ﷺ کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔

اصل میں نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے مدینہ کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج آپس کی لڑائیوں اور جنگ سے تنگ آ چکے تھے انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی ایک شخص کو ان دونوں قبیلوں کا سردار اور بادشاہ بنا لیا جائے تا کہ اختلاف اور جھگڑے کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔ عبداللہ ابن ابی ایک نہایت چالاک اور عیار آدمی تھا۔ اس نے ایسے طریقے اختیار کئے کہ اوس اور خزرج کے لوگ اس کو اپنا بادشاہ بنانے پر رضا مند ہو گئے۔ انہوں نے بادشاہوں جیسا تاج تیار کر لیا تھا تا کہ باقاعدہ تاج پوشی کی رسم ادا کی جائے۔

ادھر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ منورہ کے وہ حضرات جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو قبول کر لیا تھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اگر چہ ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی مگر انہوں نے جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو مدینہ منورہ آنے کی باقاعدہ دعوت پیش کر دی۔ نبی کریم ﷺ نے انصار مدینہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ جیسے ہی مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر گھر میں آپ ہی کا چرچا شروع ہو گیا۔ پھر آپ نے آتے ہی مہاجرین و انصار کو اخوت و محبت کے رشتے میں اس طرح منسلک کر دیا کہ وہ سگے بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن

سلوک کرنے لگے۔ دوسری طرف آپ نے مدینہ منورہ میں آباد تمام قبیلوں سے باہمی صلح کا ایک ایسا معاہدہ فرمایا تاکہ سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے ایسی فضا پیدا کریں جس سے بیرونی دشمن کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے یا نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوسکے۔ یہ سارے اقدامات ایسے تھے کہ لوگ عبداللہ ابن ابی کی تاج پوشی کو بھول گئے۔ ہوا کا رخ دیکھتے ہوئے عبداللہ ابن ابی نے اسی میں عافیت سمجھی کہ جس طرح اوس وخزرج اور دوسرے قبیلوں کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہورہے ہیں وہ بھی ظاہری طور پر اسلام قبول کرلے۔ چنانچہ اس نے اور اس کے قبیلے کے دو تین سو آدمیوں نے منافقت کے لبادے میں اسلام قبول کرلیا۔ کہتے ہیں چوٹ کھایا ہوا سانپ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ عبداللہ ابن ابی بھی اس بات کو کیسے بھول سکتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی آمد کی وجہ سے اس کی بادشاہت کا تصور چھن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ہر موقع پر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کے مقاصد کو نقصان پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑی۔

☆ جب نبی کریم ﷺ نے بنوقینقاع کی سرکشی اور معاہدہ شکنیوں پر ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا تو بنوقینقاع کی حمایت میں سب سے آگے یہی عبداللہ ابن ابی تھا۔

غزوہ بدر کے بعد جب کفار مکہ نے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف ایک ہزار مسلمان تھے۔ اس موقع پر عبداللہ ابن ابی نے لوگوں میں کفار مکہ کی طاقت کا اس طرح نقشہ کھینچا کہ وہ خود اور اس کے تین سو ساتھی میدان جنگ سے مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اتنے بڑے دشمن کے مقابلے کے وقت اتنی بڑی تعداد کا نکل جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا جس کو نظر انداز کردیا جاتا لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا بھروسہ صرف اس اللہ پر تھا جو ساری کائنات کی قوتوں کا مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ جن کے پاس پوری طرح ہتھیار بھی نہ تھے جنگ شروع ہوتے ہی ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ بعض صحابہ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے اگرچہ غزوہ احد کے اس موقع پر مسلمانوں کی فتح ظاہری شکست سے بدل گئی لیکن پھر تمام صحابہ کرامؓ نے دشمن پر ایسے وار کئے کہ دشمن کے دانت کھٹے کردیئے۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھیوں کے نکل جانے سے اس جنگ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا لیکن عبداللہ ابن ابی نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرکے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے میں کسر نہ چھوڑی۔

اسی طرح جب ۴ھ میں بنونضیر نے غداری اور عہد شکنی کی انتہا کردی اور یہ ثابت ہوگیا کہ بنونضیر مکہ کے کفار کے ساتھ سازش کرکے مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کا پورا بندوبست کرچکے ہیں تو آپ نے بنونضیر کو ان کی عہد شکنی کی سزا دینے کا فیصلہ کرلیا۔ عبداللہ ابن ابی نے بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی جگہ ڈٹے رہیں۔ اس کے پاس دو ہزار ایسے مسلح نوجوان موجود ہیں جو ان کی مدد کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکال دیا اس کے بعد۔ غزوہ بنومصطلق کا موقع تھا کہ ایک دن عبداللہ ابن ابی نے ایک محفل میں اپنے دلی بغض اور دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگو! تم نے ان مسلمانوں کو اپنے وطن میں بلا کر اپنے سروں پر مسلط کیا۔ اپنے مال وجائیداد میں ان کو شریک کیا۔ یہ تمہاری روٹیوں پر پلنے والے اب تمہارے ہی

مقابلے پر آگئے ہیں۔ اگر تم نے اب بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا تو یہ لوگ آگے تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ تم آئندہ سے ان کی کسی طرح مدد نہ کرو اس طرح یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اب تمہیں چاہیے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو باہر نکال دے۔ حضرت زید ابن ارقم جو بچے تھے انہوں نے عبداللہ ابن ابی کی ساری باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے یہ سب باتیں خود سنی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ عبداللہ ابن ابی کی یہ بات پورے لشکر اسلام میں پھیل گئی اور ہر طرف عبداللہ ابن ابی کے خلاف غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

عبداللہ ابن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ ہی تھا۔ وہ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ لیکن آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے اشتعال اور غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ مدینہ کے قریب وادی عقیق میں پہنچے تو عبداللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب باپ پر نظر پڑی تو انہوں نے عبداللہ ابن ابی کی سواری کو بٹھا کر اور اونٹ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم تم مدینہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک اس بات کی وضاحت نہ کر دو کہ عزت والا ذلت والے کو نکال دے۔ بتاؤ اس میں عزت والا کون ہے؟

عبداللہ اپنے باپ کا راستہ روک کے کھڑے تھے جب نبی کریم ﷺ کی سواری پاس سے گذری اور صورت حال معلوم کی تو آپ نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ عبداللہ ابن ابی کا راستہ چھوڑ دو۔ مدینہ جانے دو۔ آپ ﷺ کے حکم کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ لیکن عبداللہ ابن ابی نہایت ذلیل و خوار ہو چکا تھا اور اس کی منافقت پوری طرح کھل کر سامنے آچکی تھی۔ اس موقع پر زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾

ع ۲ / ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ (لوگو!) ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے۔ پھر وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار آپ نے مجھے تھوڑی مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خوب خرچ کرتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ (لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ) جب کسی جاندار کا مقرر وقت آجاتا ہے تو اس کو مزید مہلت نہیں دی جاتی۔ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۱

لَا تُلْهِكُمْ	تمہیں غافل نہ کردے
اَخَّرْتَنِیْ	تو نے مجھے مہلت دی
اَصَّدَّقُ	میں صدقہ کرتا ہوں
اَجَلٌ	موت۔ مدت

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

دنیا کی فانی اور مختصر زندگی میں مال و دولت کی چکا چوند، بیوی بچوں کی محبت اور عیش و عشرت کے سامان انسان کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی سے غافل اور مدہوش کئے رکھتے ہیں۔ خاص طور پر مال و دولت اور بیوی بچے جو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بھی ہیں انسان ان کو مقصد زندگی بنا کر ساری زندگی اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے لیکن جب زندگی کے آخری لمحات شروع ہوجاتے ہیں تو پھر بعض لوگوں کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوجاتی ہے اور وہ اپنے مال و دولت کو اپنی آخرت سنوارنے میں لگانا شروع کردیتے ہیں لیکن اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں آخرت کا یقین ہی نہیں ہوتا اور پوری زندگی فکر آخرت سے بے نیاز ہو کر گذارتے رہتے ہیں جب ان کا کوئی مرض ان کو بالکل پلنگ سے لگا دیتا ہے تو پھر وہ کہتے ہیں کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اور اتنا مال فلاں کار خیر میں لگا دو۔ بے شک اگر کسی کو زندگی کے آخری لمحات میں اتنی بھی فکر ہوگئی تو اس پر اس کو اجر و ثواب ملے گا لیکن ان لوگوں کے لئے بے انتہا اجر و ثواب ہے جو

صحت وتندرستی میں اور بیوی بچوں کی شدید ترین ضروریات کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت سنوارتے ہیں۔ جنہیں زندگی کے آخری لمحات تک بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملتی جب موت کے فرشتے ان کے سامنے آتے ہیں اس وقت انہیں حسرت اور افسوس ہوتا ہے کہ کاش ان کو زندگی میں ہوش آجاتا اور وہ اپنا مال خرچ کر کے اور نیک اعمال ادا کر کے اللہ کے نیک اور مقبول اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔ لیکن وقت گذرنے کے بعد ان کو دوبارہ حسن عمل کی مہلت نہیں دی جاتی۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ وہ کون سا صدقہ ہے جس پر سب سے زیادہ اجر وثواب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (سب سے بہترین صدقہ وہ ہے) جب وہ تندرست وتوانا ہو، آئندہ کی ضروریات اس کے سامنے ہوں اور یہ خوف بھی ہو کہ اگر میں نے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ ڈالا تو بعد میں میں خود ہی محتاج ہو کر نہ رہ جاؤں اس وقت صدقہ کرنا اور خرچ کرنا سب سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹلاتے رہو جب روح تمہارے حلق میں آجائے یعنی تم مرنے لگو۔ اس وقت تم کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اور اتنا مال فلاں کام میں خرچ کر دو (بخاری ومسلم)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے زکوۃ واجب تھی اور اس نے ادا نہیں کی تھی یا حج فرض تھا مگر اس نے ادا نہیں کیا تھا تو وہ موت (کے فرشتے) سامنے آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی تمنا کرے گا کاش میں پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جاؤں یعنی موت سے پہلے مجھے کچھ مہلت مل جائے تا کہ میں صدقہ خیرات کرلوں۔ فرائض سے سبک دوش ہو جاؤں اور صالحین میں سے ہو جاؤں، جو فرائض اور واجبات ہیں ان کو پورا کرلوں، جن مکروہات، محرمات یعنی گناہوں میں مبتلا تھا اس سے توبہ استغفار کرلوں۔ فرمایا کہ موت (کے فرشتے سامنے) آجانے کے بعد پھر کسی کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (معارف)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللّٰہ

سورۃ نمبر ۶۴

التَّغَابُنْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التغابن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	64
کل رکوع	2
آیات	18
الفاظ وکلمات	247
حروف	1122
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کر رہی ہے جو بادشاہ ہے، کائنات کی تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت و طاقت رکھتا ہے۔ اسی نے پیدا کیا۔ پھر کوئی مومن ہے اور کوئی کافر ہے۔ اللہ ہر اس بات سے واقف ہے جسے تم کرتے ہو۔ وہی زمین و آسمان کا خالق برحق ہے۔ اسی نے تمہاری خوبصورت اور اچھی شکل وصورت بنائی ہے اور تمہیں اسی اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اسے ہر اس بات کا علم ہے جو کھلی ہوئی یا چھپی ہوئی ہے وہ تو دلوں کے اندر کے حالات تک سے واقف ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے تمہیں مال اور اولاد عطا کیے ہیں مگر یہ ایک آزمائش بھی ہیں یعنی اگر تم نے اپنے مال صحیح جگہ خرچ کیے اور اپنی اولاد کو گناہوں سے بچانے کی ممکن حد تک کوشش کی تو پھر یہ مال اور اولاد تمہارے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جائیں گے اور اگر ان کا غلط استعمال ہوا تو یقیناً ان کی وجہ سے جہنم کی آگ کو بھگتنا پڑے گا۔ یہ ایک کڑی آزمائش ہے۔

☆ فرمایا تم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں جنہوں نے اپنے کفر و انکار کی وجہ سے اپنی بدعملیوں کا مزہ چکھا اور وہ دردناک عذاب کا شکار ہوئیں۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسول تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے مگر انہوں نے ان کی قدر نہ کی اور حقارت سے کہا کہ کیا ہم جیسا ایک آدمی ہی ہمیں راستہ دکھائے گا؟ انہوں نے جب منہ پھیرا تو اس اللہ نے جو اپنی ذات میں بے نیاز ہے اور ہر تعریف و توصیف کا حق دار ہے اس نے بھی ان سے منہ پھیر لیا ہے۔

☆ وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم مرجانے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ میرے رب کی قسم تم دوبارہ پیدا کیے جاؤ گے۔ وہاں تمہیں وہ تمام باتیں بتادی جائیں گی جو تم دنیا میں کر کے آئے ہو اور یہ بات اللہ کے لیے قطعاً مشکل نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور (قرآن مجید) پر ایمان لے آؤ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ جب تمہیں قیامت کے دن جمع کیا جائے گا تو یہ دن ہار جیت کے فیصلے کا دن ہوگا۔ جو لوگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور (قرآن مجید) پر ایمان لاؤ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کا دن ہار جیت کے فیصلے کا دن ہوگا۔ یقیناً اس دن وہی جیتیں گے جو اللہ و رسول اور اس کے کلام پر ایمان لائیں گے لیکن وہ لوگ جو اس دن ان چیزوں سے خالی ہوں گے وہ ہارے ہوئے بدنصیب لوگ ہوں گے۔

اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے بھلے کام کیے ہوں گے ہم ان کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر کے ایسی حسین جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اہل جنت ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان کی زبردست کامیابی ہوگی۔ لیکن جن بدنصیبوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر و انکار کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کو ایسی جہنم میں ڈالا جائے گا جو بدترین جگہ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے اذن سے آتی ہے۔ ان حالات میں جو بھی ثابت قدم رہے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا۔ اگر اس نے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی تو وہ کامیاب ہوگا۔ لیکن اگر اس نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کا کام یہ ہے کہ وہ ہر بات کو نہایت وضاحت سے کھول کھول کر بیان کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اہل ایمان اسی اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو۔ اگر تم نے معافی اور درگزر سے کام لیا تو یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ اللہ بہت مغفرت کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

☆ فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے لیے ایک آزمائش ہیں۔ اجر عظیم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہے اور کھلے دل سے اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہے تو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے کیونکہ جو شخص بھی دل کی تنگی یعنی کنجوسی اور بخل سے بچ گیا وہی کامیاب و بامراد ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر تم نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قرض حسنہ دیا تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر تمہیں دے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا کیونکہ اللہ اچھے بندوں کے ذرا سے عمل کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ بہت برداشت کرنے والا ہے۔ جو چیز سامنے ہے یا پوشیدہ ہے وہ ہر بات سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ ساری قوتوں کا مالک ہے اور ہر بات کی حکمت کو جاننے والا ہے۔

سورۃ التغابن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ
الْحَمْدُ ۫ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ
فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ②
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ
وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ③ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ
مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④
اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِھِمْ
وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ⑤ ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتْ تَّاْتِیْھِمْ رُسُلُھُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا ۫ فَکَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی
اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ
یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ⑧

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

الثلثة ع ۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۱۰

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اسی نے تمہاری صورتیں شکلیں بنائی ہیں اور خوب بنائی ہیں۔ اور اسی کی طرف تمہارا ٹھکانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو (اس کی) ہر چیز کا علم ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کے حال کا جاننے والا ہے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا تھا پھر انہوں نے اپنے اعمال کے وبال کا مزہ چکھا اور انہیں دردناک عذاب ہونے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ کیا ایک بشر ہماری رہنمائی کرے گا؟ انہوں نے انکار کیا اور منہ پھیر لیا۔ اور اللہ نے بھی ان کی پرواہ نہ کی (کیونکہ) اللہ اپنی ذات میں بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ ان کافروں کا گمان یہ تھا کہ وہ ہرگز دوبارہ اٹھائے نہ جائیں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں۔ میرے رب کی

قسم تم ضرور دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ پھر تمہیں بتا دیا جائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (اے لوگو!) تم اللہ پر اس کے رسول پر اور اس نور (قرآن کریم) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اس دن جب وہ تمہیں جمع ہونے والے دن جمع کرے گا یہی دن تغابن (نفع اور نقصان اور ہار جیت کا دن) ہوگا۔

اور جو اللہ پر ایمان لایا اور اس نے عمل صالح کیا تو اس کے گناہ اس سے دور کر دیئے جائیں گے۔ اور اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ایک بڑی کامیابی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو یہ جہنم والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

صَوَّرَ	اس نے صورت شکل بنائی
لَنْ یُّبْعَثُوْا	وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے
تُنَبَّؤُنَّ	تم ضرور اٹھائے جاؤ گے
اَلتَّغَابُنُ	گھاٹے اور نقصان کا دن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

ہماری دنیاوی زندگی ہار اور جیت کے چکر میں گذر جاتی ہے۔ جیت گئے تو خوشی کا ٹھکانا نہیں ہوتا اور اگر ہار گئے تو غم سے نڈھال اور مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں بالکل واضح طریقہ پر ارشاد فرما دیا ہے کہ اس دنیا کا تغابن

(ہار جیت) کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہار جیت کا اصل میدان قیامت کا ہولناک دن ہے۔ اس دن جو زندگی کی بازی ہار گیا اور شکست کھا گیا وہ انتہائی بدقسمت لوگوں میں سے ہوگا اور جو اپنے بہترین اعمال کے سبب جیت گیا اس کی خوشی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ ہارنے اور جیتنے والے کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر و شرک، فسق و فجور اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑا ہوگا وہ دنیا کے اعتبار سے کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں وہ آخرت کی حقیقی زندگی میں ناکام ترین لوگ ہوں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری، نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کیا ہوگا وہ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے کتنے ہی غریب و مفلس اور ناکام کیوں نہ ہوں وہ آخرت میں کامیاب و بامراد ہوں گے۔

سورۂ تغابن کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر یاد دلایا ہے کہ کائنات کی سلطنت و حکومت اس بادشاہ (اللہ) کے لئے ہے جو تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کی قدرت چھائی ہوئی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ اسی نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جاتی لیکن انسان کا ناشکرا پن یہ ہے کہ دنیا کے معمولی سے کھلونوں سے کھیلتے ہوئے اسی کو حقیقی زندگی سمجھتا ہے اور اللہ کا انکار کر دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے اس کائنات کے نظام کو بنا کر اس میں انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کو آدمی کے دل کا حال تک معلوم ہے اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی اطاعت کی اور ان کا کہا مانا وہ تو کامیاب رہے لیکن جنہوں نے ان کا انکار کیا اور اطاعت سے منہ موڑا۔ اللہ نے ان کو اس طرح تہس نہس کر دیا کہ ان کے خوبصورت مکانات کھنڈروں میں تبدیل ہو کر قصے کہانیاں بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا۔ وہ اور کائنات کے جتنے لوگ مر چکے ہیں یا مریں گے اللہ ان سب کو دوبارہ پیدا کر کے ان سے زندگی کا حساب کتاب لے گا۔

فرمایا کہ لوگو! تم اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے ساتھ جو نور ہدایت یعنی قرآن کریم نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ ہار جیت کے فیصلے کا دن بہت قریب ہے۔ جس میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کی نجات اور گناہوں سے معافی ہوگی اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ کامیاب ترین لوگ ہوں گے لیکن جنہوں نے کفر و انکار کیا ہوگا تو ان کو ایسی جہنم میں ڈال دیا جائے گا جو ایک بدترین ٹھکانا اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہوگی۔ یہ ہے وہ ہار جیت کا میدان جس میں خوش قسمت اور بدقسمت لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱

ع ۲ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

جب تک اللہ کا حکم نہ ہو کوئی مصیبت نہیں آیا کرتی۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے قلب کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم نے (اس سے) منہ پھیرا تو (یاد رکھو) ہمارے رسول ﷺ کی ذمہ داری (صاف صاف کھول کر احکامات کو) پہنچا دینا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں۔ تم ان سے ہوشیار رہو۔ اور اگر (وہ غلطی کرنے کے بعد اس کا اقرار کرلیں تو) ان کو معاف کردو اور درگذر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور اجر عظیم تو اللہ کے پاس ہے۔ لہٰذا تم سے جتنا ممکن ہو اللہ سے ڈرو۔ اس کا حکم سنو۔ فرماں برداری کرو۔ اور خرچ کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو لوگ بخل اور کنجوسی (جیسی بری عادت سے) بچالئے گئے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو اللہ اس کے اجر کو خوب بڑھا دے گا۔ اور تمہاری خطائیں معاف کردے گا۔ وہ اللہ بڑا قدردان اور بہت برداشت کرنے والا ہے۔ وہ ہر چھپے ہوئے اور کھلے ہوئے کا جاننے والا ہے وہ زبردست ہے اور حکمت و دانائی والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

مَا اَصَابَ	نہیں پہنچتی
يَتَوَكَّلُ	وہ بھروسہ کرتا ہے
اِحْذَرُوْا	تم بچو۔ تم ڈرو
تَعْفُوْا	تم معاف کرو گے
تَصْفَحُوْا	تم درگذر کرو گے
اِسْتَطَعْتُمْ	تمہاری استطاعت اور قوت ہوسکے
يُوْقَ	بچالیا گیا
شُحَّ	بخل۔ کنجوسی

يُضٰعِفْهُ	وہ اس کو دو گنا کر دے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

اللہ جو اس کائنات کا خالق، مالک، معبود اور ہر چیز کی حقیقت اور اس کی ہر مصلحت کو جاننے والا ہے اس کے حکم اور اجازت کے بغیر ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ لہذا آدمی پر جو بھی تکلیف اور مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی مشیت کے بغیر نہیں آتی۔ آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ ہر کام کے نتیجے سے بے نیاز اللہ و رسول کی اطاعت کا پیکر بن کر پورے عزم و حوصلے کے ساتھ اپنے کاموں میں لگا رہے اور اس بات کو اپنے دل کا یقین بنا لے کہ کوشش کرنا میرا کام ہے لیکن اس کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کب کس چیز کے ملنے میں فائدہ ہے اور کس چیز میں نقصان۔ اگر آدمی کا بھروسہ اور توکل اسی بات پر ہو جائے تو اس کو ہزاروں غموں سے نجات مل جاتی ہے اور اس کو سکون قلب اور راہ مستقیم عطا کر دی جاتی ہے۔ انبیاء کرامؑ اسی یقین کو پیدا کرنے اور اس کی تربیت کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں جو ان کے راستے پر چلتا ہے وہی کامیاب و بامراد ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ نے بیوی اور بچوں کو آدمی کا امتحان اور آزمائش بنایا ہے۔ اگر آدمی نے اپنے بیوی بچوں کو صراط مستقیم پر چلایا اور ان کی بہتر تعلیم و تربیت کی تو اس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی لیکن اگر آدمی ساری زندگی صرف کھانے پینے، زیب و زینت اور راحت و آرام کے اسباب جمع کرنے میں لگا رہا، نہ اس نے اپنے بیوی بچوں کے اخلاق و کردار پر محنت کی نہ ان کو نیکیوں پر چلایا تو درحقیقت یہی بیوی بچے آخرت میں اس کے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

بعض مفسرین کرامؒ نے ان آیات کا ایک پس منظر بھی لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو سارے مسلمانوں پر ہجرت کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا تھا۔ یہی کسی کے ایمان کا ثبوت تھا کہ وہ اللہ و رسول کی محبت میں اپنے گھر بار، جائیداد، مال و دولت، بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر یا ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائے۔ اس وقت بہت سے وہ مخلص صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی کیونکہ گھر بار بیوی بچوں اور خاندان والوں سے جدائی ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن رہی تھی۔ خاص طور پر بیوی، بچوں کی محبت کہ اگر ان کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا گیا تو نجانے کفار ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگرچہ بیوی بچوں کی محبت تمہارے جذبے کے لئے رکاوٹ بن

رہی ہے لیکن اللہ ورسول کا حکم سب سے اہم ہے۔ اب تم اپنے گھر والوں کے ساتھ درگذر کا معاملہ کرتے ہوئے اللہ ورسول کی محبت پر سب کچھ قربان کردو۔ اللہ کے راستے میں قرض حسنہ دیتے رہو اسی میں دنیا اور آخرت کا فائدہ ہے۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ گے بلکہ راحت ومصیبت سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔ کوئی چیز جاتی رہے تو اس پر صبر کرو اور جب مل جائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ صبر وشکر انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی بھی عجب شان ہے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے۔ صبر وشکر دونوں ہی اس کے لئے نعمتیں ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۶۵

الطّلاق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الطلاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	65
کل رکوع	2
آیات	12
الفاظ وکلمات	298
حروف	1237
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ عائلی یعنی گھریلو زندگی میں کبھی کبھی باہمی اختلافات یا مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہونے سے بات طلاق اور جدائی تک پہنچ جاتی ہے جو حلال ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس کے ضروری مسائل سورہ بقرہ میں بیان کیے گئے تھے۔ اب اس سورۃ میں ان ہی مسائل میں سے بقیہ مسائل کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے تاکہ ان مسائل کی تکمیل ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ کی امت سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! جب لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو وہ ان کی عدت کا خیال کر کے طلاق دیا کریں اور پھر عدت کا بالکل صحیح شمار رکھا کریں یعنی ایسے دنوں میں طلاق نہ دیں جس سے عدت کی مدت طویل ہو جائے اور عدت کے دنوں کا شمار ٹھیک رکھا کریں تاکہ وقت سے پہلے یا بعد میں عدت نہ کھلے اسی لیے فرمایا کہ تم اپنے اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے۔

ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنا ایک ایسا کلام اپنے رسول پر نازل کیا ہے جس کی آیات نہایت واضح اور صاف صاف ہیں تاکہ ہر وہ شخص جو ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرنا چاہتا ہے ہمارا رسول ان کو اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی میں لے آئے گا۔

☆ فرمایا کہ دوران عدت تم ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ البتہ اگر وہ کھلا ہوا گناہ (زنا، بدکاری، بدکلامی جس سے ہر شخص عاجز آ جائے) کریں تو ان کو نکالا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ ان حدود کو پھلانگنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو وہ اپنے ساتھ بڑی زیادتی اور ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم ممکن ہے اس کے بعد آپس میں دوبارہ مل جانے کا کوئی راستہ بن جائے۔

☆ فرمایا کہ وہ عورتیں جب اپنی عدت پوری کر لیں (اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہیں) یا تو ان کو بھلے طریقے سے روک لیں

فرمایا کہ بہت سی ایسی بستیاں تھیں کہ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانیاں کیں تو نہ صرف سختی کے ساتھ ان کا محاسبہ اور گھیراؤ کیا گیا بلکہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کر کے ان کو سخت سزا دی گئی۔ اس طرح انہوں نے قدم قدم پر سخت نقصانات اٹھائے۔ فرمایا کہ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی عقل اور سمجھ ہے وہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور وہ اللہ کے خوف سے ڈرتا رہے گا۔

یعنی رجوع کر لیں یا بھلے اور نیک طریقے سے ان سے جدا ہو جائیں۔

☆ فرمایا کہ (بہت سے قانونی مسائل سے بچنے اور ٹھیک ٹھیک گواہی کے لیے اگر) عدل و انصاف والے دو گواہ بنالیں تو بہتر ہے۔ گواہوں سے فرمایا گیا کہ اگر کوئی گواہی کا موقع آ جائے تو وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی نصیحت ہر اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہو۔ اللہ ایسے لوگوں کے لیے ہر طرح کی مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کی ایسی جگہ سے مدد کی جاتی ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو اللہ پر مکمل بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ اپنے ہر کام کو پورا کر کے چھوڑتا ہے کیونکہ اس نے ہر چیز کے لئے ایک مقدار (تقدیر) مقرر کر رکھی ہے۔

☆ فرمایا تمہاری عورتوں میں سے وہ جنہیں اب حیض آنے کی توقع نہ ہو یا جن کو ابھی حیض آیا ہی نہ ہو ان کے لیے (چاند کے حساب سے) تین مہینے کی مدت مقرر ہے۔ اسی طرح حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ جیسے ہی ولادت ہو جائے گی اس کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔

فرمایا کہ ان تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ نہ صرف ان کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ ان کو اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

☆ فرمایا کہ عورتوں کی عدت کے دوران جیسی جگہ پر بھی تم رہتے ہو اس میں ان کو رکھو اور ان کو تنگ نہ کرو نہ ستاؤ بلکہ حسن معاملہ کرو۔

☆ اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک کھلاؤ پلاؤ جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کا معاوضہ دو۔ اگر باہمی رضامندی سے وہ دونوں کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ جس عورت سے دودھ پلوایا جا رہا ہے اس کی اجرت اس کو دی جائے اور اس معاملہ میں کوئی زیادتی نہ کی جائے۔ ہر شخص اپنی حیثیت اور ہمت کے مطابق خرچ دے گا۔ اگر کوئی صاحب حیثیت ہے تو وہ اس کے مطابق دے اور جس کو کم رزق دیا گیا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ تو اللہ کا نظام ہے کہ وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنگ دستی کے باوجود اللہ اس کو فراخی عطا فرما دے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ تمام احکامات میں اللہ کے حکم کی پوری تعمیل کی جائے۔ کیونکہ نہ جانے کتنی بستیاں ایسی تھیں کہ جب

وہاں کے لوگوں نے اللہ کی نافرمانی اور رسول کی اطاعت سے انکار کیا تو نہ صرف ان کا سختی سے محاسبہ کیا گیا بلکہ ان کو سخت سزا دی گئی۔ اس طرح انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا مزہ چکھا اور انہوں نے قدم قدم پر شدید نقصانات اٹھائے۔ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ اے عقل رکھنے والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔

☆ ایمان والوں سے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنے رسول ﷺ پر ایسا کلام نازل کیا ہے جس کی آیات نہایت واضح اور صاف صاف بیان کی گئی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل کی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں اللہ کے رسول ﷺ انہیں پوری طرح اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئیں۔ فرمایا کہ جو بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح اختیار کرے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ نے اس کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔

☆ اللہ نے اپنی قدرت سے سات آسمان اور اسی جیسی زمین بھی بنائی ہے۔ ان سب میں اللہ کے احکامات نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ ہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اس کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے یعنی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

سُورَۃُ الطَّلَاقِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا
الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ
اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَعَدَّ
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ
اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ
یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ
یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی
اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③
وَالّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ
اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا

عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۞ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞

ع ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

اے نبی ﷺ (آپ اہل ایمان سے کہہ دیجئے) کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرلو تو ان کی عدت کا خیال اور لحاظ رکھتے ہوئے طلاق دو۔

(اور طلاق دینے کے بعد) تم (عدت کی) مدت شمار کرتے رہو۔

اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔

اور تم (ان مطلقہ) عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ عورتیں خود بھی نہ نکلیں۔

سوائے اس کے کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کر بیٹھیں۔

اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔

اور جو شخص اللہ کی حدود سے آگے بڑھتا ہے تو یقیناً وہ اپنے وجود پر ظلم کرتا ہے۔

تمہیں یہ نہیں معلوم کہ شاید (اس طلاق کے بعد) اللہ کوئی نئی صورت حال پیدا کردے۔

پھر جب وہ (ایک یا دو طلاقوں کے بعد) اپنی عدت پوری کر چکیں تو ان کو (شریعت کے قانون کے مطابق) یا تو نیکی کے ساتھ روکے رکھو یا (شریعت کے قانون کے مطابق) ان کو الگ کردو۔

اور بہر حال اپنے (مسلمان) لوگوں میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالیا کرو۔
اور اللہ کے لئے ٹھیک گواہی دو۔
یہ ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔
اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اس کے لئے اللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیتا ہے۔
اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔
اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے (کام بنانے کے) لئے کافی ہے۔
بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔
بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔
اور تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں (یعنی ان کو ماہانہ خون نہیں آتا) اسی طرح وہ لڑکیاں جنہیں خون آنا شروع نہیں ہوا اگر تمہیں شبہ ہو (یعنی عدت کے تعین میں) تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔
اور حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ (اس کے کاموں میں) آسانی پیدا کر دیتا ہے۔
یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔
اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے گناہ اس سے دور کر دیتا ہے (معاف کر دیتا ہے) اور اس کو اجر عظیم عطا کیا جاتا ہے۔
اور فرمایا تم اپنی گنجائش کے مطابق ان کو مکان دو جیسے تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے اذیت نہ پہنچاؤ۔
اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو بچہ کی پیدائش تک ان کا خرچہ برداشت کرو یہاں تک کہ بچے کی پیدائش ہو جائے۔
پھر اگر وہ تمہارے کہنے سے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرو۔
اور آپس میں مناسب طریقے پر مشورہ کرتے رہو۔ اور اگر تم دونوں آپس میں دشواری پیدا

کرو گے تو شوہر کے کہنے سے اس بچے کو دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

جو صاحب حیثیت ہے وہ اپنی حیثیت (وسعت) کے مطابق خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو گئی تو اس تنگ دست کو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کو اس میں سے خرچ کرنا چاہیے۔

اللہ کسی کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو اس نے اس کو دیا ہے۔

تنگ دستی کے بعد اللہ بہت جلد فراخی (وسعت) پیدا کر دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

طَلِّقُوْا — تم طلاق دے دو

اَحْصُوْا — شمار کرو۔ گنو

فَاحِشَةٌ — بے حیائی کرنے والی

يَتَعَدَّ — حد سے بڑھتا ہے

لَاتَدْرِىْ — تجھے معلوم نہیں

لَعَلَّ — شاید کہ۔ امید کہ

يُحْدِثُ — وہ پیدا کر دے گا

بَلَغْنَ — وہ پہنچ گئیں

اَمْسِكُوْا — روک لو

فَارِقُوْا — تم چھوڑ دو۔ جدا کر دو

اَشْهِدُوْا — تم گواہ کرو

ذَوَیْ عَدْلٍ	دو معتبر آدمی
یُوْعَظُ	نصیحت کی گئی ہے
مَخْرَجًا	نکلنے کی جگہ
لَا یَحْتَسِبُ	گمان نہ جائے گا
الّٰئِیْ	وہ عورتیں۔ وہ مونث
یَئِسْنَ	مایوس ہو چکیں
الْمَحِیْضُ	حیض۔ ماہواری
اِرْتَبْتُمْ	تم شک میں پڑ گئے
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ	تین مہینے
لَمْ یَحِضْنَ	حیض (خون) نہیں آیا
اُولَاتُ الْاَحْمَالِ	حمل والی عورتیں
اَنْ یَّضَعْنَ	یہ کہ وہ جن دیں
یُسْرًا	آسانی
یُعْظِمْ	وہ بڑا کر دے گا
اَسْكِنُوْهُنَّ	تم ان عورتوں کو گھر دو۔ سکونت دو
لَا تُضَآرُّوْهُنَّ	ان عورتوں کو نہ ستاؤ

لِتُضَيِّقُوْا	تاکہ ان کی (زندگی) تنگ کردو
تَعَاسَرْتُمْ	تم نے آپس میں اختلاف کیا۔تنگی پیدا کی
تُرْضِعُ	دودھ پلائے گی
ذُوْسَعَةٍ	وسعت والا
قُدِرَ	تنگ کردی گئی
لَا يُكَلِّفُ	وہ ذمہ داری نہیں ڈالتا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

قرآن کریم قیامت تک ساری انسانیت کی فلاح و ترقی اور آخرت کی نجات کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، تہذیب و تمدن کے اصولی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

عام طور پر زندگی سے متعلق احکامات کو مختصر بیان کیا گیا ہے لیکن نکاح، طلاق، عدت، عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ کا نان نفقہ، رہائش اور اگر اولاد ہو تو اس کو دودھ پلانے اور پرورش وغیرہ کے احکامات کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

کیونکہ زندگی کے یہ اہم ترین اور بنیادی مسائل ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ خاندانوں سے مل کر بنتا ہے۔ اگر ہر ایک خاندان پر سکون ہے تو سارا معاشرہ خوش حال ہوگا لیکن خاندانوں اور گھریلو زندگی کی ابتری سارے معاشرہ کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے۔

شریعت اسلامی میں اس اصول کو بنیاد بنایا گیا ہے کہ نکاح کے ذریعہ شہوانی جذبات کی تسکین کے ساتھ نسل انسانی کی بقا و ترقی کا سامان کیا جائے۔ لیکن اگر وقتی شہوانی جذبات کی تسکین تک بات محدود رہے تو اس سے نسل انسانی کی بقا کے لئے شدید خطرات پیدا ہو سکتے ہیں اور خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے نکاح کے ذریعہ جو تعلق قائم ہوا ہے اس کو باقی رہنا چاہیے۔اس کو کھیل تماشا نہ بنایا جائے کیونکہ یہ زندگی کا ایک نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے جس میں مرد کو سب سے زیادہ ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

عورت اور مرد دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حوصلے اور برداشت سے اپنے گھر کو سنبھال کر چلائیں اور کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہونے دیں جس سے یہ تعلق کمزور ہو جائے یا ٹوٹ جائے لیکن اگر آپس کی رنجشیں اور تلخیاں بڑھ جائیں اور بات طلاق تک پہنچ جائے تو اس میں بھی عورتوں کے مقابلے میں مردوں کو زیادہ ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔وہ چاہے تو اس گرہ کو بندھا رکھے یا طلاق کے ذریعہ اس بندھن کو کھول دے۔لیکن اسے اس بات کا دھیان رہنا چاہیے کہ طلاق حلال ہونے کے باوجود اللہ ورسول کو سخت ناپسند ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ" نکاح کرو، طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے اللہ کا عرش بھی کانپ اٹھتا ہے"۔(قرطبی)

حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" زمین پر اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کیا جائے۔اور اللہ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان سب میں اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔(قرطبی)

ان احادیث سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ شریعت نے طلاق دینے کی اجازت دی ہے لیکن اس سے روکا بھی ہے کیونکہ طلاق انتہائی نازک مسئلہ ہے جس سے صرف ایک مرد عورت ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ اولاد اور خاندان کے بے شمار اخلاقی اور قانونی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔لہٰذا اس قانونی حق کو استعمال کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

نادانی اور بے وقوفی میں زندگی کے اس بندھن کو کاٹ کر پھینک دینا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔اس کے لئے شریعت نے ایسے اصول مقرر فرمائے ہیں جن پر عمل کرنے سے زندگی کی اس خطرناک صورتحال سے بچا جا سکتا ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے دور جہالت میں عورت مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا تھی وہ جس طرح اور جتنا چاہتے عورت کی فطری کمزوریوں سے فائدے اٹھاتے رہتے اور عورت کو زندگی بھر ظلم کی چکی میں پیستے چلے جاتے تھے جس پر اسے اف تک کرنے کی اجازت نہیں تھی ایک حیوان اور انسان میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے لیکن دین اسلام نے نکاح، طلاق اور عدت کے ایسے حکیمانہ اصول بیان فرمائے ہیں جن سے عورت پر ظلم و جبر کا دور ختم ہو گیا اور اس کو آبرومندانہ زندگی گذارنے کا حق مل گیا۔

مثلاً عرب کے لوگ عورتوں کو طلاق دیتے اور جب جیسے چاہتے رجوع کر لیتے۔

دین اسلام نے ایک نکاح میں مرد کو صرف تین طلاقوں تک کی اجازت دی ہے وہ اس حق کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے کر ختم کر دے یا ایک ایک کر کے طلاق دے۔ دو طلاقوں تک رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے لیکن تین طلاقوں میں رجوع کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ شرعی کے اس عورت سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں طلاق دینے کے اصول بھی مقرر فرما دیئے تا کہ کوئی شخص جلد بازی میں کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھے جس سے اس کو زندگی بھر پچھتانا پڑے۔

(۲) چونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے اور اس کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہٰذا جب وہ اس بات کو محسوس کرلے کہ اس کی بیوی مسلسل نافرمانی کر رہی ہے اور آپس میں اختلافات بڑھ رہے ہیں تو گھر کی بات گھر میں رکھتے ہوئے اپنی بیوی کو سمجھائے اور نصیحت کرے کہ اگر ہمارے اختلافات اسی طرح بڑھتے گئے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟

(۳) اگر اس کی بیوی شوہر کے سمجھانے کے باوجود پھر بھی اپنی روش زندگی کو تبدیل کرنے پر تیار نہ ہو تو پھر کچھ نفسیاتی طریقے اختیار کئے جائیں مثلاً شوہر اپنا بستر الگ کرلے یا دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دے۔ اس سے دونوں کو سوچنے کا موقع ملے گا کہ آج تعلقات میں ایک دیوار آڑے آئی ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد زندگی کی دیوار آڑے آجائے اور جدائی ہو جائے۔

(۴) اگر اس کی بیوی اس نفسیاتی حربے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس پر سختی کی جائے۔ اگر مارنے کی ضرورت ہو تو شریفانہ طریقے سے مارا جائے تا کہ اس کو کچھ تو ہوش آجائے۔ لیکن اس طرح نہ مارا جائے جیسا کہ آج کل لوگوں نے اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت کی وجہ سے اپنی عورتوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ اس کی ہمیں اسلام نے اجازت دی ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کا انداز جاہلانہ ہے۔ جس کی قطعی اجازت نہیں ہے۔

حکم یہ ہے کہ بیوی کے سر، منہ، سینہ اور نازک جگہوں پر نہ مارا جائے۔ اتنی زور سے نہ مارا جائے جس سے ہاتھ یا کسی چیز کا نشان بن جائے۔ فقہا نے جب ان شرائط پر غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت تو ساری انتہائی نازک ہے اگر کوئی مارتا ہے تو کہاں مارے۔

فرمایا کہ صرف ایک جگہ رہ جاتی ہے اور وہ پیٹھ کے اوپر کا حصہ جو کاندھے کے پاس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد مار پیٹ نہیں ہے بلکہ ہلکے سے کاندھے کے پاس مارنے کا حکم ہے جو ایک شریفانہ مار ہے۔ اس میں جاہلانہ انداز نہیں ہونا چاہیے۔

(۵) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی نصیحت کرنے، نفسیاتی حربوں اور سختی سے بھی باز نہیں

آتی تو پھر گھر کی بات کو خاندان کے بزرگوں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ حکم ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے خاندان کے ایک ایک معتبر بزرگ کو بلا کر اس معاملہ کو سامنے رکھا جائے۔ یقیناً جو خاندان کے بزرگ ہیں وہ دونوں کو سمجھائیں گے۔ اگر پھر بھی اختلافات اپنی جگہ رہتے ہیں تو پھر ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ طلاق دے دی جائے۔

لیکن قرآن کریم اور احادیث میں طلاق دینے کا طریقہ متعین کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

(۶) اپنی بیوی کو ایسے طہر (پاکی کی حالت) میں صرف ایک طلاق دی جائے جس میں اس سے صحبت نہ کی گئی ہو اور حاملہ بھی نہ ہو۔ کیونکہ اگر حیض (ناپاکی کے ایام) میں طلاق دی جائے گی تو وہ طلاق پڑ جائے گی لیکن اس سے اس کی بیوی کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ وجہ یہ ہے کہ جس حیض کی حالت میں اس کو طلاق دی گئی ہے نہ تو وہ مدت شمار ہوگی۔ اور حیض کے بعد پاکی کی حالت میں بھی اس کی مدت شمار نہ ہوگی جب اس کو حیض آئے گا تو اس کی عدت کی مدت شروع ہوگی۔ اس طرح تین حیض کے بجائے اس کی عدت چار حیض تک پہنچ جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اگر پاکی کی حالت میں صحبت کی جائے گی تو اس کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس صحبت میں کوئی حمل ٹھہرا ہے یا نہیں۔ اگر حمل ٹھہر گیا تو پھر عدت اس وقت تک طویل ہو جائے گی جب تک اس عورت کے ہاں ولادت نہ ہو جائے۔ اگرچہ حیض اور حمل کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے لیکن عورت کو اس تکلیف سے بچایا گیا ہے کہ اس کو ناحق اتنی تکلیف کیوں پہنچے۔ ایک یا دو طلاقیں دیئے جانے کے بعد یہ عورت عدت شروع کر دے گی، اسی گھر میں رہے گی اور اس کا نان نفقہ بھی شوہر کے ذمے ہوگا۔ اگر شوہر چاہے تو اس عدت کے دوران یا بعد میں اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ رجوع کرنے کے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ "میں نے رجوع کر لیا ہے" یہ کہتے ہی رجوع ہو جائے گا۔

اگر اس موقع پر دو معتبر گواہ بھی بنا لئے جائیں تو بہتر ہے تاکہ فریقین میں سے کوئی انکار نہ کر سکے اور اگر کسی وقت یہ معاملہ کسی عدالت میں پہنچ جائے تو گواہی دونوں کو فائدہ دے گی۔

ایک طلاق دینے میں میاں بیوی دونوں کا فائدہ ہے۔ مثلاً شوہر عدت میں یا عدت گزر جانے کے باوجود جب چاہے اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور بغیر کسی نکاح اور حلالہ کے دونوں پھر سے گھر آباد کر سکتے ہیں۔

عورت کو یہ فائدہ ہے کہ وہ عدت گذارنے کے بعد اگر کہیں اور شادی کرنا چاہتی ہے تو وہ اس معاملہ میں بالکل آزاد ہے لیکن اگر پہلا شوہر رجوع کرنا چاہتا ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ زندگی تجربات کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت پہلے شوہر کی طرف آجائے لیکن اگر آنا نہ چاہے تو کوئی اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔

(۷) جس طرح ایک طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے اسی طرح دو طلاقیں دینے کے بعد بھی مرد کا یہ حق

باقی رہتا ہے کہ وہ رجوع کرلے۔لیکن دو طلاقوں کی عدت گذرنے کے بعد دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔

(۸) اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دیدی تو یہ دونوں غیر بن جائیں گے۔اب اس وقت تک رجوع نہیں کیا جا سکتا جب تک یہ عورت پہلے شوہر کی عدت گذار کر کسی اور مرد سے شادی نہ کرلے اور اگر وہ کسی وجہ سے طلاق دیدے یا دوسرا شوہر مر جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گزار کر یہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔اسی کو "حلالہ شرعی" کہا جاتا ہے۔اس حلالہ شرعی کے علاوہ پہلے شوہر کی طرف لوٹنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔

(۹) اس موقع پر یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ مذکورہ طریقہ جو شریعت نے بتایا ہے وہی احسن طریقہ ہے لیکن سب سے بد ترین طریقہ وہ ہے کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں اور معاملہ ایک لمحے میں ختم کر دیا جائے۔اس کو نبی کریم ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔مسئلہ کی رو سے اگرچہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں لیکن امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ایک ناجائز فعل ہے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس بات پر بھی اجماع امت ہے کہ اگر ایک وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں اس کی بیوی اس کی غیر بن جاتی ہے اور اس کی عدت شروع ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات غلط فہمی کی بنا پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ایک وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یعنی عورت پر کوئی بھی طلاق نہیں پڑتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔

اس کے لئے وہ حضرت رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔واقعہ یہ تھا کہ حضرت رکانہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو حلف دے کر پوچھا کہ کیا ان کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی۔ جب انہوں نے حلفیہ بیان دیا تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حق دیدیا۔(ابوداؤد۔ترمذی۔ابن ماجہ۔دارمی۔حاکم)

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دیدی کہ جب ان کی بیوی کو حیض (خون) آرہا تھا۔حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے اور اسے اپنی زوجیت میں رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد حیض آئے۔اس حیض سے بھی پاک ہو جائے۔اس وقت اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس پاکی کے زمانہ میں جب کہ اس سے صحبت نہ کی گئی ہو طلاق دیدے۔یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آیت میں حکم دیا ہے۔(بخاری و مسلم)

حضرت رکانہ کی روایت کے متعلق تو عرض ہے کہ درحقیقت انہوں نے ایک ہی طلاق دی تھی۔بقیہ دو الفاظ تو انہوں نے تاکید کے طور پر کہے تھے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنتے ہی یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ یہ تین طلاقیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہے جیسا کہ آجکل

لوگ سنتے ہی کہہ دیتے ہیں بلکہ آپ نے پہلے ان سے اچھی طرح پوچھا چونکہ یہ بھرپور اعتماد کا دور تھا جس میں صحابہ کرامؓ خود بھی احتیاط کرتے تھے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا یقین دلا دیا تو آپ نے ان کی بات مان کر تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ والی روایت کے متعلق عرض ہے کہ انہوں نے بھی درحقیقت حیض کی حالت میں ایک ہی طلاق دی تھی۔ دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے اس کی تفصیل بتاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں تین طلاقیں دیدیتا تو کیا پھر بھی رجوع کرسکتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی۔ (معارف)

نبی کریم ﷺ کے دور میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مختصر دور خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا کہ جب کوئی کہہ دیتا کہ میں نے درحقیقت ایک ہی طلاق دی ہے تو اس کو مان لیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق کے ابتدائی دو سالوں تک اسی پر عمل ہوتا رہا لیکن جب حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ لوگ اب احتیاط نہیں کرتے اور تین طلاقیں دے کر اس کو ایک بیان کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے گا تو اس میں نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ ظاہری الفاظ پر عمل کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں اکثر صحابہ کرامؓ حیات تھے۔ اگر حضرت عمرؓ کا فیصلہ غلط ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس کو نہ مانتے چونکہ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو گویا اسی پر اجماع امت ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حیض اور حمل کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق پڑ جائے گی لیکن یہ گناہ ہے کیونکہ اس میں عورت کی مدت بہت طویل ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صریح اور واضح الفاظ میں طلاق دے گا تو جتنی طلاقیں دے گا وہ پڑ جائیں گی اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہے لیکن اگر الفاظ طلاق نہ ہوں تو اس میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی مثلاً اگر ایک شخص نے سخت غصے کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس موقع پر شوہر سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری بات کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ وہ تو میں نے غصے میں اپنی بیوی کو دھمکانے اور ڈرانے کے لئے کہہ دیا تھا میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو پھر اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں پڑے گی اور اگر وہ ہاں کہتا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق بائن (جدائی کی طلاق) پڑ جائے گی۔

(۱۰) چونکہ طلاق کا معاملہ انتہائی نازک ہے جس سے خاندانی اور کئی قانونی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے طلاق کے الفاظ کہنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ دور جہالت میں عربوں کا یہ حال تھا کہ وہ جتنی مرتبہ چاہتے طلاق دیدیتے اور عدت

ہی میں رجوع کر لیتے۔اس طرح وہ عورتوں کو ستایا کرتے تھے۔دین اسلام نے طلاق کے حق کو تین الفاظ تک محدود کر دیا ہے تا کہ سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کیا جائے۔

(۱۱) ایک وقت میں تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو وہ اس پر پڑ جائیں گی اور وہ عورت مرد ایک دوسرے کے لئے غیر ہو جائیں گے۔چونکہ آدمی غصے میں تین طلاقیں دے کر پچھتا تا ہے اور اپنے فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو پھر وہ فتوے پوچھتا پھرتا ہے تا کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی۔

میرے نزدیک طلاق دینے سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی ایک حرام کام کو جائز کرنے کی فکر میں لگ جائے اور اس پر عمل بھی شروع کر دے۔حالانکہ تین طلاقیں دینے کے بعد اب اس بیوی کی واپسی کا طریقہ ایک ہی ہے کہ پہلے یہ عورت عدت پوری کرے۔عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس سے صحبت کرے پھر کسی وجہ سے اس کا دوسرا شوہر اس کو طلاق دے یا مر جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

یہ درحقیقت میاں بیوی کے لئے ایک سزا ہے۔شوہر کے لئے تو یہ کہ اس کی بیوی کسی دوسرے سے نکاح اور صحبت کرے اور بیوی کو سزا اس لئے مل رہی ہے کہ اس نے ایسے حالات کیوں پیدا کئے جس سے بات طلاق تک پہنچ گئی اور اس کا گھر ٹوٹ گیا۔ میاں اور بیوی دونوں کے لئے یہ سزا برابر ہے۔

(۱۲) مدخولہ (جس سے صحبت کر لی گئی ہو) اگر اس کو حیض (ماہانہ خون) آتا ہو اور طلاق دی گئی ہو تو تین حیض گذارنے کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔عدت گذرنے کے بعد عورت اپنے بارے میں اپنی مرضی سے معروف طریقے پر کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے۔

(۱۳) وہ خواتین جن کو زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے خون نہ آتا ہو یا ابھی خون آنا شروع نہ ہوا ہو تو ان کی عدت کی مدت (چاند کے حساب سے) تین مہینے ہے۔

(۱۴) اگر کسی لڑکی کا نکاح ہوا اور ابھی تک مرد نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا اور اس کو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت نہیں ہے۔وہ چاہے تو طلاق کے بعد اسی وقت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

(۱۵) جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت (چاند کے حساب سے) چار مہینے اور دس دن ہے۔ہر مہینہ تیس دن کا شمار ہوگا۔

(۱۶) ایک یا دو طلاقوں کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس موقع

پر دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالے۔ گواہ بنانا لازمی اور ضروری نہیں ہے۔لیکن اگر گواہ بنالے گا تو اس سے دونوں میاں بیوی کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ اس طرح نہ تو شکوک وشبہات پیدا ہوں گے اور نہ وہ دونوں انکار کریں گے۔

فرمایا کہ سچے مومنوں سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے مفاد کے لئے جھوٹ بولیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ ان کے کسی فعل کو کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اللہ تو ان کے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

(۱۷) یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ عدت کے ایام کو شمار کرنے کا اہتمام کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عدت ختم کرلی جائے۔ یہ ذمہ داری مرد اور عورت دونوں کی ہے۔

﴿عورت کا نان نفقہ اور سکونت﴾

(۱۸) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دیدی گئی ہوں اس کے زمانہ عدت میں نان و نفقہ اور رہائش دینا یہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔

(۱۹)۔ طلاق ایک ہو یا دو یا تین ہر حالت میں مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانے پینے کے اخراجات اور رہائش کی سہولتیں بہم پہنچائے۔ جس گھر میں شوہر رہتا ہے اسی میں اس کی مطلقہ بیوی بھی رہے گی۔ اس عدت کے دوران شوہر کو یا شوہر کے عزیزوں کو اس بات کا قطعاً اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کو اس گھر سے نکالیں۔ البتہ اگر وہ عورت کوئی کھلا ہوا گناہ یا بدکاری کرے یا اس قدر زبان دراز ہو کہ اس کی زبان سے سب عاجز ہوں تو اس کو اس گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر ہی کی ہوگی۔

﴿بچے کو دودھ پلانا﴾

(۲۰) اگر طلاق دینے کے بعد کوئی بچہ موجود ہو تو اس بچے کی کفالت اور دودھ پلوانے کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اگر وہ مطلقہ عورت اپنے بچے کو دودھ نہ پلانا چاہے تو مناسب اجرت پر دوسری کسی عورت کے ذریعے دودھ پلوانا جائز اور ضروری ہے۔ مطلقہ بیوی کے نان نفقہ، سکونت اور بچے کے دودھ پلوانے میں مرد کی آمدنی اور حیثیت کا لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی پر اس کی ہمت اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

سورۃ الطلاق کی ان آیات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر ایک معاملہ میں اللہ کا خوف غالب رہنا چاہیے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا تقویٰ، خوف اور ڈر رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے اور ان پر ایسے مقام سے کرم ہوں گے جہاں ان کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ انسانی تعلقات میں خوف الٰہی بنیاد ہے۔ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کاموں میں

برکت نازل کئے جانے کا سبب ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝٩ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝١٠ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝١١ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝١٢

ع ۲ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۲

اور کتنی ہی بستی والوں نے اپنے رب کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانیاں کیں تو ہم نے ان سے نہایت سخت حساب لیا۔

اور ان کو ایسا عذاب دیا جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا۔

پھر انہوں نے اپنے کاموں کے وبال کا مزہ چکھا۔

اور ان کے کاموں کے انجام میں نقصان وخسارہ ہی رہا۔
اللہ نے ان کے لئے سخت ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔
تو اے عقل والو! جو ایمان لا چکے ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔
بے شک اللہ نے تمہارے پاس ایک نصیحت بھیجی ہے۔
وہ ایسے رسول ﷺ ہیں کہ وہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں جو بالکل صاف اور واضح ہیں تا کہ وہ اللہ کے حکم سے ایمان والوں اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔
اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور عمل صالح اختیار کرتا ہے تو اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
بے شک اللہ نے ان کے لئے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔
اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ان ہی کی طرح زمینوں کو بھی پیدا کیا ہے۔
وہ ان تمام آسمانوں اور زمین میں اپنا حکم نازل کرتا رہتا ہے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۲

كَاَيِّنْ — کتنے ہی۔ بہت سے

عَتَتْ — نافرمانی کی۔ سرکشی کی

حَاسَبْنَا — ہم نے حساب لیا

نُكْرًا — برا۔ انوکھا

اُولِی الْاَلْبَابِ	عقل والے
اَحْسَنَ	اس نے زیادہ خوبصورت کر دیا
اَحَاطَ	اس نے گھیر لیا

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۲

طلاق، عدت، نان نفقہ، عورت کی رہائش وغیرہ کے احکامات بیان کرنے کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ یہ وہ احکامات ہیں جن پر پوری سنجیدگی سے عمل کرنا سب اہل ایمان کی ذمہ داری ہے۔ ان حقوق کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اگر اللہ کے احکامات کو نظر انداز کر کے ان سے منہ پھیرا گیا تو انہیں اپنے سے پہلے گذری ہوئی نافرمان قوموں کے عبرت ناک انجام کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

جب اللہ نے ان قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تو انہوں نے ان کی اطاعت کے بجائے ان کو جھٹلایا، ان کی نافرمانی کی اور اللہ کے احکامات کی پروا نہیں کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور ان قوموں کو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا کہ ان کی زندگیاں اور ان کا بنایا ہوا معاشرہ، تہذیب و تمدن اور بلند و بالا عمارتیں کھنڈر بن گئیں۔ یہ تو ان پر دنیا کے اعتبار سے عذاب تھا آخرت میں ان کا کتنا بھیانک انجام ہے اس کا اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو تمہاری ہدایت و رہبری کے لئے بھیجا ہے جن کے ساتھ وہ عظیم کتاب ہے جسے وہ نہایت وضاحت سے پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں تاکہ ان پر ایمان لانے والوں کو زندگی کے اندھیروں سے نکال کر اس حقیقی روشنی میں لے آئیں جس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

فرمایا کہ جو بھی ان پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرے گا تو اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس میں ہر طرف سرسبزی و شادابی، بہتی نہریں، اعلیٰ ترین رزق اور ہمیشہ کی زندگی عطا کی جائے گی۔

فرمایا کہ یہ اس اللہ کا سچا وعدہ ہے جس نے سات آسمان اور ان ہی جیسی سات زمینیں پیدا کی ہیں یا زمین کے سات

طبقات پیدا کئے ہیں۔ اتنی بڑی زمین اور آسمان کا کوئی ایسا ذرہ نہیں ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔ اس کائنات میں ہر طرح کی طاقت وقوت صرف اللہ کی ہے وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے سورۂ طلاق کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر وتشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦٦

التَّحْرِيْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التحریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	66
کل رکوع	2
آیات	12
الفاظ وکلمات	253
حروف	1124
مقام نزول	مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے اس لیے اگر آپ سے کہیں بھول ہو جاتی تھی تو اللہ کی طرف سے آپ کی فوری رہنمائی فرمادی جاتی تھی۔ آپ نے محض ازواج کے کہنے کی وجہ سے شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اگر آپ کو اس سے مطلع نہ کیا جاتا تو شہد کا استعمال ممنوع ہو جاتا۔

☆ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے اپنی ازواج کے پاس ان کی خیریت معلوم کرنے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی سب ہی ازواج آپ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ ان کے پاس رہیں تاکہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرسکیں۔ جب نبی کریم ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو میٹھی چیز بہت پسند ہے وہ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے شہد تیار رکھتیں آپ ﷺ جیسے ہی تشریف لاتے تو حضرت زینبؓ آپ ﷺ کو شہد پیش کرتیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ اور ازواج کے مقابلے میں حضرت زینبؓ کے پاس زیادہ رک جاتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر رشک آتا۔ میں نے حضرت حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ ﷺ تشریف لائیں تو ہم یہ کہیں کہ کیا آپ ﷺ نے مغافیر (گوند جیسا جس میں کچھ بدبو بھی ہوتی تھی) استعمال فرمایا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کو بدبو سے دلی نفرت تھی تو حضرت عائشہؓ اور پھر حضرت حفصہؓ کے کہنے کے بعد آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ آج کے بعد میں شہد استعمال نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کو برا نہ لگے یا ان کی دل شکنی نہ ہو آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ تم اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ مگر حضرت حفصہؓ نے اس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ تم نے یہ بات حضرت عائشہؓ کو کیوں بتائی؟ حضرت حفصہؓ نے حیرت اور تعجب سے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ بات کس نے بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے جو ہر بات کا جاننے والا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے سورۃ التحریم کی آیات

اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو بتا دیا کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے کسی کا بیٹا، بیوی اور بھائی ہونا کافی نہیں ہے۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا اور حضرت لوطؑ کی بیوی نافرمان تھے تو انہیں نبی کی بیوی اور بیٹا ہونا کام نہیں آیا لیکن فرعون جیسے ظالم کی بیوی حضرت آسیہ جو ایمان لے آئی تھیں اللہ نے ان کا ذکر بڑی شان سے کیا ہے۔ حضرت مریم جنہوں نے ہمیشہ اپنی آبرو کی حفاظت کی تھی ایمان اور عمل صالح کو زندگی بنایا تھا تو اللہ نے ان کو عظیم مقام عطا فرمایا۔ معلوم یہ ہوا کہ جنت کی ابدی راحتوں کے لیے ایمان اور عمل صالح بنیاد ہے۔

نازل فرمائیں۔

چونکہ آپ کی ذات ایک بہترین نمونہ زندگی ہے اس لیے اللہ نے ان آیات میں آپ کو مطلع فرمادیا کہ اللہ نے جس چیز کو حرام نہیں کیا اس کو اگر آپ ﷺ اپنے اوپر حرام کرلیں گے تو سب مسلمان ایک حلال چیز کو حرام سمجھنے لگیں گے اس لیے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ کسی چیز کو حلال یا حرام جائز یا ناجائز قرار دینا یہ اللہ کا کام ہے نبی کا یہ کام نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے ایک حلال چیز کو محض اپنی بیویوں کی خاطر کیوں حرام کرلیا ہے؟ بہر حال اللہ تو معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ اس لیے اس نے قسم کھانے کے بعد (اگر وہ صحیح نہ ہو تو) اس پابندی سے باہر نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب نبی ﷺ نے ایک بات مکمل راز داری کے ساتھ اپنی ایک بیوی کو بتائی۔ اس نے اس راز کی بات کو ظاہر کردیا تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس سے مطلع کردیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنی ان بیوی سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کس نے دی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس اللہ نے یہ بات بتائی ہے جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ازواج سے فرمایا کہ اگر تم دونوں نے اس سے توبہ کرلی تو تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ اس معاملہ میں تمہارے دل بھٹک گئے تھے۔

☆ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کوئی جتھا بندی کی تو اللہ اس کے فرشتے جبرئیل، تمام صالح اہل ایمان اور سارے فرشتے اس کے ساتھ اس کے مددگار ہیں۔

☆ اگر وہ تم سب کو طلاق دیدیں تو اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ تم سے بہتر بیویاں ان کو عطا کرسکتا ہے جو ہوسکتا ہے تم سے بھی زیادہ بہتر ہوں۔ وہ بھی سچی مسلمان، ایمان والیاں، اطاعت و فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزے رکھنے والیاں، کنواری اور بیوہ وہ سب کچھ دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو چند اور بنیادی باتوں سے ان کی رہنمائی فرمائی ہے تاکہ ہر مومن اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکے فرمایا

☆ ایمان والو سے فرمایا کہ! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس زبردست آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر

ہوں گے۔اس آگ پر ایسے ہیبت ناک اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور ان کو جب اور جیسا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی پوری طرح تعمیل کرتے ہیں۔فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ آج معذرتیں پیش کرنے کا دن نہیں ہے بلکہ جو کچھ تم نے کیا ہے آج اس کے بدلے کا دن ہے۔جس نے جیسا کچھ کیا ہوگا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

☆ اہلِ ایمان سے فرمایا کہ!تم ایسی توبہ کرو جو سچی اور خالص توبہ ہو۔وہ اللہ ایسا مہربان ہے کہ ممکن ہے وہ تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے اور ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔اس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا۔ان کے اعمال کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا۔ان کی زبانوں پر ہوگا کہ الٰہی!اس نور اور روشنی کو آخر تک قائم رکھیے گا۔ہم سے درگزر فرمایئے کیونکہ ہر چیز پر آپ ہی کو قدرت حاصل ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے کیونکہ آخر کار ان کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا وہ جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال پیش کی ہے۔وہ دونوں ہمارے صالح اور نیک بندے تھے وہ اگرچہ ان کی زوجیت میں تھیں مگر انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تھی تو اللہ کے مقابلے میں وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ان کی بیویوں سے کہہ دیا گیا کہ تم آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ جاؤ۔اس کے برخلاف فرعون جیسے ظالم کی بیوی (حضرت آسیہ) کی مثال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی الٰہی! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں میرا گھر اور ٹھکانا بنا دیجئے۔مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لیجئے اور ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے۔فرمایا کہ عمران کی بیٹی حضرت مریمؑ کی زندگی بھی ایک مثال ہے جنہوں نے اپنی آبرو کی حفاظت کی۔پھر ہم نے ان کے اندر اپنی روح پھونک دی۔اس نے اپنے پروردگار کے احکامات اور ارشادات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار بن کر رہی۔

مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی بڑی قدر و قیمت ہے۔اونچی نسبت بھی اسی وقت کام دیتی ہے جب ایمان اور عمل صالح کی زندگی بھی ہو۔

سورۃ التحریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰۗىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰۗىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

اے نبی ﷺ! اللہ نے جو چیزیں آپ کے لئے حلال کی ہیں آپ ان چیزوں کو اپنی

(بعض) بیویوں کی خوشنودی کے لئے اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں؟ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بے شک اللہ نے تمہارے لئے اپنی قسموں کو کھول دینے (اور کفارہ ادا کرنے) کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمہارا مالک ہے۔

وہی جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی سے (چپکے سے) راز داری کے ساتھ ایک بات کہی۔

پھر جب اس بیوی نے وہ راز کی بات دوسری سے کہہ دی اور اللہ نے ان کو (اپنے پیغمبر کو) اس کی اطلاع دیدی تو پیغمبر نے اس راز کھولنے والی بیوی کو بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ کو نظر انداز کر دیا۔

پھر جب (اللہ کے نبی نے) اس بیوی کو بتایا تو وہ تعجب سے کہنے لگیں کہ میرا اس پوشیدہ بات کو ظاہر کر دینا آپ کو کس نے بتا دیا۔

(نبی ﷺ نے) کہا مجھے بڑے علم جاننے والے نے بتا دیا جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ اگر تم دونوں نے اللہ کے سامنے توبہ کر لی تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل (حق سے) مائل ہو رہے ہیں۔

اور اگر نبی کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی اسی طرح مددگار بنوگی تو (یاد رکھو) نبی کا رفیق اور مددگار اللہ ہے۔ جبرئیل، نیک اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کے مددگار ہیں۔

اور اگر وہ نبی ﷺ تمہیں طلاق دیدیں تو اللہ تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں ان کو دیدے گا۔

جو فرماں بردار، ایمان والیاں، اطاعت گذار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں، کچھ بیوائیں اور کچھ کنواریاں ہوں گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لِمَ تُحَرِّمُ کیوں حرام کرتا ہے

اَحَلَّ	اس نے حلال کر دیا
تَبْتَغِیْ	تو طلب کرتا ہے۔ چاہتا ہے
فَرَضَ	اس نے طریقہ قاعدہ بنا دیا
تَحِلَّةَ	کھول ڈالنا
اَیْمَانٌ	قسمیں
مَوْلٰی	مالک
اَسَرَّ	چپکے سے کہا
حَدِیْثًا	بات
اَظْهَرَہٗ	اس نے ظاہر کر دیا
مَنْ اَنْبَاَکَ	کس نے تجھے بتا دیا
اِنْ تَتُوْبَآ	اگر تم دونوں نے توبہ کر لی
قَدْ صَغَتْ	یقیناً پلٹ گئی۔ پلٹ گئے
تَظٰهَرَا	تم دونوں مل گئے۔ تم دونوں مل گئیں
ظَهِیْرٌ	مددگار
قٰنِتٰتٌ	ادب سے جھکنے والیاں
تٰٓئِبٰتٌ	توبہ کرنے والیاں

عٰبِدٰتٍ	عبادت کرنے والیاں
سٰئِحٰتٍ	روزہ رکھنے والیاں
ثَیِّبٰتٍ	بیوہ عورتیں۔شوہر سے جدا ہو جانے والیاں
اَبْکَارًا (بِکْرٌ)	کنواریاں

تشریح: آیت نمبر ا تا ۵

چونکہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر عمل امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے اس لئے جب بھی کوئی ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا موقع مل سکتا تھا تو فوراً ہی اللہ کی طرف سے آپ کی رہنمائی کی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی یعنی ایک حلال چیز کو آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً حکم آ گیا کہ آپ شرعی طریقے کے مطابق اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دیں تا کہ آپ کے جاں نثار اس کو تقویٰ کا پہلو سمجھ کر شہد کھانے سے پرہیز نہ کرنے لگیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تقریباً روزانہ عصر کی نماز کے بعد سب ازواج مطہرات کے پاس ان کی خبر گیری کرنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ام المومنین حضرت زینبؓ آپ کے لئے شہد کا شربت تیار رکھتیں۔ ایک دن کچھ زیادہ دیر ہوگئی اور آپ ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہر گئے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کو آپ سے ایسی محبت وعقیدت تھی کہ جب آپ عصر کے بعد اپنے گھر تشریف لاتے اور حضرت زینبؓ آپ کو شہد کا شربت پلاتیں اس میں دیر ہو جاتی تو ان سے یہ دیر بھی برداشت نہ ہوتی۔

ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ تشریف لے جائیں تو وہ یہ کہے کہ آپ نے مغافیر (ایک خاص قسم کا گوند جس میں کچھ بو ہوتی ہے) نوش فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے منہ سے کچھ بو آ رہی ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔

چونکہ آپ کو فطرۃً بدبو سے نفرت تھی تو آپ نے قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد نہ پیوں گا۔ آپ نے حضرت حفصہؓ سے رازدارانہ انداز سے یہ بات کہی تاکہ یہ بات حضرت زینبؓ تک نہ پہنچے ورنہ انہیں اس سے رنج ہوگا۔ حضرت حفصہؓ نے اس بات کا ذکر حضرت عائشہؓ سے بھی کردیا۔

اس پر اللہ کی طرف سے سورۃ التحریم کی زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں اور آپ کو وحی خفی کے ذریعہ بتادیا گیا کہ حضرت زینبؓ نے اس بات کو راز نہیں رکھا بلکہ اس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کردیا ہے۔

جب آپ نے اس بات کا ذکر حضرت حفصہؓ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ سے یہ بات کس نے کہی؟ تو آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ جاننے والے (اللہ تعالیٰ) نے اس سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ کو اس بات سے اتنا رنج تھا کہ آپ نے حضرت حفصہ کو طلاق دینے کا ارادہ تک کرلیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیج کر اس طلاق سے روک دیا اور فرمایا کہ وہ بہت عبادت گذار اور روزوں کی پابند ہیں آپ ان کو طلاق نہ دیں کیونکہ ان کا نام جنت میں آپ کی ازواج کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر مظہری)

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنی قسم کو توڑ کر ایک غلام آزاد کردیا۔

☆ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی قسم کھا کر اس کو توڑ دے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ کفارہ یہ ہے کہ

(۱) ایک غلام آزاد کیا جائے۔

(۲) غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو تو دس آدمیوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا یا دس غریبوں کو پہننے کا لباس دیا جائے۔

(۳) اگر ان میں سے کوئی چیز بھی میسر نہ ہو تو تین روزے رکھے جائیں۔

نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت ایک غلام تھا آپ نے اس کو آزاد کردیا اور اپنی قسم توڑ دی۔

☆ ان آیات میں ازواج مطہرات کے اعمال و اخلاق کی اصلاح اور تربیت مقصود تھی تاکہ وہ کسی بھی راز کی حفاظت میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرکے امت کے لئے ایک بہتر نمونہ چھوڑیں۔

☆ فرمایا گیا کہ نبی کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ محض اپنی بیویوں کی رضا و خوشنودی کے لئے جائز چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ آنے والے لوگ اس کو اسوہ حسنہ سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ لہذا آپ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا فرمائیں۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

☆ آپ کی دونوں ازواج سے فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات سے تکلیف پہنچی ہے لہذا تم دونوں اس سے توبہ کرو۔ قرآن کریم میں تو دونوں ازواج مطہرات کے نام نہیں بتائے گئے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ وہ دونوں ازواج کون تھیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں جن سے کہا گیا ہے کہ وہ دونوں توبہ کریں۔

☆ جب ایسا نازک وقت آتا ہے کہ جہاں طلاق کی بات ہو تو عورتوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہمارے شوہر نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم سے بہتر ان کو کوئی بیوی نہ مل سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات اس خیال میں نہ رہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ نے ان کو طلاق دیدی تو اللہ ان سے بہتر بیویاں ان کو نہیں دے گا۔

فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو تم سے بہتر بیویاں ان کو دے سکتا ہے جو تقویٰ، پرہیز گاری اور حسن عمل میں ان سے بھی بہتر ہوں گی۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٧ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

ع ۱ / ۱۹

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا
نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٨ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ
الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ۝٩ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ
وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ
مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝١٠ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ
فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ
مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝١١ لا وَمَرْيَمَ
ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝١٢ ع

وقف لازم

ع ۵ ۲ / ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۲

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اس آگ پر طاقت وقوت والے فرشتے مقرر ہیں۔

اللہ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) اے کافرو! آج کے دن تم کوئی عذر پیش نہ کرو۔ تمہیں

ان ہی اعمال کی سزا دی جائے گی جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں رسوا نہ کرے گا۔

ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا۔ (اور وہ دعا کر رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخر تک رکھئے گا۔ ہمیں معاف کر دیجئے گا۔ بے شک آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (آخر کار) ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

اللہ نے ان کافروں کے لئے لوطؑ اور نوحؑ کی بیویوں کا حال بیان کیا ہے کہ وہ ہمارے خاص بندوں کے نکاح میں تھیں ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں بندے (حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ) اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکے۔

اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کیا ہے۔

جب (حضرت آسیہ نے) دعا کی اے میرے رب! میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنا دیجئے۔ اور مجھے فرعون (کے شر) سے اور اس کے (کافرانہ) اعمال سے محفوظ فرمایئے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے۔

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے ان کے (چاک گریباں میں) پھونک ماری۔ اور انہوں نے اپنے رب کے پیغامات اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے ہوگئیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۱۲

قُوْٓا	بچاؤ
غِلَاظٌ	سخت کلام
شِدَادٌ	زبردست۔ طاقت والے
لَا یَعْصُوْنَ	وہ نافرمانی نہیں کرتے
یُؤْمَرُوْنَ	حکم دیئے گئے
لَا تَعْتَذِرُوْا	تم بہانے مت ڈھونڈو
تَوْبَةً نَّصُوْحًا (نَصُوْحٌ)	سچی توبہ
یُکَفِّرُ	وہ اتار دے گا۔ دور کردے گا
لَا یُخْزِیْ	رسوانہ کرے گا
یَسْعٰی	دوڑتا ہے
اَتْمِمْ	پورا کردے
جَاهِدْ	جہاد کرنے والا
اُغْلُظْ	سختی کر
مَاْوٰی	ٹھکانا
ضَرَبَ اللّٰهُ	اللہ نے (مثال) بیان کی
اِمْرَاَتُ	عورت۔ بیوی

تَحتَ عَبدَینِ	دو بندوں کے نیچے
خَانَتَا	دونوں نے خیانت کی
اِبنِ لِی	میرے لئے بنا دے
اَحصَنَت	محفوظ رکھا
فَرج	شرم گاہ
نَفَخنَا	ہم نے پھونک ماری
اَلقٰنِتِینَ	ادب سے بندگی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۲

کسی انسان کی اس سے زیادہ غفلت، نادانی اور بھول کیا ہوگی کہ وہ اپنے بیوی، بچوں اور رشتہ داروں کی محبت میں حق و صداقت کا راستہ چھوڑ کر باطل کو گلے لگالیتا ہے اور آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے دنیا کی راحتوں اور اسباب میں گم ہو جاتا ہے۔ لیکن جن کے دل میں ایمان اور عمل صالح کی تڑپ موجود ہوتی ہے وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ناپائیدار زندگی کے اسباب کو جائز حد تک اختیار کرتے ہیں اور دنیا کی چکا چوند میں گم ہونے کے بجائے اپنی آخرت کو یاد رکھتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے ان ہی حقائق کو بیان فرمایا گیا ہے۔ فرمایا اے ایمان والو! تم خود بھی شریعت کے احکامات کے مطابق تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرو۔ خود بھی نیکیوں پر قائم رہو اور اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو بھی نیکیوں پر چلا کر جہنم کی اس ہیبت ناک آگ سے بچانے کی کوشش کرو جس میں اللہ کے نافرمان لوگ اور پتھر ایندھن کے طور پر جھونک دیئے جائیں گے۔ اور اس جہنم پر ایسے طاقت ور اور سخت مزاج فرشتے مقرر کئے جائیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنا جانتے ہوں گے اور قطعاً نافرمانی نہیں کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی خوشامد کر کے نکلنا بھی چاہے گا تو اس جہنم سے نکل نہ سکے گا کیونکہ جہنم پر مقرر فرشتے صرف ان احکامات کی تعمیل کرتے ہیں جن کا حکم ان کو اللہ کی طرف دیا جاتا ہے۔ کفار و منافقین جب اس ہیبت ناک جہنم کو

دیکھیں گے تو طرح طرح کے عذر پیش کریں گے لیکن اس دن کسی کا عذر قبول نہ کیا جائے گا۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ سے توبہ کرو لیکن ایسی توبہ جو خالص اور سچی توبہ ہو جس میں پھر گناہ کی طرف جانے کا خیال تک نہ آئے۔ فرمایا کہ اگر تم ایسی سچی توبہ کرو گے تو اللہ نہ صرف تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا بلکہ تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ اپنے نبی اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا بلکہ پل صراط پر جانے کے لئے اس اندھیرے میں ایک ایسا نور عطا فرمائے گا جوان کے آگے آگے اوران کے داہنی جانب دوڑ رہا ہوگا۔ جب اہل ایمان یہ دیکھیں گے کہ کفار اندھیروں میں دھکے کھا رہے ہیں تو وہ اہل ایمان اللہ سے دعا کریں گے کہ الٰہی ہماری اس روشنی اور نور کو آخر تک قائم رکھئے گا تا کہ ہم بھی ان کفار کی طرح اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھانے لگیں۔ ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف کر دیجئے بے شک آپ کو ہر چیز پر پوری طرح قدرت حاصل ہے۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے، پلٹ آنے اور رجوع کرنے کے آتے ہیں یعنی اپنے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت کے ساتھ آئندہ کا یہ عزم کہ میں اس گناہ کے پاس نہ جاؤں گا یہ سچی توبہ ہے جو بھی ایسی سچی توبہ کرتا ہے اللہ اس کو دنیا اور آخرت کی رحمتیں عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن ابی حاتم نے زر بن حبیش کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی ابن ابی کعب سے پوچھا کہ ''توبہ نصوحاً'' کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم وشرمندہ ہو اور پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔ (ابن جریر)

سیدنا عمر فاروقؓ نے ''توبہ نصوحاً'' کی تعریف یہ کی ہے کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو در کنار اس کے دوبارہ کرنے کا ارادہ تک نہ کرے۔ (ابن جریر)

سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی توبہ واستغفار کے الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ''توبۃ الکذابین'' (جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے)۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہئیں۔

(۱) جو کچھ ہو چکا اس پر شرمندگی اور ندامت

(۲) جن فرائض میں غفلت ہوئی ہے ان کی ادائیگی

(۳) اگر کسی کا حق مار لیا ہو تو اس کو واپس کرنا

(۴) اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگنا

(۵) آئندہ اس بات کا عزم کرنا کہ میں اس گناہ کو دوبارہ نہیں کروں گا

(٦) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اسی طرح گھلانا جس طرح اس نے گناہ میں اپنے آپ کو مبتلا کیا ہوا تھا۔ نفس کو اللہ کی اطاعت کا مزا چکھانا جس طرح اس نے اب تک اپنے نفس کو گناہ اور معصیت کا مزہ چکھا رکھا تھا۔ (کشاف)

خلاصہ یہ ہے کہ سچی توبہ کرنے سے انسان کے گذشتہ گناہ اس طرح معاف ہو جاتے ہیں جیسے اس نے گناہ کئے ہی نہ ہوں۔ توبہ کرنے کے بعد اگر بشری کمزوری کی بنا پر پھر اسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو پہلے سے زیادہ احساس ندامت کے ساتھ اپنے اس گناہ کی معافی مانگے اور اس بات کا عزم کرلے اور کہے الٰہی! مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ مغفرت کرنے والے مہربان ہیں میں آئندہ نہیں کروں گا۔ امید ہے کہ اللہ ایسے شخص پر رحم و کرم نازل کرتے ہوئے اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اگر کفار سے جنگ ہو جائے تو پھر ان سے رعایت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سختی سے نمٹا جائے اور ان کو اپنے کئے ہوئے اقدام کی سخت سزا دی جائے تاکہ اس سے دوسروں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ فرمایا کہ آخر کار ان کفار اور منافقین کا اصل ٹھکانا جہنم کی بھڑکتی آگ ہے لیکن کفر و شرک سے معافی مانگ کر اور توبہ کر کے نجات بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

چوتھی اور آخری بات یہ فرمائی گئی کہ کفار مکہ جن کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبروں کی اولاد ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ آدمی کے اگر اعمال صحیح نہ ہوں اور وہ کفر و شرک میں مبتلا ہو تو پیغمبروں کی نسبت اور ان کی اولاد ہونا بھی کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔

کفار کو عبرت دلانے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی جس کا نام ''داغلہ'' تھا اور حضرت لوطؑ کی بیوی جس کا نام ''والہہ'' تھا یہ دونوں پیغمبروں کی بیویاں تھیں جنہوں نے ایمان کی راہ میں پیغمبروں کا ساتھ نہ دیا بلکہ کفار کا ساتھ دیا تو ان کو پیغمبروں کی نسبت ان کے کام نہ آئی اور پیغمبروں کی بیویاں ہونے کے باوجود پیغمبر بھی ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے۔

معلوم ہوا کہ کفر و شرک ایسی بدترین چیزیں ہیں کہ اگر نبی کی بیوی، بیٹا اور کوئی رشتہ دار بھی اس میں مبتلا ہو تو پیغمبروں کی سفارش اور نسبت بھی ان کے کام نہیں آسکتی۔

حضرت نوحؑ کی بیوی کا یہ حال تھا کہ جو بھی ایمان لاتا وہ جا کر کفار کو اس کی اطلاع کر دیتی۔ حضرت لوطؑ کی بیوی کفار کو ہر آنے جانے والی کی خبر دے دیا کرتی تھی۔ یہ ایک سخت بد دیانتی اور خیانت تھی جس کو اللہ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں بدکار نہیں تھیں بلکہ بد دیانت اور خائنہ تھیں اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں پیغمبروں کی بیویوں نے خیانت کی تھی جس کی سزا یہ دی گئی کہ حضرت نوحؑ کی بیوی

اور بیٹا دونوں کفار کے ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے اور حضرت لوطؑ کی بیوی کافروں کے ساتھ اللہ کے عذاب کا شکار ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بیویوں کا ذکر کر کے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ فرعون جو اللہ اور رسول کا سخت دشمن تھا جب اس کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم نے کفر سے توبہ کر کے حضرت موسیٰؑ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان قبول کیا تو اللہ نے ان کو جنت کا اعلیٰ مقام دینے کا وعدہ فرمایا کیونکہ وہ فرعون جیسے کافر وظالم کی بیوی ضرور تھیں لیکن ان کے ایمان اور عمل صالح نے ان کو اتنا بلند مقام عطا کیا کہ فرعون جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا اور اس کی بیوی حضرت آسیہ جنت کے باغوں میں راحت و آرام کے ساتھ رہیں گی۔

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ حضرت مریم بنت عمران جو بچپن سے جوانی تک پوری طرح پاک دامن اور بے داغ رہیں جنہوں نے اپنی عزت آبرو کی حفاظت کی جب انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات جو فرشتوں کے ذریعہ ان تک پہنچتے تھے ان کی تصدیق کی اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائیں تو اللہ نے ان کو بھی جنت کا اعلیٰ مقام دینے کا وعدہ فرمایا۔

اصل چیز ایمان اور عمل صالح ہے یہی چیز انسان کو نجات دلانے والی ہے۔ بڑوں اور بزرگوں کی نسبت بھی تب ہی کام آتی ہے جب ایمان اور عمل صالح ہو۔

اسی بات کو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ تم یہ مت سمجھنا کہ تم بنت محمد ﷺ ہو اور تمہاری نجات ہوگی بلکہ تمہارے اعمال تمہیں نجات دلائیں گے۔ حضرت فاطمہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کو بھی نجات اعمال کی وجہ سے ملے گی تو آپ نے فرمایا ہاں مجھے بھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۶۷

المُلْک

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الملک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	67
کل رکوع	2
آیات	30
الفاظ وکلمات	335
حروف	1359
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الملک مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل کی جانے والی ان سورتوں میں سے ہے جس میں غفلت اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے انسان کو خواب غفلت سے جگا کر زمین و آسمان اور اپنے اچھے یا برے اعمال پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے ایک مرتب اور منظم نظام کو بنا کر اس کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے تا کہ جو لوگ ان کی باتوں پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کریں ان کو قیامت کے دن جنت کی ابدی راحتیں عطا کر دی جائیں اور جن لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت سے انکار کیا ان کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

> اللہ نے فرمایا کہ اس دنیا میں رہ کر ہر شخص کو عمل کرنے کی آزادی ہے۔ آخرت میں اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اس دنیا میں اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اللہ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت کر کے اپنے لیے آخرت کا سامان کر لیں گے لیکن وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جو قیامت میں خالی ہاتھ پہنچیں گے اور گناہوں کے بوجھ ان کی پیٹھ پر رکھے ہوئے ہوں گے۔

اللہ جس نے تہہ در تہہ یعنی اوپر تلے سات آسمان بنائے وہ بہت ہی برکت اور عظمت والی ذات ہے۔ اگر ان آسمانوں کی تخلیق اور پیدائش پر کوئی انسان غور کرے بار بار غور کرے تو اس کی نظریں تھک جائیں گی لیکن اس کو کہیں کسی جگہ بے ترتیبی یا بدنظمی نظر نہ آئے گی۔

اللہ نے دنیا کے آسمان کو چراغوں (چاند، سورج اور ستاروں) سے روشن کر رکھا ہے۔ اگر کوئی شیطان ان آسمانوں کی طرف آ کر کچھ چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر شہاب ثاقب یعنی آگ کے گولوں کی بارش کر دی جاتی ہے۔

زمین کے متعلق بتایا کہ تم اس زمین میں چل پھر کر اور محنت کر کے اپنا رزق تلاش کرتے ہو۔ اللہ نے اس میں پہاڑوں کا بوجھ رکھ کر ایک خاص توازن قائم کر دیا ہے ورنہ زلزلے اور تیز وتند ہوائیں ہر چیز کو برباد کر کے رکھ دیتیں۔ اس نے

جہنم ایک ہولناک مقام ہے۔ جب دوزخیوں کو اس دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان پر اللہ کے ایسے فرشتے مقرر ہوں گے جو کسی کے رونے چلانے سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ وہی کریں گے جس کا ان کو حکم دیا جائے گا۔ جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ جہنم ایک ڈراونی آواز میں دھاڑنا شروع کردے گی کہ جیسے وہ غصے سے پھٹی جارہی ہے۔ اس کے برخلاف اہل جنت جنت کی تمام راحتوں میں پرسکون اور عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہوں گے۔

اس میں پانی کے ذریعہ سرسبزی وشادابی پیدا کی۔ فرمایا کہ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو اس نے انسان کے تابع کردیا یعنی اس کے کام میں لگا دیا تا کہ وہ ایک مقرر وقت تک اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی کا ہر سامان حاصل کر سکے اور اس میں اپنے بہترین اعمال کے ذریعہ وہ جنت کی ابدی راحتوں کا حق دار بن سکے۔

اللہ نے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر زمانہ میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے جن لوگوں نے ان کی بات مان کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا ہے اسی ایک اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کیا ہے۔ ان کے لیے معافی، درجات کی بلندی اور اجر عظیم تیار کیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کا راستہ منتخب کر کے رسولوں کو جھٹلایا ہے قیامت میں ان کو سوائے شرمندگی اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے اور کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ جہنم ایک ہیبت ناک مقام ہے چنانچہ جب ان جہنمیوں کو اس آگ میں ڈالا جائے گا تو جہنم اس قدر ڈراونی آواز میں دھاڑنا شروع کرے گی کہ جیسے وہ غصے سے پھٹی جارہی ہے۔

فرمایا کہ اس پر ایسے سخت مزاج اور حکم کی تعمیل کرنے والے فرشتے مقرر ہوں گے جن کا کام صرف یہی ہے کہ ان کو جو کچھ حکم دیا جائے وہ اس کی تعمیل کریں یعنی کسی کے رونے، چلّانے اور فریاد کرنے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

وہ فرشتے ان جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے اور برے انجام سے آگاہ کرنے والے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ پیغمبر تو آئے تھے مگر ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کوئی کتاب یا حکم نازل نہیں کیا یہ سب تمہاری گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور اس طرح ہم بھٹک گئے۔

وہ نہایت افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ کاش ہم ان کی باتوں کو مان لیتے تو آج یہ بدترین دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ فرمایا جائے گا کہ تم نے خود ہی اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے۔ تمہاری اس سوچ پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس کے بعد جب ان کو جہنم کے قریب لایا جائے گا تو ان منکرین کے چہرے بگڑ جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جس کا تم مطالبہ اور تقاضا کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے۔

دنیا میں اللہ کے پیغمبران کو اس دن کے برے انجام سے ڈرایا کرتے تو وہ مذاق اڑانے کے لیے کہا کرتے تھے کہ آخر وہ

قیامت کب آئے گی اور اس کا عذاب کیسا ہوگا؟ فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا جواب دیا جائے گا اور وہ اس جہنم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر سخت شرمندہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں عطا کی ہیں جن پر تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ تمہارے مقابلے میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اس درجہ پر سننے، دیکھنے اور سوچنے کی طاقت نہیں رکھتیں۔ فرمایا کہ تاریخ انسانی پر نظر ڈالو کہ جب کسی قوم نے اللہ کی نافرمانی کی اس کا انجام دنیا ہی میں کتنا بھیانک اور خراب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے پوچھا ہے کہ

☆ وہ اللہ جو اس نظام کائنات کو اپنی قدرت سے چلا رہا ہے اگر وہ تمہیں زمین کے اندر دھنسا دے تو کیا تم کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس سے بچا سکتے ہو۔ تم اتنے بے فکر اور بے خوف کیوں ہو گئے ہو؟

☆ جس اللہ نے زمین میں توازن بنایا ہے اگر وہ بے وزن کر دے تو کیا یہ زمین زلزلوں اور جھٹکوں کا شکار نہ ہو جائے گی؟

☆ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہارے اوپر طوفانی اور پتھر برسانے والی ہوائیں بھیج کر تمہیں تباہ و برباد کر دے؟

☆ اگر وہ رحمٰن تمہارا رزق روک لے تو کیا کوئی اور ذات یا طاقت ہے جو تمہارے لیے رزق کے دروازے کھول دے گی؟

☆ پانی جس سے تمہاری زندگی وابستہ ہے اگر وہ اس کو زمین کے نیچے لے جا کر غائب کر دے تو کیا کوئی اس کے سوتوں کو جاری کر سکتا ہے؟

☆ رحمٰن کے لشکر کے سوا دوسرا کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے؟

☆ تمہیں سوچنے کے لیے دل و دماغ سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں کس نے عطا کی ہیں؟

☆ فضاؤں میں پرندے کبھی پر کھولتے اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں ان کو کس ذات نے فضاؤں میں سنبھال رکھا ہے؟

☆ فرمایا کہ اگر کسی کو اللہ ہی کسی مصیبت میں پھنسا دے تو اس سے چھٹکارا دلانے والا سوائے اللہ کے اور کون ہے؟

مسلمانوں کے بدخواہوں سے فرمایا ہے کہ اللہ مومنوں پر رحم و کرم کرے یا سزا دے اس سے تمہیں کیا غرض ہے؟ تمہیں تو اپنی فکر ہونی چاہیے جب وہ ان کافروں کو عذاب دے گا تو اس وقت ان کو بچانے والا کون ہوگا؟

یقیناً ان سب باتوں کا جواب ایک ہی ہے کہ وہ اللہ جو اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے ہر طرف اسی کی قدرت اور طاقت ہے وہی بناتا ہے اور وہی اپنے نافرمانوں کو ان کے برے انجام تک پہنچاتا ہے۔

فرمایا کہ تم اللہ کو زور سے پکارو یا آہستہ، وہ ہر وقت ہر شخص کی فریاد کو سنتا ہے۔ وہ ہر بات کو نہایت باریکی سے دیکھ کر باخبر رہتا ہے۔ فرمایا کہ تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس سے پہلے ہی اس کی تیاری کر لی جائے کیونکہ وہاں عمل کرنے کا وقت نہیں ہوگا۔ عمل کرنے کے لیے دنیا کا میدان ہے جو یہاں بے عملی کا شکار ہوگا اسے قیامت کی ہمیشہ کی زندگی میں کبھی سکون نہ ملے گا۔

سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبٰرک الذی بیدہ الملک وھو علٰی کل شیءٍ قدیر ﴿۱﴾ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفور ﴿۲﴾ الذی خلق سبع سمٰوٰتٍ طباقا ما ترٰی فی خلق الرحمٰن من تفٰوتٍ فارجع البصر ھل ترٰی من فطور ﴿۳﴾ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر ﴿۴﴾ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجوما للشیٰطین واعتدنا لھم عذاب السعیر ﴿۵﴾ وللذین کفروا بربھم عذاب جھنم وبئس المصیر ﴿۶﴾ اذا القوا فیھا سمعوا لھا شھیقا وھی تفور ﴿۷﴾ تکاد تمیز من الغیظ کلما القی فیھا فوج سالھم خزنتھا الم یاتکم نذیر ﴿۸﴾ قالوا بلٰی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیءٍ ان انتم الا فی ضلٰلٍ کبیر ﴿۹﴾ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر ﴿۱۰﴾

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾

ع ۱ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۴

وہ بڑی برکتوں والا ہے جس کے ہاتھ میں (پوری کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون زیادہ بہتر ہے۔

وہ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔ اسی نے اوپر تلے سات آسمان بنا دیئے۔ (غور سے دیکھو تو) اس کی تخلیق میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ پھر ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھو تو تمہاری نگاہ تمہاری طرف تھک کر اور پلٹ کر واپس آجائے گی۔

اور یقیناً ہم نے ہی دنیا کے آسمان کو چراغوں سے زینت وخوبصورتی دی ہے اور ہم نے (ان ہی میں) شیطانوں کو مار بھگانے کے لئے (شہاب ثاقب) کو بھی بنایا ہے اور ہم نے ہی ان (شیاطین) کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے عذاب جہنم تیار ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

جب یہ (کفار ومشرکین) اس جہنم میں ڈالے جائیں گے تو یہ لوگ خوفناک اور ناپسندیدہ آوازیں سنیں گے اور وہ جہنم جوش مار رہی ہوگی کہ جیسے وہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔

جب ان میں سے ایک گروہ کو ڈالا جائے گا تو حفاظت کرنے والے فرشتے ان سے پوچھیں

گے کہ کیا تمہارے پاس (اس دن کے عذاب سے) ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو وہ کہیں گے کہ یقیناً ہمارے پاس (اس دن کے عذاب سے) ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا تھا اور ہم نے کہا تھا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اور تم (خود ہی) بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ وہ کہیں گے کاش ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔ (اس طرح) وہ کافر اپنے جرم کا اقرار کرلیں گے۔ اور پھر یہ جہنم والے اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔

بے شک جو لوگ اپنے رب کو بن دیکھے اس سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا پکار کر کہو۔

بے شک وہ دلوں کے حال کا جاننے والا ہے۔ سنو! کہ جس نے پیدا کیا ہے وہی (اپنی مخلوق کو) جانتا ہے اور بہت باریکی سے خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١ تا ١٤

تَبٰرَکَ	برکت والا
یَدٌ	ہاتھ
یَبْلُوْا	وہ آزماتا ہے
اَیُّکُمْ	تم میں کون
اَحْسَنُ عَمَلاً	عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر
طِبَاقًا	ایک پر ایک
تَفٰوُتٍ	فرق

اِرْجِعْ	لوٹا لے
فُطُوْرٌ (فَطَرٌ)	شگاف۔ دراڑ
کَرَّتَیْنِ	بار بار
یَنْقَلِبْ	پلٹ کر آئے گا
خَاسِئًا	ذلیل ورسوا
حَسِیْرٌ	تھکا ماندہ
مَصَابِیْحُ (مِصْبَاحٌ)	چراغ
رُجُوْمًا	مارنے کی چیز
اُلْقُوْا	ڈالے گئے
سَمِعُوْا	انہوں نے سنا
شَهِیْقًا	زبردست ڈراؤنی آواز۔ دھاڑنا
تَفُوْرُ	جوش مارتی ہوگی
تَکَادُ	قریب ہے
تَمَیَّزُ	پھٹ پڑے گی
اَلْغَیْظُ	غصہ
فَوْجٌ	جماعت۔ گروہ
سَاَلَ	اس نے پوچھا

خَزَنَةٌ	حفاظت کرنے والا۔نگران
لَوْ كُنَّا	اگر ہم ہوتے
اِعْتَرَفُوْا	انہوں نے اقرار کیا
سُحْقًا	دور دور
اَسِرُّوْا	تم چھپاؤ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۴

اس سورت میں اللہ کی ذات، صفات اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ہر طرح کی برکتوں، عظمتوں اور تمام بھلائیوں اور کائنات میں ہر طرح کے اختیارات کا مالک و مختار ہے۔

اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے اور زندگی اور موت کے درمیانی وقفہ کو انسان کی آزمائش بنادیا ہے تاکہ اس آزمائش اور امتحان کے ذریعہ یہ دیکھا جا سکے کہ کون زیادہ حسن عمل پیش کرتا ہے اور کون اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر میدان حشر میں پہنچتا ہے۔

اسی کی ساری طاقت و قوت ہے وہ دینے پر آئے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور نہ دے تو کوئی اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔ وہی ہر ایک کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ یہ کائنات اسی نے بنائی ہے وہی اس کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔

اسی نے اوپر تلے سات آسمان اس طرح بنائے ہیں کہ انسان جب بھی ان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھے گا اس میں بار بار غور و فکر کرے گا تو وہ کہہ اٹھے گا کہ واقعی اللہ کا ایک مضبوط نظام ہے جس میں کہیں بدنظمی، بے ترتیبی اور بے ربطی نہیں ہے۔ اس میں کہیں کوئی فرق اور شگاف محسوس نہ کر سکے گا۔ وہ ان آسمانوں اور زمین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

اسی نے چاند، سورج اور ستاروں کی روشنی سے آسمان کو اس طرح سجا کر ہر طرف حسن و خوبصورتی کو بکھیر دیا ہے کہ کہیں ویرانی نظر نہیں آتی۔ غیب کی خبریں حاصل کرنے کے لئے اگر جنات اور شیاطین آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان پر جلتے انگاروں (شہاب ثاقب) کی بارش کردی جاتی ہے جس سے ان کو آسمانوں سے دور بھگا دیا جاتا ہے۔

کفار و مشرکین کے سادہ ذہن رکھنے والوں کو کاہن اپنے اندازوں سے جھوٹی سچی باتیں ملا کر بیان کرتے اور عام لوگ ان پر یقین کر لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنات اور شیاطین اول تو آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے لیکن اگر وہ کسی طرح آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کی خبر لینے کے لئے تیار رہتے ہیں جن کے ذریعہ ان کو آسمانوں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یہ کاہن دنیا کی ادنیٰ دولت کمانے کے چکر میں لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ان کاہنوں اور شیاطین اور جنات کو جہنم کے قریب پہنچایا جائے گا۔ وہ جہنم ان شیاطین اور کاہنوں کو دیکھ کر ایسی دہشت ناک اور ناپسندیدہ آواز نکالے گی کہ جیسے وہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔ اس وقت ان پر ایک ہیبت سوار ہوگی کیونکہ جہنم کا غصہ سے چلانا اور بھڑکتی آگ ان کے ہوش ٹھکانے لگا دے گی۔

اس وقت فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا آج کے دن کے عذاب سے ڈرانے والے اور خبردار کرنے والے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ہمارے پاس آئے تھے انہوں نے ہمیں اس دن کے عذاب سے ڈرایا بھی تھا مگر ہم نے ان کی بات کو اہمیت نہ دی۔ ہم نے ان کو جھٹلایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب کچھ تم اپنی طرف سے کہہ رہے ہو اللہ نے تو ایسا کوئی حکم نازل نہیں کیا۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ تم خود ہی بھٹکے ہوئے لوگ ہو۔ وہ کفار و مشرکین بڑی حسرت، ندامت اور ناامیدی کے ساتھ کہیں گے کہ کاش ہم ان کی بات سن کر اس کو قبول کر لیتے تو آج یہ جہنم کی آگ اور رسوائی نصیب نہ ہوتی۔

جب یہ کفار و مشرکین اپنے کئے ہوئے جرم کا اعتراف کر لیں گے تو اللہ کے حکم سے فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے اس جہنم کی طرف لے جائیں گے جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہوں گے جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی بات مان کر خوف الٰہی کے ساتھ محتاط زندگی اختیار کی ہوگی ان سب کو جنت کی راحتیں، اللہ کی طرف سے مغفرت اور اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ ہر شخص کو حسن عمل پیش کرنا چاہیے اور اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی قندیلوں کو روشن رکھنا چاہیے وہ ہر چیز کا خالق ہے اسے ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے کوئی کسی بات کو کھلم کھلا کہے یا چھپا کر کہے اس سے کوئی بات اور کوئی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو اس کی گہرائی تک پہنچ کر دیکھتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمُ
الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِىۡ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ وَ
اِلَيۡهِ النُّشُوۡرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ
الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ ﴿۱۶﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ
يُّرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ كَيۡفَ نَذِيۡرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدۡ
كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا
اِلَى الطَّيۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقۡبِضۡنَ ؔؕ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ
اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍۢ بَصِيۡرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّكُمۡ
يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِىۡ غُرُوۡرٍ ۚ ﴿۲۰﴾
اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ يَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ ۚ بَلۡ لَّجُّوۡا
فِىۡ عُتُوٍّ وَّنُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ
اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۲﴾
قُلۡ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَ
الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قُلۡ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى
الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا۔ (تمہارے کام میں لگا دیا) تاکہ تم اس کے چاروں طرف چلو پھرو اور اس کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ۔ (وہی تو ہے) جس کی طرف تمہیں زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔

کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ جو (آسمان و زمین کا مالک) ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ زمین اچانک لرزنے لگے۔ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے پھر تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔

ان سے پہلے جو لوگ گذر گئے ہیں وہ بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں۔ پھر (دیکھو) ان کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ اپنے اوپر اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ جو پر پھیلا کر دوبارہ اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں ان کو سوائے اللہ کے اور کون روک کر رکھتا ہے۔ بے شک وہی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ کے سوا اور کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے۔ یہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اگر تمہارے رزق کو روک لے تو بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق پہنچائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کافر اپنی ضد اور سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ شخص جو اوندھے منہ چل رہا ہو زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھی راہ پر سیدھ باندھ کر چل رہا ہو؟

آپ ﷺ فرما دیجئے کہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کئے۔ مگر تم میں سے بہت تھوڑے سے ہیں جو (اللہ کی نعمتوں پر) اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا رکھا ہے۔ اور تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

ذَلُوْلٌ اطاعت گذار۔ فرماں بردار

اِمْشُوْا	تم چلو پھرو
مَنَاكِبُ (مَنْكَبٌ)	کاندھے
اَلنُّشُوْرُ	(مرنے کے بعد) دوبارہ زندہ ہونا
اَنْ يَّخْسِفَ	یہ کہ وہ دھنسا دے
تَمُوْرُ	ملنے لگے
يُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
حَاصِبًا	پتھر برسانے والی ہوا
اَلطَّيْرُ	پرندہ
يَقْبِضْنَ	وہ سکیڑ لیتے ہیں (بازو سکیڑ لیتے ہیں)
مَا يُمْسِكُ	نہیں تھامتا ہے
جُنْدٌ	لشکر
غُرُوْرٌ	دھوکا۔ فریب
لَجُّوْا	وہ اڑ گئے
عُتُوٌّ	سرکشی
مُكِبًّا	گرا ہوا
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت پر
سَوِيًّا	سیدھا
اَنْشَاَ	اس نے پیدا کیا

ذَرَاَ — اس نے پھیلا دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان اپنی بعض ان نعمتوں اور قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے جو ہر شخص کے لئے ایک آزمائش اور امتحان ہیں۔ جو بھی اس آزمائش کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے اس کے لئے آخرت کی کامیابیاں ہیں اور جو شخص اسباب اور عیش و آرام کو زندگی سمجھ کر ان میں الجھ گیا اور کفر و شرک کے راستے پر چل پڑا وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا بھی کامیاب کیوں نہ سمجھا جاتا ہو آخرت کی حقیقی زندگی میں ایک بدقسمت انسان ہے۔ فرمایا کہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کا سارا نظام اس کی قدرت سے چل رہا ہے۔ اللہ نے زمین و آسمان، ہواؤں اور فضاؤں کو انسان کے لئے اس طرح کام میں لگا دیا ہے اور مسخر کر دیا ہے کہ وہ دن رات اپنی صلاحیتوں کے مطابق ان سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ اللہ نے زمین کو اپنے بے شمار خزانوں اور اسباب سے بھر دیا ہے جس میں وہ چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، رہتا اور بستا ہے لیکن آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ ان تمام چیزوں کا خالق و مالک کون ہے؟ وہ اس بات کو فراموش کر بیٹھتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے اسباب ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہیں ایک وقت آئے گا جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور زمین و آسمان کے نظام کو توڑ کر ایک نیا جہان تعمیر کیا جائے گا اور ہر شخص کو اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ بس یہی ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ اگر ایک آدمی دنیا کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور اپنے اللہ سے سچا قلبی تعلق قائم کر کے اس کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اور ان سے محبت کا حق ادا کرتا ہے تو وہ آخرت کی ختم نہ ہونے والی ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی راحتوں کا مستحق بن جائے گا جو اس کی سب سے بڑی کامیابی اور خوش قسمتی ہوگی۔ لیکن اگر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے کفر اور شرک کو اختیار کیا اور دنیاوی اسباب، عیش و آرام، مال و دولت اور بلڈنگوں کی سجاوٹ میں الجھ کر رہ گیا تو وہ آخرت کی ابدی زندگی کی ہر راحت و آرام سے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس پوری کائنات کو وہ تنہا سنبھالے ہوئے ہے وہ جب چاہے گا اور جیسے چاہے گا اس کا رخ موڑ سکتا ہے اور انسان اپنی ترقیات کے باوجود اپنی بے بسی پر ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ اگر وہ چاہے تو دنیا میں ایسے زلزلے پیدا کر دے جس سے ساری دنیا ہل کر رہ جائے اور بڑی بڑی بلڈنگیں ریت کا ڈھیر بن جائیں، شہر ویران ہو جائیں اور انسانی بستیاں قبرستان بن جائیں۔ وہ چاہے تو زمین پر بسنے والوں کو زمین ہی میں دھنسا دے زبردست طوفانی ہواؤں سے شہروں کو الٹ کر پھینک دے۔ آسمان سے پتھروں کی بارش کر کے ہر طرف تباہی مچا دے۔ اس وقت انسان سوائے پچھتانے کے اور شرمندگی

کے اور کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ فرمایا کہ تاریخ انسانی اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں جب بھی ظلم و جبر، کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانیاں بڑھ کر انتہا تک پہنچ گئیں تو اللہ نے ایسی قوموں کو سخت سزائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی اس کا نظام ہے کہ وہ قوموں کی نافرمانی اور کفر و شرک سے منع کرنے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے جنہوں نے ان کی باتوں کو مانا اور اپنی اصلاح کرلی تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئیں لیکن جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا، ان کو ستایا اور ان کی اطاعت کا انکار کیا تو ان قوموں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ نے بھی اسی طرح لوگوں کو کفر و شرک، ظلم و ستم اور غلط راستوں سے روکا۔ آپ کی بات ماننے والے اطاعت گذار صحابہ کرامؓ کامیاب ہوئے اور آپ کی اطاعت نہ کرنے والے آج صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ چونکہ اب نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا اس لئے اب اگر دنیا میں اسی طرح کی نافرمانیاں جنم لیں گی تو امت کے علماء نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ الحمدللہ نبی کریم ﷺ کے بعد علمائے امت نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر پورا کیا اور انشاء اللہ قیامت تک پورا کرتے رہیں گے۔

فرمایا کہ تم دن رات اللہ کی قدرت کے ہزاروں نمونے دیکھتے ہو وہی اپنی قدرت سے اس پورے نظام کو چلا رہا ہے۔ چھوٹے بڑے پرندے کبھی پروں کو کھول کر کبھی بازوؤں کو سمیٹ کر کس طرح فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ایک حد کے اندر رہ کر اڑتے ہیں، اپنا رزق تلاش کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں، نہ زمین کی کشش ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے نہ وہ آسمان کی بلندیوں میں گم ہوتے ہیں۔ اس تیز و تند ہواؤں اور فضاؤں میں ان کو کس نے سنبھال رکھا ہے یہ صرف اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ان پرندوں کو وہ صلاحیت عطا فرمادی کہ وہ جہاں اور جیسے چاہتے ہیں فضاؤں میں تیرتے پھرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس دنیا میں نفع، نقصان اور رزق سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے جو اس کو نفع اور نقصان پہنچا سکے لیکن یہ انسان کی بھول ہے کہ وہ ایسی طاقت و قوت اور قدرت رکھنے والی ذات کو بھلا کر کائنات کی بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بناتا ہے اور ان سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف رکھتا ہے حالانکہ نفع نقصان تو وہی ذات پہنچا سکتی ہے جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان کی باگ ڈور ہے۔ وہ بے جان پتھر جو اپنے وجود میں بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ خود اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ کسی کو نفع اور نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ واقعی جو شخص ٹیڑھے میڑھے راستے پر اوندھا ہو کر چلتا ہے وہ کبھی حقیقی منزل تک نہیں پہنچ سکتا لیکن وہ شخص جو سیدھا اور صراط مستقیم پر چلتا ہے وہ یقیناً اپنی حقیقی منزل کو پالے گا۔ یہ دونوں اپنے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے ایک ناکام و نامراد ہے اور دوسرا کامیاب و بامراد ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس نے کفر و شرک، دنیا کی وقتی لذتوں اور عیش و آرام کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہو وہ کسی وقت بھی ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ جب اس کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا تو اس کے بنائے ہوئے گھروندے دھرے رہ جائیں گے۔ لیکن جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود کسی حقیقت کو نہ دیکھتے ہوں کان رکھنے کے

باوجود وہ کسی حق بات کو نہ سنتے ہوں ان سے زیادہ ناکام اور کون ہوگا کیونکہ اللہ نے اس کو آنکھیں دیکھنے اور کان سننے کے لئے دیئے تھے۔ فرمایا کہ اچھے اور برے ایمان والے اور کافر و مشرک سب اس دنیا میں رہتے بستے ہیں اگرچہ وہ دور دراز کے علاقوں میں رہتے ہیں لیکن جب اللہ چاہے گا ان سب کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور میدان حشر کو قائم فرمائے گا۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾

ع ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (قیامت آنے کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟
(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور میں تو صرف (برے اعمال کے برے نتائج سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب وہ قیامت کو قریب آتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت ان کافروں کی شکلیں بگڑ جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم تقاضا کیا کرتے تھے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر

اللہ مجھے اور ان لوگوں کو جو میرے ساتھ ہیں ان سب کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کر دے تو بھی کافروں کو اس دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کھلی ہوئی گمراہی میں کون مبتلا ہے؟

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے (کنوؤں کا) پانی زمین کے اندر اتر جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے صاف بہتا ہوا پانی لے کر آئے گا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

زُلْفَةً	قریب
سِیْٓئَتْ	بگڑ گئی (بگڑ گئے)
اَهْلَكَنِیَ	وہ مجھے ہلاک کر دے
یُجِیْرُ	وہ پناہ دیتا ہے
غَوْراً	نیچے چلے جاتا
مَعِیْنٌ	صاف پانی

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

جب کفار مکہ کے سامنے قیامت اور میدان حشر کا ذکر کیا جاتا تو وہ ایمان لانے کے بجائے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اللہ نے جس قیامت کا وعدہ کیا ہے آخر وہ قیامت کب آئے گی اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کب اور کیسے آئے گی۔اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔میرا کام تو یہ ہے کہ میں اللہ کے احکامات جو بالکل واضح اور کھلے ہوئے ہیں ان کو اس کے بندوں تک پہنچا دوں اور

لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈراؤں۔ قیامت کا مجھے علم نہیں ہے لیکن جب وہ آئے گی اور ہر شخص کھلی آنکھوں سے اس کو دیکھے گا تو اس وقت حق وصداقت اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے چہرے اور شکلیں بگڑ جائیں گی اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم بڑی شدت سے مطالبہ کرتے تھے اور قیامت کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ کفار ومشرکین جب ان سچائیوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محسوس کرتے تو بد دعاؤں پر اتر آتے اور کہتے کہ یہ لوگ مر کیوں نہیں جاتے تاکہ ہماری جان چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ اگر اللہ ہم سب کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم وکرم فرمادے تو ان دونوں حالتوں میں تم ہمارے انجام سے کیوں پریشان ہوتے ہو۔ ہماری فکر چھوڑو تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا کیونکہ ہم تو اللہ رحمٰن ورحیم پر ایمان رکھتے ہوئے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا تھا اور ہدایت کی روشنی کس کو نصیب تھی۔ ہمارا تو اس بات پر مکمل یقین ہے کہ اسی نے ہر نعمت عطا فرمائی ہے وہی چاہے تو اس کو چھین سکتا ہے مثلاً پانی کا وجود، اللہ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے کنوؤں، دریاؤں، نہروں اور زمین کے سوتوں سے ہمیں پانی عطا کیا ہے۔ اگر وہ پانی زمین کے اندر اتر جائے اور اس قدر گہرائی تک پہنچ جائے جہاں سے انسان پانی حاصل نہ کر سکے تو اللہ کے سوا اور کون ہے جو اس پانی کو دوبارہ زمین کی سطح پر لے آئے گا؟ لہٰذا وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر اور دوسروں کو اس کے برابر مان کر ان کی عبادت وبندگی کرتے ہیں کیا وہ بے بس اور مجبور معبود وہ پانی دوبارہ رواں دواں کر سکتے ہیں۔ فطرت انسانی کا جواب یہی ہوگا کہ اس کائنات میں ساری قدرت وطاقت اللہ ہی کی ہے وہی ہر نعمت کو دیتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سورۃ الملک کی اس آخری آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے۔

اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَ هُوَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۶۸

اَلْقَلَم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	68
کل رکوع	2
آیات	52
الفاظ وکلمات	306
حروف	1295
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر کیے جانے والے ظلم و ستم اور تکذیب سے جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی اس پر انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ کفار جو آپ ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے ان کا جواب اور کفار و مشرکین کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر مکمل اطاعت وفرمانبرداری اختیار کریں ورنہ وہ باغ والے جنہوں نے کسی نصیحت والے کی نصیحت کو نہیں سنا اور آخر کار وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے اسی طرح اگر کفار قریش نے آپ ﷺ کی نصیحتوں کو نہ مانا تو ان کا انجام بھی باغ والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

> اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں۔ اور کفار کے لیے نار جہنم۔ فرمایا کہ ان کفار نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ اللہ اپنے فرمانبردار بندوں کو اور مجرموں کو ایک جیسا درجہ اور مقام دیں گے اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ فرماں برداروں کو آخرت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے اور کفار و مشرکین کے لیے جہنم کی ابدی تکلیفیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس سے لکھی جانے والی اس تحریر کی قسم کھا کر جسے فرشتے لکھ رہے ہیں فرمایا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ ﷺ دیوانے یا مجنون نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ تو اخلاق کریمانہ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جہاں آپ ﷺ کا فیض اور اجر و ثواب کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ کو دیوانہ کہنے والے اور اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے والے بہت جلد اس بات کو جان لیں گے کہ دیوانہ کون ہے؟ اور عقل مند کون؟ یہ آپ ﷺ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے راستے سے بھٹکے ہوئے کون لوگ ہیں اور کون سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ وہ کفار سب کچھ اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ ان کے دباؤ میں آجائیں۔ لیکن آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں کے کسی دباؤ میں نہ آیئے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کے دباؤ میں آ کر دین کے معاملہ میں ذرا سی نرمی اختیار کریں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ خاص طور پر آپ ﷺ اس شخص کے دباؤ میں ذرا بھی نہ آئیں جو بہت

فرمایا کہ قیامت کے دن جب سارے حجابات اٹھا دیئے جائیں گے اور لوگوں کو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا تو اہل ایمان اللہ کے سامنے سجدے میں گر جائیں گے مگر وہ لوگ جو دنیا میں صحیح سالم ہونے کے باوجود اللہ کے سامنے سجدہ نہیں کرتے تھے وہ اس دن بھی اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے محروم رہیں گے۔ ان کی نظریں نیچی ہوں گی اور ان پر ہر طرح کی ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔

قسمیں کھانے والا، بے وقعت، طعنے دینے والا، چغلیاں کھانے والا، بھلائی سے روکنے والا، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا، انتہائی بدعمل، گناہ گار اور ان تمام عیبوں کے ساتھ ساتھ وہ ''ولد الزنا'' بھی ہے۔ جسے اس بات پر بھی بڑا ناز ہے کہ وہ بہت زیادہ مالدار ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو نہایت تکبر اور نفرت سے کہتا ہے کہ یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم بہت جلد اس کی ناک پر داغ لگائیں گے یعنی اس کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیں گے۔

ارشاد ہے ہم نے ان مکہ والوں کو باغ والوں کی طرح آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ جب انہوں نے اس بات پر قسم کھائی تھی کہ ہم صبح کو سارا پھل اور غلہ جمع کر کے لے آئیں گے اور کسی غریب کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں گے وہ یہ فیصلہ کرتے وقت انشاء اللہ تک کہنا بھول گئے۔ فرمایا کہ وہ ابھی آرام سے رات کو سوئے ہوئے تھے کہ اللہ کے حکم سے ان کے باغ پر ایک آفت گھوم گئی اور ان کا باغ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ وہ صبح ہی صبح ایک دوسرے کو آواز دینے لگے کہ فوراً سویرے سویرے اپنے باغ کی طرف چلو۔ وہ چپکے چپکے باتیں کرتے جا رہے تھے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو اور کوئی غریب ان کی آہٹ سن کر ان کے ساتھ نہ لگ جائے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بس ہم جائیں گے اور سارا پھل سمیٹ کر لے آئیں گے۔ لیکن جب وہ اپنے باغ پر پہنچے اور راکھ کا ڈھیر دیکھا تو کہنے لگے شاید ہم رات کے اندھیرے میں کسی اور کے باغ پر پہنچ گئے ہیں۔

مگر کچھ دیر کے بعد ان کو پتہ چل گیا کہ یہ ان ہی کا باغ ہے اور وہ اللہ کے حکم سے تباہ ہو چکا ہے اور وہ اپنے باغ سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان بھائیوں میں سے جو نیک اور معتدل مزاج تھا اس نے کہا دیکھو میں نے تمہیں پہلے ہی منع کیا تھا کہ ایسا نہ کرو لیکن تم نہیں مانے اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی حمد و ثنا کر کے اس سے معافی مانگ لو۔ پہلے تو وہ سب کے سب آپس میں اس سارے واقعہ کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالتے رہے۔ پھر جب ان کو عقل آئی اور انہوں نے اپنی غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی ہم ہی خطاوار ہیں۔ ہم سرکش ہو گئے تھے۔ ہمیں اس پر افسوس ہے۔ ہم اپنے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ ہماری غلطی کو معاف کر کے ہمیں اس سے بہتر باغ عطا فرما دے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو ہمارا عذاب ایسا ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس نعمت بھری جنتیں ہیں۔ فرمایا کہ انہوں نے کیا سمجھ رکھا ہے کیا ہم اپنے فرمانبردار بندوں اور مجرموں کو ایک جیسا درجہ دیں گے اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور انہیں ان کی من پسند تمام نعمتیں دی جائیں گی۔ کیا انہوں نے اللہ سے کوئی عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ وہاں وہی سب کچھ ہوگا جو یہ لوگ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھیے کہ جن کو وہ اللہ کا شریک بنا رہے ہیں کیا ان میں سے ان باتوں کا کوئی ذمہ دار ہے۔ انہیں چاہیے اپنے ان شریکوں کو لے کر تو آئیں اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔

فرمایا کہ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی یعنی درمیان کے سارے پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔ لوگوں کو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا تو وہ کافر اللہ کے سامنے سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ جب یہ لوگ بالکل درست اور صحیح تھے اور ان کو اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو وہ اس کا انکار کرتے تھے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ دین کو پھیلایئے۔ ان کفار کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑیئے۔ میں خود ان کو تباہی کی طرف آہستہ آہستہ لے جاؤں گا کہ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ میں ان کو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں لیکن میری تدبیر بہت زبردست ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ کیا آپ ﷺ اس تبلیغ دین پر ان سے کچھ اجرت اور معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ اس کے نیچے دبے چلے جا رہے ہیں۔ یا ان لوگوں کے پاس غیب کا کوئی علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں؟

فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کیجیے اور مچھلی والے (حضرت یونسؑ) کی طرح نہ ہو جایئے۔ جب انہوں نے اپنے رب کو اس حال میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹے جا رہے تھے۔ اگر آپ ﷺ کے رب کا کرم نہ ہوتا تو وہ خراب حالت میں ایک چٹیل میدان میں پڑے رہ جاتے۔ آخر کار آپ ﷺ کے رب نے ان کو اور برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا۔ فرمایا کہ یہ کفار جب آپ ﷺ سے قرآن میں اس طرح کی باتیں سنتے ہیں تو وہ آپ کو ایسی گندی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے وہ آپ ﷺ کے قدم اکھاڑ دیں گے۔ اسی لیے وہ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ جس قرآن کو پیش کر رہے ہیں وہ تو سارے جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہی نصیحت ہے۔

سُورَةُ القَلَم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

نون (حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے جس کے معنی کا علم اللہ کو ہے)۔

قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کی جو لکھتے جاتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے دیوانے نہیں ہیں۔ اور بے شک آپ کے لئے تو وہ اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اور بلا شبہ آپ ایک اعلیٰ ترین اخلاق (کے مالک) ہیں۔ پھر بہت جلد آپ دیکھیں گے اور (یہ کافر بھی) دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جنون (دیوانگی) میں مبتلا ہے؟ بے شک آپ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے ہر اس شخص کو جو راستہ بھٹک گیا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ ان جھٹلانے والوں کا کہا نہ مانئے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ان کے بتوں کے معاملے میں ذرا نرمی اختیار کر لیں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانئے جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا اور ذلیل شخص ہو۔ طعنے دیتا اور چغل خوری کرتا پھرتا ہو، نیک کاموں سے روکنے والا، گناہوں میں حد سے بڑھنے والا، بدمزاج اور برے نسب کا مالک ہو محض اس وجہ سے (وہ ایسی حرکتیں کر رہا ہے) کہ آدمی مال دار اور اولاد والا ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ہم بہت جلد اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے (یعنی رسوا کر کے چھوڑیں گے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۶

یَسْطُرُوْنَ	وہ لکھتے ہیں
مَمْنُوْنٌ	منقطع ہونے والا۔ ختم ہونے والا
تُبْصِرُ	تو دیکھے گا
اَلْمَفْتُوْنُ	دیوانہ
وَدُّوْا	وہ پسند کرتے ہیں
تُدْهِنُ	تو خوشامد کرے۔ تو نرم پڑے
حَلَّافٌ	بہت قسمیں کھانے والا

مَهِيْنٌ	ذلیل۔کمینہ
هَمَّازٌ	طعنے دینے والا
مَشَّاءٌ	پھرنے والے
نَمِيْمٌ	چغل خور۔باتیں لگانے والے
مَنَّاعٌ	روکنے والا
مُعْتَدٌ	حد سے بڑھنے والا
اَثِيْمٌ	گناہ گار
عُتُلٌّ	اکھڑ۔اجڈ
زَنِيْمٌ	بدنام
نَسِمُ	ہم داغ دیں گے
اَلْخُرْطُوْمُ	ناک۔دم۔سونڈ

تشریح: آیت نمبر ا تا ۱۶

سورۃ القلم کا آغاز "ن" سے کیا گیا ہے جو حروف مقطعات میں سے ایک حروف ہے۔اس کے کیا معنی ہیں؟اس کی تفصیل اس سے پہلی ابتدائی سورتوں میں آچکی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان حروف کے معنی بتا دیئے ہوں لیکن خود نبی کریم ﷺ نے ان حروف کے معنی نہیں بتائے۔اگر امت کے لئے ان حروف کے معانی بیان کرنا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرما دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس سے لکھی جانے والی تحریر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ دیوانے نہیں ہیں

بلکہ خلق عظیم کے درجے پر فائز ہیں اور آپ کا اجر وثواب اور فیض پر تو وہ اجر عظیم ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ہر ایک کو اس بات کا پوری طرح اندازہ ہو جائے گا کہ راہ ہدایت پر کون ہے؟ اور سیدھے راستے سے بھٹک کر کون گمراہی میں مبتلا ہے؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ان کی کسی بات کو تسلیم کیجئے جو ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے خود ہی پاگل پن کا شکار ہیں۔ خاص طور پر وہ شخص جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل وخوار، طعنے باز، چغل خور، نیک کاموں سے روکنے والا، گناہوں میں حدوں سے نکل جانے والا، بدمزاج اور برے نسب کا مالک ہے۔ وہ اپنے مال اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے اللہ کے دین کو جھٹلاتا ہے اور جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کو ذلیل کر کے چھوڑیں گے۔ درحقیقت یہ شخص (ولید ابن مغیرہ) اور اس کی طرح ذہن رکھنے والے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ذرا ڈھیلے پڑ جائیں اور ان کے بتوں اور جھوٹے معبودوں کے معاملے میں نرمی اختیار کرلیں تو یہ بھی مخالفت میں ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ایسے لوگ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی طرف توجہ بھی دی جائے۔ آپ بے فکر ہو کر اللہ کے دین کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے اس پر آپ کو ایسا اجر عظیم عطا کیا جائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور دنیا اور آخرت میں آپ ہی کا فیض جاری رہے گا۔

زیر مطالعہ آیات کی مزید وضاحت یہ ہے کہ

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر اس سورت کا آغاز فرمایا ہے۔ قلم کیا ہے؟ اور قلم سے لکھی جانے والی سطروں کی کیا اہمیت ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جابر ابن عبد اللہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ کی (عظمت وشان) پر قربان مجھے یہ بتا دیجئے کہ اللہ نے چیزوں میں سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سب چیزوں سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا تھا۔

پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اس کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح وقلم، جنت وجہنم، زمین وآسمان، چاند اور سورج، جن وانسان اور فرشتے یا ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔

پھر جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے اس نور کے چار حصے کئے۔

(۱) ایک حصے سے قلم کو پیدا کیا

(۲) دوسرے سے لوح محفوظ کو

(۳) تیسرے سے عرش کو

(۴) اور چوتھے حصے سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا الٰہی کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا کہ تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ قلم نے ہر اس چیز کو لکھا جو گذر گیا یا آئندہ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قلم کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیوانہ کہنے والے کتنے پاگل پن اور دیوانگی میں مبتلا ہیں کہ جن کے صدقے کائنات کو وجود ملا۔ جنہوں نے دنیا کو وہ نظام زندگی دیا جو قیامت تک انسان اور انسانیت کی فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ جن کے عظیم اخلاق نے انسانوں کو وہ نمونہ زندگی دیا جو بے مثال ہے۔ جن کی عظمت اور شان یہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے ہر شخص ان کو صادق اور امین کہتا اور ان کی فہم وفراست کا قائل تھا۔ لیکن جب اس سچائی کا آپ نے اعلان کیا جس سچائی کو سارے انبیاء کرام لے کر تشریف لائے تھے تو بے حقیقت معبودوں کو پوجنے والے آپ کو دیوانہ اور مجنون کہنے لگے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کے فضل وکرم سے آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ساری دنیا پر آپ ہی کے فیض کا سایہ ہوگا اور آپ کے اخلاق کریمانہ سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو سچا راستہ نصیب ہوگا اور کبھی نہ ختم ہونے والا اجر عظیم آپ کو عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ پر غار حرا میں پہلی وحی نازل کی تو اس وقت بھی ارشاد فرمایا کہ انسان جن حقیقتوں سے واقف نہیں تھا اللہ نے وہ تمام حقیقتیں انسان کو سکھائیں اور قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔ قلم اور اس کی تحریر کو حکومت وسلطنت کے انتظام میں بڑا دخل ہے اور کسی بھی سلطنت کی ترقی کا دارومدار قلم اور تحریر پر ہی ہے۔

تاریخ اور قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں قلم کے ذریعہ ہی دنیا تک پہنچیں۔ اگر قلم اور تحریر نہ ہوتی تو انسانی زندگی کے ہزاروں گوشے پردہ گم نامی میں ہوتے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی ہمہ گیر تعلیم، اس کی اشاعت اور تمام دنیا کو علم کا نور کیسے پہنچتا۔

اللہ نے اسی قلم کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس قلم کے ذریعہ تقدیرات الٰہی کو لکھا گیا ایسا بلند اور پاکیزہ کلام پیش کرنے والا کیا مجنون اور دیوانہ ہوسکتا ہے؟

(۲)۔ دوسری بات اخلاق مصطفویٰ ﷺ کے متعلق فرمائی کہ اللہ نے آپ کو اخلاق کریمانہ کا پیکر اور مجسم نمونہ زندگی بنایا ہے۔ آپ نے پتھر برسانے والوں کے لئے ہدایت کی دعا کی اور راستے میں کانٹے بچھانے والوں کے لئے پھول برسائے ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی تعلیمات کا مجسم نمونہ بن کر "خلق عظیم" کا درجہ حاصل فرمایا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن" یعنی قرآن کریم کے تمام اصولوں کی صحیح تشریح اور اخلاق ہی آپ کی سیرت ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے ہر اصول کو عمل میں ڈھال کر اس طرح پیش فرمایا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والا درحقیقت سیرت مصطفیٰ ﷺ ہی کا مطالعہ کرتا ہے۔

إِنَّا بَلَوْنَٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا۟ لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَٱلصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا۟ مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ ٱغْدُوا۟ عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰرِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَٱنطَلَقُوا۟ وَهُمْ يَتَخَٰفَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا ٱلْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا۟ عَلَىٰ حَرْدٍ قَٰدِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا۟ إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَٰوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا۟ يَٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طَٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا رَٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ ٱلْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

وقف لازم ع ۱ ۳۳ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

ہم نے ان (مکہ والوں کو) اسی طرح آزمائش میں ڈال دیا ہے جس طرح باغ والوں کو آزمایا تھا جب انہوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ ہم صبح ہوتے ہی اس (اپنے) باغ کے پھل توڑ لیں گے۔ اور انہوں نے انشاء اللہ تک نہ کہا۔ پھر جب وہ پڑے سو رہے تھے تو (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک آفت چکر لگا گئی۔ اور پھر وہ باغ ایک کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہو گیا۔ پھر صبح سویرے وہ ایک دوسرے کو (بیدار ہونے کے لئے) آوازیں دینے لگے کہ اگر تمہیں باغ کے پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے (کھیت پر) چلو۔ پھر وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے کہ (دیکھو) آج کے دن (باغ میں) کوئی غریب و مسکین آدمی تم تک پہنچنے نہ پائے۔ اور ضرورت مندوں کو نہ دینے پر اپنے آپ کو قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے پہنچ گئے۔ پھر جب انہوں نے (اپنے اس باغ کو) دیکھا تو کہنے لگے شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ (خوب چکر لگانے کے بعد) کہنے لگے کہ نہیں ہم تو (اس باغ سے) محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو معتدل مزاج آدمی تھا اس نے کہا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ (شکر کرتے ہوئے) اللہ کی تسبیح (توبہ) کرتے رہو۔ وہ کہنے لگے کہ واقعی ہمارا رب تو ہر طرح کے عیب سے پاک ہے ہم نے ہی سرکشی اختیار کر لی تھی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے سامنے ہو کر ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہائے افسوس ہم تو واقعی حد سے بڑھ جانے والے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس باغ سے بہتر باغ عنایت کر دے گا۔ بے شک ہم اپنے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (لوگو دیکھو) اس طرح عذاب آیا کرتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

بَلَوْنَا — ہم نے آزمایا

اَصۡحَابُ الۡجَنَّةِ	باغ والے
یَصۡرِمُنَّ	وہ پھل توڑیں گے
مُصۡبِحِیۡنَ	صبح کا وقت
لَا یَسۡتَثۡنُوۡنَ	نہیں موڑتے۔ انشاء اللہ نہیں کہتے ہیں
طَافَ	گھوم گیا
نَآئِمُوۡنَ	سونے والے
صَرِیۡمٌ	کٹی ہوئی کھیتی
تَنَادَوۡا	ایک دوسرے کو آواز دی
اَنِ اغۡدُوۡا	یہ کہ صبح صبح چلو
حَرۡثٌ	کھیتی
صَارِمِیۡنَ	کاٹنے والے
اِنۡطَلَقُوۡا	وہ چل پڑے
یَتَخَافَتُوۡنَ	وہ آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہیں
حَرۡدٌ	پکا ارادہ
اَوۡسَطُ	درمیانی۔ معتدل
یَتَلَاوَمُوۡنَ	وہ ملامت کرتے ہیں
یٰوَیۡلَنَآ	اے ہماری آفت۔ شامت

طٰغِيْنَ	سرکشی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

حضرت عیسیٰؑ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے کچھ عرصہ بعد یمن کے دارالسلطنت صنعا سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر بنوثقیف قبیلہ کے ایک نیک، پارسا اور غریبوں کے ہمدرد آدمی کا ایک ہرا بھرا باغ اور لہلہاتا ہوا کھیت تھا جس کی پیداوار میں وہ غریبوں، ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کا خاص خیال رکھتا تھا۔ درختوں سے پھل اتارنے اور کھیت کاٹتے وقت جب کچھ غریب اور رشتہ دار آجاتے تو وہ اپنی پیداوار میں سے ایک مناسب حصہ صدقہ اور خیرات کر دیتا۔ یہ بات اس کے بیٹوں کو سخت ناگوار گذرتی تھی مگر وہ باپ کے ادب واحترام میں خاموش رہتے۔ جب اس نیک آدمی کا انتقال ہو گیا اور وہ باغ اور کھیت اس کے بیٹوں کے حصے میں آیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم بال بچوں والے ہیں اگر ہم نے بھی اپنے باپ جیسا طریقہ اختیار کیا اور باپ کی طرح اپنی محنت کا ایک بڑا حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیا تو ہمارا گذر بسر مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے ہم خود ہی دوسروں کے محتاج ہو کر رہ جائیں۔ لہٰذا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ درختوں کا پھل اور کھیت کی پیداوار صرف ہمیں مل جائے اور غریبوں کو پتہ بھی نہ چلے۔ مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ جب فصل تیار ہو جائے تو ہم رات کے اندھیرے میں خاموشی سے درختوں کا پھل اور پیداوار لے کر گھر آجائیں گے جب صبح حسب معمول غریب و مسکین لوگ آئیں گے تو اس وقت تک ہم اپنے گھر واپس آ چکے ہوں گے۔ ان پانچ بھائیوں میں سے ایک بھائی نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور سب بھائیوں کو سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کریں لیکن اس کی بات کی طرف کسی نے توجہ تک نہ کی۔ سب بھائیوں نے قسمیں کھا کر یہ طے کر لیا کہ ہم صبح ہونے سے پہلے ہی اس باغ کے پھل اور کھیت کی پیداوار کو کاٹ کر لے آئیں گے۔ اس تجویز کو طے کرتے وقت انہیں انشاء اللہ تک کہنے کی توفیق نہ ہوئی۔

ادھر ان بھائیوں نے اپنی نیت کو بدلا ادھر اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ کی طرف سے آگ کا ایک بگولا آیا اور اس نے ان کے ہرے بھرے باغ اور کھیت کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو وہ ایک دوسرے کو اٹھا کر کہنے لگے کہ اگر تمہیں پھل توڑنے ہیں تو جلدی جلدی چلو اور چپکے چپکے باتیں کرتے چلو کہیں کوئی غریب اور مسکین آدمی کو پتہ نہ چل جائے۔ وہ سب بھائی (اور یقیناً اپنے ملازمین کے ساتھ) باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ باغ اور کھیت پر پہنچے اور انہوں نے وہاں باغ اور کھیت کے بجائے راکھ کا ڈھیر دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھٹک کر کسی اور طرف نکل آئے ہیں۔ وہ پلٹے پھر چلے لیکن ہر مرتبہ چکر لگانے کے

بعد اسی جگہ پہنچے جہاں ان کا باغ اور کھیت تھا جب صبح کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ان کا سب کچھ جل چکا ہے اور وہ اس سے محروم کردیئے گئے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ قدرت نے ان سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ جس بھائی نے مخالفت کی تھی اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ دیکھو میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو مگر تم نے میری ایک بات نہ سنی۔ اس وقت ان سب بھائیوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے سخت نافرمانی کر کے اللہ کو ناراض کردیا ہے اور ان کے باغ اور کھیت پر اللہ کا عذاب آ گیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو الزام دینے لگے اور اللہ کے سامنے جھک کر عرض کرنے لگے الٰہی! ہمیں معاف کردیجئے۔ واقعی ہم سے بہت بڑی کوتاہی ہوگئی ہے۔ اب ہمیں اس سے بہتر باغ عطا فرمادیجئے۔ اس طرح انہوں نے سچے دل سے توبہ کرلی۔ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے ان کی توبہ اور احساس ندامت پر انہیں معاف کردیا اور ان کو اس سے بہتر باغ اور کھیت عطا فرمادیئے۔

ان آیات میں ولید ابن مغیرہ جیسے سرداروں کو بتایا جارہا ہے کہ وہ اپنی اولاد، مال و دولت اور گھر بار پر تکبر، غرور اور ناز نہ کریں۔ اگر ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آ گیا تو جس طرح باغ والے اللہ کے غضب کا شکار ہوئے تھے یہ بھی ہوسکتے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کرلی تو اللہ ان کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ لیکن اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنی روش پر قائم رہے تو اس دنیا میں اور آخرت میں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے جو ان کی انتہائی بدنصیبی ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں سامنے آتی ہیں

(۱)۔ اللہ کو احساس ندامت و شرمندگی کے ساتھ سچے دل سے توبہ کرنا بہت پسند ہے۔ اگر ایک آدمی ساری زندگی گناہوں میں ملوث رہا ہے اور ایک دن سچے دل سے توبہ کرلے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو زندگی بھر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ زندگی کے آخر میں توبہ کرلیں گے ان کی توبہ عام طور پر قبول نہیں کی جاتی اور نہ ان کو توفیق ملتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! گناہوں سے بچو کیونکہ گناہوں کی وجہ سے آدمی اس رزق سے محروم کردیا جاتا ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے سورۃ القلم کی مذکورہ آیتوں کی تلاوت فرمائی۔

(۲)۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! یاد رکھو تمہیں بہت کچھ صرف اس لئے دیا جاتا ہے کہ تم نے ضعیفوں اور کمزوروں کی مدد کی تھی۔

(۳)۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ مل رہا ہے وہ ہماری محنتوں کی وجہ سے مل رہا ہے۔ ان کو بتایا جارہا ہے کہ جب تم کسی غریب، ضرورت مند اور رشتہ دار کی مدد کرتے ہو تو اللہ تمہارے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے لیکن جب ضرورت مندوں

سے ہاتھ کھینچ لیا جاتا ہے تو اللہ کی برکتیں تم سے رخصت ہو جاتی ہیں اور تم بہت سی نعمتوں سے محروم رہ جاتے ہو۔

(۴)۔نیت پر بہت سے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ جب آدمی کی نیت بدل جاتی ہے تو اللہ کے فیصلے بھی بدل جاتے ہیں لہذا اپنی نیت کو صحیح رکھنا چاہیے۔ کہتے ہیں نیت صحیح ہے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** " یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی جیسی نیت ہوگی اس کا ویسا ہی نتیجہ سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نیتوں کو اور اپنے اعمال کو صحیح کرنے اور سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۱

یقیناً پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں۔ کیا ہم فرماں برداروں اور نافرمانوں کو برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تم خواہش کرتے ہو۔ کیا تم نے ہم سے قیامت تک کے لئے قسم لے لی ہے کہ جو تم فیصلہ کر رہے ہو وہی تمہیں ملے گا؟ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ ان میں اس طرح کی (غیر ذمہ دارانہ) باتوں کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا انہوں نے اللہ کے ساتھ جنہیں شریک کر رکھا ہے (انہوں نے یہ تجویز

کیا ہے) تو پھر تم اپنے شریک معبودوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۴۱

تَدْرُسُوْنَ تم پڑھتے ہو

تَخَيَّرُوْنَ تم پسند کرتے ہو

اَيْمَانٌ قسمیں

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۱

مکہ کے کفار ومشرکین اپنی معمولی دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں کی وجہ سے اس طرح غرور وتکبر کے پیکر بنے ہوئے تھے کہ اپنے سوا ہر ایک کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ جس طرح وہ اس دنیا میں عیش وآرام سے زندگی گذار رہے ہیں آخرت میں بھی اسی طرح راحت وآرام سے رہیں گے اور ان کے دیوی دیوتا ان کی سفارش کر کے جنت کی راحتوں سے ہم کنار کرادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خوش فہمی میں مبتلا ایسے لوگوں سے فرمایا ہے کہ جنت اور اس کی بھرپور نعمتوں کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں ایمان، عمل صالح، تقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کر رکھا تھا لیکن جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا اور وہ لوگ جو اس کی ذات اور صفات میں شرک کیا کرتے تھے ان کو جنت کی راحتوں، عیش وآرام کے بجائے جہنم کی اس آگ میں جھلسنا ہوگا جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

فرمایا کہ یہ بات اللہ کے عدل وانصاف کے خلاف ہے کہ وہ فرماں برداروں اور نافرمانوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کر کے ان کا انجام یکساں کر دے۔ بلکہ اس کے عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایسا سمجھتے یا کہتے ہیں ان کے پاس اپنی بات کو ثابت کرنے کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان پر کوئی ایسی کتاب اتاری گئی ہے جسے پڑھ کر یہ ایسی بہکی بہکی نادانی کی باتیں کر رہے ہیں۔ یا اللہ نے ان کے لئے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کیسے ہی اعمال کرتے رہیں مگر جنت کی راحتیں ہر حال میں ان کو دی جائیں گی بہتر ہے کہ ایسے لوگ اپنے خیال کی اصلاح کر لیں اور ایسی غیر ذمہ دارانہ

باتوں سے اپنی دنیا اور آخرت کو برباد نہ کریں۔ آخر وہ کون سے معبود ہیں جو ان کی سفارش کر کے ان کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کردیں گے۔ اگر وہ اپنے دعوے اور باتوں میں سچے ہیں تو وہ گواہی کے لئے پیش کریں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِي وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۴﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۴۵﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿۴۶﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۵۲﴾

وقف لازم

ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

وہ دن جب پنڈلی کھول دی جائے گی (اللہ تجلی فرمائیں گے) اور لوگوں کو سجدے کی طرف

بلایا جائے گا۔ پھر وہ (کافر) سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ جب انہیں (دنیا میں) سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا (اور نہیں آتے تھے) حالانکہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے اور ان لوگوں کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیئے۔ ہم انہیں بہت جلد ایک ایسے عذاب کے قریب لے آئیں گے جس کی انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ (اگرچہ) میں ان کو مہلت (ڈھیل) دے رہا ہوں۔ بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ کیا آپ ان سے (اس تبلیغ دین پر) کوئی اجرت مانگ رہے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا کوئی علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر سے اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے۔ اور آپ مچھلی والے (حضرت یونسؑ) کی طرح نہ ہو جایئے۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو اس طرح پکارا تھا کہ وہ غم وغصے سے بھرے ہوئے تھے۔ اور اگر اس پروردگار کا کرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد) چٹیل میدان میں پھینک دیئے گئے ہوتے اور ان کا برا حال ہو جاتا۔ پھر ان کے رب نے انہیں نوازا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا۔ اور جب یہ کفار قرآن سنتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تیز تیز نظروں سے آپ کو ڈگمگا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ایک دیوانہ آدمی ہے۔ حالانکہ وہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

يُكْشَفُ — کھول دیا جائے گا

سَاقٌ — پنڈلی

يُدْعَوْنَ — وہ بلائے جائیں گے

خَاشِعَةٌ — جھکنے والی

تَرْهَقُ	وہ ڈھانپ لیتی ہے
سَالِمُوْنَ	صحیح سالم۔ ہٹے کٹے
ذَرْنِیْ	مجھے چھوڑ دو
نَسْتَدْرِجُ	ہم آہستہ آہستہ لئے جاتے ہیں
اُمْلِیْ	میں نے مہلت دی
کَیْدِیْ	میری تدبیر
مَغْرَمٌ	تاوان
مُثْقَلُوْنَ	بوجھ کے نیچے دبے ہوئے
صَاحِبُ الْحُوْتِ	مچھلی والا (حضرت یونسؑ)
مَکْظُوْمٌ	غم میں گھونٹ دیا گیا
اَلْعَرَآءُ	چٹیل میدان
یُزْلِقُوْنَ	وہ جگہ سے ہٹتے ہیں۔ پھسل جاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

جب کفار و مشرکین اور منافقین کے سامنے رسول اللہ ﷺ کلام اللہ کو پیش کرتے تو وہی مکہ کے لوگ جوان کو صادق و امین کہتے اور ان کی فہم و فراست کے گن گایا کرتے تھے آپ پر طرح طرح کے اعتراض اور طعنے دیتے۔ گستاخی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ وہ آپ کو دیوانہ تک کہہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی سچائیوں کو ان کے سامنے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ جو نبی ﷺ "خلق عظیم" کے مالک ہیں وہ دیوانے کیسے ہو سکتے ہیں؟ قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ وہ بہت جلد دیکھ لیں گے کہ اللہ کے

نبی کو دیوانہ کہنے والے خود ہی دیوانگی کا شکار تھے۔فرمایا کہ "یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ "اس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔یعنی جن حقیقتوں پراب تک غیب کے پردے پڑے ہوئے تھے وہ ساری حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں گی۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی صورت میں تجلی فرمائیں گے جواب تک ظاہر نہ ہوئی تھی۔اس تجلی الٰہی کو دیکھ کر وہ تمام مومن مرد اور مومن عورتیں جو دنیا میں اللہ کے سامنے سجدے کیا کرتے تھے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے لیکن وہ منافقین جو جھوٹے اور دکھاوے کے سجدے کرتے تھے وہ اس سجدے سے محروم رہیں گے۔وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے۔اہل ایمان کے سجدوں کی قبولیت تو یہ ہوگی کہ اللہ ان کے سجدوں کو قبول و منظور فرمائیں گے اور جو سجدہ نہ کر سکیں گے دہشت اور شرمندگی سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ہر طرف سے ذلت و رسوائی اور عذاب کا خوف مسلط ہوگا۔یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ دنیا میں جب ان کو اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کی طرف بلایا جاتا تھا تو صحت و تندرستی کے باوجود وہ سجدہ کرنے سے گریز کیا کرتے تھے اور دنیا دکھاوے کے لئے سجدہ کر لیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی! آپ پوری طرح سے اللہ پر بھروسہ کیجئے اور جو لوگ میرے کلام کو جھٹلا رہے ہیں ان سے میں خود ہی نبٹ لوں گا اور ان کو میں اس طرح ان کی تباہی و بربادی کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو خبر تک نہ ہوگی۔میں ان کی رسی دراز کر کے ڈھیل دیتا چلا جاؤں گا اور ایک دن ان کو پکڑ کر سخت سزا دوں گا اور میری اس تدبیر کی ان کو ہوا تک نہ لگے گی کیونکہ میری تدبیر زبردست تدبیر ہوا کرتی ہے۔فرمایا کہ جب آپ ان کفار و مشرکین اور منافقین کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں تو وہ آپ کا احسان ماننے کے بجائے یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے آپ ان سے کسی ایسی اجرت کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں۔فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے بالکل واضح طریقے پر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی اجرت اور معاوضہ تو نہیں مانگ رہا ہوں کہ جس کے نیچے تم دبے جا رہے ہو۔اور ان سے پوچھئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی غیب کا علم ہے جس کی تمہیں خبر ہے کہ تمہارے ساتھ بہترین معاملہ کیا جائے گا؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ صبر و تحمل سے کام لیجئے اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے پیغمبر یعنی حضرت یونسؑ کی طرح فیصلے میں جلدی نہ کیجئے کہ جس طرح انہوں نے اپنی قوم کی نافرمانیوں سے تنگ آکر اپنے پروردگار سے عرض کیا الٰہی! یہ قوم توبہ کے لئے تیار نہیں ہے آپ اپنا فیصلہ فرما دیجئے (یعنی عذاب بھیج دیجئے) وہ اس وقت شدید کرب اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے چنانچہ اللہ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا وعدہ کر لیا۔

جب حضرت یونسؑ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب اس قوم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے تو آپ اللہ کی اجازت کے بغیر وہاں سے چل دیئے حالانکہ انہیں اشارہ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔وہاں سے چل کر وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔کشتی والوں نے

کسی وجہ سے ان کو پانی میں پھینک دیا۔ ادھر اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ جب وہ مچھلی کے پیٹ میں اللہ سے فریاد کرنے لگے تو اس مچھلی نے ان کو ایک کنارے پر اگل دیا۔ اس کنارے اور چٹیل میدان میں اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ شدید تکلیفیں اٹھائیں ان کی قوم نے توبہ کر لی اور حضرت یونسؑ پھر اپنی قوم میں پہنچ گئے اور اس طرح اللہ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنی قوم کی نافرمانیوں سے مایوس نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ خود ہی آپ کی دستگیری فرمائیں گے۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس طعنے کا ذکر کیا تھا جو آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر آپ کو ان کے طعنوں پر تسلی دی ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار قرآن کریم کو سنتے ہیں تو وہ آپ کو ایسی تیز اور غضب ناک آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے وہ اپنی تیز نظروں سے آپ کو راہ مستقیم سے ڈگمگا دیں گے اور وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ ان کی باتیں نہ سنو یہ تو دیوانے کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سنو! یہ اللہ کا کلام ہے جو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے لیکن بدقسمت لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس پیغام حق کے لئے رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں لیکن ان کو اس میں کامیابی نہ ہوگی بلکہ یہ پیغام حق ساری دنیا تک پہنچ کر رہے گا۔

ان آیات پر سورۃ القلم کو ختم کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت نصیب فرمائے اور ہمیں اس پیغام حق کو ساری دنیا تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۶۹

الحاقۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحاقہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	69
کل رکوع	2
آیات	52
الفاظ وکلمات	260
حروف	1134
مقام نزول	مکہ مکرمہ

''الحاقہ'' واقع ہونے والی وہ قیامت جب بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور پورے نظام کائنات کو الٹ کر رکھ دیا جائے گا۔

''آخرت'' وہ حقیقی دن جب میدان حشر قائم ہوگا اور اس میں ہر شخص کو حاضر ہو کر اللہ کی عدالت میں اپنی زندگی بھر کے کیے ہوئے کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا جن کے اعمال بہتر ہوں گے وہ اپنا نامہ اعمال خوشی اور مسرت کے ساتھ ایک دوسرے کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اور جن کے اعمال نامے خراب ہوں گے وہ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ کہتے ہوں گے کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی مٹی ہو گئے ہوتے وہ اپنی بدنصیبی پر رنج وغم میں مبتلا ہوں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ قیامت، آخرت اور رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات کے منکر ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں قیامت کی تباہ کاریاں دکھا دی جاتی ہیں چنانچہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون اور قوم لوط جو دنیاوی اعتبار سے نہایت مضبوط اور خوش حال قومیں تھیں جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو پھر ان پر شدید ترین عذاب آئے۔ کوئی طاقت وقوت ان کے کام نہ آسکی اور آج ان کے کھنڈرات اس کے گواہ ہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی باقی نہیں رکھا گیا اور دنیا سے ان کا وجود مٹا دیا گیا۔ ایسے نافرمانوں کو آخرت میں اس سے بھی شدید عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے پہلے ہی سے آگاہ کرنے والا کلام اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیج دیا ہے وہ ایسا کلام ہے جو نہ تو کسی شاعر کا قول ہے اور نہ کسی کاہن کا بلکہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے جو ایک مقدس فرشتے کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ کے اس کلام پر عمل کریں گے ان کو دنیا اور آخرت میں بلندی اور نجات ملے گی اور اگر نافرمانی کے طریقے اختیار کیے گئے تو اللہ کا دستور یہی ہے کہ وہ ظالموں کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں ان کا بدترین ٹھکانا دکھا دیا کرتا ہے۔

فرمایا کہ جب قوم عاد اور قوم ثمود نے قیامت، آخرت، رسول اور اس کے لائے ہوئے کلام کو جھٹلایا تو ایک سخت اور دہشت ناک چنگھاڑ کے ذریعہ ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ قوم عاد جن کو اپنی طاقت اور مال و دولت پر بڑا ناز تھا ان کو شدید طوفانی آندھیوں سے تباہ کیا گیا۔ ان پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک اس طرح طوفان مسلط کیا گیا کہ وہ طوفانی ہوائیں ان کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پٹک رہی تھیں کہ ان کے وجود کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آتے تھے اور آج ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا ہے۔ قوم ثمود کو ایک زبردست اور زوردار دھماکے سے تباہ کیا گیا۔ فرمایا کہ قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح جس قوم نے بھی اللہ کی بھیجی ہوئی سچائی کو جھٹلایا اس کا یہی انجام ہوا۔ چنانچہ قوم فرعون، اس سے پہلے منکرین اور قوم لوط جن کی بستیوں کو الٹ کر پھینک دیا گیا تھا سب کو نافرمانی کی سخت سزا دی گئی اور ان کو سختی سے پکڑا گیا۔ فرمایا کہ طوفان نوح کے موقع پر اللہ نے اپنے فرمانبرداروں کو کشتی میں سوار کرا کے بچالیا تاکہ اس واقعہ سے ہر شخص عبرت حاصل کر سکے۔ اس کو ایک یادگار بنایا گیا تاکہ یاد رکھنے والے کان اس کو محفوظ کر لیں۔ فرمایا کہ میدان حشر میں جب اچھے یا برے اعمال نامے ہر شخص کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے تو ان لوگوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ ہوگا جنہوں نے نیک اعمال کیے تھے لیکن برے اعمال والے لوگ جو حسرت اور افسوس کرتے ہوئے ہوں گے ان کے لیے اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو پکڑو، ان کی گردنوں میں طوق ڈالو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر جھونک دو اور انہیں ستر ہاتھ لمبی زنجیروں میں جکڑ دو کیونکہ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جو دنیا میں نہ تو اللہ پر ایمان لائے اور نہ انہوں نے کسی غریب اور محتاج کو سہارا دیا۔ آج ان کا کوئی جگری اور گہرا دوست ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ان کا آج کھانا بھی زخموں کی پیپ (دھوون) کے سوا کچھ نہیں ہے جو ایسے منکرین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھا کر جو آدمی کو نظر آتی ہیں یا نظر نہیں آتیں فرمایا ہے کہ یہ کلام یعنی (قرآن مجید) ایک معزز اور ایک بزرگی والے فرشتے کے ذریعہ بھیجا گیا کلام الٰہی ہے۔ یہ کسی شاعر یا کاہن کی باتیں اور کلام نہیں ہے۔ نہ اس کو ہمارے رسول نے خود سے گھڑ کر ہماری طرف منسوب کیا ہے بلکہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اگر اس کلام کو نبی گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جان کو کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے دھیان دینے کی چیز ہے جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے اس کلام کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جن کا مزاج ہی کفر و انکار بن چکا ہے جو آخر کار ان کافروں کے لیے حسرت و افسوس کا ذریعہ بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ ہمارا کلام بالکل سچا کلام ہے یعنی اس کی سچائی دنیا پر کھل کر رہے گی۔ آپ ﷺ اللہ کا دین پہنچانے کی جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ کرتے رہیے اور اپنے رب عظیم کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے رہیے۔

سُورَةُ الحَاقَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَآقَّةُ ۝١ مَا الْحَآقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝٣ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

وہ ’’حاقہ‘‘ (ضرور واقع ہونے والی) اور کیا ہے وہ حاقہ؟ اور اے نبی ﷺ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ’’حاقہ‘‘ کیا ہے؟ جب قوم ثمود اور قوم عاد نے اس تباہ و برباد کرنے والی آفت (قیامت) کا انکار کیا تو ثمود ایک خوفناک آواز سے تباہ کر دیئے گئے۔ اور عاد تند و تیز ہوا (زبردست آندھی) کے ذریعہ ہلاک کئے گئے۔ جو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار مسلط رہی۔ اور (اے مخاطب) تو ان لوگوں کو دیکھتا کہ وہ ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے (اے مخاطب) اب کیا ان میں سے کوئی بھی بچا ہوا نظر آتا ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلْحَاقَّةُ	سچ مچ ہونے والی۔ یقینی
اَلْقَارِعَةُ	کوٹنے والی
اُهْلِكُوْا	ہلاک کئے گئے
اَلطَّاغِيَةُ	زلزلہ
صَرْصَرٌ	زبردست آندھی
عَاتِيَةٌ	قابو سے باہر
سَبْعَ لَيَالٍ	سات رات
ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ	آٹھ دن
حُسُوْمًا	متواتر۔ مسلسل
صَرْعٰى	اوندھے پڑے ہوئے
اَعْجَازُ نَخْلٍ	تنے کھجور کے
خَاوِيَةٌ	کھوکھلے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آئے ہیں ''حاقہ'' بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قیامت کفار کے لئے ایک ہولناک دن بھی ہے اس لئے اس کی طرف پوری توجہ دلانے کے لئے سوالیہ انداز اختیار فرمایا۔ حاقہ ایک ایسی سچائی ہے جس کا آنا اور واقع ہونا یقینی ہے۔ قیامت کے دن پر یقین رکھنے والا ذہنی پستی، اخلاقی بگاڑ اور گناہوں کی دلدل میں نہیں پھنس سکتا۔ آخرت کا یقین، انسان کے کردار کی بلندی اور اس کی نجات کی ضمانت ہے۔ جس قوم نے بھی آخرت اور قیامت کا انکار کیا اس نے اپنی دنیا کو اپنے ہاتھوں برباد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بہت زبردست اور ترقی یافتہ قوموں قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے جب اللہ و رسول اور آخرت کو جھٹلایا اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو ان پر اس طرح عذاب آیا کہ آج وہ صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں۔

قوم عاد جس نے دنیا پر سیکڑوں سال بڑی شان سے حکومت کی۔ ہر طرف خوش حالی، سرسبزی و شادابی، تجارتی پھیلاؤ، مال و دولت کی ریل پیل، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال، اعلیٰ ترین رہائش گاہیں تھیں ان چیزوں نے انہیں غرور و تکبر کا مجسمہ بنا کر رکھ دیا تھا وہ کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔ لیکن ان کی ذہنی پستی اور کفر و شرک کا یہ حال تھا کہ وہ بے حقیقت معبودوں کو اپنا مشکل کشا مان کر ان کے سامنے جھک کر اپنی مرادوں کو مانگتے تھے۔ عیاشی اور گناہوں کی زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے وہ اخلاقی بگاڑ کی انتہاؤں تک پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر حضرت ہودؑ کو بھیجا۔ جنہوں نے غرور و تکبر اور گناہوں میں مبتلا قوم کو بتایا کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اللہ رب العالمین کی ہے۔ وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا اور واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اس پورے جہان کو توڑ دیا جائے گا اور پھر میدان حشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ حضرت ہودؑ کی باتیں سن کر وہ مذاق اڑاتے اور ان کی اطاعت سے انکار کرتے۔ ان کو طرح طرح سے ستاتے۔ جب اس قوم نے نافرمانی کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ سات رات اور آٹھ دن تک ایسی زبردست طوفانی ہوائیں بھیجیں جن سے ان کی بنیادوں کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اس قوم اور اس کی ترقیات کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ پھر کوئی چیز باقی نہ بچ سکی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بدھ کے دن سے اگلے بدھ کی شام تک ایک مسلسل طوفان تھا جس نے ان کے مکانات اور ترقیات کو ریزہ ریزہ کر دیا اور کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح ان کی لاشیں ہر طرف بکھری ہوئی تھیں۔

اسی طرح قوم ثمود جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بنائیں جس زمانہ میں دو منزلہ مکان بنانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے دنیاوی اسباب اور تہذیب و تمدن کے بنانے میں زبردست محنتیں کیں لیکن وہ قوم بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو کر آخرت کے ہر تصور سے محروم تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے اللہ نے حضرت صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے دن رات اس قوم کو سمجھایا مگر وہ کھلی آنکھوں سے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ جب حضرت صالحؑ کو اور آخرت کو جھٹلایا تو قوم ثمود کو تیز بارشوں، ہیبت ناک کڑک اور زلزلے سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔

اللہ کا نظام اور دستور یہ ہے کہ جو بھی اللہ و رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ دنیاوی طاقت و قوت میں کتنی بھی ترقی کیوں نہ کر لے آخر کار اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور جو اللہ پر اس کے رسول پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتا ہے اور آخرت پر اس کا یقین ہے تو اللہ اس کو دنیا میں سربلندی اور آخرت میں نجات کی خوش خبری عطا فرماتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ

فِی الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ

الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّیْ

ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾

فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ

اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ

اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

ع ۱ ۴۷ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۳۷

فرعون اور اس سے پہلے الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں (قوم لوطؑ) نے بھی بڑے بڑے گناہ کئے تھے انہوں نے اپنے اس رسول کی نافرمانی کی جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے آیا تھا۔ پھر اس (اللہ) نے ان کو بڑی سختی سے پکڑا۔ اور ہم نے جب (طوفان نوح کے وقت) پانی کو حد سے اونچا کیا تو تمہیں کشتی میں سوار کرایا تا کہ اس بات کو تمہارے لئے اور کان رکھنے والوں کے لئے (عبرت ونصیحت کے لئے) نشانی بنادیں۔ پھر جب صور میں ایک دم پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں وہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو پھر واقع ہونے والی چیز اس دن واقع ہو جائے گی۔ اور اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور وہ بہت ہی کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے۔ اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم (اپنے رب کے سامنے) پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات اس سے چھپی نہ رہے گی۔ جس شخص کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ آؤ دیکھو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ (وہ خوشی سے کہے گا کہ) مجھے اس بات کا یقین تھا کہ مجھے میرا حساب پیش آنے والا ہے۔ وہ بلند وبالا جنت میں اپنی من پسند زندگی گذارتا ہوگا جن کے پھلوں کے گچھے (جنتیوں کی طرف) جھکے ہوئے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) خوب

خوشی سے کھاؤ پیو۔ یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم گذشتہ دنوں میں کیا کرتے تھے۔ اور جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (نہایت شرمندگی سے کہے گا کہ) کاش میرا اعمال نامہ مجھے دیا ہی نہ گیا ہوتا۔ اور مجھے خبر نہ تھی کہ میرا حساب بھی ہوگا۔ اے کاش کہ وہ پہلی موت ہی آخری فیصلہ کن موت ہوتی۔ میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آسکا۔ میری عزت بھی گئی اور میرا وقار بھی رخصت ہوا۔ حکم ہوگا اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور پھر اس کو جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ بے شک اس اللہ پر ایمان نہ رکھتا تھا جو برتر و اعلیٰ ہے۔ اور یہ کسی محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب تک نہ دیتا تھا۔ پھر آج کے دن اس کی ہمدردی کرنے والا کوئی دوست تک نہیں ہے اور اس کو سوائے زخموں کے دھوون کے اور کوئی کھانا بھی میسر نہ ہوگا جسے بڑے گناہ گاروں کے سوا اور کوئی نہ کھائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۳۷

اَلْمُؤْ تَفِکٰتُ — الٹی ہوئی بستیاں (قوم لوط کی بستیاں)

رَابِیَۃٌ — سخت

طَغَاالْمَآءُ — پانی نے جوش مارا۔ پانی کھولنے لگا

اَلْجَارِیَۃُ — چلنے والی (کشتی)

تَعِیَ — محفوظ رکھا

وَاعِیَۃٌ — حفاظت سے رکھنا

دُکَّتَا — کوٹ دیا جائے گا

وَاھِیَۃٌ — کمزور۔ بے جان

اَرْجَآءٌ (رَجَآءٌ) — کنارے

ھَآؤُمُ — آؤ (دیکھو) لو

ظَنَنۡتُ	میں نے خیال رکھا تھا
اَنِّیۡ مُلٰقٍ	بے شک میں ملنے والا ہوں
عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ	من پسند زندگی کا عیش
عَالِیَۃٍ	اونچی۔ بلند
قُطُوۡفُ	پھل۔ میوے
دَانِیَۃٌ	قریب
لَمۡ اُوۡتَ	نہ دیا گیا ہوتا
اَلۡقَاضِیَۃَ	فیصلہ کرنے والی
غُلُّوۡا	طوق ڈالو
صَلُّوۡہُ	اس کو ڈال دو
سِلۡسِلَۃٍ	زنجیریں
ذَرۡعٌ	لمبائی
سَبۡعُوۡنَ	ستر
اُسۡلُکُوۡ	جکڑ لو
لَا یَحُضُّ	آمادہ نہ کرتا تھا
حَمِیۡمٌ	جگری دوست۔ حمایتی
غِسۡلِیۡنَ	زخموں کا دھوون
اَلۡخَاطِئُوۡنَ	خطا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۳۷

اس سے پہلی آیات میں قوم عاد اور قوم ثمود جیسی عظیم ترقی یافتہ قوموں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے جو عذاب دیا گیا اس کا ذکر کرنے کے بعد طوفان نوح اور ان بستیوں کا ذکر فرمایا جن کو الٹ کر تہس نہس کیا گیا تھا۔ ان قوموں کی بربادیوں کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت اللہ رب العالمین کی ہے وہی قادر مطلق اور مالک ومختار ہے۔ اگر وہ زبردست ترقی یافتہ قوموں کو تباہ وبرباد کر سکتا ہے تو وہ اس پوری کائنات کو بھی ختم کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جب اللہ چاہے گا تو پورے نظام کائنات کو الٹ کر رکھ دے گا۔ چنانچہ جب اللہ کے حکم سے پہلی مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو زمین وآسمان اور اس کے درمیان بسنے والی ساری مخلوق، دریا، پہاڑ، سمندر، چاند اور سورج ستارے اور ہر چیز ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس وقت اللہ کی ہیبت وجلال سے اس کے عرش کو چار کے بجائے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ چونکہ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے اس لئے عرش الٰہی کے اٹھائے جانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور عرش الٰہی کے سوا کوئی چیز بھی باقی نہ بچے گی۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق دوبارہ پیدا کر دی جائے گی یہی ''حاقہ'' کا دن ہے جب سب کو اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا اور اس دن کوئی بات چھپی نہ رہ سکے گی بلکہ سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے فرمایا کہ ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے گا۔ جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ ہوگا وہ ہر ایک سے کہے گا کہ آؤ میرے اعمال نامے کو دیکھو۔ وہ خوشی سے کہے گا کہ مجھے یقین تھا کہ میں نوازا جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنی من پسند زندگی گذارے گا۔ بلند وبالا جنتیں ہوں گی، درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کے گچھے جنتیوں کی طرف اس طرح جھکے ہوئے ہوں گے کہ ان کے پھلوں کو توڑ کر کھانے میں کوئی محنت اور مشقت نہ اٹھانا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ آج کے دن خوب کھاؤ پیو، عیش وآرام کی زندگی گذارو۔ یہ سب کچھ تمہارے ان نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو تم اس سے پہلے دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اور جن بدنصیبوں کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اس کو پڑھ کر شرمندگی اور افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ کاش یہ نامہ اعمال ہمیں دیا ہی نہ گیا ہوتا مجھے تو اس کا احساس تک نہ تھا کہ میرا حساب بھی لیا جائے گا۔ کاش میں پہلی موت کے ساتھ ہی مٹ گیا ہوتا۔ ہائے افسوس میرا مال بھی میرے کام نہ آسکا۔ میری عزت بھی گئی اور میرا وقار بھی رخصت ہو گیا۔ اس گناہ گار کے اس اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو پکڑو۔ اس کے گلے میں طوق ڈالو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر اس میں جھونک دو۔ اور اس کو ایسی زنجیر میں جکڑ دو جو ستر ہاتھ لمبی ہو۔ فرمایا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ پر جو سب سے برتر واعلیٰ ہے ایمان نہ رکھتا تھا۔ اسے اتنی بھی توفیق نہیں تھی کہ وہ کسی غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب ہی دے دیتا۔ آج کے دن کوئی ایک شخص بھی تو ایسا نہیں ہے جو اس کے ساتھ ہمدردی کر سکے۔ اب اس کا انجام یہ ہے کہ اس کو زخموں کے دھوون کے سوا اور کوئی چیز بھی کھانے کے لئے دستیاب اور میسر نہ ہوگی۔ ان گناہ گاروں کو اس کے علاوہ کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۵۲

پھر میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے کہ بے شک یہ قرآن (اللہ کی طرف سے) ایک معزز فرشتے (جبرئیل) کا لایا ہوا ہے۔ یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ مگر تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور اگر یہ پیغمبر (غلطی سے) اپنی طرف سے اس کو گھڑ کر لاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ بلا شبہ یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ مگر بے شک یہ قرآن کفار کے لئے (سوائے) حسرت وندامت کے (اور کچھ نہیں) اور بلا شبہ یہ قرآن سراسر حق اور سچ ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ اپنے بزرگ و برتر اللہ کی تسبیح کرتے رہیے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۵۲

سورۃ الحاقہ کو اس مضمون پر مکمل فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ایک معزز فرشتے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بھیجا گیا ہے وہ برحق اور سچ ہے اور اللہ کا وہ کلام ہے جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور جزا و سزا کے احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔ کفار مکہ نبی کریم ﷺ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ قرآن مجید کو آپ نے خود سے بنا کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے یا کسی سے سن کر یا پڑھ کر بیان کر دیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ نے اپنی اس ساری مخلوق کی جو نظر آتی ہے یا نظر نہیں آتی یا وہ حالات جو گذر چکے ہیں اور آئندہ پیش آنے والے ہیں ان سب کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے یہ کسی شاعر کا خیال یا غیب کی جھوٹی خبریں دینے والے کسی کاہن کا خود ساختہ کلام نہیں ہے۔ اول تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی شخص یا خود نبی کریم ﷺ اس کلام کو خود سے بنا لیتے یا گھڑ کر بیان کر دیتے لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ ایسا ہوتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر یعنی پوری طرح قابو پا کر اس کی رگ جاں کو کاٹ ڈالتے۔ اور پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جن لوگوں میں ضد اور ہٹ دھرمی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور وہ اللہ سے نہیں ڈرتے وہ ان دلیلوں کو سننے کے باوجود بھی اللہ کے کلام کا انکار کرتے رہیں گے۔ دنیا کی زندگی اور قیامت میں ان کے لئے سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ لیکن اس قرآن کی سچائی اور عظمت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ قرآن تو درحقیقت ان کے لئے نصیحت ہے جن میں ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں یا وہ لوگ جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے مشن اور عظیم مقصد کو جاری رکھئے۔ ان گمراہوں، ظالموں اور اللہ سے نہ ڈرنے والوں کی پرواہ نہ کیجئے آپ صبح و شام اور ہر آن اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ یہی چیز آپ کو کامیاب کر دے گی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۰

المعارج

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المعارج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	70
کل رکوع	2
آیات	44
الفاظ وکلمات	241
حروف	1095
مقام نزول	مکہ مکرمہ

جب نبی کریم ﷺ قیامت، آخرت، جنت اور جہنم کا ذکر فرماتے تو کفار مکہ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ وہ قیامت جس کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور وہ عذاب جو نازل کیا جاسکتا ہے آخر اس کے آنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اس جگہ کافروں میں سے ایک خاص آدمی کا ذکر کیا گیا ہے جو مال و دولت، اپنے بیٹوں، بھائیوں، دوستوں اور خاندان کے افراد کی کثرت پر ناز کرتے ہوئے ایک دن یہاں تک کہہ بیٹھا "الٰہی! اگر یہ حق تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر شدید عذاب کو لے آ۔" مفسرین نے اس کا نام نضر ابن حارث ابن کلدہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار اور اس خاص شخص کا ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ مانگنے والا ایک ایسی چیز کو مانگ رہا ہے جو بہت جلد واقع ہونے والی ہے لیکن جب وہ دن آئے گا تو کافروں کے لیے بدترین اور سخت ترین دن ہوگا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گا۔ یہ اعلان اس ذات کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے۔ فرشتے اور جبرئیل امین بھی اللہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اس دن کی مقدار و مسافت پچاس ہزار سال ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان کی غلط سلط، بے ہودہ باتوں پر صبر کیجیے اور صبر بھی وہ صبر جس میں کسی قسم کا شکوہ اور شکایت نہ ہو۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان جیسے لوگ اپنے انجام کو دیکھ لیں گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ جس قیامت کے دن کو بہت دور کی چیز سمجھ رہے ہیں ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس دن آسمان تیل کی تلچھٹ جیسا اور پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی روئی جیسے ہو جائیں گے۔ کوئی جگری اور گہرا دوست بھی دوسرے گہرے دوست کو نہ پوچھے گا حالانکہ ان کا آمنا سامنا بھی ہوگا۔ اس دن مجرم عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے اپنی اولاد، بیوی، بھائی اور کنبہ کے وہ لوگ جن میں رہا کرتا تھا ان کو اور روئے زمین کی ہر چیز کو دے کر اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن وہ بھی اس عذاب سے نہ بچ سکے گا۔ اس کو ایسی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کی کھال تک کھینچ لے گی اور وہ جہنم ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے حق سے منہ موڑا ہوگا اور مال کو اٹھا اٹھا کر رکھتا اور

جمع کرتا ہوگا۔ وہ شخص جس کا یہ حال ہے کہ جب کوئی مصیبت اس کو گھیر لیتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اسے خوشحالی مل جاتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے لگتا ہے۔ لیکن وہ لوگ اس دن اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے جو۔۔۔

(۱) ہمیشہ نمازوں کی پابندی اور اہتمام کرتے ہیں

(۲) جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق ہوتا ہے یعنی کوئی محروم نہیں رہتا

(۳) جو قیامت کے دن کو برحق ماننے کا اعتقاد رکھتے ہیں

(۴) جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں

(۵) جو لوگ اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا ہر جگہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

(۶) جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں

(۷) جو اپنے ہر وعدے کو پورا کرتے ہیں

(۸) جو اپنی نمازوں کی تمام شرائط اور آداب کا لحاظ کر کے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان سب لوگوں کو پورے اعزاز و اکرام سے جنتوں میں رہنے کا حکم دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ منکرین دائیں اور بائیں سے جو اسلام کا مذاق اڑانے گروہ در گروہ چلے آرہے ہیں ان کا گمان یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نعمت بھری جنتوں میں پہنچ جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کو ہم نے جس چیز سے پیدا کیا ہے یعنی ایک حقیر نطفہ سے۔ مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم ہم اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں۔ یہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو بے ہودہ باتوں اور مشغلوں میں لگا رہنے دیجیے۔ وہ وقت دور نہیں ہے یہ اس قیامت کے دن میں پہنچ جائیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑ رہے ہوں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں۔ اس دن ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوں گی۔ اسی دن کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

سورۃ المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ﴿۹﴾ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚۖ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُئْوِيْهِ ۙ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱ تا ۱۸

مانگنے والے نے اس عذاب کو مانگا جو (کافروں پر) واقع ہونے والا ہے۔ کافروں سے اس عذاب کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ (عذاب) اس کی طرف سے ہوگا جو بلند درجات رکھنے والا ہے۔ اس کے فرشتے اور روح (جبرئیل امین) اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے

ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے اور صبر جمیل بھی (جس میں شکوہ نہ ہو)۔

(بے شک وہ کفار) اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں۔ اس دن آسمان تانبے کی طرح پگھلا ہوا ہوگا۔ اور پہاڑ رنگین (دھنکی ہوئی) اون کی طرح ہو جائیں گے۔ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم (گناہ گار) اس دن تمنا کریں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی اور بھائی کو، اپنے اس کنبے اور برادری کے لوگوں کو جن میں وہ رہا کرتے تھے اور زمین کے سب لوگوں کو اپنے فدیہ میں دے دیں تا کہ وہ نجات حاصل کرسکیں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بے شک وہ (جہنم) شعلہ مارتی ہوئی ایسی آگ ہوگی جو جسم کی کھال کھینچنے والی ہوگی۔ وہ ہر (اس شخص کو اپنی طرف) بلاتی ہوگی جس نے سچائیوں سے منہ اور پیٹھ کو موڑا ہوگا اور جس نے مال جمع کیا ہوگا اور اس کو محفوظ جگہ رکھتا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۸

سَالَ	سوال کیا۔ مانگا
ذِی الْمَعَارِجِ	زینوں والا
خَمْسِیْنَ اَلْفَ	پچاس ہزار
اَلْمُهْلُ	پگھلا ہوا تانبہ
اَلْعِهْنُ	دھنکی ہوئی روئی
فَصِیْلَةٌ	کنبہ۔ خاندان
تُؤْوِیْ	وہ رہتا ہے
لَظٰی	بھڑکتی آگ
نَزَّاعَةٌ	کھینچنے والی

اَلشَّوٰی	کھال اوراس کا ٹکڑا
اَوْعٰی	سنبھال کر رکھتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

کفار مکہ اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی مانگنے کے بجائے اس کے عذاب اور قیامت آنے کی جلدی کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اس عذاب اور قیامت کا سوال کریں یا نہ کریں وہ تو بہر حال اپنے وقت پر واقع ہو کر رہے گی اور جب قیامت کے دن کفار و مشرکین پر عذاب آئے گا تو وہ اس قدر بھیانک اور سخت عذاب ہوگا جس کو ساری دنیا مل کر بھی نہ ٹال سکے گی کیونکہ یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہوگا جو بلند و برتر درجات رکھنے والا ہے۔ جس کی قدرت و طاقت اتنی زبردست ہے کہ جب دنیا کے پچاس ہزار سال گذرتے ہیں تو اس کا ایک دن گذرتا ہے لیکن اس کے فرشتے اور جبرئیل امین ایک لمحہ میں اس کی بارگاہ میں پہنچ کر ہر شخص کے تمام نامہ اعمال اللہ تک پہنچاتے ہیں اور اسی طرح اس کے احکامات کو دنیا میں آکر نافذ کرتے ہیں۔ یہی اس کا نظام کائنات ہے ویسے اللہ کا علم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں ہے اسے درخت سے گرنے والے ایک ایک پتہ کا بھی علم ہر آن حاصل ہے۔ وہی عالم الغیب و الشّھادہ ہے یعنی ہر کھلے چھپے کا اس کو پوری طرح علم ہے۔

یہ آیات اپنے معانی کے لحاظ سے عام ہیں لیکن مفسرین نے ان آیات کی تشریح میں نضر ابن حارث ابن کلدہ کی اس بات کا ذکر کیا ہے جو اس نے کہی تھی۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۲ میں اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "الٰہی! (یہ نبی ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں) اگر وہ حق ہے اور آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر دردناک عذاب کو لے آیئے۔ اسی طرح کا مطالبہ سورۂ یونس، سورۃ الانبیاء، سورۃ النحل، سورۂ سبا، سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک میں بھی کفار کی طرف سے کیا گیا ہے۔ یعنی ہم تو یہ سن سن کر تنگ آچکے ہیں کہ اگر ہم نے اللہ کا حکم نہ مانا تو ہم پر عذاب آجائے گا یا قیامت ٹوٹ پڑے گی وہ کہتے تھے کہ اگر عذاب یا قیامت کو آنا ہے تو اس کو آجانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے البتہ ان کفار کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب وہ قیامت آئے گی تو اس وقت ان کفار و مشرکین سے عذاب کو ٹالنے والا کوئی نہ ہوگا۔ قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہوگا آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ بڑے بڑے پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔ پورے نظام کائنات کو توڑ کر درہم برہم کر دیا جائے گا۔ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ ہر شخص کے عزیز رشتہ دار اور گہرے دوست ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے لیکن ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ شعلے برساتی جہنم اور عذاب کو دیکھیں گے اور جہنم کی آگ ان کی کھال تک کھینچ لے گی اس وقت یہ کہہ

اٹھیں گے الٰہی! ہمارے بیٹے، بیوی، خاندان اور برادری والے جن کے درمیان ہم رہا کرتے تھے اور وہ مال و دولت جو ہم نے جمع کر کے رکھا ہوا تھا وہ سب کچھ ہم سے لے کر ہمیں اس عذاب سے بچا لیجئے۔ اس وقت ان کی حسرت کی انتہا ہوگی جب ان سے کہا جائے گا کہ آج ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال پر جزا اور سزا دی جائے گی یہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا اور اللہ کے سوا کوئی اس ہولناک عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کفار کی باتوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ صبر و تحمل اور صبر جمیل (جس میں کوئی شکوہ شکایت نہ ہو) کا مظاہرہ کیجئے جو آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس نے سچائیوں سے منہ پھیرا اور پیٹھ کو موڑا ہوگا اس کو ایسا شدید عذاب دیا جائے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ قیامت کے دن کو دور سمجھ رہے ہیں حالانکہ قیامت تو بہت قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی ہر شخص کی قیامت شروع ہو جاتی ہے اور موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔

زیر مطالعہ آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ ایک مومن کو ہر حال میں عافیت اور سلامتی مانگتے رہنا چاہیے اور اس کی زبان پر یہی دعا ہونی چاہیے الٰہی! ہمیں دنیا اور آخرت میں عافیت نصیب فرمایئے گا اور ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھئے گا۔

(۲)۔ صبر و تحمل اور برداشت سب سے اچھی عادت ہے لیکن ایسا صبر جمیل جس میں کسی سے شکوہ اور شکایت نہ ہو یہ آدمی کی اعلیٰ ترین صفت ہے۔

(۳)۔ قیامت آدمی سے دور نہیں ہے بلکہ انتہائی قریب ہے کیونکہ موت آتے ہی آدمی کی قیامت شروع ہو جاتی ہے یہ قیامت صغریٰ ہے۔ قیامت کبریٰ وہ ہے جب اس پوری کائنات کی بساط کو لپیٹ دیا جائے گا اور سوائے اللہ کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

(۴)۔ قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہوگا اس سے ہر وقت پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ نبی کریم ﷺ اور جس کو اللہ شفاعت کی اجازت دیں گے وہ بھی اسی شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہوگا لیکن جو بدعات و خرافات میں اپنے ایمان کو ضائع کر چکا ہوگا اس کی شفاعت نہ کی جائے گی اور وہ شفاعت سے محروم رہے گا۔

(۵)۔ قیامت کے دن آدمی کے وہی مال کام آئے گا جو اس نے دنیا میں حلال طریقے پر جمع کر کے جائز طریقے سے خرچ کیا ہوگا لیکن وہ مال جو اس نے حرام طریقے پر کمایا ہے وہ اس کے لئے جہنم کی آگ بن جائے گا اور وہ اس کے کسی کام نہ آسکے گا۔

اللہ ہم سب کو رزق حلال نصیب فرمائے اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(۶)۔ قیامت کا دن اللہ و رسول کا انکار کرنے والوں کے لئے بہت طویل ہوگا۔ ممکن ہے وہ دن ایک ہزار سال کا ہو لیکن

قیامت کا دن مومن کے لئے بہت ہلکا اور مختصر ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کا طویل ترین دن مومن کے لئے صرف اس قدر ہوگا جتنے وقت میں ایک نماز پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی اس دن کو مختصر اور آسان فرمادے۔ آمین

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

ع ۱ / ۳۵ / ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۳۵

بے شک انسان بڑا بے صبرا (کم ہمت) بنایا گیا ہے۔ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو کوئی خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے لگتا ہے۔ سوائے ان نماز پڑھنے والوں کے جو اپنی نمازوں کا ہمیشہ اہتمام (پابندی) کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے مالوں میں سوال کرنے والوں کا حق رکھتے ہیں اور سوال سے بچنے والوں کا بھی حصہ رکھتے ہیں اور وہ جو انصاف کے دن (قیامت) کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔

بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور اپنی مملوکہ عورتوں (باندیوں) کے جن سے محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔ پھر جو (اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ) دوسرے راستے تلاش کرتے ہیں تو ایسے لوگ حد سے گذر جانے والے ہیں۔اور وہ لوگ (جو ان کے پاس رکھی ہوئی) امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد معاہدوں کی پابندی کرنے والے ہیں۔اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک طور پر ادا کرنے والے ہیں۔اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت واحترام سے (داخل) ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۳۵

هَلُوْعًا	بزدل۔ڈرپوک
جَزُوْعًا	گھبرا جانے والا
مَنُوْعًا	ہاتھ روک لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۳۵

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آدمی کو بڑی عظمتوں اور زبردست صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ جب کائنات میں آگے بڑھتا ہے تو خشکی، تری اور فضاؤں پر حکمرانی کرنے لگتا ہے لیکن اس کی تخلیق اور فطرت میں کچھ کمزوریاں بھی رکھ دی گئی ہیں۔اگر وہ ان کمزوریوں پر قابو پالے تو پھر وہ دنیا میں سربلند اور آخرت کی نجات کا مستحق بن جاتا ہے۔فرمایا کہ آدمی اپنی بے انتہا صلاحیتوں کے باوجود بہت بے صبرا، کم ہمت اور تنگ دل واقع ہوا ہے۔اس کو ذرا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو خیر اور خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بلند تر اور عزت دار سمجھنے لگتا ہے۔لیکن فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنی فطری کمزوریوں پر قابو پالیتے ہیں اور اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کرتے ہیں وہ بدحالی اور خوشحالی ہر دور میں ہمت وجرأت اور سخاوت کا پیکر ہوتے ہیں۔وہ کون لوگ ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

(۱)۔جو لوگ نمازوں کا اہتمام اور پابندی کرتے ہیں

(۲)۔وہ لوگ جو اپنی ضروریات کے باوجود ان لوگوں کا خیال رکھتے ہیں جو ان سے کوئی مدد مانگتے ہیں اور وہ ان لوگوں کی تلاش میں بھی رہتے ہیں جو اپنی سفید پوشی اور شرم کی وجہ سے تنگی اور بدحالی کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ہمت نہیں

کرتے۔ یہ ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔

(٣)۔ وہ لوگ جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب اس نظام کائنات کو توڑ کر ایک نئی دنیا بنائی جائے گی پھر اولین و آخرین کے تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے کر جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔

(٤)۔ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوں گے کیونکہ ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔

(٥)۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی بدکاری کے کسی راستے پر نہیں چلتے بلکہ اللہ و رسول کے احکامات کی مکمل پابندی کرتے ہیں۔

(٦)۔ وہ لوگ جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ امانتیں جو ان کے سپرد کی جاتی ہیں ان کو وہ پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (بیہقی)

(٧)۔ اپنے ہر اس عہد کی پابندی کرتے ہیں جو انہوں نے اللہ سے یا بندوں سے کئے ہیں۔ اس کے متعلق بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی)

(٨)۔ وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک طور پر ادا کرتے ہیں یعنی وہ سچی گواہی دیتے وقت اپنے یا غیر، چھوٹے یا بڑے کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ جو سچی گواہی ہے وہ پیش کرتے ہیں۔

(٩)۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی جسم و لباس اور جگہ کی پاکیزگی، وضو کا اہتمام اور فرض، واجب، سنت اور مستحب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں میں یہ مذکورہ صفات ہوں گی وہ اپنی فطری کمزوریوں کے باوجود کامیاب و بامراد ہوں گے اور جنتوں میں عزت و احترام کے ساتھ داخل کئے جائیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

۲ ع ۹ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

پھر ان کافروں کو کیا ہو گیا کہ وہ آپ کی طرف دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں (کبھی) داہنی جانب سے اور (کبھی) بائیں جانب سے گروہ در گروہ بن کر۔

کیا ان میں سے ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ آرام وسکون کی جنتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

بے شک ہم نے ان کو جس چیز سے بنایا اسے وہ خود بھی جانتے ہیں۔

میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ہم پوری قدرت وطاقت رکھنے والے ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز اور بے بس نہیں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو بے ہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل کود میں مشغول رہنے دیجئے یہاں تک کہ یہ اس دن سے جاملیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے وہ کسی بت کے تھان (عبادت گاہ) کی طرف دوڑے جا رہے ہوں۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہو گی۔

یہ ان کا وہ دن ہو گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

مُهْطِعِيْنَ	وہ دوڑتے آتے ہیں
عِزِيْنٌ	گروہ در گروہ
اَلْاَجْدَاثُ	قبریں
نُصُبٌ	نشانیاں لگی ہوئی چیز
يُوْفِضُوْنَ	وہ دوڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

زیر مطالعہ آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان اگر چہ کم ہمت پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام تر عظمتوں کے باوجود اس میں کچھ فطری کمزوریاں موجود ہیں لیکن اگر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری جائے تو پھر اس کی نیکیاں اور اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری اس کو جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنا دیتی ہیں۔

کفار مکہ کا یہ حال تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے سامنے اللہ کا دین پیش کر کے ان کو گمراہی سے ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دیتے یا جب آپ تلاوت کلام پاک فرماتے تو وہ اس پر ایمان لانے کے بجائے اللہ کے دین کو جھٹلاتے اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لئے جتھے کے جتھے اور گروہ کے گروہ آپ کے دائیں بائیں جمع ہو کر کبھی تالیاں پیٹتے کبھی شور مچاتے اور ہر طرح دین کا مذاق اڑاتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ کہتے کہ اگر قیامت کا دن آیا اور جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ ہو کر رہا تو ہمیں اس کی فکر نہیں ہے کیونکہ جس طرح ہم اس دنیا میں عیش و آرام اور سکون سے ہیں جنت کی راحتوں میں بھی عیش کریں گے اور مسلمان جس طرح دنیا میں پریشان حال ہیں وہاں بھی ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ فرماں برداروں اور نافرمانوں کو ایک جیسا فرما دیں۔ بلکہ جنت کی راحتوں کے مستحق وہی ہوں گے جو اللہ و رسول کے فرماں بردار ہوں گے۔ فرمایا کہ یہ کافر اپنی زبان سے کہیں یا نہ کہیں لیکن یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے رب نے ان کو کس چیز سے اور کیسے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مشرقوں مغربوں اور اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت صرف اللہ کی ہے اگر وہ چاہے تو موجودہ کافروں کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے اور ان سے اپنے دین کا کام لے لے وہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ مکہ والوں سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر تم اس سعادت سے اپنا دامن چھڑاتے رہے اور اس کو حاصل نہ کیا تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو اٹھا کھڑا کرے گا کیونکہ وہ اللہ ایسی قدرت والا ہے جس کو کوئی عاجز اور بے بس نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو ان کی بے ہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل تماشوں میں لگا رہنے دیجئے وہ وقت دور نہیں ہے جب قیامت آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن یہ اپنی قبروں اور دفن کی جانے والی جگہوں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جس طرح وہ اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں لیکن شرمندگی اور ندامت سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ نے جس دن کے متعلق ان کو پہلے سے بتا دیا تھا وہ برحق تھا اور آج وہ دن ان کے سامنے ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۱

نُوح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ نوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	71
کل رکوع	2
آیات	28
الفاظ وکلمات	231
حروف	974
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ نوح اس زمانہ میں نازل ہوئی جب مکہ مکرمہ میں کفار مکہ نے اسلامی دعوت کے خلاف زبردست مزاحمت شروع کردی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش اور مشرکین پر سورہ نوح کے ذریعہ اس بات کو صاف صاف واضح فرمادیا ہے کہ جس طرح آج اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت کو کفار مکہ رد کررہے ہیں اور مخالفت کی انتہاؤں پر پہنچ گئے ہیں اسی طرح حضرت نوحؑ نے دن رات اپنی قوم کو سمجھایا مگر وہ قوم اللہ ورسول کی نافرمانیوں میں لگی رہی جب حضرت نوحؑ اپنی قوم سے قطعاً مایوس ہوگئے تو انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں سارے معاملہ کو رکھ کر دعا کی جو قبول کرلی گئی اور پھر پوری قوم کو نہ صرف پانی میں غرق کردیا گیا بلکہ آخرت میں بھی ان پر آگ کا عذاب مسلط کیا جائے گا۔ کفار قریش سے کہا جارہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری نافرمانیاں بھی انتہا تک پہنچ جائیں اور ہمارا نبی ہماری بارگاہ میں فریاد پہنچادے۔ اگر تم نے اپنا انداز اور طریقہ نہ بدلا تو تمہارا انجام بھی قوم نوحؑ جیسا ہوسکتا ہے۔ سورہ نوح میں صرف حضرت نوحؑ کی ان نصیحتوں کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے بیان فرمائی تھیں۔ پوری سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف اپنا پیغام دے کر بھیجا تھا تاکہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو ایک المناک عذاب آنے سے پہلے آگاہ اور خبردار کردیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں صاف صاف انداز سے یہ بات بتارہا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ وہ اللہ اتنا مہربان ہے کہ نہ صرف تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا بلکہ تمہیں ایک مقرر اور معین وقت تک باقی رکھے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کی طرف سے مقرر وقت گذر جاتا ہے تو پھر (عذاب الٰہی کو) ٹالا نہیں جاسکتا۔ کاش تم میری اس بات کو سمجھ سکو۔ حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت پیش کی مگر وہ میری پکار اور دعوت سے بھاگتے ہی رہے۔ جب میں نے ان سے کہا کہ تم اللہ سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگ لو تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے منہ پر کپڑا ڈھانپ لیا تاکہ نہ سنائی دے نہ دکھائی دے۔ پھر وہ اپنے کفر پر اس طرح اڑ گئے

کہ تکبر کے ساتھ انہوں نے ہر بات کو رد کر دیا۔ میں نے پھر بھی بلند آواز سے، کھل کر، چھپ کر ہر طرح سمجھایا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم اللہ سے معافی مانگ لو وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال و دولت، اولاد اور خاص طور پر بیٹوں سے نواز دے گا۔ تمہارے لیے ہرے بھرے باغ پیدا کر کے نہریں بہا دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں کس کس طرح نشو ونما دی ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اسی نے ایک پر ایک سات آسمان بنائے ہیں اس نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ کی طرح روشن کیا ہے اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور پھر اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکال کر کھڑا کر دے گا۔ اسی نے تو زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے تا کہ تم اس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا الٰہی! وہ لوگ میری اطاعت کے بجائے ان لوگوں کے پیچھے لگ گئے ہیں جو ان میں سے مال دار اور رئیس ہیں جنہوں نے مکر وفریب کے جال ہر طرف پھیلا رکھے ہیں۔ وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ لوگو تم ہرگز اپنے معبودوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو مت چھوڑنا یہی تو ہمارے کام بنانے والے ہیں۔ اس طرح انہوں نے پوری قوم کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ الٰہی! جب انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار ہی کر لیا ہے تو آپ بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دیجیے۔ حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے زمین پر بسنے والے کسی کافر کو نہ چھوڑیئے۔ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا وہ فاسق و بدکار ہی ہوگا۔

میرے رب! مجھے، میرے والدین کو اور جو بھی میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہے اس کو اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو معاف فرما دیجیے اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ فرمایئے۔

''آخر کار اس طرح وہ پوری قوم اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کر دی گئی اور قیامت کے دن وہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو بچانے والا پائیں گے اور نہ اپنا مددگار۔''

سورۃ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ

وقف لازم

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا
وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا
فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ
يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾
وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ
وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا
تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا
نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ
نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا
كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ
مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ
اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

ع ١ ٩
النصف ع ٢ ٨ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۸

بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو دردناک عذاب آنے سے پہلے آگاہ کردو۔

اس نے کہا اے میری قوم میں تمہیں صاف صاف طور پر آگاہ و خبردار کرنے والا ہوں یہ کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔

اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور وہ ایک مقرر مدت تک مہلت دے گا۔

(یاد رکھو) جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر اس کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

کاش تم یہ جانتے ہوتے۔

نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن (حق و صداقت کی طرف) بلایا مگر میرا پکارنا ان کے لئے (قریب آنے کے بجائے) دور بھاگنے کا بہانہ بن گیا۔

اور جب میں نے ان کو یہ کہہ کر بلایا تا کہ آپ ان کی خطائیں معاف فرما دیں تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے (ہر طرف) اپنے اوپر لپیٹ لئے۔

کفر پر اڑے رہے اور خوب تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے پکارا۔

میں نے ان کو کھلم کھلا اور چپکے چپکے بھی سمجھایا اور میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لو بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔

وہ تم پر مسلسل بارش برسائے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد سے مدد کرے گا۔

وہ تمہارے لئے باغ اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔

(وہی خالق ہے) تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت وشان کا لحاظ نہیں کرتے۔

حالانکہ اس نے تمہیں جس طرح چاہا بنایا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کس طرح بنائے ہیں اور اس نے آسمان میں چاند کو روشن اور سورج کو چراغ بنایا ہے اور اس نے تمہیں خاص طور سے زمین میں پروان چڑھایا۔

پھر وہ تمہیں اسی زمین میں لوٹا دے گا اور پھر (قیامت میں زمین سے) تمہیں باہر نکالے گا اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے تا کہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو پھرو۔

(حضرت) نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار بے شک ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور وہ ایسے لوگوں کے پیچھے چلتے رہے جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان پہنچایا اور اس میں اضافہ ہی کیا۔

اور انہوں نے میرے خلاف طرح طرح کی چالیں چلیں اور انہوں نے (اپنے ماننے والوں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا۔

نہ وُدکو نہ سواع کو نہ یغوث کو نہ یعوق کو اور نہ نسر کو۔ اور بے شک انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

اے اللہ آپ بھی ان ظالموں کی گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی عطا نہ فرمائیے۔

چنانچہ وہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب (زبردست طوفان میں) غرق کر دیئے گئے، آگ میں داخل کر دیئے گئے اور انہوں نے اللہ کے سوا بچانے میں کسی کو مددگار نہ پایا۔

اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار آپ ان کافروں میں سے زمین پر بسنے والے کسی شخص کو نہ چھوڑیئے کیونکہ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان

کے ہاں جو بھی اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار اور ناشکری ہی ہوگی۔

میرے پروردگار میری، میرے والدین کی اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں اور سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کی بخشش کر دیجئے اور آپ ان ظالموں کے لئے سوائے تباہی کے کسی اور چیز میں اضافہ نہ کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۸

لَمْ یَزِدْ	نہیں بڑھایا
اِسْتَغْشَوْا	انہوں نے لپیٹ لئے
اَصَرُّوْا	انہوں نے اصرار کیا۔ ضد کی
جِهَارٌ	پکار پکار کر
اَسْرَرْتُ	میں نے چپکے چپکے کہا
مِدْرَارٌ	لگاتار
وَقَارٌ	عزت۔ بڑائی
اَطْوَارٌ	طرح طرح
بِسَاطٌ	بچھونا
كُبَّارٌ	بڑی بات
لَا تَذَرُنَّ	نہ چھوڑنا
لَا تَذَرْ	نہ چھوڑ
دَيَّارٌ	گھر۔ چلتا پھرتا
لَا يَلِدُوْا	نہ جنیں گے

تَبَارٌ	تباہی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۸

حضرت آدمؑ کے بعد نبی تو بہت سے آئے لیکن وہ نبی جن کو سب سے پہلے رسالت سے نوازا گیا وہ حضرت نوحؑ تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

فرمایا یَا نُوحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ ۔یعنی اے نوح تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت آدمؑ کی آٹھویں پشت تک کوئی کافر ومشرک نہ تھا۔ جو لوگ راہ حق سے ہٹ جاتے ان کی اصلاح کے لئے نبی آتے رہے اور حضرت ادریسؑ جو حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے تھے انہوں نے پوری قوم کو توحید کا درس دیا۔ ان کے ماننے والے بزرگوں میں سے وَد، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے جنہوں نے دین کی سچائی پر پوری قوم کو چلایا۔ پوری قوم ان سے بے انتہا عقیدت و محبت رکھتی تھی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتی تھی۔

جب ان پانچوں بزرگوں کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کے عقیدوں میں بھی کمزوریاں آنا شروع ہو گئیں۔ کسی طرح شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ اگر بزرگوں کو یاد رکھنے کے لئے ان کی تصویریں بنالی جائیں تو نہ صرف عبادت میں خشوع وخضوع اور سکون حاصل ہوگا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی یہ معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کے طفیل انہیں راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ چونکہ ہر گمراہی کی ابتداء ہمیشہ عقیدت ومحبت میں حد سے بڑھ جانے سے ہوتی ہے لہذا لوگوں نے ان بزرگوں کی مورتیاں بنالیں اور ان کی زیارت کر کے اپنی عقیدت ومحبت میں ایک خاص لذت محسوس کرنے لگے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد کی نسلوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے باپ دادا ان تصویروں سے محبت وعقیدت رکھتے تھے ہمیں ان کا پوری طرح احترام کرنا چاہیے۔ پھر شیطان نے ان کو یہ بات سمجھا دی کہ اصل میں یہی تمہارے معبود ہیں۔

اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا جس کے بہت کچھ آثار عربوں میں بت پرستی کی شکل میں بھی پائے جاتے تھے۔ بت پرستی کی شدت بڑھتی چلی گئی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں پورے معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کا اخلاقی اور مذہبی بگاڑ اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ جو بھی اٹھتا وہ مزید خرابیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو جب چالیس سال کی عمر میں نبوت و رسالت سے نوازا تو انہوں نے تمام پیغمبروں کی طرح عبادت وبندگی، تقویٰ، پرہیز گاری اور اطاعت رسول کا درس دینا شروع کیا۔ ابتداء میں تو لوگوں نے کوئی توجہ نہ کی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ کی تبلیغ کا اچھا خاصا اثر ہونا شروع ہو گیا ہے تو انہوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ اے نوحؑ! نہ تو تمہارے پاس کوئی مال و دولت ہے اور نہ کوئی صاحب حیثیت

مال دار تمہاری کسی بات کو سننا پسند کرتا ہے۔ کچھ غریب و مفلس لوگ تمہاری باتوں کو سن کر تمہارے اردگرد جمع ہوگئے ہیں اور یہ معاشرہ کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنا نہ صرف ہماری توہین ہے بلکہ ہمیں ان کے قریب آنے سے بھی گھن آتی ہے۔

حضرت نوحؑ اس کا یہی جواب دیتے تھے کہ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اب اگر میری بات غریب اور مفلس لوگ ہی سنتے ہیں تو یہ ان کی سعادت ہے یہ اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہیں میں ان کو اپنے پاس سے کیسے بھگا سکتا ہوں۔ اگر میں نے بھی ان سے وہی معاملہ کیا جو تم کر رہے ہو تو بتاؤ مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟

حضرت نوحؑ نے نسل در نسل ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اللہ کا دین پھیلانے کی جدوجہد کی اس طویل عرصہ میں نہ تو آپ نے اپنی جدوجہد اور کوشش میں کمی آنے دی اور نہ مایوس ہوئے بلکہ تبلیغ دین کی وجہ سے قوم نے جو بدترین تکلیفیں پہنچائیں ان پر صبر کیا۔

اس قوم کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی ان کا گلا گھونٹ دیتے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتے۔ کبھی وہ پتھر مار مار کر ان کو زخمی کر دیتے۔ کبھی اتنا مارتے کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی لیکن ہوش میں آنے پر ان کی زبان پر بددعا کے بجائے یہ الفاظ ہوتے رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ بِاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے میرے پروردگار ان کو معاف فرما دے کیونکہ یہ مجھے جانتے نہیں۔ ان تمام تر اذیتوں کے باوجود حضرت نوحؑ صبح و شام رات اور دن اپنی قوم کو یہی پیغام دیتے تھے کہ لوگو! اللہ کی عبادت و بندگی کرو، اسی سے ڈرو میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی اطاعت کرو جس سے منع کردوں اس سے رک جاؤ۔ اگر تم نے بتوں کے بجائے صرف اللہ کی عبادت و بندگی کی اور میری اطاعت کی تو اللہ نہ صرف تمہارے گناہ معاف کر دے گا بلکہ وہ قحط کو دور کر کے تم پر مسلسل بارش برسائے گا جس سے تمہارے کھیت لہلہا اٹھیں گے۔ تمہارے مالوں اور اولاد میں برکت اور ترقی ہوگی۔ تمہارے لئے حسین ترین باغات پیدا کر کے نہریں جاری کر دے گا۔ جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے، چاند کو روشن کیا، سورج کو دھکایا، زمین کو راحت و آرام کا ذریعہ بنایا۔

اسی نے راستے بنائے تاکہ تم ان میں چل پھر سکو تم صرف اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ تم جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ آخر کب آئے گا؟ ہم تو سن سن کر حیران و پریشان ہیں۔ حضرت نوحؑ کا سنجیدہ جواب یہی ہوا کرتا تھا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ نافرمان قوموں کا انجام بڑا بھیانک ہوا کرتا ہے۔ جب اس کا عذاب آتا ہے تو پھر کسی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اس عذاب کو ٹال سکے۔ ابھی وقت ہے کہ تم ایمان لا کر اعمال صالح اختیار کر لو۔ وہ قوم حضرت نوح کی باتوں سے بچنے کے لئے کبھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی کبھی منہ پر کپڑا ڈال لیتی تاکہ نہ وہ سن سکیں اور نہ دیکھ سکیں۔ وہ اپنے لوگوں سے کہتے کہ تمہارے معبود تو وَد، سُواع یغوث، یعوق اور نسر ہیں تم ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

حق وصداقت کی باتوں کو سننے کے باوجود ان میں ضد اور ہٹ دھرمی بڑھتی گئی اور انہوں نے حضرت نوحؑ کی زبردست مخالفت میں اور شدت پیدا کردی۔ جب اصلاح کی ہر کوشش ناکام ہوگئی اور ان کو اشارہ الٰہی بھی مل گیا کہ اب اس قوم میں سے جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ لاچکے تب حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد پیش کردی اور عرض کیا الٰہی! میں نے ان کو دن رات ہر مجلس میں اور ہر جگہ پوری طرح سمجھایا مگر وہ میرے قریب آنے کے بجائے مجھ سے دور ہی بھاگتے رہے۔ اب آپ اس قوم کے لئے فیصلہ فرمادیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوحؑ آپ ایسا جہاز (ایسی کشتی) تیار کیجئے جس میں اہل ایمان کو اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو سوار کراسکیں اور رکھ سکیں۔ حضرت نوحؑ نے جب کشتی تیار کرنا شروع کی تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا کہ کیا خشکی میں بھی کشتیاں چلا کریں گی؟ حضرت نوحؑ نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کشتی تیار کرتے رہے۔ جب انہوں نے اس بڑی کشتی کو تیار کرلیا تو زمین کی تہہ سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوا۔

روایات کے مطابق صرف چالیس یا کچھ زیادہ اہل ایمان آپ کے ساتھ تھے جن کو کشتی پر سوار کرلیا گیا تھا۔ اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو رکھ لیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اللہ نے زمین و آسمان کے سوتے کھول دیئے۔ ہر طرف سے پانی کا طوفان آیا تو لوگ پہاڑوں پر پناہ لینے کے لئے دوڑے مگر پانی بڑھتا چلا گیا اور پہاڑوں پر پناہ لینے والے بھی ڈوب گئے۔

یہ کشتی نوح چلتی رہی جب یہ طوفانی پانی کم ہونا شروع ہوا تو وہ ارارط کے پہاڑی سلسلہ میں سے ایک پہاڑ جس کا نام "جودی" تھا جو دجلہ وفرات کے درمیان میں موجود تھا یہ سفینہ نوح وہاں جا کر ٹھہر گیا۔ اور اس طرح اللہ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کر کے کفار و مشرکین اور ان کی ترقیات کو تہس نہس کردیا اور اللہ نے اہل ایمان کو بچالیا۔

اہل مکہ کو خاص طور پر بتایا جارہا ہے کہ یہ اللہ کا وہ نظام ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے اگر انہوں نے بھی اللہ کے رسول کی نافرمانی کی اور ان کو حضرت نوح کی طرح سے ستایا ان پر ایمان لانے والے غریب اور مفلسوں کا مذاق اڑایا اور اللہ کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی تو ان کا انجام بھی حضرت نوح اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی نافرمان امتوں سے مختلف نہ ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۲

الجِنّ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الجن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	72
کل رکوع	2
آیات	28
الفاظ وکلمات	287
حروف	1126
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جس طرح انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اسی طرح جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے یہ ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی ہماری نظروں سے پوشیدہ اور با اختیار ہے۔ ان میں اللہ کے فرمانبردار اور نافرماں دونوں طرح کے جنات ہیں۔ جس طرح انسان شہروں اور آبادیوں میں رہتا ہے۔ جنات کا بسیرا ویرانوں اور جنگلوں اور پہاڑوں پر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ جنات آسمانوں کی طرف نکل جاتے اور فرشتوں کی گفتگو سے آئندہ ہونے والے واقعات کی کچھ باتیں سن کر وہ اپنے کاہنوں کے پاس آتے۔ کاہن کچھ جنات سے سن کر اور کچھ اپنی طرف سے بیان کر کے آنے والے حالات کی پیشن گوئیاں کر کے لوگوں کو بے وقوف بنایا کرتے تھے۔ لوگ سمجھتے کہ ان کے پاس غیب کا علم ہے جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اللہ نے جنات کا آسمان کی طرف آنا بند کر دیا۔ جب وہ سن گن لینے آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے تو ان پر آگ کے گولوں (شہاب ثاقب) کی بارش کر دی جاتی۔ جنات حیران تھے کہ آسمان پر ہر طرف پہرے لگا دیئے گئے ہیں اور جو آسمانوں کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر آگ کے گولے برسائے جاتے ہیں یقیناً ضرور کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہے یا آنے والا ہے۔ جنات کے کئی گروہ زمین کے اطراف میں پھیل گئے ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ طائف سے واپس آتے ہوئے عکاظ کے مقام پر فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو نو جنات پر مشتمل ایک گروہ نے جو حالات کی تحقیق کے لئے نکلا ہوا تھا قرآن کریم کو بڑے غور سے سنا۔ وہ قرآن کریم کی لذت اور کیفیت میں کھو گئے۔ آخر کار انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تلاوت سن کر ایمان قبول کر لیا پھر وہ نو جنات اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان کو جو کچھ بتایا اللہ تعالیٰ نے ان کی گفتگو کے جملوں کو نقل فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے اللہ نے میری طرف وحی کر کے بتایا ہے کہ

جنات کے ایک گروہ نے قرآن کریم کو سنا اور پھر اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ ہمارے رب کی شان بہت بلند و برتر ہے۔ اس نے کسی کو بیوی اور بیٹا نہیں بنایا ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ جو لوگ اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت باتیں کرتے تھے وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں لیکن بعض لوگوں نے جنات سے پناہ مانگ کر ان کے غرور و تکبر میں اضافہ کیا ہے۔ اور انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ جنات نے کہا کہ جب ہم نے آسمانوں کو کھنگالا تو دیکھا وہ پہرے داروں سے بھرا ہوا تھا اور شہاب ثاقب برسائے جا رہے ہیں۔ پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب یہ حال ہے کہ جب ہم چوری چھپے کچھ سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم شہاب ثاقب اپنے پیچھے لگا ہوا پاتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ زمین والوں پر کسی عذاب کی تیاری ہے یا ان کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم بھی تو مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں کوئی نیک اور صالح ہے اور کوئی ان سے کم تر ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ کہیں بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔ جب ہم نے ہدایت کی تعلیم کو سنا تو ہم ایمان لے آئے۔ اب جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اس پر کوئی ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ جنات نے کہا ہم میں کچھ تو مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) اور کچھ حق کا انکار کرنے والے ہیں۔ تو جنہوں نے اسلام (اطاعت) کا راستہ اختیار کر لیا انہوں نے تو نجات کا راستہ تلاش کر لیا اور جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کا انجام یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

جنات کی اس گفتگو اور کہے گئے جملوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ جو لوگ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ چلیں گے تو ان کو خوب سیراب کیا جائے گا اور یہ خوش حالی ان کی آزمائش بھی ہوگی اور جو لوگ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیر کر چلیں گے تو ان کا رب ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

فرمایا آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر کے لیے ہیں اور ان میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب اللہ کا ایک بندہ (یعنی رسول کریم ﷺ) اللہ کو پکارنے کے لیے اللہ کے گھر میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان پر چاروں طرف سے یلغار کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ اعلان کر دیجیے کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ نہ میں لوگوں کے نفع نقصان کا مالک ہوں اور نہ کسی کو بھلائی پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کی پناہ مانگوں گا (جس طرح کفار جنات سے مدد مانگتے ہیں) تو مجھے اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دوں۔ اس کے باوجود جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرے گا اس کے لیے ایسی آگ تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ فرمایا کہ جب یہ لوگ اس چیز کو (قیامت کو) دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت تعداد میں کم ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کوئی لمبی مدت مقرر کی ہے۔ اس کا تعلق غیب سے ہے اور اللہ ہی عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا البتہ جس رسول کو وہ غیب کا علم دینا پسند کرے تو وہ اس کو (وحی کے ذریعہ) غیب کا علم دے دیتا ہے۔ لیکن وہ اس کے آگے اور پیچھے ایسے محافظ (فرشتے) لگا دیتا ہے تا کہ وہ علم محفوظ طریقے سے رسول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی طرح کی آمیزش یا ملاوٹ نہ ہو سکے۔ اللہ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور اس نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے۔

سورۃ الجن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّ اَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ یَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡہُمۡ رَہَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّ اَنَّہُمۡ ظَنُّوۡا کَمَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّ اَنَّا لَمَسۡنَا السَّمَآءَ فَوَجَدۡنٰہَا مُلِئَتۡ حَرَسًا شَدِیۡدًا وَّ شُہُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا کُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡہَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ یَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ یَجِدۡ لَہٗ شِہَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اَشَرٌّ اُرِیۡدَ بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِہِمۡ رَبُّہُمۡ رَشَدًا ﴿ۙ۱۰﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَ مِنَّا دُوۡنَ ذٰلِکَ ؕ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿ۙ۱۱﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰہَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَنۡ نُّعۡجِزَہٗ ہَرَبًا ﴿ۙ۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡہُدٰۤی اٰمَنَّا بِہٖ ؕ

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن کو سنا پھر انہوں نے (اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھا راستہ بتاتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ کریں گے۔

بلا شک وشبہ ہمارے رب کی بڑی شان ہے۔ نہ اس نے کسی کو بیوی بنایا اور نہ کسی کو بیٹا بنایا (ایسی غلط بات) اپنے رب کے متعلق وہی کہہ سکتا ہے جو خلاف حقیقت باتیں کرتا ہے۔ اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جنات اور انسانوں میں سے کوئی ایسی جھوٹی بات نہ کہے گا۔ اور بعض لوگ وہ بھی تھے جو جنات میں سے بعضوں کی پناہ حاصل کیا کرتے تھے (تو ان پناہ لینے والوں نے) ان کی سرکشی اور غرور کو اور بڑھا دیا تھا۔ اور انہوں نے اسی طرح گمان کر رکھا تھا جس طرح تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔

اور (یہ بھی عجیب تبدیلی محسوس کی کہ) ہم نے آسمان کو چھان مارا تو ہم نے آسمان کو سخت پہرے داروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا کیونکہ ہم باتیں سننے کے لئے آسمان کے ٹھکانوں میں جا بیٹھتے تھے۔ (لیکن اب یہ حال ہے کہ) جو بھی سننے کی کوشش کرتا ہے وہ ایک شعلہ (شہاب ثاقب) کو اپنا منتظر پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے زمین والوں کی بھلائی کا فیصلہ کیا ہے۔

بے شک ہم میں سے بعض تو نیک عمل کرنے والے ہیں اور کچھ دوسرے طریقوں پر ہیں اور ہم مختلف طریقوں میں تقسیم ہیں۔ اور ہم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم زمین میں اللہ کو کہیں بھی بے بس نہ کرسکیں گے اور نہ کہیں بھاگ کر اسے تھکا سکیں گے۔ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔

اور جو شخص بھی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے گا تو اس کو نہ تو کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ اور ہم میں سے بعض فرماں بردار ہوگئے اور ہم میں سے بعض ظالم (بے انصاف) ہو گئے۔ اور جس نے بھی فرماں برداری اختیار کر لی تو اس نے سچائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اِسْتَمَعَ	غور سے سنا
نَفَرٌ	افراد
اَلرُّشْدُ	ہدایت۔ سیدھا راستہ
شَطَطٌ	حد سے بڑھی ہوئی بات
یَعُوْذُوْنَ	پناہ مانگتے ہیں
رَهَقٌ	ضد۔ سرکشی۔ بد دماغی
مُلِئَتْ	بھر دیا گیا
شُهُبٌ	شہاب۔ انگارے

نَقْعُدُ	ہم بیٹھتے ہیں
رَصَد"	گھات میں لگا ہوا
قِدَدٌ	مختلف۔ ٹکڑے ٹکڑے
هَرَبٌ	بھاگنا
بَخُسٌ	نقصان
رَهَقٌ	دباؤ
حَطَبٌ	ایندھن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات آسمان کے کسی کونے تک پہنچ کر چوری چھپے کسی رکاوٹ کے بغیر فرشتوں کی اس گفتگو کو سننے کی کوشش کرتے جو وہ دنیا کے کاموں کی تدبیر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے باتیں کرتے تھے۔ یہ جنات فرشتوں کی باتیں سن کر اپنے کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ کاہن جنات کی ان باتوں کو سن کر اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو بتا دیتے اس طرح وہ کاہن لوگوں کو نہایت آسانی سے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاتے اور اس سے بہت کچھ دنیاوی فائدے بھی حاصل کرتے تھے اور جنات کے علم غیب کا اس شدت سے پروپیگنڈا کرتے کہ عام لوگ ان سے ہر وقت خوف زدہ رہا کرتے تھے۔

جنات کو آسمان میں اچانک ایک زبردست انقلابی تبدیلی محسوس ہوئی۔ وہ جب بھی سن گن لینے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے تو نہ صرف ان کو شدید رکاوٹ پیش آتی بلکہ ان پر شہاب ثاقب یعنی آگ کے گولوں کی بھرمار کر دی جاتی اور ان کو دور بھگا دیا جاتا تھا۔ حالانکہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے لیکن شہاب ثاقب آگ سے اس قدر بھرپور ہوتے تھے کہ جنات ان سے ڈر کر بھاگ جاتے اور اس طرح آسمان کی طرف ان پر پرواز کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ انہیں اس تبدیلی اور چاروں طرف فرشتوں کے

پہروں نے حیرت میں ڈال دیا۔ جنات نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کائنات میں ایسی کیا تبدیلی آئی ہے یا کیا ایسے حالات پیش آنے والے ہیں جن کی وجہ سے ہم پر زبردست بندشیں لگ گئی ہیں اور جب بھی ہم آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم پر آگ کے گولے برسا دیئے جاتے ہیں۔

صورت حال معلوم کرنے کے لئے جنات کے گروہ کائنات میں ہر جگہ پھیل گئے۔ ان ہی میں سے نصیبین کے نو جنات جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے گھوم رہے تھے کہ نخلہ کے مقام پر صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ جنات نے کلام اللہ کو بڑے غور سے سنا جو رسول اللہ ﷺ نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ کلام اللہ کی عظمت اور لذت کی کیفیات میں اس طرح محو ہو کر رہ گئے تھے کہ آپس میں قسم کھا کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمیں یقین ہے یہی وہ کلام ہے جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور اس کلام کی حفاظت کے لئے آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور ہمیں فرشتوں کی گفتگو تک سننے سے روک دیا گیا ہے۔ یہ سب جنات اسی وقت اس کلام پر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا کہ ہم نے اللہ کا وہ کلام سنا ہے جو عجیب و غریب اور بہترین مضامین پر مشتمل ہے جو ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اسی لئے ہم ہر طرح کے کفر و شرک سے توبہ کر کے اس پر ایمان لے آئے ہیں اب ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے کیونکہ ہمارے پروردگار کی شان یہ ہے کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اس نے کسی کو بیٹا بنا رکھا ہے۔ ایسی غلط باتیں وہی کر سکتے ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے ورنہ جنات اور انسانوں میں سے کوئی بھی ایسی جھوٹی بات کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے۔ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس موقع پر اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ جنات کون ہیں؟ جن کے معنی چھپے ہوئے اور پوشیدہ مخلوق کے آتے ہیں۔ اللہ نے جس طرح انسان کو مٹی سے اور فرشتوں کو نور سے بنایا ہے اسی طرح جنات کو آگ سے پیدا کیا ہے۔ جس طرح ہوا موجود ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی اسی طرح اللہ نے جنات اور فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور وہ بھی ہمیں نظر نہیں آتے۔ جنات بھی انسانوں کی طرح ایک بااختیار مخلوق ہیں۔ جس طرح انسانوں میں مختلف مذہب رکھنے والی قومیں ہیں اسی طرح جنات میں بھی کوئی مومن ہے اور کوئی کافر و مشرک۔ جس طرح انسانوں میں بیوی، بچے، پیدائش، زندگی، موت اور مختلف نسلیں ہیں اسی طرح ان جنات میں اللہ کی وہ مخلوق ہیں جن کو اس کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنی شکلیں بدل سکتے ہیں اور آسمانوں کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔

سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے کہ شیطان بھی جنات ہی کی قوم سے تھا۔ جو بہت نیک، فرماں بردار اور عبادت گذار تھا اور

فرشتوں کے ساتھ رہ کر اس میں بہت سی اچھی خصوصیات بھی پیدا ہوگئی تھیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں اس وقت شیطان نے سجدے سے انکار کرتے ہوئے نہایت غرور و تکبر سے کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ کی اس نافرمانی اور تکبر و غرور نے اس عبادت گذار جن کو ابلیس اور شیطان بنا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں بے شمار آیات سے یہ ثابت ہے کہ جنات بھی انسانوں کی طرح ایک با اختیار مخلوق ہیں۔ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور ان میں بھی اللہ کے فرماں بردار، نافرمان، مسلم اور کافر و مشرک موجود ہیں۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان دونوں کو ایک طرح خطاب کر کے بتا دیا ہے کہ دونوں اللہ کی ذمہ دار مخلوق ہیں۔

کفار مکہ جن میں ہر طرح کا بگاڑ کچھ اتنا زیادہ آچکا تھا کہ وہ جنات کے متعلق بھی عجیب و غریب خیالات رکھتے تھے۔ ایک طرف تو کاہنوں کے بے بنیاد پروپیگنڈے نے اللہ کی اس مخلوق کو خوفناک شکل دے رکھی تھی دوسری طرف کفار کے وہم اور بدعقیدگی نے جنات کو عالم الغیب تک بنا ڈالا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جنات کو غیب کی ہر بات کا علم ہے وہ ہر پوشیدہ راز تک سے واقف ہیں۔ اللہ کی قدرت میں جنات شریک ہیں بلکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے نسب تک میں شامل سمجھتے تھے (نعوذ باللہ)

وہ جنات سے اس قدر خوف زدہ رہتے تھے کہ جب وہ سفر کرتے اور کسی جنگل یا وادی میں قیام کرتے تو ان میں سے کوئی ایک آدمی بلند آواز سے کہتا "اَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِیْ مِنْ شَرِّ سُفَھَاءِ قَوْمِهٖ" یعنی جنات کی قوم کے شریروں سے اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں۔ کفار جنات کی خوشامد کے لئے خوشبوئیں جلاتے، نذر و نیاز کرتے، جنوں کے بادشاہ اور جنوں کے سرداروں کا نام لے کر ان کی دھائی مانگتے۔ ان تمام حماقتوں کا نقصان یہ ہوا کہ جنات کی گمراہی اور غرور و تکبر میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور وہ اپنے آپ کو انسان سے افضل سمجھنے لگے۔ حالانکہ اللہ نے اپنی ساری مخلوق پر انسان کو عظمت و فضیلت عطا فرمائی ہے۔

ان آیات کو بیان کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو شرم دلا رہے ہیں کہ دیکھو مکہ والوں کی کتنی بدنصیبی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ان کے عظیم کردار سے اچھی طرح واقف ہیں انہوں نے ان کے دن اور رات کو دیکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نجانے کتنی مرتبہ قرآن کریم کی آیات کو سنا تھا پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے لیکن وہ جنات جو ان کی جنس اور قوم سے بھی نہیں ہیں انہوں نے ایک مرتبہ قرآن کریم کو سنا اور نہ صرف ایمان لائے بلکہ اس کے مبلغ بھی بن گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ
مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّ
اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا
قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾
قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ
اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ
اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ
لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا
يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾
قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ
رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ
اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ
يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾
لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ
وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

(اے نبی ﷺ) آپ انہیں بتا دیجئے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر وہ سیدھے راستے پر ثابت قدم رہے تو ہم انہیں خوب سیراب کریں گے تا کہ ہم (اس نعمت کے ذریعہ) ان کو آزمائیں اور جو شخص بھی اپنے رب سے منہ پھیرے گا تو وہ اللہ اس کو ناقابل برداشت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(اور کہہ دیجئے یہ وحی بھی بھیجی گئی ہے کہ) بے شک مسجدیں اللہ کے لئے (مخصوص) ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے کسی برائی کا یا بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ جسے اللہ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا میں کسی کے دامن میں پناہ پا سکتا ہوں۔ میرا کام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا دوں۔

جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور ہے اور کون شمار کے اعتبار سے کم ہے۔

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کوئی دور کی مدت مقرر کی ہوئی ہے۔ وہی غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب کی کسی کو خبر نہیں دیتا۔

سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لئے) پسند کر لیا ہو وہ بھی اس طرح کہ اس کے آگے اور پیچھے (فرشتوں کو) محافظ بنا دیتا ہے تا کہ وہ یہ دیکھ لیں کہ انہوں نے اپنے

رب کے پیغامات کو پہنچا دیا ہے؟ اس نے ان تمام کو گھیر رکھا ہے اور اس نے ایک ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

اِسْتَقَامُوْا	وہ کھڑے ہوئے
اَسْقَيْنَا	ہم نے پلایا
غَدَقٌ	ڈھیروں
لِبَدٌ	اکٹھے
اَضْعَفُ	زیادہ کمزور
اَقَلُّ	تھوڑا
لَا يُظْهِرُ	وہ مطلع نہیں کرتا
اِرْتَضٰى	اس نے منتخب کر لیا
يَسْلُكُ	وہ چلاتا ہے
رَصَدٌ	نگہبان
اَحْصٰى	اس نے شمار کر لیا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

کفار مکہ عقیدہ کی گندگی میں مبتلا تھے۔ ان کا جنات اور اپنے کاہنوں کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ غیب کی تمام باتوں کو

۹ ـ ۷

جانتے ہیں اسی لئے وہ جنات سے پناہ مانگتے اور کاہنوں سے اپنی تقدیر کے فیصلے کراتے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ جس کو بیت اللہ کہتے تھے اس میں سیکڑوں بت رکھے ہوئے تھے ان کو اپنا سفارشی مان کر ان سے فریادیں کرتے اور اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے۔ اگر کوئی یہ کہتا کہ لوگو! یہ اللہ کا گھر ہے اس میں صرف اسی کی عبادت کی جائے اللہ ہی سے اپنی حاجتوں کے لئے سوال کیا جائے تو وہ اس آواز کو برداشت نہیں کرتے تھے اور اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں جب آپ بیت اللہ میں عبادت کرتے اور لوگوں کو ان بے جان بتوں کی حقیقت بتاتے جو نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ کفار یہ سن کر آپ کا مذاق اڑاتے اور چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑتے اور ستانے میں کمی نہ چھوڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان تمام باتوں کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ سب کچھ دینے والی ذات اللہ کی ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو تمہیں کچھ بھی دے سکے۔ اگر تم ایمان لا کر نیک اعمال کرو گے اور ان پر ثابت قدم رہو گے تو اللہ تمہیں خوش حال کر دے گا اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی البتہ اگر نعمتیں پانے کے بعد کسی نے اللہ کی ناشکری کی تو پھر ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ کی طرف سے وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ مسجدیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں ان مساجد میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے اور جب کوئی اللہ کا نام بلند کر رہا ہو تو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر اللہ کے گھر میں اللہ کا نام لینے والے پر لوگ ٹوٹ پڑیں تو یہ ایک انتہائی نامناسب حرکت ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ کے سوا کوئی نقصان پہنچانے یا نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتا کیونکہ یہ تو سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں مجھے بھی اللہ کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ نے جس پیغام کے پہنچانے کی ذمہ داری میرے سپرد کی تھی وہ میں نے نہایت دیانت و امانت کے ساتھ پہنچا دی ہے۔ اب اس کے بعد جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لئے جہنم کی وہ آگ تیار کی گئی ہے جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا جب اللہ کے نافرمان اس عذاب اور جہنم کو دیکھیں گے اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور ہے اور کون شمار کے لحاظ سے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے جس عذاب کا فیصلہ کیا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے کیونکہ ان چیزوں کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا سارا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

انبیاء کرامؑ کو وحی کے ذریعہ اتنا ہی علم غیب دیا جاتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے لیکن غیب کی ہر بات کا علم انہیں نہیں

دیا جاتا۔ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے کوئی نبی اور رسول غیب سے وحی کے ذریعہ مطلع تو کیا جاتا ہے لیکن وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف عالم الغیب نہیں ہوا کرتا۔

فرمایا کہ وحی کے ذریعہ جس غیب کا علم دیا جاتا ہے یا جو وحی کی جاتی ہے اس کی حفاظت کے لئے اللہ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں تا کہ پیغام الٰہی میں کوئی کسی طرح کی آمیزش یا ملاوٹ نہ کر سکے اور اللہ کا پیغام پوری طرح پہنچ جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ اس علم کے لئے فرشتوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس کا علم تو ہر چیز پر چھایا ہوا ہے اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۳

المُزَّمِّل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	73
کل رکوع	2
آیات	20
الفاظ وکلمات	275
حروف	888
مقام نزول	پہلا رکوع مکہ مکرمہ
	دوسرا رکوع مدینہ منورہ

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ شان محبوبیت ہے کہ آپ ﷺ کا نام لیے بغیر آپ ﷺ کو اس کیفیت کے ساتھ پکارا گیا کہ جب آپ ﷺ پر بہت تھوڑا قرآن کریم نازل کیا گیا تھا مگر آپ ﷺ کافروں کے طعنوں اور الزامات سے پریشان ہو کر اور کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئے تھے۔ فرمایا گیا کہ اے کپڑوں میں لپٹ کر بیٹھنے والے راتوں کو اٹھ کر اپنے اللہ کی عبادت و بندگی کیجیے تا کہ وہ بھاری اور عظیم کلام جو ساری کائنات کی ہدایت کے لیے نازل کیا جا رہا ہے آپ ﷺ اس کو اٹھانے اور اس سلسلہ کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور پورا کرنے کی ہمت پیدا کرلیں۔ جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں اس وقت تک آپ ﷺ کے لیے اور امت کے افراد کے لیے نماز تہجد یا قیام الیل فرض تھا۔ اس وقت حکم تھا کہ آدھی رات، آدھی رات سے کم یا آدھی رات سے زیادہ نماز تہجد ادا کی جائے اور اس میں قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پورے آداب اور شرائط کے ساتھ پڑھا جائے۔ فرمایا کہ راتوں کو اٹھنا اور اس میں عبادت کرنا نفس کو قابو میں کرنے کا بہترین وقت ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا بہترین اور موزوں وقت یہی ہے۔ دن کے وقت میں تو اور بہت سے کام ہوتے ہیں لہٰذا راتوں کو اٹھ کر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور سب سے کٹ کر اسی ایک ذات کی طرف متوجہ رہا جائے جو مشرق و مغرب کی ہر سمت کا مالک ہے وہی عبادت اور بھروسے کے قابل ہے۔

کفار کے اعتراضات اور باتیں بنانے پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار کی باتوں اور طعنوں پر صبر کیجیے، نہایت اچھے اور احسن طریقے کے ساتھ ان سے الگ رہیے۔ ان جھٹلانے والوں اور عیش پسندوں سے نمٹنے کا معاملہ ہم پر چھوڑ دیجیے۔ ان کو اسی حالت پر کچھ دن خوش ہونے دیجیے۔ ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں، بھڑکتی آگ، حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور المناک عذاب تیار ہے۔ یہ اس دن ہوگا جب یہ مضبوط اور بلند و بالا پہاڑ لرز اٹھیں گے اور ریت کا ڈھیر بن کر بکھر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے اس پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہاری ہدایت کے لیے اسی

طرح سیرت طیبہ کا پیکر بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی اصلاح کے لیے (حضرت موسیٰ جیسے) رسول کو بھیجا تھا۔ جب فرعون نے ہمارے رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑے سخت عذاب میں پکڑ لیا (اور غرق کر دیا) فرمایا کہ اگر تم نے ماننے سے انکار کر دیا تو اس دن سے تم کیسے بچو گے جس دن کی شدت سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان بھی لرز اٹھے گا اور پھٹا جا رہا ہو گا۔ اللہ کا یہ وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ یہ نصیحت ہر شخص کے لیے ہے جو اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔

سورۃ المزمل کے دوسرے رکوع کے متعلق مفسرین نے فرمایا ہے کہ کافی طویل عرصہ کے بعد یہ رکوع نازل ہوا۔ جب پانچ وقت کی نمازیں فرض کی جا چکی تھیں۔ اسی لیے اس میں پانچ وقت کی نمازوں کی وجہ سے قیام الیل یعنی نماز تہجد کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور یہی حال آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کا بھی ہے۔ دن اور رات میں عبادت کا کتنا ثواب ہے اس کا حساب اور شمار تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ اب یہ سہولت دی جا رہی ہے کہ آسانی کے ساتھ جتنا قرآن پڑھنا ممکن ہو وہ پڑھ لیا کریں۔ اللہ کو معلوم ہے تم میں سے کوئی ضعیف، کمزور اور بیمار ہے۔ کچھ لوگ اللہ کا فضل (تجارت) تلاش کرنے کی جدوجہد میں مشغول ہیں اور کوئی اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری میں مصروف ہے۔ لہٰذا جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن کریم پڑھ لیا کرو البتہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور قرض حسنہ دیتے رہا کرو کیونکہ آدمی اللہ کی رضا کے لیے جو کچھ آگے بھیج دے گا وہ اس کو وہاں (قیامت، آخرت میں) موجود پائے گا۔ اللہ اچھے اعمال کا بہت قدر دان ہے اس پر بہت بڑا اجر بھی عطا فرمائے گا۔ مغفرت بھی کر دے گا کیونکہ وہی تو سب سے زیادہ معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

سورۃ المزمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۗ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ

شِيبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾ إِنَّ
هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾
إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَىِ ٱلَّيْلِ وَ
نِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَٱللَّهُ
يُقَدِّرُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ ۚ عَلِمَ أَن
سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِى ٱلْأَرْضِ
يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ وَءَاخَرُونَ يُقَٰتِلُونَ فِى
سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ فَٱقْرَءُوا۟ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ
وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَقْرِضُوا۟ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟
لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ هُوَ خَيْرًا
وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَٱسْتَغْفِرُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌۢ ﴿۲۰﴾

ع ۱ ۱۹ ۱۳

ع ۲ ۱ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دیا کرو۔ یا آدھی رات سے کچھ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کرو۔ ہم بہت جلد آپ پر ایک وزنی بوجھ (قرآن مجید) ڈالنے والے ہیں۔ بے شک

رات کا اٹھنا نفس کو پامال کرنے کے اعتبار سے اور بات کے اعتبار سے موثر ہے۔ بے شک آپ کے لئے دن بھر بہت مشغولیت رہتی ہے۔ آپ اپنے رب کے نام کو یاد کرتے رہیے اور اللہ کے سوا سب سے کٹ کر اسی کی طرف توجہ کیجئے۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہر کام کے لئے اسی کو اپنا کارساز (وکیل) بنایئے۔ اور یہ (کفار و منافقین) جو کچھ باتیں کر رہے ہیں ان کو برداشت کیجئے اور نہایت متانت و سنجیدگی سے ان سے الگ ہو جایئے۔ ان عیش پرست جھٹلانے والوں کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دیئے اور ان کو تھوڑی سی دیر اسی حالت پر رہنے دیجئے۔ بے شک ہمارے پاس بھاری بھاری بیڑیاں، جہنم کی آگ، حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب (تیار) ہے۔ جس دن پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑ اڑتے ہوئے ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ (اے لوگو!) ہم نے تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اسی طرح بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ جب اس نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سختی سے پکڑا۔ (منکرین سے فرمایا گیا کہ) اگر تم کفر پر قائم رہے تو اس دن کے (عذاب سے) کیسے بچو گے جو دن بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہے گا۔ بے شک یہ (قرآن حکیم) ایک نصیحت ہے۔ جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے۔ بے شک آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) میں کچھ لوگ آپ کے ساتھ دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات تک (اللہ کی عبادت و بندگی کے لئے) کھڑے رہتے ہیں۔ اور دن رات کا اندازہ تو اللہ ہی لگا سکتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم وقت کا اندازہ کرنے پر قابو نہ پاسکو گے۔ اسی لئے اس نے تم پر توجہ فرمائی۔ اب تم قرآن میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہیں۔ بعض لوگ اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرنے کے لئے ملکوں کا سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے ہیں تو جس قدر قرآن کا پڑھنا آسان اور سہل ہو تم پڑھ لیا کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دیتے رہو۔ اور تم جو بھی بھلا کام آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس بہتر اجر کے طور پر پالو گے۔ اللہ سے معافی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۰

اَلْمُزَّمِّلُ	کپڑوں میں لپٹنے والا
قُمْ	کھڑا ہو جا
اُنْقُصْ	کم کر لے۔ گھٹا لے
رَتِّلْ	صاف صاف پڑھ
سَنُلْقِیْ	ہم بہت جلد ڈالیں گے
قَوْلٌ ثَقِیْلٌ	بھاری کلام
نَاشِئَةٌ	رات کو اٹھنا۔ بیدار رہنا
وَطْءٌ	مشقت۔ روندنا
اَقْوَمُ قِیْلًا	زیادہ درست بات
سَبْحٌ طَوِیْلٌ	زیادہ کام۔ زیادہ مشغولیت
تَبَتَّلْ	کاٹ ڈال
تَبْتِیْلٌ	خوب کٹنا
هَجْرٌ	چھوڑ دینا
مَهِّلْ	مہلت دے
لَدَیْنَا	ہمارے پاس
اَنْكَالٌ	بیڑیاں۔ زنجیریں
ذَاغُصَّةٍ	گلے میں پھنس جانے والا
تَرْجُفُ	کانپے گی

كَثِيْبٌ	ریت کے ٹیلے
مَهِيْلٌ	نیچے دھکیلا گیا
بِيْلٌ	سخت۔عبرت ناک
شِيْبٌ	بوڑھا
مُنْفَطِرٌ	پھٹ جانے والا
ثُلُثَيِ الَّيْلِ	دو تہائی رات
تَيَسَّرَ	آسان ہوگا
اَعْظَمَ اَجْرًا	بہت بڑھا ہوا ثواب

تشریح: آیت نمبر ا تا ۲۰

سورۃ المزمل مکہ مکرمہ میں نازل کی جانے والے ان ابتدائی سورتوں میں سے ایک سورت ہے جس کے پہلے رکوع میں ''قیام اللیل'' یعنی نماز تہجد اور اس میں ٹھہر ٹھہر کر تلاوت قرآن کریم کرنے کو فرض قرار دیا گیا ہے جب کہ دوسرے رکوع میں جو ایک سال کے بعد نازل کیا گیا اس میں تہجد کو نفل اور مستحب کے درجے میں رکھا گیا ہے۔

احادیث کی روشنی میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ کی گئی تھیں اس وقت تک راتوں کو اٹھ کر قیام اللیل فرض تھا جب شب معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کر دی گئیں تو نبی کریم ﷺ کی امت کے لئے نماز تہجد نفل بن گئی۔ تہجد کی نماز کے لئے اس تخفیف اور کمی کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس نماز کو ہمیشہ ادا کیا ہے جس کی وجہ سے علما نے فرمایا ہے کہ نماز تہجد امت کے لئے نفل کا درجہ رکھتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ پر فرض ہی رہی۔ بہر حال راتوں کو اٹھ کر اللہ کو یاد کرنا ایک بہت بڑی سعادت اور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ نماز تہجد کی اہمیت پر بہت سی احادیث ہیں جن کی روشنی میں علما نے فرمایا ہے کہ راتوں کی تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے سے بہت کچھ عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ راتوں کو عبادت کا اہتمام کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے گذرے ہوئے صالحین کا طریقہ، اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ، گناہوں سے دور

رہنے کا وسیلہ اور خطاؤں سے بچنے کا طریقہ ہے۔

ایک اور حدیث میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے بندہ سب سے زیادہ اللہ کا قرب رات کے آخری حصے میں حاصل کرتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کی یاد کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ ارشادات نبوی ﷺ کا خلاصہ یہ ہے کہ راتوں کو اٹھنا، اپنے راحت و آرام کی قربانی دینا اور نیند کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت و بندگی کرنا اللہ کے قرب اور رحمت کا ذریعہ ہے اس سے انسانی نفس بھی خوب روندا اور کچلا جاتا ہے۔ یہ وہ سہانا وقت ہے جس میں زبان اور دل کی موافقت اور یکسانیت کی وجہ سے روحانی ترقیات، دعاؤں کی قبولیت اور سکون قلب کی دولت عطا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راتوں کو اٹھ کر اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے نفس اور اس کی بے جا خواہشات کو پامال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کفار مکہ نے آپ ﷺ کو بدنام کرنے، ستانے اور اذیتیں دینے کے لئے بہت سے توہین آمیز الفاظ گھڑ رکھے تھے۔ کاہن، شاعر، مجنون اور ساحر جیسے الفاظ سے پکار کر اپنے بغض وحسد کی آگ کو بجھایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آپ کا نام لے کر خطاب کرنے کے بجائے آپ کی شان محبوبیت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ کو مختلف صفاتی ناموں سے پکارا ہے۔ ''المزمل، المدثر، رؤف، رحیم، طٰہٰ اور یٰسین وغیرہ''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے نام سے پکارا ہے مثلاً ''یا آدم، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن رسول اللہ ﷺ کو کہیں بھی ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا گیا۔ کفار اور اجنبی لوگ آپ کو یا محمد کہہ دیتے تھے مگر صحابہ کرامؓ میں سے کبھی کسی نے یا محمد کہہ کر نہیں پکارا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آپ کے صفاتی ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ اس سورت میں بھی اللہ نے فرمایا یاایھا المزمل یعنی اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار کی باتوں، طعنوں اور گستاخانہ انداز سے آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے یا پہلی وحی کے موقع پر آپ کو شدید گھبراہٹ ہوئی تھی اور اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا تھا کہ ''میرے لئے کمبل لاؤ''۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں اور طعنوں پر رنج اور افسوس نہ کریں بلکہ آپ راتوں کو اٹھ کر آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ رات کے حصے میں اللہ کی عبادت و بندگی کرتے رہیں کیونکہ ابھی تو آپ کو بہت بھاری ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے عظیم اور وزن دار کلام عطا کیا جانے والا ہے۔ فرمایا کہ قرآن کریم جو نازل کیا جا رہا ہے آپ اور آپ کے صحابہ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں یعنی اس کے الفاظ کی ادائیگی بھی ٹھیک ٹھیک ہو اور اس کے معانی پر بھی پوری طرح غور کیا جائے بلکہ جہاں اللہ کی رحمت کا ذکر ہو وہاں اس سے رحمت مانگی جائے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں عذاب سے پناہ مانگی جائے۔

فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! یہ کفار و مشرکین آپ کے متعلق جو بھی باتیں کرتے ہیں آپ پرواہ نہ کریں۔ ان سب سے الگ اور یکسو ہو کر صرف اس اللہ رب العالمین کی طرف اپنی پوری توجہ رکھئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا، مشرق و مغرب کی ہر

سمت کا مالک اور سب کا پروردگار ہے۔ نہایت متانت، سنجیدگی، صبر اور تحمل سے ہر بات کو برداشت کرتے رہیے اور ان عیش پرستوں اور جھٹلانے والوں کے معاملات کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں خود ان سے نبٹ لوں گا۔ فرمایا کہ ہم نے ایسے لوگوں کے لئے اپنے پاس بھاری بھاری بیڑیاں، جہنم کی آگ، حلق میں پھنس جانے والا (زقوم کا درخت) کھانا اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن ہی نہ ہوگا۔ قیامت کا وہ دن جس میں ان کفار و مشرکین کو عذاب دیا جائے گا وہ ایسا ہیبت ناک دن ہوگا جب مضبوط پہاڑ لرز اٹھیں گے اور ریت کے ٹیلے بن کر ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ البتہ اگر اس ہولناک دن سے پہلے کفار نے اپنے کفر سے توبہ کر لی تو ان کو معاف بھی کیا جا سکے گا۔ نزول قرآن کے وقت موجود اہل مکہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ لوگو! تمہارے پاس ہم نے ایک ایسے رسول کو بھیجا ہے جو زندگی کے اعلیٰ کردار کے پیکر ہیں بالکل اسی طرح ان کو بھیجا گیا ہے جس طرح فرعون کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے حضرت موسیٰ کو بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور آل فرعون کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ اپنی خطاؤں سے معافی مانگ کر اور توبہ کر کے نجات کا راستہ اختیار کر لیں لیکن جب انہوں نے حضرت موسیٰ کی بات ماننے سے انکار کیا ان کو جھٹلایا اور طرح طرح سے ستایا تب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اور اس وقت کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان تمام بنی اسرائیل کو نجات عطا فرما دی جنہوں نے توبہ کر کے حضرت موسیٰ کی اطاعت قبول کر لی تھی فرمایا کہ اگر قرآن کے مخاطب لوگوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ نہ کی تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو فرعون اور قوم فرعون کا ہوا۔ فرمایا کہ وہ دن بہت دور نہیں ہے جب قیامت کا ہولناک دن آئے گا وہ اتنا طویل ہوگا کہ اس دن بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

قرآن کریم کے لئے فرمایا کہ یہ ایک نصیحت اور بھلائی کا راستہ بتانے والی کتاب ہے۔ اب ہر ایک شخص کی اپنی مرضی ہے چاہے تو قرآن حکیم کے احکامات پر عمل کر کے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے اور چاہے تو جہنم کی طرف ٹھکانا بنالے۔ انجام دونوں کا بالکل صاف اور واضح ہے۔

﴿سورۂ مزمل کے دوسرے رکوع کی تشریح﴾

سورۂ مزمل کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت قرآن حکیم کو فرض قرار دیا تھا۔ اس دوسرے رکوع میں جو پہلے رکوع کے بعد نازل فرمایا گیا تھا قیام اللیل میں تخفیف اور کمی فرما دی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کا پروردگار اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ نے اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے ہمارے حکم کی تعمیل میں ایک تہائی کبھی دو تہائی اور کبھی آدھی آدھی رات تک ہماری عبادت و بندگی کی ہے۔ لیکن اب قیام اللیل یعنی شب بیداری میں کمی اور تخفیف کی جا رہی ہے۔ تم میں سے جو شخص جس آسانی کے ساتھ قرآن کو (نماز تہجد میں) سہولت کے ساتھ پڑھ سکتا ہو

پڑھ لیا کرے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہیں۔ بعض لوگ اللہ کا فضل و کرم (رزق، تجارت) کے لئے ملکوں کا سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی دین اسلام کے غلبہ کے لئے دن رات جدوجہد کررہے ہیں لہٰذا اب جس قدر قرآن کریم پڑھنا سہل اور آسان ہو وہ پڑھ لیا کریں۔ اوقات میں کمی یا اضافہ کا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے کیونکہ تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کتنے وقت میں عبادت پر کتنا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ بس اس نے اپنے بندوں پر توجہ فرمائی ہے جو اس کا سب سے بڑا کرم ہے۔ البتہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرتے رہو اور اللہ کی راہوں میں خرچ کرتے رہو اور اس کی خدمت میں قرض حسنہ پیش کرتے رہو۔ انسان جو بھی بھلا اور بہتر کام کرے گا وہ ضائع نہ ہوگا ہر شخص اس کو اللہ کے پاس جانے کے بعد زبردست اضافہ کے ساتھ پائے گا جو آخرت میں کام آئے گا۔ فرمایا کہ تم اللہ سے معافی مانگتے رہو وہ اللہ بہت مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۴

المُدَّثِّر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المدثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ نمبر	74
کل رکوع	2
آیات	56
الفاظ وکلمات	256
حروف	1145
مقام نزول	مکہ مکرمہ

تمام معتبر اور مستند احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے سورۂ علق کی پانچ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد ''فترۃ الوحی'' (وحی بند رہنے کا زمانہ) آیا۔ بہت دنوں تک وحی کا سلسلہ بند رہنے کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

''فترۃ الوحی'' کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن کسی جگہ سے گذر رہا تھا۔ مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ (حضرت جبرئیل) جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس کو دیکھ کر دہشت محسوس کرنے لگا۔ میں نے گھر پہنچ کر کہا ''مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ۔'' (حضرت خدیجہؓ نے) مجھ پر کمبل ڈال دیا۔ اس کے بعد ''یاایھا المدثر'' نازل ہوئی اور اس کے بعد لگاتار مجھ پر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

سورت المدثر کا دوسرا رکوع اس وقت نازل فرمایا گیا جب آپ ﷺ نے کھلم کھلا دین اسلام کی طرف دعوت پیش کی۔ آپ ﷺ کے اعلان کرتے ہی پورے مکہ میں ایک بھونچال آ گیا۔ ہر طرف کھلبلی اور شور مچ گیا۔ ہر محفل اور ہر مقام پر اسی کا چرچا شروع ہو گیا۔ حج کا زمانہ قریب تھا کفار اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ حج کرنے کے لیے تمام عرب کے لوگ بیت اللہ آئیں گے۔ آپ ﷺ ان کے سامنے قرآن کریم پڑھ کر ان کو اسلام لانے کی دعوت پیش کریں گے اور اس طرح پورے عرب میں آپ ﷺ کا پیغام پہنچ جائے گا۔ وہ سب مل کر سوچنے لگے کہ حج سے پہلے پہلے آپ ﷺ کو لوگوں سے دور رکھنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ سوچا گیا کہ آپ ﷺ کو شاعر، کاہن یا دیوانہ مشہور کر دیا جائے مگر نبی کریم ﷺ کی شخصیت کی عظمت سے ہر شخص اچھی طرح واقف تھا انہیں ڈر ہوا کہ لوگ ہمارا ہی مذاق اڑائیں گے۔ ولید ابن مغیرہ جو قریشی سردار اور مال دار شخص تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ کو جادوگر مشہور کر دیا جائے۔ یعنی وہ ایک ایسا کلام پیش کر رہے ہیں جو آدمی کو اس کے ماں، باپ، بھائی، بہن،

بیوی، بچوں اور سارے خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ اس تجویز پر سب نے اتفاق کرتے ہوئے طے کیا کہ مختلف گروہ بنا کر حج پر آنے والے حجاج کو پہلے ہی بتا دیا جائے کہ اگر تم اپنے گھر بار اور خاندان کی سلامتی چاہتے ہو تو ان سے دور ہی رہنا۔ اس طرح لوگ آپ ﷺ سے خوف زدہ ہو کر آپ کے قریب نہ آئیں گے۔ چنانچہ حج کے دن آتے ہی کفار قریش نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا لیکن وہ کفار اس بات پر غور نہ کر سکے کہ اس طرح نبی کریم ﷺ کے ذکر کو ان لوگوں تک پہنچا رہے ہیں جہاں مختصر وقت میں آپ ﷺ دین کی دعوت لے کر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ چنانچہ کفار قریش کے شدید پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگوں میں یہ اشتیاق پیدا ہو گیا کہ ہم بھی تو دیکھیں آخر یہ ہیں کون؟ اور کیا کلام پیش کر رہے ہیں؟ جو بھی قریب آتا اور قرآن کریم کو سنتا وہ آپ ﷺ کی عظمت اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے سے متاثر ہوتا لیکن کفار قریش کی ان حرکتوں سے آپ ﷺ کو شدید رنج پہنچتا اور آپ چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے چادر یا کمبل اوڑھ کر لیٹنے والے ہمارے محبوب ﷺ! آپ اٹھیے اور اللہ کے بندوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایئے اور اللہ کی بڑائی اور عظمت کا اعلان کر دیجیے۔ جس طرح آپ ﷺ کا ظاہر و باطن پاک ہے اور آپ ﷺ کے بہترین اخلاق اور معاملات ہیں اسی طرح آپ ﷺ دوسروں کو بھی پاکیزہ بنا دیجیے۔ آپ ﷺ جس طرح بتوں کی گندگی سے دور رہے ہیں اوروں کو بھی عقائد، خیالات، اخلاق اور اعمال کی گندگی سے دور رکھنے کی جدوجہد کیجیے اور جس کے ساتھ آپ ﷺ کوئی بہتر یا احسان کا معاملہ کریں اس میں اس سے کسی زیادہ بہتر معاملے کی توقع نہ رکھیے اور یہ راہ حق وصداقت ہے اس میں شدید تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں گی آپ ﷺ ان تکالیف ومصائب پر صبر کیجیے۔ فرمایا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت قائم ہوگی تو وہ دن ان کافروں کے لیے بڑا سخت دن ہوگا ہلکا نہ ہوگا۔ ولید ابن مغیرہ جو آپ کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا اس کا نام لیے بغیر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ تبلیغ دین میں اپنا وقت لگایئے اور وہ جسے میں نے تنہا پیدا کیا تھا (یعنی وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا) پھر اس کو بہت سا مال و دولت دیا اس کو ایسے بیٹے دیئے جو اس کی شان اور عزت بڑھانے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ فرمایا کہ اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیئے میں خود اس سے نبٹ لوں گا۔ فرمایا کہ وہ کون سی دولت تھی جو ہم نے اس شخص کو نہ دی تھی مگر اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے رسول دشمنی کی حد کر دی۔ اس کی ہوس اور نافرمانیوں کو اللہ دیکھ رہا ہے مگر وہ مزید نعمتوں کا طلب گار بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو اس کا بدترین انجام ہی ہونے والا ہے جب میں اس کو بہت جلد (جہنم کے ٹیلوں پر) ایک کٹھن چڑھائی چڑھاؤں گا۔ اس کا تکبر اور غرور اس قدر بڑھ چکا ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو ایک ایسا جادو کہتا ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ کبھی کہتا ہے یہ تو کوئی انسانی کلام ہے۔ فرمایا کہ اس کا انجام ایک ایسی جہنم ہوگا جو اس کی کھال تک کو جھلس کر رکھ دے گی اور کسی چیز کو باقی نہ چھوڑے گی۔ وہ جہنم جس پر ایک فرشتہ ہی عذاب دینے کے لیے کافی تھا مگر ہم نے

اس پر انیس فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ فرمایا کہ جو اہل کتاب ہیں وہ تو اس بات کو سن کر اور سمجھ کر یقین کر لیں گے لیکن جو لوگ علم کتاب سے دور ہیں (یعنی کفار و مشرکین) وہ یہ کہتے رہ جائیں گے کہ یہ انیس کا عدد کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے فرشتے کتنے ہیں اور اللہ کے اس لشکر کی تعداد کتنی ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

فرمایا کہ چاند کی قسم جو گھٹتا، بڑھتا اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اس رات کی قسم جو پلٹنے اور رخصت ہونے لگتی ہے اور اس صبح کی قسم جب اس کا نور ہر طرف پھیل جاتا ہے۔ جہنم بڑی خبروں میں سے ایک خبر ہے جو ایک ڈرنے کی چیز ہے۔ جو چاہے اس کی طرف بڑھے اور جو چاہے اس سے بچنے کی کوشش کرے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اہل جنت قیامت کے دن جہنم والوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کون سے اعمال جہنم میں لانے کا سبب بنے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم نہ تو نماز پڑھتے تھے، نہ غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم حق کا ساتھ دینے کے بجائے اس کی مخالفت کرتے تھے۔ جب تک موت نہیں آگئی ہم قیامت کو جھٹلاتے ہی رہے۔

اللہ نے فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے یہ نصیحت سے اس طرح کیوں بھاگ رہے ہیں جس طرح جنگلی گدھے شیر کے خوف سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دراصل یہ لوگ آخرت کا خوف نہیں رکھتے ورنہ ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن سراسر نصیحت ہی نصیحت ہے جس کا دل چاہے اس سے عبرت حاصل کرے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اگر وہ چاہے گا تو ہر شخص عبرت حاصل کرے گا ورنہ بے توفیق ہی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی اس کا حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی ایسے لوگوں کو بخشنے والا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

سورۃ المدثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِيَابَكَ
فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ
لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ
يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَ مَنْ
خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِيْنَ
شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ
اَزِيْدَ ۪ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ
صَعُوْدًا ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ
بَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ
اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾
سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَ
لَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚۖ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؕ﴿۳۰﴾

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾

ع ۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۱

اے چادر میں لپٹ کر (بیٹھنے والے) کھڑے ہو جایئے اور (لوگوں کو اللہ کے خوف سے) ڈرایئے۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف رکھئے اور ہر طرح کی گندگی سے دور رہیے۔ کسی پر زیادہ بدلہ چاہنے کے لئے احسان نہ جتایئے۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔

پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ ایک سخت دن ہوگا اور کافروں کے لئے تو ذرا بھی آسان نہ ہوگا۔ مجھے اور جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے اسے مجھ پر چھوڑ یئے۔ میں نے اس کو بہت زیادہ مال دیا اور وہ بیٹے دیئے جو سامنے ہیں اور اس کو ہر طرح کا سامان (زندگی) دیا جس کو وہ اور زیادہ کرنے کی ہوس میں مبتلا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔ بہت جلد میں اس کو سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ اس نے سوچا پھر اندازہ کیا پھر وہ تباہ ہو جائے کہ اس نے کیسا اندازہ کیا۔

پھر اس نے کچھ سوچا، پھر منہ پھیرا، تیوری چڑھائی، پھر پیٹھ پھیری اور غرور و تکبر اختیار کیا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو (پہلوں سے) نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یہ تو کسی انسان (کا گھڑا ہوا) کلام ہے۔ (اللہ نے فرمایا) میں بہت جلد اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جہنم کیا ہے؟ (جہنم وہ ہے) جو نہ تو کسی کو باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلس کر کالا کر دینے والی ہے۔ جس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں اور ہم نے جہنم میں کام کرنے کے لئے فرشتوں کے سوا کسی کو نہیں بنایا۔

اور ہم نے ان کی تعداد کافروں کے لئے آزمائش بنائی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں اور ایمان والے اپنے ایمان کو اور مضبوط کرلیں۔ اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مومن اس تعداد میں شک نہ کریں تاکہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور (اسی طرح وہ لوگ) جو کافر ہیں یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اللہ نے اس سے کیا چاہا ہوگا؟ اس طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اور اللہ کے اس لشکر کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہ انسان کی (ہدایت و) نصیحت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۱

اَلْمُدَّثِّرُ	چادر اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے
ثِيَابٌ	کپڑے
اَلرُّجْزُ	گندگی۔ ناپاکی
اُهْجُرْ	اس کو چھوڑ۔ دور رہ
لَا تَمْنُنْ	احسان نہ جتا

تَسْتَكْثِرُ	زیادہ کی طلب
نُقِرَ	بجایا گیا۔ پھونکا گیا
اَلنَّاقُوْرُ	صور
وَحِيْدٌ	تنہا۔ اکیلا
مَمْدُوْدٌ	پھیلایا گیا
شُهُوْدٌ	سامنے۔ ہر جگہ
مَهَّدْتُّ	میں نے تیار کر دیا
يَطْمَعُ	امید رکھتا ہے
عَنِيْدٌ	نہ ماننے والا
اُرْهِقُ	میں چڑھادوں گا
صَعُوْد"	چڑھائی۔ اونچائی
عَبَسَ	اس نے تیوری چڑھائی
بَسَرَ	اس نے کڑوا سا منہ بنایا
يُؤْثَرُ	پہلے چلا آتا ہے
سَقَرٌ	آگ
لَا تَذَرُ	پیچھا نہ چھوڑے گی

لَوَّاحَةٌ — جھلس ڈالنے والی

تِسعَةَ عَشَرَ — انیس

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۱

اللہ تعالیٰ نے یاایھا المزمل کی طرح نہایت شفقت و محبت سے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ”یا یھا المدثر“ کہہ کر خطاب فرمایا ہے کہ اے چادر یا کمبل میں لپٹ کر بیٹھنے والے اب اٹھ کر کھڑے ہو جایئے اور وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی میں لگ کر بھٹک گئے ہیں ان کو اللہ کے خوف اور آخرت میں برے انجام سے ڈرایئے اور جس معاشرہ میں ہر شخص غرور، تکبر اور جہالت کا پتلا بنا ہوا ہے انہیں بتا دیجئے کہ اس کائنات اور آخرت میں اللہ کے سوا کسی کو کوئی بڑائی حاصل نہیں ہے۔ عقیدہ توحید کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آج پوری دنیا عقیدوں اور اخلاق کی جن گندگیوں میں پڑی ہوئی ہے اس سے اپنے دامن کو بچا کر رکھئے اور محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہر شخص کے ساتھ بے غرضانہ سخاوت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے رہیے اور کسی پر کوئی احسان اس جذبے سے نہ کیجئے کہ آج جو میں نے کسی کو کچھ دیا ہے کل اس سے بہتر وصول ہو جائے گا۔ جب آپ ان لوگوں کو اللہ کے دین اور ان سچائیوں پر چلائیں گے تو طرح طرح کے مصائب، مشکلات اور پریشانیاں آئیں گی ان پر محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے صبر، برداشت اور تحمل سے کام لیجئے۔ قیامت کا دن انسان سے بہت دور نہیں ہے ایک صور پھونکا جائے گا تو کائنات میں ہر چیز ختم ہو جائے گی اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور اللہ کی ساری مخلوق میدان حشر میں جمع ہو جائے گی وہ کافروں کے لئے بہت ہی ہولناک اور تباہ کن دن ہوگا اور اس میں ان کو سخت سزا دی جائے گی۔ وہ لوگ جنہیں دنیا کی معمولی سی دولت اور اولاد مل گئی ہے وہ اس پر اترا رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کر رہے ہیں۔ ان کی ہوس اور لالچ کا یہ حال ہے کہ انہیں جتنا کچھ دیا گیا ہے اس پر قناعت کرنے کے بجائے اس سے بھی زیادہ کی طلب میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں سے میں خود نبٹ لوں گا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ یئے اور دیکھتے رہیے کہ جس مال و دولت پر وہ اس قدر اکڑ رہے ہیں وہ اس دنیا کی زندگی تک ان کے ساتھ رہے گی اس کے بعد قیامت کے دن تو میں ایسے لوگوں کو جہنم کے ٹیلوں پر اس طرح چڑھاؤں گا کہ وہاں ان کی دولت، مال اور اولاد ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔ ان کو ایسی جہنم میں جھونکا جائے گا جس کی آگ کی اتنی شدت ہوگی کہ وہ ہر چیز کو جلا کر خاک کر دے گی اور کسی چیز کو نہ چھوڑے گی۔ ان کی کھالیں جھلس جائیں گی اور ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اس جہنم پر ان کو

عذاب دینے کے لئے ایک فرشتہ ہی کافی تھا لیکن اس جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے (جن کے لاکھوں کروڑوں معاون اور مددگار فرشتے ہوں گے) ان سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ مل سکے گا۔ یہ تو انیس فرشتے ہیں لیکن اللہ کے فرشتوں کا لشکر کتنا بڑا ہے اور اس کے کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے موت کے فرشتے آنے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس نے توبہ کرلی اور دین کی سچائیوں کو اپنا کر ان پر چلنے کا ارادہ کرلیا دنیا اور آخرت کی بھلائی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے لیکن اگر جانتے بوجھتے حق و صداقت کا مذاق اڑایا گیا اور اس کی حقیقت کا انکار کیا گیا تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوگا اور ناقابل تصور جہنم کی شدید آگ میں جھلسنا ہوگا۔ اللہ کے ہر حکم اور ارشاد کا یقین ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

سورۃ المدثر کے چند الفاظ کی تفصیل یہ ہے

۱)۔ **یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ** اے چادر کو لپیٹ کر بیٹھنے والے۔ دثار اس لمبے کپڑے، چادر یا کمبل کو کہا جاتا ہے جو سردی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے کپڑوں کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو یاایھا المدثر کہنے میں ایک تو آپ کی شان محبوبیت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے اس واقعہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جب سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد کچھ عرصے کے لئے آپ ﷺ پر وحی کا سلسلہ بند ہوگیا تھا اس کو ''فترۃ الوحی'' کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کسی جگہ سے گذر رہا تھا کہ ایک آواز سنی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا (اپنی اصلی صورت میں) زمین و آسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوگیا۔ گھر پہنچ کر میں نے کہا مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ۔ اس کے کچھ عرصے بعد سورۂ مدثر کی مذکورہ آیتیں نازل فرمائیں اور پھر مجھ پر لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے چادر یا کمبل اوڑھ لپیٹ کر بیٹھنے والے نبی ﷺ! آپ اٹھئے اور ساری دنیا کو پیغام الٰہی پہنچا دیجئے اور لوگوں کو ان کے برے اعمال کے بدترین انجام سے آگاہ کر دیجئے اور اس کا خوف دلایئے۔ اسی کو فرمایا **قُمْ فَاَنْذِرْ** اٹھئے اور ڈرایئے۔

۲)۔ **وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ یعنی اپنے اس پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے جو ہر ایک بڑائی اور عظمت کا مستحق ہے۔ وہی سب سے بڑا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی بڑا اور قابل تعظیم نہیں ہے۔ یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ کسی شخص کا غرور و تکبر اور اپنی ذات کی بڑائی شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جب کسی کو بڑی مقدار میں مال و دولت، راحت و آرام کے اسباب، بہترین سواریاں، کھیتی باڑی اور بلند و بالا مکانات، بلڈنگیں اور اولاد مل جاتی ہے تو وہ ان پر

شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری اور غرور و تکبر کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اور اپنے سوا وہ ہر ایک کو کمتر اور ذلیل سمجھنے لگتا ہے۔ شیطان اس کو سمجھاتا ہے کہ اس دنیا میں نہ تو اس سے کوئی بڑا ہے نہ کوئی اور عزت و تعظیم کا مستحق ہے چنانچہ جب ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ وہ غرور و تکبر نہ کریں تو یہ کہنے سے ان کا غرور و تکبر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اللہ کے کلام کی طرف متوجہ کیا تو وہ لوگ جو اپنے معاشرہ میں بڑے بن بیٹھے تھے سچائی کو سمجھنے کے باوجود اس سے منہ پھیر کر اللہ کے کلام کا انکار کر بیٹھے اور انہوں نے اللہ کے نبی کی بات ماننے کے بجائے اس طرح کے عیب تلاش کرنا شروع کر دیئے جس سے اس ابھرتی ہوئی تحریک اور کام کی حیثیت کو گھٹایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے پروردگار کی بڑائی اور عظمت کا اعلان کر کے ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہیں ہے۔ ساری عظمتوں کا مستحق صرف ایک اللہ ہے۔

۳)۔ **وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ** اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔ ان الفاظ میں ایک تو صفائی ستھرائی اور کپڑوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے کیونکہ پاکی، صفائی اور ستھرائی جسمانی ہو یا روحانی وہ نصف ایمان ہے لیکن یہ الفاظ اور اس کے معانی اس قدر جامع ہیں اور ان کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ مفسرین نے ان کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ عقیدہ توحید کو پھیلانے کے جس عظیم مقصد کو لے کر چل رہے ہیں اس میں اپنے نفس اور قلب کو، ظاہر اور باطن کو، اخلاق اور معاملات کو، روح اور جسم کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھئے اور لباس جو انسان کی شخصیت کی پہچان ہے اس کو غرور و تکبر اور شان و شوکت کی گندگیوں سے بچا کر رکھئے۔

۴)۔ **وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ** بتوں (کی گندگی) سے دور رہیے۔ یعنی جس طرح آپ ہمیشہ سے بتوں اور ان کی گندگیوں سے دور رہے ہیں اسی طرح اب آپ ان لوگوں کو جو بتوں اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی، نفسانی خواہشات، باپ دادا کی رسموں اور غیر انسانی زندگی کی گندگیوں میں ملوث ہو کر اپنے خالق حقیقی سے بھٹک کر دور چلے گئے ہیں ان کو سیدھے راستے پر لائیے۔ اور ان کو صراط مستقیم پر چلانے کی جدوجہد کیجئے۔

۵)۔ **وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ** کسی پر زیادہ بدلہ چاہنے کے لئے احسان نہ جتایئے۔ یعنی کسی شخص پر کوئی احسان اور نیکی کرنے میں یہ جذبہ شامل نہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ اس وقت دیا ہے آئندہ اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا۔ آپ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایسی بے غرضانہ عطا و بخشش، سخاوت، نیکی اور حسن سلوک کرتے رہیے جس میں بدلے اور صلے کی کوئی تمنا شامل نہ ہو۔ ہر کام کی بنیاد میں یہ جذبہ پنہاں ہو کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

۶)۔ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ صبر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ''نفس کو روکنا اور قابو میں رکھنا''۔ یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جس راستے پر قدم رکھ رہے ہیں یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ یہاں قدم قدم پر سخت مشکلات، پریشانیاں اور مصائب آئیں گے۔ عرب کے یہی لوگ جو آج آپ کے راستے میں اپنی پلکیں بچھا رہے ہیں آپ کو صادق و امین کہتے ہیں یہی سب لوگ حق و صداقت کا اعلان کرنے کے بعد آپ کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اس وقت آپ پورے عزم و یقین کے ساتھ آگے بڑھتے جایئے اور ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے اپنے فرض کو پورا کرنے کی جدوجہد کیجئے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے اپنے پروردگار کی رحمت پر امید رکھ کر صبر، تحمل اور برداشت سے کام لیجئے۔

۷)۔ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔ عربی زبان میں ''نقر'' کے معنی آواز دینے اور بلانے کے آتے ہیں۔ یعنی قیامت کے دن جب انسانی جسموں اور روحوں کو بلانے کے لئے آواز دی جائے گی۔ صور پھونکا جائے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن یہ دن کافروں کے لئے بہت سخت اور ناگوار دن ہوگا۔ کیونکہ اس دن ان کے تمام اعمال کا فیصلہ کر کے ان کو ایسی جہنم میں جھونکا جائے گا جہاں کی آگ ان کا حلیہ بگاڑ دے گی اور ان کو جلا کر خاک کر دے گی۔ اس آگ میں ہر چیز کو جلا کر خاک کر دینے کی ایسی صلاحیت ہوگی کہ اس آگ میں ڈالی جانے والی ہر چیز بھسم ہو جائے گی۔

۸)۔ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا مجھے اور جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ فرمایا کہ وہ شخص جسے میں نے مال و دولت، بیٹوں اور ہر طرح کا سامان زندگی عطا کیا وہ اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرتا ہے اور وہ اس مال و دولت کو اور زیادہ بڑھانے کی ہوس میں مبتلا ہے۔ ہماری آیتوں کی مخالفت اور دشمنی میں سب سے آگے ہے جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس کی حقانیت کو سمجھنے کے باوجود منہ اور پیٹھ پھیر کر اور غرور و تکبر سے تیوریاں چڑھا کر کہتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو وہی جادو ہے جو پہلے لوگوں سے چلا آرہا ہے اور جس کلام کو اللہ کا کلام کہا جاتا ہے وہ خود سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان جیسے لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ یہ جس مال و اسباب پر اتنا اترا رہے ہیں اس وقت تک کام دے سکتا ہے جب تک ان کو موت نہیں آجاتی۔ جب موت آجائے گی تو ان کو قبر میں اور قیامت میں یہ مال اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ نے فرمایا کہ میں ان کو جہنم کی آگ سے بھرے ایسے ٹیلوں پر چڑھاؤں گا جہاں کی چڑھائی بھی بڑی سخت چڑھائی ہوگی۔ وہ جہنم جس پر اللہ کے انیس فرشتے مسلط ہوں گے وہ جہنم کی آگ ان کو جھلس کر رکھ دے گی اور ان کا حلیہ بگاڑ دے گی۔

۹)۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً اور ہم نے (فرشتوں کی) تعداد کو (کافروں کے لئے)

آزمائش بنایا ہے۔ یعنی جہنم کے فرشتوں کی تعداد جو انیس بتائی گئی ہے درحقیقت یہ اہل ایمان کے لئے ایک آزمائش ہے۔ کافر تو یہ سن کر مذاق اڑائیں گے اور اہل کتاب اگر واقعی وہ اہل کتاب ہیں اس پوری حقیقت کو سمجھ لیں گے کہ اس سے اللہ کی مراد جہنم کی شدت کو بیان کرنا ہے لیکن جب کافر اس کو سنے گا تو وہ مذاق ہی اڑائے گا۔ اس لئے یہ تعداد ایک آزمائش ہے۔ لیکن جو صاحبان ایمان ہیں وہ سن کر اپنے ایمان میں اور ترقیاں حاصل کرلیں گے۔ قرآن کریم تو سراسر ہدایت ہے وہ اس کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کردیتا ہے لیکن گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے کفر اور گناہ کے راستے کا انتخاب کر رکھا ہے۔

ان آیتوں کا مفہوم واضح ہے لیکن علماء مفسرین نے ان آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے ولید ابن مغیرہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مکہ مکرمہ میں ولید ابن مغیرہ انتہائی مال دار اور دولت مند شخص تھا جسے راحت و آرام کے تمام اسباب عطا فرمائے گئے تھے۔ اس کے دس بیٹے تھے ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت خالد بن ولیدؓ تھے جو بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ وہ سب بیٹے صحت مند، توانا اور لمبے چوڑے تھے۔ ہر مجلس اور ہر جگہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ساتھ رہتے اور ان کی شان اور وقار میں اضافے کا سبب بنتے تھے۔ عرب کا یہی ایک مال دار شخص تھا جس کے تجارتی مراکز عرب کے مختلف شہروں میں قائم تھے۔ مال و دولت کے ساتھ ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک اچھا شاعر اور عربی زبان پر اس کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قرآن حکیم کی تلاوت کرتے سنا تو ولید ابن مغیرہ اس کلام کو سن کر جھوم اٹھا۔ اس کے دل پر قرآن کریم کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا اور وہ بہت متاثر ہوا۔ ممکن ہے اس نے ایمان قبول کرنے کا ارادہ کرلیا ہو اور اس کا ذکر کچھ لوگوں سے کردیا ہو۔ جب ابوجہل کو معلوم ہوا کہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ بوکھلا اٹھا۔ اسے اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ اگر ولید ابن مغیرہ نے اسلام قبول کرلیا تو سارے عرب میں دین اسلام کو پھیلنے سے کوئی روک نہ سکے گا۔ وہ فوراً ہی ولید ابن مغیرہ کے پاس گیا اور نہایت ہوشیاری سے اس کو جہالت کی عصبیت پر ابھارتے ہوئے کہا کہ ولید تمہیں کیا ہوگیا تم انتہائی سمجھ دار آدمی ہو اور تم ایک ایسے نوجوان کی باتوں میں آگئے ہو جو کل کا نوجوان ہے۔ تم کیوں اپنی عزت کو داغ دار کر رہے ہو اور معاشرہ میں تمہارا جو مقام ہے اسے تم کیوں ڈبونے کے چکر میں پھنس گئے ہو۔ اس نے یقین دلایا کہ یہ سب جادو کا اثر ہے اور یہ کلام (حضرت) محمد ﷺ نے خود سے گھڑلیا ہے۔ ابوجہل کی اس گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ ولید ابن مغیرہ کا ذہن پلٹ گیا اور اس نے ابوجہل کی باتوں کو دھرانا شروع کردیا کہ یہ تو وہی جادو ہے جو خاندانوں میں جدائیاں ڈالنے والا اور آپس میں پھوٹ ڈالنے والا ہے۔ اس طرح ولید ابن مغیرہ ایمان کی دولت سے محروم ہوگیا۔ لیکن دین اسلام کی عظمت یہ ہے کہ وہی ولید ابن مغیرہ جو دنیاوی لالچ کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم

رہا اللہ نے اس کے بیٹے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ صرف ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ انہوں نے دربار نبوی ﷺ سے سیف اللہ کا خطاب حاصل کر کے تاریخ میں ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے جو مومن مجاہدین کے لئے مشعل راہ ہیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝٣٢

وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝٣٣ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ۝٣٤ إِنَّهَا لَإِحْدَى
الْكُبَرِ ۝٣٥ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝٣٦ لِمَنْ شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ
يَتَأَخَّرَ ۝٣٧ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨ إِلَّآ أَصْحٰبَ
الْيَمِينِ ۝٣٩ فِى جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُونَ ۝٤٠ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝٤١ مَا
سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ۝٤٢ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝٤٣ وَلَمْ
نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝٤٤ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ۝٤٥ وَ
كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝٤٦ حَتّٰىٓ أَتٰىنَا الْيَقِينُ ۝٤٧ فَمَا تَنفَعُهُمْ
شَفٰعَةُ الشّٰفِعِينَ ۝٤٨ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝٤٩
كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝٥٠ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝٥١ بَلْ يُرِيدُ
كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝٥٢ كَلَّا ۖ بَل لَّا
يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝٥٣ كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ۝٥٤ فَمَن شَآءَ
ذَكَرَهُۥ ۝٥٥ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ أَهْلُ
التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝٥٦

ع ۲ — ۲۵ — ۱۶ الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

ہرگز نہیں۔ میں چاند کی قسم کھاتا ہوں اور اس رات کی جب وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی ہے۔ کہ وہ جہنم (بڑی ہیبت ناک) چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ وہ لوگوں کے لئے ڈرنے کی چیز ہے۔ تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے رہ جائے۔ بے شک ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہے۔ سوائے داہنی جانب والوں کے جو جنت میں ہوں گے اور وہ مجرمین (گناہ گاروں) سے پوچھ رہے ہوں گے کہ تمہیں جہنم میں کس چیز نے داخل کیا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ہم محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم نکتہ چینی کرنے والوں کے ساتھ نکتہ چینیاں کرتے رہتے تھے اور ہم قیامت کے انصاف کے دن کا انکار کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ اس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہ دے گی۔ پھر ان (کفار) کو کیا ہو گیا کہ وہ (قرآن جیسی) نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے مل جائیں۔ ہرگز نہیں یہ آخرت ہی سے نہیں ڈرتے۔ ہرگز نہیں۔ یہ (قرآن) سراسر نصیحت ہے۔ جس کا دل چاہے وہ اس نصیحت سے سبق حاصل کرے لیکن یہ لوگ اس وقت تک نصیحت حاصل نہ کریں گے جب تک اللہ ہی نہ چاہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس کی پکڑ سے ڈرا جائے اور وہی مغفرت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

اَدْبَرَ	اس نے پیٹھ پھیری
اَسْفَرَ	روشن ہو گیا
اِحْدَی الْکُبَرِ	ایک دردناک چیز

رَهِيْنَةٌ	پھنسی ہوئی
لَمْ نَكُ	ہم نہ تھے
اَلْخَآئِضِيْنَ	دھنسے رہنے والے
حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ	بدکنے والے گدھے
فَرَّتْ	بھاگ کھڑی ہوئی
قَسْوَرَةٌ	شیر
صُحُفًا مُّنَشَّرَةً	لکھے ہوئے فرمان

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

ہر انسان روزانہ اپنی کھلی آنکھوں سے بہت سی ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اردگرد ہیں اور ایک خاص وجود رکھتی ہیں مثلاً چاند کبھی گھٹتا ہے کبھی بڑھتا ہے، کبھی وہ چودھویں کا مکمل چاند ہوتا ہے کبھی وہ گھٹ کر کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ کی طرح باریک ہو جاتا ہے۔ دن اور رات جو باقاعدگی سے آتے اور جاتے ہیں۔ کبھی روشنی کبھی اندھیرا کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان ہی تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس طرح رات اور دن، چاند (سورج اور ستارے) اپنا ایک وجود رکھتے ہیں اسی طرح جہنم بھی اپنا ایک وجود رکھتی ہے لیکن وہ اتنی ہیبت ناک چیز ہے جس سے ہر انسان کو پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ یہ جہنم ان لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ کے نافرمان ہیں۔ اب جس کا دل چاہے وہ اس سے ڈر کر نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کر لے اور جس کا جی چاہے وہ اس سے پیچھے ہٹ جائے۔ لیکن وہ اس حقیقت کو اپنے سامنے ضرور رکھے کہ ہر انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے۔ جس طرح کوئی شخص قرض کے بدلے کوئی چیز ضمانت کے طور پر رہن یعنی گروی رکھ دیتا ہے وہ چیز یا قرض دینے والے کے پاس رہتی ہے۔ جب قرض کی رقم ادا کر دی جاتی ہے تو وہ چیز واپس بھی مل جاتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان اپنے اعمال کے بدلے اللہ کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر انسان کو ذمہ دار بنا کر اس

پر کچھ فرائض مقرر کئے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا میں اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کو ادا کر کے اپنا فرض پورا کر دے گا تو وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا ورنہ وہ جہنم کی ہولناک آگ اور اپنے برے انجام سے بچ نہ سکے گا۔ لیکن اس اصول سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے تمام فرائض اور احکامات کو پورا کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب الیمین میں سے ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ وہ عرش الٰہی کے سائے میں اور جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ یہ اہل جنت اللہ کے نافرمانوں سے پوچھیں گے کہ تم کس وجہ سے جہنم کے مستحق قرار دیئے گئے؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ

(۱) ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

(۳) وہ لوگ جو دین اسلام کی سچائیوں پر نکتہ چینیاں کرتے تھے ہم بھی ان کے ساتھ شریک رہتے تھے۔

(۴) اور ہم قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے واضح طور پر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرامؑ، صلحاء اور شہداء وغیرہ کو شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے مگر ان جیسے منکرین کی کوئی سفارش تک کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان جیسے لوگوں کو نہ تو قیامت کے آنے کا یقین تھا اور نہ یہ لوگ انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی کتاب نازل کی ہے جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے یہ لوگ اس پر عمل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر کر چلتے ہیں؟ اور وہ ان جنگلی گدھوں کی طرح کیوں ہو گئے جو معمولی آواز یا شیر کی بو سونگھتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن شروع سے آخر تک نصیحت ہی نصیحت ہے اب یہ انسان کی اپنی کوشش ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے یا اس سے محروم رہتا ہے۔ اگر وہ اللہ سے توفیق مانگیں گے تو ان کو توفیق ضرور ملے گی لیکن اللہ کے دین کا انکار کرنے والے اس توفیق سے محروم ہی رہیں گے حالانکہ صرف اللہ کی ذات ہے جس سے ڈرتے رہنا چاہیے جو اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ اگر کوئی اس سے توفیق مانگ کر اس کے راستے میں ذرا بھی جدوجہد کرتا ہے تو اللہ اس کو اپنے دامن مغفرت میں پناہ دیدیتا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۵

القِیامۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القیامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	75
کل رکوع	2
آیات	40
الفاظ وکلمات	164
حروف	682
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت کفار ومشرکین کے سامنے جب قیامت اور آخرت کے واقع ہونے کو بیان کیا جاتا تو وہ اس کو ناممکن سمجھتے ہوئے کہتے کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے پیدا ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس تصور کو گمراہی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''میں قیامت کے دن اور نفس لوامہ (ملامت کرنے والا نفس) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب ہم اس کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کردیں گے تو ہم ان کو دوبارہ جمع نہ کرسکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی ایک ایک پور کو دوبارہ ٹھیک بنا دینے کی پوری قدرت وطاقت رکھتے ہیں۔'' فرمایا کہ انسان اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے پوچھتا ہے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دن تو ضرور آئے گا لیکن کفار اور اس کا انکار کرنے والوں کے لیے یہ دن بڑا ہولناک ہوگا۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا، بلکہ چاند اور سورج دونوں ایک حالت پر آجائیں گے یعنی دونوں بے نور ہو جائیں گے۔ اس وقت انسان بدحواسی میں یہ کہے گا کہ آج میں کہاں جاؤں اور کس چیز کی آڑ اور پناہ لوں؟ فرمایا کہ اس دن کفار کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی۔ سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام اگلے پچھلے گناہوں اور اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ تمام اعمال نامے ہر شخص کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ وہ اس وقت طرح طرح کے بہانے اور اپنی معذرتیں پیش کرے گا لیکن اس کے اعمال پر خود اس کا نفس بھی گواہی دے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں جلدی حاصل ہونے والی راحتوں کے پیچھے آخرت تک کو بھول گئے تھے آج اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ فرمایا کہ اس دن کچھ چہرے تو تروتازہ اور خوشیوں سے شاداب ہوں گے وہ اللہ کی رحمتوں کے لیے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے لیکن بہت سے چہروں پر غم سے اداسی چھائی ہوئی ہوگی اور وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ آج ان کے ساتھ بڑا سخت اور کمر توڑ معاملہ ہونے والا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ اس وقت بھی آخرت کی فکر کر لیتے جب ان کی جان حلق تک پہنچ گئی تھی، سانس رکنے

لگی تھی اور علاج کے لیے کہہ رہے تھے کہ ہر دوا بے اثر ہو چکی ہے اب کسی جھاڑ پھونک والے کو بلالو کیونکہ اس وقت اسے یقین آجائے گا کہ بس اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آچکا ہے۔ ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر چڑھ جائے گی اور آخر کار وہ اپنے رب کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ فرمایا کہ یہ انسان کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ زندگی بھر سچائی اور حق کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتا رہا۔ اس کو نماز تک کی توفیق نہ مل سکی۔ تکبر، غرور کرتے ہوئے وہ اپنے گھر والوں میں خوش رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ اپنی روش زندگی کو بدلنے کے بجائے ہر وقت اپنی بدبختی میں لگا رہا۔ وہ اس بات کو بھول گیا تھا کہ وہ حقیر پانی کا ایک قطرہ اور نطفہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا تھا، پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بنا، پھر اس کا جسم بنا، اللہ نے اس جسم کو اور اعضا کو درست کیا۔ کسی کو مرد کسی کو عورت (کسی کو نر اور کسی کو مادہ) بنا دیا۔ کیا وہ اللہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ یقیناً وہی اللہ جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اسی کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟

اس سورۃ میں ایک اور اہم بات کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے۔ اسی نے اس کو نازل کیا ہے وہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس بات کو آیات کے درمیان بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی حضرت جبرئیل امین قرآن کریم کی آیات کو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کرتے تو نبی کریم ﷺ اس خیال سے کہ کہیں میں ان آیات کو بھول نہ جاؤں جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اس وحی کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ اس قرآن کریم کو (آپ ﷺ کے قلب مبارک پر) جمع کر دینا اور پھر اس کو بیان کرا دینا ہماری ذمہ داری ہے لہٰذا جب ہم (جبرئیل کے واسطے سے) آپ ﷺ پر تلاوت کریں تو آپ ﷺ اس کو غور سے سنیے اور اس کے بعد اس قرآن کریم کی تشریح اور وضاحت کو (وحی خفی کے ذریعہ) بیان کرا دینا بھی ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی حفاظت بھی اللہ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے جس کو وہ قیامت تک جس سے اور جیسے چاہے گا حفاظت کرالے گا اور قرآن کریم کی آیات کی تفسیر و تشریح بھی اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خود ہی تعلیم فرمائی ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کی تشریح اور وضاحت بھی وہی ہوگی جس کی نبی کریم ﷺ نے احادیث کے ذریعہ ہمیں تعلیم دی ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم کی کسی مراد کی تشریح اپنی مرضی سے کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اسی میں پوری امت کی نجات اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

سورۃ القیامۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴿۲﴾ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴿۵﴾ یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾ کَلَّا لَا وَزَرَ ﴿ؕ۱۱﴾ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِۣ الۡمُسۡتَقَرُّ ﴿ؕ۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿ؕ۱۳﴾ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ﴿ۙ۱۴﴾ وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ ﴿ؕ۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

میں قیامت کے دن کی اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ بے شک ہم تو اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو درست کر دیں۔ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ (قیامت کا دن وہ ہوگا) جب آنکھیں پتھرا

جائیں گی۔ چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ملا کر ایک (حالت پر) کر دیئے جائیں گے (یعنی بے نور ہو جائیں گے)۔ اس دن آدمی کہے گا کہ آج کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اس دن صرف آپ کے پروردگار کے پاس ہی ٹھکانا ہوگا۔ اس دن آدمی کو اگلے پچھلے سارے اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا بلکہ آدمی اپنے خلاف خود کھلی ہوئی دلیل ہوگا خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اَلنَّفسُ اللَّوَّامَۃُ — ملامت کرنے والا نفس

لَنْ نَّجْمَعَ — ہم ہرگز جمع نہ کریں گے

عِظَامٌ — ہڈیاں

نُسَوِّیُ — ہم برابر بٹھا دیں گے۔ ٹھیک بٹھا دیں گے

بَنَانَہٗ — اس کی پور پور

لِیَفْجُرَ — تاکہ وہ بدکاری کرے

اَمَامَ — سامنے

اَیَّانَ — کب

بَرِقَ الْبَصَرُ — آنکھ کھلی کی کھلی رہ جائے گی

خَسَفَ الْقَمَرُ — چاند کو گہن لگ جائے گا

اَلْمَفَرُّ	بھاگنے کی جگہ
وَزَرٌ	پہاڑ۔ بوجھ
اَلْمُسْتَقَرُّ	ٹھکانا
مَعَاذِيْرَ	حیلے بہانے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی، چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے جسم کے تمام اجزا اور ذرات بکھر کر ناپید ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جاسکیں گے؟ اور کس طرح اسی جسم کے ذرات مل کر انسانی شکل اختیار کرسکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو دوبارہ پیدا نہ کرسکیں گے؟ وہ اس غلط فہمی کو دور کرلے کیونکہ ہماری قدرت اتنی وسیع ہے کہ ہم تو انسان کی انگلیوں کے پوروے جو انسانی جسم میں سب سے نازک چیز ہے اس کو بھی پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار جس بات پر اعتراض کر رہے ہیں ان کے دل بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس پوری کائنات میں ساری طاقت وقوت اللہ ہی کے لئے ہے دراصل یہ بہانے بنا کر اپنی آئندہ زندگی گناہوں اور معصیتوں میں گذارنے کی آزادی چاہتے ہیں۔ اسی لئے وہ کفار مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے ہیں کہ وہ قیامت جس کا وعدہ کیا گیا ہے آخر وہ کب آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت قائم کی جائے گی اس دن لوگوں کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ چاند کا نور سلب کرلیا جائے گا، سورج بھی بے نور ہو جائے گا اور چاند سورج کی روشنی اس طرح ختم کردی جائے گی کہ وہ دونوں بے نوری کی کیفیت میں ایک جیسے ہو جائیں گے۔ جب قیامت کا ہولناک دن آئے گا اور نظام کائنات کو درہم برہم کردیا جائے گا تو اس عظیم انقلاب کو دیکھ کر اس سے بچنے کے لئے آدمی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور کہے گا کہ آج کہیں بھاگ کر پناہ مل سکتی ہے؟ مگر اس کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ ہاں البتہ اللہ کے نیک بندوں کے لئے اللہ ہی کے پاس ٹھکانا مل سکے گا۔ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے کئے

ہوئے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا۔اور وہ اپنے کسی عمل سے انکار نہ کر سکے گا کیونکہ اس کا اپنا وجود اور اس کے تمام اعضاء اس کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ وہ اس دن کتنے ہی بہانے بنائے مگر وہ اپنی بدعملیوں کی وجہ سے چھوٹ نہ سکے گا۔

سورۃ القیامہ کی ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱) ان آیات میں سب سے پہلے تو قیامت کے دن کی اور دوسری قسم نفس لوامہ کی کھائی ہے۔ قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ نفس لوامہ نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں آدمی کا نفس اپنی کوتاہیوں، خطاؤں اور گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ پچھتاتا ہے۔

چونکہ قیامت کے دن یہ شرمندگی انتہا درجہ پر ہوگی اس لئے نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ انسان سے قیامت دور نہیں ہے۔ اگر اس کو اپنے نفس کی کوتاہیوں پر شرمندگی ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو قیامت میں اس کے لئے ہر راحت و آرام کا سامان ہوگا اور اگر زندگی بھر خطاؤں اور گناہوں میں ملوث رہنے کے باوجود اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور وہ اپنے فسق و فجور میں مبتلا رہا تو پھر وہ اس کے لئے بڑی حسرتوں کا دن ہوگا جس میں ہزار بہانوں کے باوجود خود اس کا اپنا وجود ہی اس کے خلاف گواہی دینے کے لئے کافی ہوگا۔

۲) قرآن کریم میں نفس انسانی کی تین حالتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس کے معنی جان، روح اور انسانی ضمیر کے آتے ہیں۔

﴿نفس امارہ﴾ اگر کسی کا نفس اس کو بدترین خواہشوں، ناجائز لذتوں اور برائی کے کاموں پر اس طرح اکساتا اور رغبت دلاتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلے میں اللہ و رسول کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس پر بے حسی اس طرح غالب آجاتی ہے کہ اس کے دل سے احساس گناہ مٹ جاتا ہے تو ایسے نفس پر اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو وہ اس کو جہنم تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔

سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہے "**اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ**" کہ اگر میرے اللہ کا رحم و کرم نہ ہو تو نفس برائی کی طرف ہی رغبت دلاتا ہے۔ اسی کو نفس امارہ کہا جاتا ہے۔

﴿نفس لوّامہ﴾ نفس کا کام تو یہی ہوتا ہے کہ وہ آدمی کو برائیوں اور گناہوں پر اکساتا ہے لیکن اگر آدمی کسی خطا اور گناہ میں پڑنے کے باوجود اس پر شرمندہ ہو کر اپنا محاسبہ کرنے لگتا ہے یعنی اس کے اندر نیکی اور گناہ کا احساس زندہ رہتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا اور اگر میں کوئی اچھا کام کرتا

تو اس سے مجھے آخرت میں کتنا فائدہ ہوتا۔ اس کو نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا نفس فرمایا گیا ہے جس کی قسم اللہ نے کھائی ہے۔

اصل میں جس دل میں گناہ اور ثواب کا احساس زندہ رہتا ہے جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے شرمندگی کا اظہار کرتا ہے نیکیوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو ایسے آدمی کو آخر کار توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اگر وہ اس پر کچھ محنت کرے تو وہ نفس مطمئنہ کے لقب تک کا مستحق بن جاتا ہے۔

﴿نفس مطمئنہ﴾ جب آدمی ایمان، عمل صالح اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی جدوجہد میں اللہ و رسول کے ہر حکم کے آگے اپنا سر جھکا دیتا ہے، اس کو نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، شریعت اس کے مزاج کا حصہ بن جاتی ہے وہ اپنے نفس پر خواہشات کو غالب نہیں آنے دیتا، اس کے ہر کام میں اللہ کی رضا و خوشنودی کا جذبہ غالب ہوتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ فجر میں فرمایا ہے کہ "اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

۳) اللہ تعالیٰ نے اربوں کھربوں انسانوں کو پیدا کر کے ہر ایک کو دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ صورت، شکل، مزاج، آواز اور یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کی لکیروں کو اس قدر مختلف بنایا ہے کہ دوسرے انسان ہی سے نہیں بلکہ خود ایک ہاتھ کی انگلی، دوسرے ہاتھ کی انگلی اور لکیریں قطعاً الگ الگ ہیں۔ فنگر پرنٹ سے مجرموں کو پکڑ لیا جاتا ہے اور نشان انگوٹھا تو ابتداء سے آج تک ایک حقیقت ہے۔ عدالتوں تک میں فیصلے انگوٹھے کے نشان پر کر دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اسی بات کی قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ چھوٹی بڑی ہڈیوں کو جوڑ کر انسانی ڈھانچہ پھر سے بنا سکتا ہے بلکہ انگلیوں کے جوڑوں، لکیروں اور خطوط تک کو پھر سے بنا دے گا۔ یہ چیزیں اس کی قدرت سے باہر نہیں ہیں کیونکہ ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس نے پہلی مرتبہ بنایا ہے وہ دوبارہ بنانے پر قدرت کیوں نہیں رکھتا؟ یقیناً اللہ کی ذات ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والی ہے۔

۴) قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ پورا نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا اور سوائے اللہ کی طرف لوٹنے کے انسان کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ سورج اور چاند دونوں روشنی سے محروم کر دیئے جائیں گے، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ غبار بن کر اڑتے پھریں گے، میدان حشر قائم ہوگا اور اس میں آدمی کے کئے ہوئے ہر عمل پر جزا یا سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن ہر طرح کی رسوائیوں اور عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ
بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢبَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ
اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾
وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾
ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ
يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ
يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

(اے نبی ﷺ) آپ اپنی زبان کو (وحی نازل ہونے کے وقت) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ قرآن یاد ہو جائے) بلا شبہ اس کا (آپ کے قلب پر) جمع کرا دینا اور پھر اس کو پڑھوا دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اس کو پڑھائیں تو آپ اس کی قرأت کو غور سے سنئے۔ پھر اس کو واضح کرا دینا (مطلب سمجھا دینا) بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ (اے کافرو) تم جلدی حاصل ہونے والی دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اس دن کچھ چہرے رونق دار ہوں گے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور اس دن بعض چہرے بے رونق (مرجھائے ہوئے) ہوں گے اور وہ سمجھ جائیں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ جب جان گلے کی ہنسلی تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت کہا جائے گا کہ کوئی جھاڑ پھونک والا ہے؟ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر لپٹ جائے گی۔ وہ دن تیرے رب کی طرف جانے کا دن ہوگا۔ پھر نہ تو اس نے (اللہ اور اس کے رسول کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اس نے جھٹلایا تھا اور منہ پھیرا تھا۔ پھر وہ فخر و غرور کے ساتھ (اکڑتا ہوا) اپنے گھر کی طرف چل دیا کرتا تھا۔ بربادی ہے تیرے لئے اور خرابی ہے تیرے لئے۔ کیا آدمی کا یہ گمان ہے کہ وہ یوں ہی بے کار اور فضول چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ نطفہ (حقیر پانی کا قطرہ) نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا۔ پھر (اللہ نے) اس کو پیدا کیا اور اس کے اعضاء کو درست کیا۔ پھر اس نے آدمیوں کی دو قسمیں مرد اور عورت بنائے۔ کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کر دے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

لَا تُحَرِّکُ حرکت نہ دے

قُرْاٰنَہٗ	اس کو پڑھوا دینا
بَیَانَہٗ	اس کو کھول دینا۔ بیان کرا دینا
اَلْعَاجِلَۃُ	جلد ملنے والی چیز
نَاضِرَۃٌ	تروتازہ
بَاسِرَۃٌ	اداس ہونے والے
فَاقِرَۃٌ	کمر کو توڑ دینے والی
تَرَاقِیَ	ہنسلی
رَاقٍ	جھاڑ پھونک کرنے والا
اِلْتَفَّتْ	لپٹ گئی
اَلْمَسَاقُ	چلنا۔ روانگی
یَتَمَطّٰی	اکڑتا ہوا
اَوْلٰی لَکَ	تیرے لئے خرابی ہے
سُدًی	یوں ہی
یُمْنٰی	ٹپکائی گئی
یُحْیِ	وہ زندہ کرتا ہے
اَلْمَوْتٰی	مردے۔ بے جان

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (ابتداء میں) جب نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کیا جاتا تو آپ اس خوف سے کہیں کسی چیز (آیات قرآنی) کو بھول نہ جائیں تو حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ جلدی جلدی وحی کے الفاظ دھراتے جاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اپنی زبان مبارک کو (اس وجہ سے) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ وہ یاد ہو جائے) کیونکہ اس کا (آپ کے قلب مبارک پر) جمع کرنا اور پھر اس کو پڑھوا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا جب ہم (جبرئیل کے واسطے) آپ کو پڑھائیں تو آپ اس کی قرات کو نہایت غور سے سنئے (پھر یہی نہیں کہ ہم اس کو پڑھوا دیں گے بلکہ) اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا کی چیزوں سے) تو بے انتہا محبت کرتے ہو اور اس آخرت کے دن کو بھول گئے ہو جو کفار و مشرکین کے لئے ایک ہولناک اور اہل ایمان کے لئے راحتوں سے بھرپور دن ہوگا۔ اس دن کچھ چہرے تو چمکتے دمکتے، ہشاش بشاش اور پررونق ہوں گے۔ انہیں اللہ کی تجلیات کا کھلی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوگا اور جنت کی ابدی راحتیں ان کی منتظر ہوں گی۔ اس کے برخلاف بعض چہروں پر نحوست، بے رونقی اور اداسی کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنے سامنے جہنم کے عذاب کو دیکھ کر اس بات کا اچھی طرح اندازہ لگالیں گے کہ وہ بہت جلد اس انجام تک پہنچنے والے ہیں جو ان کی کمر توڑ کر رکھ دے گا۔

فرمایا کہ اگر یہ اللہ کے نافرمان اس دن غور کر لیتے جب ان کی جان گلے کی ہنسلی تک پہنچ گئی تھی (یعنی دنیا سے گذر جانے کے وقت) جب وہ اپنی جان بچانے کے لئے ہر تدبیر اور علاج سے لے کر جھاڑ پھونک تک کر چکے تھے۔ جب ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر چڑھ گئی تھی یعنی اس میں اپنی پنڈلیاں ہلانے تک کی طاقت نہ رہی تھی اس دن ان کے کوئی کام نہ آیا تھا جب موت ان کے سامنے تھی پھر بھی انہیں توبہ کی توفیق تک نہ ہوئی حالانکہ موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ تو اللہ کے دین کی تصدیق کی ہوگی نہ نماز پڑھی ہوگی بلکہ ہر سچائی کو جھٹلا کر انہوں نے غرور و تکبر سے اپنے چہروں کو پھیر لیا ہوگا اور نہایت غرور و تکبر سے وہ اپنی خوشیوں میں مگن گھر کے عیش و آرام کی طرف چل دیئے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے ہر طرح کی بربادیوں کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا اور ایسے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کو یوں ہی بیکار اور فضول چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

اللہ نے فرمایا کہ انسان نے کبھی اپنی تخلیق یعنی پیدائش پر بھی غور کیا ہے؟ فرمایا کیا وہ حقیر پانی کے ایک قطرہ سے پیدا نہیں کیا گیا جو رحم مادر میں ڈالا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا سا بن گیا۔ پھر اللہ نے ماں کے پیٹ میں اس کے تمام اعضاء درست کئے اور اس کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ مرد، عورت نر اور مادہ اس نے جس طرح چاہا اس کو مختلف جنسوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ سب کچھ اللہ نے اپنی قدرت سے کیا تھا کہ ایک حقیر قطرہ کو ایک حسین شکل دیدی تھی اب وہی آدمی کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مرجائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے کیا ہم دوبارہ پیدا ہوں گے؟ فرمایا کہ اگر اللہ پانی کے حقیر قطرے سے جیتا جاگتا انسان پیدا کر سکتا ہے تو کیا وہ اللہ جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس بات پر قادر نہیں ہے کہ آدمی کو پھر سے پیدا کر دے؟ کیا اللہ ایک مرتبہ بنانے کے بعد دوسری مرتبہ بنانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہرگز نہیں۔ اللہ جو اس کائنات کا مالک ہے اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اور وہ تمام لوگوں کے مرجانے کے بعد ان کو زندہ کرے گا اور پھر میدان حشر قائم کر کے ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ سورۃ القیامہ کی ان آخری آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ۔ (یعنی اے نبی ﷺ) آپ اپنی زبان کو اس قرآن (کے پڑھنے میں) جلدی جلدی حرکت نہ دیجئے۔ اس کی وضاحت سے پہلے قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ کر لیجئے تا کہ اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

☆ بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

☆ بے شک اس (قرآن مجید) کو (جبرئیل) اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر نازل کرتے ہیں۔ (بقرہ)

☆ ہم آپ کو (یہ قرآن) اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے (الاعلیٰ)

☆ جب تک آپ پر پوری طرح قرآنی (آیات) نازل نہ ہو جائیں اس وقت تک آپ جلدی نہ کیا کیجئے (طٰہٰ)

☆ زیر مطالعہ سورت القیامہ میں اللہ نے فرمایا کہ " آپ اپنی زبان کو (اس وجہ سے) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ وہ یاد ہو جائے) کیونکہ اس قرآن کو (آپ کے قلب پر) جمع کر دینا اور پڑھوا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا جب ہم اس کو (جبرئیل کے واسطے سے) پڑھائیں تو آپ اس کو پوری توجہ سے سنئے۔ (القیامہ)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے بتا دیا ہے کہ یہ قرآن میرا کلام ہے۔ جس کو میں نے جبرئیل کے

ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے۔ میں خود ہی اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کی حفاظت کے لئے میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ نبی کریم ﷺ کو بتا دیا گیا کہ جب آپ ﷺ پر قرآن کریم کو نازل کیا جارہا ہو تو آپ اس کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں اور اس کی فکر نہ کیا کریں کہ آپ اس کو بھول جائیں گے کیونکہ اس قرآن کو آپ کے قلب پر جمع کر دینا اور پھر اس کو آپ کی زبان سے ادا کرا دینا ان دونوں باتوں کی ذمہ داری ہماری ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ پورا قرآن کریم حضرت جبرئیل امین کو سنایا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور سے آج تک لاکھوں کروڑوں ایسے لوگ رہے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو حفظ کر کے اللہ کے اس وعدے کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی قرآن کریم کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے اور انشا اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔

قرآن کریم کی ان آیات اور تاریخ کی گواہیوں کے باوجود اگر کوئی یہ کہتا ہو کہ قرآن کریم کے چالیس سپارے تھے جن میں سے دس حضرت عائشہ کی بکری کھا گئی یا اسی طرح کی کوئی اور فضول بات کرتا ہے تو درحقیقت وہ اللہ پر الزام لگاتا ہے کہ اللہ اپنے وعدے کے باوجود قرآن کریم کی حفاظت نہ کر سکا (نعوذ باللہ)

(۲)۔ **فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ** ۔ پھر جب ہم اس کو (جبرئیل کے واسطے سے آپ کو) پڑھائیں تو اس کے پڑھنے کو غور سے سنئے۔ اسی بات کو ایک دوسری آیت میں اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ "جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو"۔ ان آیات کی تشریح ان بہت سی حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ "جب نماز میں امام قرأت کرتا ہے تو تم خاموش رہ کر سنو! (صحیح مسلم) ایک جگہ فرمایا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے (بیہقی)۔ ابتداء میں صحابہ کرامؓ دوران نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ تلاوت کرتے تھے بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ سورۂ فاتحہ اور آیات قرآنی جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے منع کر کے خاموشی سے سننے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب امام نماز کے دوران تلاوت کرتا ہو (خواہ زور سے یا آہستہ سے) اس وقت مقتدی خاموش رہیں اور ساتھ ساتھ تلاوت نہ کریں کیونکہ امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہوا کرتی ہے۔

(۳)۔ **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ** ۔ پھر اس کو واضح کرا دینا (مطلب سمجھا دینا بھی) ہماری ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب قرآن کریم نازل کیا جائے تو آپ اس خوف سے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں کہ اس کے بعض حصے کو آپ بھول جائیں گے۔ کیونکہ یہ

ہمارا کلام ہے ہم ہی اس کے محافظ ہیں لہذا جب آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جائے تو آپ اس کو غور سے سنئے اس کلام کو آپ کے دل پر جمع کر کے آپ کی زبان مبارک سے ان آیتوں کا مطلب، مفہوم، معنی اور مراد کو سمجھا دینا یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ آپ نے تئیس سال کے طویل عرصے میں قرآن کریم کی ایک ایک آیت کا مفہوم اپنے ارشادات اور عمل سے واضح کر کے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکیزہ اور مقدس جماعت تیار کی جنہوں نے قرآن وسنت کے ہر حکم پر عمل کر کے قرآن وسنت کی تعلیمات کو ساری دنیا تک پہنچانے کی مخلصانہ جدوجہد فرمائی۔

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، علماء کرام اور بزرگان دین نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی اس جدوجہد اور کوشش کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشادات نبوی کی روشنی میں قرآن و سنت کی تشریح فرمائی اور صراط مستقیم کی راہوں کو روشن ومنور کیا۔ لیکن ہمارے دور میں کچھ ایسے بدنصیب لوگ بھی ہیں جو ترقی پسندی اور جدید دور کے تقاضوں کا نام لے کر قرآن کریم کی ایسی من مانی تشریح اور تاویل کر رہے ہیں جس کا قرآن وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو عجمی سازش کا نام دے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ ہمارے علماء اور بزرگان دین نے ایسے لوگوں کی سازش کو بے نقاب کرنے کی مسلسل کوششیں کر کے اپنا فرض پورا کیا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔

(۴)۔ اس سورت میں قیامت کے ہولناک دن کا ذکر کرتے کرتے درمیان میں اللہ نے عظمت قرآن کو واضح کرنے کے لئے منکرین قرآن اور منکرین قیامت کو بتا دیا ہے کہ جس قرآن کریم میں قیامت کا بیان کیا جا رہا ہے وہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ تو اسی قرآن کو بیان کر رہے ہیں جو ان پر نازل کیا جا رہا ہے اور اس کی جو بھی وضاحت ہے وہ اللہ ہی نے آپ کو بتائی ہے جسے آپ اپنی زبان مبارک سے بیان فرما رہے ہیں لہذا جس طرح قرآن کریم کے سامنے ساری دنیا اس جیسا قرآن لانے سے عاجز ہے اسی طرح جب قیامت آئے گی تو ہر شخص اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہوگا۔

(۵)۔ **تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ** ۔ تم جلدی حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو۔ آیت کے اس حصے کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی آخرت اور اس کے انجام سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ "عاجلہ" یعنی دنیا اور اپنے ہر عمل کے فوری نتیجہ کو زندگی سمجھنے لگتا ہے کیونکہ دنیا کے فوری نتائج کو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے اور آخرت کا نتیجہ اسے نظر نہیں آتا۔ لہذا وہ دنیا حاصل کرنے میں زندگی بھر لگا رہتا ہے اور اسی کو کامیابی سمجھتا ہے حالانکہ اصل کامیابی وہ ہے جو

آدمی کو آخرت میں نصیب ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ دنیا کی زندگی اور اس میں حاصل ہونے والا مال اور دولت تو اس کا ساتھ اس وقت تک دیتے ہیں جب تک موت نہیں آجاتی۔ موت کے ساتھ ہی سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کے جیسے اعمال ہوں گے وہ ان کو آخرت میں خود محسوس کرلے گا چنانچہ قیامت کے دن اہل جنت کے چہرے تو خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور اہل جہنم کے چہروں پر سوائے اداسی اور مایوسی کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے

لوگو! تم ان کی طرح نہ ہو جانا جو دنیا اور اس کی آرزوؤں میں پھنس کر بدعات اور خرافات میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس دنیا کی طرف جھک پڑے جو بہت جلد فنا ہونے والی ہے۔ گذرے ہوئے وقت کے مقابلے میں دنیا کا اتنا کم حصہ باقی رہ گیا ہے جتنی دیر میں اونٹ والا اپنے اونٹ کو بٹھاتا ہے یا دودھ نکالنے والا دودھ کی ایک دھار نکالتا ہے۔ تم کس بھروسے پر ہو؟ اور کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم دنیا کا موجودہ وقت اس قدر تیزی سے گذرے جائے گا کہ جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا اور تم اس آخرت کی طرف (بڑی تیزی سے) جا رہے ہو جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ تم اس دنیا سے جانے سے پہلے (آخرت کا) سامان تیار کرلو۔ اور خرچ کا توشہ تیار کرلو۔ یاد رکھو جو کچھ تم آگے بھیجو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور جو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس پر نادم اور شرمندہ ہونا پڑے گا (خطبات نبوی ص ۲۱۸)

(۶)۔ اِلیٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ''۔ وہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس بات پر تمام علماء اہل سنت والجماعت اور فقہا و محدثین کا اجماع ہے کہ قیامت میں تمام اہل جنت اللہ کی تجلیات کو بے حجابانہ دیکھیں گے یعنی درمیان میں کسی قسم کی رکاوٹ یا پردے نہ ہوں گے۔

حضرت صہیب رومی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید ایک چیز عطا کروں؟ بندے عرض کریں گے الٰہی! آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت میں داخل کیا (یعنی الٰہی! اس کے علاوہ اور وہ کون سی نعمت ہے جس کی ہم تمنا کرسکتے ہیں) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں اچانک حجاب اٹھ جائے گا۔ پھر وہ اللہ کے نور کا بغیر کسی رکاوٹ کے دیدار کرسکیں گے۔ ان کا یہ حال ہوگا کہ اہل جنت کو جو کچھ عطا کیا گیا تھا ان سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز یہی دیدار الٰہی ہوگا۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی

اَلَّذِيْنَ اَحْسَنُو الْحُسْنٰى وَ زِيَادَة" یعنی جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گذاری ان کے لئے اچھی جگہ ہے اس پر مزید ایک نعمت ہے۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے صحابہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بادل نہ ہو اور سورج چمک رہا ہو تم اس کی طرف دیکھو تو کیا کوئی شک یا رکاوٹ ہوتی ہے؟ عرض کیا جی نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب چودھویں کا چاند چمک رہا ہو اور بادل نہ ہو تو کیا تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ عرض کیا جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح قیامت کے دن تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ دیدار کچھ لوگوں کو روزانہ کچھ لوگوں کو جمعہ کے دن اور کسی کو صبح وشام عطا کیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۶

الدَّھْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الدھر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	76
کل رکوع	2
آیات	31
الفاظ وکلمات	246
حروف	1099
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الدھر میں انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ آج تو وہ اپنے وجود اور دی گئی نعمتوں پر بڑا فخر کرتا اور اتراتا ہے لیکن اس پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز ہی نہ تھا۔ اس کے وجود کی ابتداء اس حقیر بوند سے ہوئی جو ایک مخلوط نطفہ تھا۔ پھر اللہ نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ یہ اس کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یا اس کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے۔ نعمتوں پر شکر ادا نہ کرنے والے اور نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے دونوں کے بدترین اور بہترین انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ناشکری اور کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں، گلے میں ڈالے جانے والے طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ لیکن شکر گزار مومن بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں ایسی شراب کے جام پیش کیئے جائیں گے جن میں آب کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہتا ہوا رواں دواں چشمہ ہوگا جس کے پانی کے ساتھ یہ اللہ کے بندے شراب پئیں گے اور جہاں جہاں چاہیں گے وہاں اس کی شاخیں نکال لیں گے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا وہ جو اپنی نذر یعنی منتوں کو پورا کرنے والے، اس دن کی اس آفت سے ڈرنے والے جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانے والے اور یہ کہنے والے کہ ہم اس نیکی پر نہ تو تم سے کوئی بدلہ اور صلہ چاہتے ہیں نہ تم سے کسی طرح کے شکریہ کی توقع رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے اس دن کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل اور لمبا دن ہوگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کی اس دن کے شر اور آفت سے حفاظت فرمائے گا اور انہیں تر و تازگی، سکون اور سرور عطا کیا جائے گا۔ ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت کا ریشمی لباس دیا جائے گا۔ وہاں وہ بڑے شاہانہ انداز سے مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ سردی کی شدت۔ جنت کے درختوں کی چھاؤں ان پر سایہ کیے ہوگی اور ان درختوں کے پھل ان کے اختیار میں دے دیئے جائیں گے وہ جس طرح چاہیں گے ان پھلوں کے کھانے سے لطف اندوز ہوں گے۔ ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے

پیالے گردش کررہے ہوں گے۔شیشے بھی اتنے خوبصورت جو چاندی کی طرح چمکتے ہوں گے۔ان پیالوں کو ٹھیک اندازے کے مطابق خوب بھرا گیا ہوگا۔ان کو وہاں ایسی شراب کے جام دیئے جائیں گے جس شراب میں سونٹھ (خشک ادرک) کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔تم دیکھوگے تو سمجھوگے کہ موتی ہیں جو ہر طرف بکھیر دیئے گئے ہیں۔فرمایا کہ وہاں تم جدھر نظر دوڑاؤ گے نعمتیں ہی نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت نظر آئے گی۔ان اہل جنت کو باریک ریشم کا سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے دیئے جائیں گے۔ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو نہایت لذیز شراب پلائے گا اور فرمایا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمہارے حسن عمل کا نتیجہ ہے۔

کفار یہ اعتراض کرتے تھے کہ اگر قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے تو اس کو ایک دم ایک کتاب کی شکل میں نازل کیوں نہیں کردیا جاتا۔تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس قرآن کو ہم نے ہی تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے یعنی یہ بھی اللہ کی رحمت ہے اس کا کرم ہے اس طرح ہر آیت پر ہر شخص کو عمل کا موقع ملتا ہے اور قرآن کریم یاد ہوتا چلا جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان بدعمل کافروں کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔اپنے رب کے حکم پر جمے رہیں صبر کریں اور صبح وشام اپنے رب کا نام لیا کریں اور راتوں کو اللہ کے سامنے سجدے کیا کریں اور رات کے طویل حصے میں اس کی حمد وثنا کرتے رہا کریں۔فرمایا کہ یہ ناشکرے لوگ تو اس دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو انہیں جلدی سے مل جائے اور اس دن کو نظر انداز کررہے ہیں جو بڑا بھاری دن ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہی ان کی شکلیں صورتیں بدل کر رکھ دیں۔فرمایا کہ یہ قرآن کریم تو ایک نصیحت ہی نصیحت ہے۔اب جس کا دل چاہے وہ اس قرآن کریم کو اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے اور کامیاب ہوجائے۔لیکن یہ سب کچھ اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہے۔اگر ان کو توفیق عطا نہیں کی جائے گی تو انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔لہٰذا اسی سے توفیق مانگتے رہنا چاہیے جو سب سے زیادہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ظالموں کو دردناک عذاب جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے اس میں جھونک دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۶﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا

زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾
وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾
قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا
كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا
مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾
عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ
مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هَٰذَا كَانَ
لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾

ع ١ ٢٢ ١٩

ترجمہ: آیت نمبرا تا ٢٢

کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز ہی نہ تھا؟ بے شک ہم نے آدمی کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا جو مختلف اجزاء سے بنایا گیا تھا تا کہ ہم اس کی آزمائش کریں۔ پھر ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا (اب یہ اس پر ہے) کہ وہ شکر گذار بنتا ہے یا ناشکرا۔ بے شک ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں، طوق اور دھکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جو نیک لوگ ہوں گے وہ جام شراب میں ایسی شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہوگا جس سے اللہ کے بندے پئیں گے۔ وہ اس چشمے کو جہاں بہا لے جانا چاہیں گے لے جائیں گے۔ وہ لوگ جو منت کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں

جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور وہ لوگ جو اس کی محبت پر محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ تو کسی طرح کی اجرت کی تمنا رکھتے ہیں اور نہ شکریئے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ہم اپنے پروردگار کے اس دن سے ڈرتے ہیں جو انتہائی مصیبت کا نہایت سخت دن ہوگا۔ پھر اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا اور ان کو ان کے صبر و استقلال کے بدلے جنت (اور اس کا) ریشمی لباس دیا جائے گا۔ وہ اس جنت میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اس (جنت) میں نہ تو سورج کی تپش پائیں گے اور نہ سخت ٹھنڈک۔ اور درختوں کے سائے ان پر جھکے جا رہے ہوں گے اور ان کے پھل ان کے اختیار میں دیدیئے جائیں گے۔ اور ان لوگوں کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشے کے آب خورے پیش کئے جائیں گے۔ وہ شیشے کے برتن چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے خوب بھرا ہوگا۔ اور وہاں ان کو ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ اور ان میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ اور ان کے اردگرد ایسے لڑکے (جام شراب لئے) دوڑتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ اور جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو بکھرے ہوئے موتی سمجھو گے۔

اور اے مخاطب تو وہاں بڑی بڑی نعمتوں کو دیکھے گا جو بہت عظیم سلطنت ہوگی۔ اور (اہل جنت کا) اوپر کا لباس باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے۔ اور ان کو (بادشاہوں کی طرح) چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کو ان کا رب شراب طہور (پاکیزہ شراب) پلائے گا۔ اور (ان اہل جنت سے کہا جائے گا کہ) یہ سب نعمتیں تمہارے لئے ہیں۔ یہ تمہاری نیکیوں کا بدلہ ہے اور تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۲

اَلدَّھْرُ زمانہ

مَذْكُورٌ	قابلِ ذکر
اَمْشَاجٌ	ملی جلی چیزیں
اَغْلَالٌ	طوق
مُسْتَطِيرٌ	پھیلائی گئی
اَسِيْرٌ	قیدی
عَبُوْسٌ	بگڑے ہوئے چہرے
قَمْطَرِيْرٌ	مصیبت والے
قُطُوفٌ	پھل
قَوَارِيْرَ	شیشے کے برتن
زَنْجَبِيْلٌ	کافور
وِلْدَانٌ	کم عمر لڑکے
مُخَلَّدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے
لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا	بکھرے ہوئے موتی
سُنْدُسٌ	باریک ریشم
خُضْرٌ	سبز
اِسْتَبْرَقٌ	دبیز ریشم

حُلُّوْٓا پہنائے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سب سے عمدہ، افضل اور بہترین سانچوں میں ڈھال کر جس مخلوق کو پیدا کیا گیا ہے وہ انسان ہے جس کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو انسانوں میں سے منتخب کر کے ان کے سروں پر نبوت کا تاج سجایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ انسان کو اپنی پیدائش اور وجود پر غور کرنا چاہیے کیونکہ ہر انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب اس دنیا میں اس کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی قابل ذکر چیز بھی نہ تھا۔ پھر اللہ نے اس کو پیدا کر کے عظمت کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اللہ ہی نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کر کے سننے اور دیکھنے کی طاقتوں سے نوازا ہے کہ اس کو آزمایا جاسکے کہ وہ اپنے حواس سے کام لے کر ایمان اور شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا وہ دیکھتے بھالتے اللہ سے کفر وانکار اور ناشکری کرتا ہے۔

مخلوط نطفہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے الگ الگ نطفوں سے نہیں ہوئی بلکہ عورت کا بیضہ (Ovum) اور مرد کا نطفہ (Sperm) جب یہ دونوں آپس میں مل جاتے ہیں تو اس وقت ماں کے رحم میں وہ چیز بننا شروع ہو جاتی ہے جو مختلف فطری مرحلوں سے گذر کر آخر کار ایک جیتے جاگتے انسان یا جاندار کی صورت شکل اختیار کر لیتی ہے۔

مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ اس انسان سے مراد حضرت آدمؑ ہیں یا کائنات میں قدم رکھنے والا ہر انسان ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور صحابہ کرامؓ سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ یہاں انسان سے مراد کوئی خاص انسان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد "جنس انسانی" ہے یعنی آج تک جتنے انسان آئے ہیں یا آئندہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور پیدائش کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ "ہم سب کچھ دے کر انسان کو آزمانا اور جانچنا چاہتے ہیں" کہ وہ یہ سب کچھ پا کر بہک جاتا ہے یا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کر کے جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ کا اٹل قانون یہ ہے کہ جو بھی کفر وشرک اور ناشکری کا طریقہ اپنائے گا اس کو انتہائی سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ نے ایسے ناشکرے لوگوں کے لئے ایسی زنجیریں تیار کر رکھی ہیں جن میں باندھ کر ان کو گھسیٹا جائے گا۔ ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر اور اس کو مضبوط باندھ کر ان کو جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی

قدر کر کے ایمان اور شکر کا راستہ اختیار کیا ہوگا ان کو جنت کی تمام راحتیں اور نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہاں ان کو ایسی بہترین اور مزیدار شراب پلائی جائے گی جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ بہتے ہوئے ایسے چشمے ہوں گے کہ اہل جنت جہاں جائیں گے وہ چشمے ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں سونے کی ایسی چھڑیاں ہوں گی کہ وہ ان چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کر دیں گے نہریں اسی طرف بہنا شروع ہو جائیں گی یہ کون لوگ ہوں گے؟ اور ان کی خصوصیات کیا ہوں گی؟ اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی نذر یا منت مانتے ہیں تو وہ اس کو پورا کرتے ہیں۔ اصل میں نذر یا منت وہ چیز ہے جس کے کرنے کے لئے شریعت نے مجبور نہیں کیا کیونکہ ایک شخص اپنی مرضی سے ایک منت مانتا ہے اور اس کے پورا کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ ایسے لوگ جو خود سے ایک نیکی کا ارادہ کر کے اس کو پورا کرتے ہیں ان سے اس بات کی قوی امید ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ نے جن باتوں کو فرض اور لازم کیا ہے وہ اس کو یقیناً پورا کرنے والے ہوں گے لہذا یہ خصوصیت ان کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کر دے گی۔

(۲)۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر وقت قیامت کے اس دن سے ڈرتے ہیں جو مجرموں کے لئے بڑا ہولناک دن ہوگا اور اس دن کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ جس کا جیسا عمل ہوگا اسی کے مطابق اس کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

(۳)۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کا ہر کام اور خدمت اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتی ہے ان کے کسی کام میں ریا کاری یا دکھاوا نہیں ہوتا محتاج اور حاجت مند کو کھانا کھلانا، یتیم بچوں پر شفقت و محبت اور کسی قیدی کو (مسلم ہو یا کافر) کھانا کھلانا۔

(۴)۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کوئی نیکی کر کے نہ تو اس کی تمنا رکھتے ہیں کہ کوئی ان کا شکریہ ادا کرے اور وہ کسی سے کسی بدلے کے طلب گار بھی نہیں ہوتے۔ ان کی زبانوں پر بس یہی ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے کر رہے ہیں۔ اور ہم اس دن سے پناہ مانگتے ہیں جس دن مجرموں پر انتہائی ہیبت ناک اور سخت دن ہوگا۔

فرمایا کہ ایسے صبر و شکر، تحمل اور برداشت کرنے والوں کے لئے اللہ ان پر سختی کو بھی آسان فرما دے گا۔ ان کو ترو تازگی، خوشی اور مسرت عطا فرمائے گا۔ ان کے صبر کی وجہ سے ان کو جنت کا ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔ وہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ خوبصورت ترین مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بڑا خوشگوار اور معتدل موسم ہوگا نہ اس میں گرمی کی تپش ہوگی اور نہ سردی کی شدت اور ٹھنڈک، ہرے بھرے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے جن درختوں کے ہر طرح کے پھل ان کے قبضے اور اختیار میں ہوں گے وہ جس قدر اور جیسے ان پھلوں کو کھانا چاہیں گے کھائیں گے، سونے چاندی کے کنگن، سونے چاندی کے برتن

اور شیشے کی طرح چمکتے ہوئے جام پیش کئے جائیں گے جن کو خوب بھر بھر کر دیا جائے گا یعنی کوئی کمی نہ ہوگی۔ ان کو ایسے جام پیش کئے جائیں گے جس شراب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایسے چشمے سے حاصل ہوگی جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ ان جنتیوں کے اردگرد دوڑتے بھاگتے خدمت گذار لڑکے ہوں گے جو جنت میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے اور ہمیشہ جوان ہی رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دیکھیں گے کہ جنت میں ہر طرف نعمتوں کے ڈھیر ہوں گے۔ قدیم بادشاہوں کی طرح ان کو سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ایسا معلوم ہوگا جیسے اہل جنت ایک عظیم سلطنت کے مالک ہیں۔ ان کے اوپر کا لباس باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے بہترین شراب پلائی جائے گی جو انتہائی پاکیزہ اور نفیس ہوگی۔ اللہ کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ یہ ساری نعمتیں تمہارے لئے ہیں۔ یہ درحقیقت تمہاری ان نیکیوں کا صلہ اور اچھی کوششوں کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا میں کی تھیں اور اللہ نے ان کو قبول بھی کر لیا تھا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾

ع ۲ / ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم پر ڈٹے رہیئے اور ان میں سے کسی فاسق و کافر کی بات نہ مانیئے اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے۔ اور رات کے کچھ حصے میں نماز پڑھا کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں خوب اس کی پاکیزگی بیان کیجئے۔ (بے شک یہ کافر) جلدی مل جانے والی چیز (دنیا) کو پسند کرتے ہیں اور ایک بہت بھاری دن کو پیچھے ڈالے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کو پیدا کیا۔ اور ہم نے ہی ان کے جوڑوں کے بندھنوں کو خوب مضبوط باندھا ہے۔ اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے ان ہی جیسے اور لوگوں کو لے آئیں گے۔ بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ بنالے۔ اور تم اس وقت تک نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔ بے شک وہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ وہ اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے۔ اور جو ظالم ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

شَدَدْنَآ	ہم نے مضبوط کیا
اَسْرَ	سارا بدن
مَا تَشَآءُ وْنَ	تم نہ چاہو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

اصل میں جلد ہاتھ آجانے والے دنیاوی مفادات، اس کا لالچ، اخلاق اور عقائد کی گمراہی، غرور و تکبر یہ وہ چیزیں ہیں جو حق و صداقت کو قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جب بھی کسی پیغمبر نے سچائی اور پیغام الٰہی کو ان دنیا پرستوں کے

سامنے پیش کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کو جھٹلانے اور بے حقیقت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

اللہ کے نبیوں کو طرح طرح سے ستایا اور ان کی ہر بات پر اعتراض کیا۔ یہی حالات اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس وقت پیش آئے جب آپ نے اللہ کا کلام کفار قریش کے سامنے پیش کیا۔ انہیں یہ اعتراض تھا کہ ہر پیغمبر پر جو بھی کلام نازل کیا گیا ہے وہ چند دنوں یا ہفتوں میں مکمل کر دیا گیا لیکن یہ کیسا قرآن ہے کہ اس کی چند آیتیں نازل کی جاتی ہیں اور پورا قرآن ایک طویل عرصہ گذرنے کے باوجود تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) آپ اس قرآن کو خود سے گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام کہہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے ان اعتراضات کے جواب میں ان آیتوں کو پیش فرمایا ہے اور کہا ہے کہ "ہم نے ہی آپ پر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے" یعنی اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ زندگی کا ہر انداز قرآن کریم کے اصولوں میں ڈھلتا چلا جائے۔ لہٰذا جس موقع پر جتنی آیتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو نبی کریم ﷺ پر نازل کر دیا جاتا ہے۔

آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے حکم پر ڈٹے رہیے اور ان میں سے کافر اور گناہ گار کی بات نہ مانیے۔ آپ صبح و شام اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہیے۔ راتوں کو اس کے سامنے سجدے کیجئے اور رات کے طویل وقت میں اس کی حمد و ثنا کیجئے۔ اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے جو آخرت کی ابدی زندگی اور آگے آنے والے بھاری دن سے غافل ہو کر جلد حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو تو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا کہ اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا۔ اسی نے ان کے جوڑ بند درست اور مضبوط کئے جن سے وہ زندگی بھر کام لیتے ہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی کتنی ہی مضبوط مشین ہو وہ آخر کار گھس جاتی ہے لیکن اللہ نے انسان کو ایسے جوڑ بند عطا کئے جس سے وہ ایک طویل عرصہ تک کام لیتا ہے اور وہ مشینری چلتی رہتی ہے۔

فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو سب کچھ بدل کر رکھ دیں۔ ان کی جگہ کسی اور مخلوق کو لے آئیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو جو سراسر ہدایت اور رحمت ہے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا شروع کر دیا ہے اس کی نصیحت اور خیر خواہی کے اصولوں سے جس کا دل چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ بنالے یعنی اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرلے۔ لیکن ہدایت اللہ نے اپنی ہاتھ میں رکھی ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے کیونکہ اس کائنات میں وہی ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اور جسے چاہے جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنا دیتا ہے۔ لہٰذا راہ حق میں چلنے میں ہر وقت اللہ کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔ حد سے بڑھنے والے ظالموں کا انجام یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مفسرین نے سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۲۵ اور ۲۶ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ان آیتوں میں پانچ وقت کی نمازوں کا صاف اشارہ موجود ہے۔ صبح وشام اور رات کے طویل حصے میں اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے۔ نبی کریم ﷺ اور مومنین کے لئے یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ دین حق کو پہنچانے میں جب بھی مشکلات پیش آئیں تو ہر مخالفت کا مقابلہ عبادت سے کیا جائے اور ان لوگوں کی زیادہ پرواہ نہ کی جائے جو اپنے دنیاوی مفادات اور لالچ کی وجہ سے حق وصداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۷

المُرسَلات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المرسلات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	77
کل رکوع	2
آیات	50
الفاظ وکلمات	181
حروف	846
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ المرسلات میں اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ نے قیامت کے لیے جو دن اور وقت مقرر کر رکھا ہے اس کے آنے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ جس اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ایک زبردست اور حیرت انگیز نظم و انتظام بنایا ہے وہ جب چاہے گا اس نظام کو توڑ کر رکھ دے گا کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اور قدرت اللہ ہی کی ہے۔

فرمایا ان ہواؤں کی قسم جو نرم اور خوشگوار انداز سے مسلسل چلتی ہیں اور کبھی طوفانی رفتار سے چلتی ہیں، بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی اور ان کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیتی ہیں۔ پھر دلوں میں اللہ کی یاد کو عذر یا ڈراوے کے طور پر پیدا کرتی ہیں۔ جس چیز کا (قیامت کا) تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، آسمان پھاڑ دیا جائے گا اور یہ مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑتے پھریں گے اور رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا وہی فیصلے کا دن ہوگا جو اس دن کو جھٹلانے والوں کے لیے تباہی اور بربادی کا دن ہوگا۔ اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہم نے تم سے پہلے زبردست قوموں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں کیا؟ اور کیا وہ تمہیں بھی ان کے پیچھے چلتا نہیں کر سکتا؟ کیونکہ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ جسے ایک مقرر مدت تک ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ٹھہرائے نہیں رکھا؟ اگر تم اس پر غور کرو گے تو کہہ اٹھو گے کہ اللہ ہی بہترین قوت رکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ دونوں کو سمیٹ کر رکھنے والا نہیں بنایا؟ کیا ہم نے اس میں بلند و بالا پہاڑ نہیں جما دیئے؟ اور کیا تمہیں میٹھا پانی نہیں پلایا؟ فرمایا جائے گا کہ اب تم اس طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ تم اس سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے جس میں نہ تو ٹھنڈک پہنچانے کی صلاحیت ہے اور نہ وہ آگ کے شعلوں سے بچانے والا ہے۔ اور یہ وہ آگ ہوگی جو محلوں جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکنے والا ہوگا۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے زرد اونٹوں کا قافلہ چلا آ رہا ہے۔ یہ دن ایسا ہیبت ناک ہوگا جس میں کسی کو منہ سے بات نکالنا مشکل ہوگا اگر وہ معذرت کرنا چاہیں گے تو ان کو معذرت اور اظہار شرمندگی کا موقع نہ دیا جائے گا۔ فرمایا کہ یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں کو جمع کر دیا ہے۔ اب سب مل کر اگر کوئی چال چل سکتے ہو تو میرے مقابلے میں اس کو چل کر دکھاؤ۔

فرمایا کہ اگر ایک طرف قیامت اور اس کی تباہ کاریاں اور کافروں کا برا انجام ہوگا تو دوسری طرف وہ لوگ جو اہل تقویٰ ہیں اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے وہ جو بھی پھل مانگیں گے ان کو اسی وقت دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ خوب کھائیں اور پئیں یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اور ہم نیک اور اہل تقویٰ کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اللہ نے مجرم اور گناہ گاروں سے فرمایا ہے کہ تم کچھ دن خوب مزے اڑالو لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ کی نظر میں مجرم ہو۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ تم اللہ کے آگے جھکو تو تم اس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا کرتے تھے اب تم اس کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بتاؤ اس (قرآن کریم) کے بعد وہ کون سا کلام ہے جس پر تم ایمان لاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے کہ "وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ" تباہی ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے۔ یعنی جب قیامت آئے گی تو یہ کفار بدحواس ہو جائیں گے اور ہر طرف سے ان کی تباہی کے سامان ہوں گے۔

سورة المرسلات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۙ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ

ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱
اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝۳۳ وَيْلٌ
يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۴ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۳۵ وَلَا
يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝۳۶ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۷
هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝۳۹ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۰ اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۴۲
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۤـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۴۴ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۵ كُلُوْا
وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝۴۶ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝۴۸ وَيْلٌ
يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۹ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵۰

ان ہواؤں کی قسم جو نفع پہنچانے والی ہیں۔

پھر ان ہواؤں کی قسم جو طوفانی انداز سے چلتی ہیں۔

قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں۔

پھران ہواؤں کی قسم (جو بادلوں کو پھاڑ کر) جدا کردیتی ہیں۔ (پھران ہواؤں کی قسم) جو دل میں اللہ کی یاد ڈالتی ہیں۔

یہ اللہ کی یاد عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (قیامت) وہ ضرور واقع ہوگی۔

جب ستارے ماند پڑھ جائیں گے۔

جب آسمان میں شگاف ڈال دیئے جائیں گے اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے اور جب رسولوں کے پیش ہونے کا وقت مقرر کردیا جائے گا۔

کس دن کے لئے تاخیر کی گئی تھی؟ فیصلے والے دن کے لئے۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم ان سے پہلے لوگوں کو (نافرمانیوں کی وجہ سے) برباد نہیں کرچکے؟ پھر ہم بعد والوں کو بھی اگلے لوگوں کے ساتھ ملادیں گے۔ ہم گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر (نطفے) پانی سے نہیں بنایا؟ پھر ہم نے ہی اس نطفے کو ایک محفوظ و مضبوط مقام پر نہیں ٹھہرایا؟ ایک مقررہ اندازے تک رکھا۔

پھر ہم نے (اس کی بناوٹ کا) ایک اندازہ کیا اور ہم کیسا اچھا بنانے پر قدرت رکھنے والے ہیں؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم نے زمین کو سب زندہ اور مردہ لوگوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ اور کیا ہم نے اس میں اونچے اونچے بوجھل پہاڑ نہیں بنائے؟ اور کیا ہم نے لوگوں کو میٹھا پانی نہیں پلایا؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

اس دن کافروں سے کہا جائے گا کہ تم جس عذاب کو جھٹلاتے تھے اس طرف چلو۔ تم دھوئیں کے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ سایہ ہے نہ وہ آگ کی لپٹ سے بچاتا ہے۔

وہ ایسی چنگاریاں پھینکتا ہے جیسے بڑے بڑے محل۔ جیسے وہ زردی مائل کالے کالے (اونٹوں کا قافلہ ہو)۔

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔ یہ دن وہ ہوگا کہ (اس میں یہ لوگ) بول بھی نہ سکیں گے۔ نہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اور پھر وہ عذر بھی نہ کرسکیں گے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی جمع کرلیا ہے۔ پھر اگر تمہاری کوئی تدبیر ہے تو وہ مجھ پر آزماؤ۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

بے شک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور وہ جو بھی پھل چاہیں گے ان کو ملے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کرتے تھے اس کے بدلے میں خوب اچھی طرح کھاؤ پیو۔

بے شک نیکوکاروں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

(اور کافروں سے کہا جائے گا کہ) تم تھوڑے دنوں تک کھالو اور فائدے حاصل کرلو یقیناً تم (اللہ کے) مجرم ہو۔ اور اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ (اللہ کے سامنے) جھکو تو وہ جھکتے نہ تھے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ آخر یہ لوگ اس کلام کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵۰

اَلْمُرْسَلٰتُ — چلنے والیاں

عُرْفٌ — فائدہ پہنچانا

عٰصِفٰتٌ	تیز چلنے والیاں
نٰشِرٰتٌ	پھیلانے والیاں
فٰرِقٰتٌ	پھاڑنے والیاں
اَلْمُلْقِیٰتُ	لانے والیاں
طُمِسَتْ	مٹادی گئی
نُسِفَتْ	ریزہ ریزہ کردی گئی
اُقِّتَتْ	مقرر کی گئی
اُجِّلَتْ	ملتوی کردی گئی
یَوْمُ الْفَصْلِ	فیصلے کا دن
وَیْلٌ	خرابی۔ بربادی
مَآءٍ مَّهِیْنٍ	حقیر پانی
کِفَاتٌ	اکٹھا کرنے والا
شٰمِخٰتٌ	اونچے
فُرَاتٌ	میٹھا پانی
ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ	تین شاخوں والا
تَرْمِیْ	وہ پھینکتی ہے

جِمٰلَتٌ" صُفْرٌ"	زرد اونٹ
لَا يَنْطِقُوْنَ	وہ نہ بولیں گے
يَعْتَذِرُوْنَ	وہ عذر پیش کریں گے
ظِلٰلٌ"	سائے
عُيُوْنٌ" (عَيْنٌ")	چشمے
اَيُّ حَدِيْثٍ	کونسی بات

تشریح: آیت نمبر ا تا ۵۰

سورۃ المرسلات کی ابتدائی چھ آیتوں میں ہواؤں اوران پر متعین فرشتوں کی قسمیں کھا کرارشادفرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم نے قیامت کے ہولناک دن کے متعلق جو بھی خبریں دی ہیں وہ اسی طرح واقع ہو کر رہیں گی۔ یہ دن کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کے لئے بہت سخت ہوگا اور اللہ کے فرماں بردار اہل ایمان بندوں سے فرمایا جائے گا کہ وہ دنیا میں زندگی بھر جو بھی اعمال کرتے رہے ہیں آج ان کے صلے اور بدلے میں وہ بہت اعلیٰ جنتوں سے ہر طرح عیش و آرام کا سامان حاصل کریں۔

فرمایا ان ہواؤں کی قسم جو نفع پہنچانے والی، زور سے چل کر طوفان بن جانے والی، بادلوں کو اٹھا کر پھیلانے والی، بادلوں کو جدا کر کے بکھیر دینے والی اور عذر سے یا ڈراوے کے طور پر دلوں میں اللہ کی یاد کو تازہ کر دینے والی ہیں وہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے یعنی قیامت کا آنا وہ دن بہت جلد آنے والا ہے اور وہ واقع ہو کر رہے گا۔ سارا نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا۔ ستاروں سے روشنی چھین کر ان کو بے نور کر دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، پہاڑ فضاؤں میں اڑتے پھریں گے۔ اس دن اللہ کے تمام پیغمبر اپنی امتوں کے معاملے میں گواہی دینے کے لئے حاضر ہو جائیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا۔ یہ فیصلے کا دن ہوگا جو اللہ و رسول اور اس کے دین کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی و بربادی کا دن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں کے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کو گذری ہوئی قوموں کے

بد ترین انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو لوگ دنیا کے ذرا سے مال و دولت پر اس قدر اترایا کرتے تھے اور ہر سچائی کے پیغام کو جھٹلا کر اپنے آپ کو بہت طاقت ور اور زور آور سمجھتے رہے تھے وہ اس دن کی ہولناکیوں کے سامنے نہایت بے بس اور عاجز نظر آئیں گے۔ ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ ان کے منہ پر ہیبت اور خوف سے تالے پڑ جائیں گے اور وہ اپنی دلی کیفیات کا اظہار تک کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ اگر وہ کوئی عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کو عذر پیش کرنے کی مہلت تک نہ مل سکے گی۔

فرمایا کہ انسان کس بات پر اتنا اتراتا اور غرور و تکبر کرتا ہے کبھی اس نے اپنی پیدائش پر غور کیا۔ وہ پانی کے ایک حقیر اور بے قدر قطرے سے پیدا نہیں کیا گیا؟ اس کے نطفے کو ہم نے ایک محفوظ مقام پر رکھ کر ایک خاص مدت میں رکھ کر جیتا جاگتا انسان نہیں بنایا؟ فرمایا کہ کیا اس نے زمین کی پیدائش پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ اللہ نے اس کو ہلنے اور حرکت سے بچانے کے لئے اس پر بوجھل پہاڑ بنائے۔ اسی زمین سے اللہ نے اپنی قدرت و حکمت سے میٹھا پانی پیدا کیا جس کو پی کر ہر جاندار زندہ رہتا ہے۔ زمین سر سبز و شاداب رہتی ہے۔ اور آدمی اس سے ہر طرح کے فائدے حاصل کرتا ہے لیکن پھر بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

انسان اور زمین کی پیدائش میں عبرت و نصیحت کے ہزاروں پہلو پوشیدہ ہیں۔ انسانی زندگی اور زمین پر اتار چڑھاؤ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کی کسی چیز کو قرار نہیں ہے آئے دن اس میں انقلاب آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک زبردست دھماکہ اور انقلاب اس کائنات کی تباہی کا سبب بھی بن جائے گا۔ اور قیامت آجائے گی۔ اس قیامت کے دن ان کفار سے کہا جائے گا کہ تم زندگی بھر جس قیامت کے دن کو جھٹلاتے رہے تھے وہ دن آگیا ہے اب تم دھوئیں کے اس سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں بن جائیں گی جس میں نہ سایہ ہوگا نہ وہ سایہ ان کو آگ کی لپٹ سے بچا سکے گا۔ اس دھوئیں سے ایسی چنگاریاں نکل رہی ہوں گی جیسے بڑی بڑی بلڈنگیں یا زردی مائل کالے اونٹ ہیں۔ اس دن یہ کفار نہ سوال کر سکیں گے نہ ان کو عذر اور معذرت پیش کرنے کا موقع ملے گا۔ کہا جائے گا کہ آج فیصلے کا دن آگیا ہے۔ جس میں ہم نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع کر لیا ہے۔ تم دنیا میں اللہ کے دین کو جھٹلانے کی ہر تدبیر کر چکے ہو۔ اب بھی اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو یہاں بھی اپنی چالیں چل کر دیکھ لو لیکن تم اپنی چالوں میں کامیاب نہ ہوسکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المرسلات میں بار بار ایک ہی بات کو دھرایا ہے کہ اس فیصلے کے دن ان لوگوں کے لئے زبردست تباہی اور بربادی ہے جو اس کو اور اس کے دین کو جھٹلاتے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن وہ لوگ عیش و آرام اور جنت کی راحتوں میں ہوں گے جنہوں نے خوف الٰہی کے ساتھ اپنے فرائض زندگی کو احسن طریقے پر پوری طرح ادا کیا ہوگا۔ وہ چشموں اور درختوں کی گھنی چھاؤں میں ہوں گے۔ ان کے لئے ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی وہ اس جنت میں جو چاہیں گے بلا روک ٹوک ان کو عطا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تم پر کوئی

پابندی نہیں ہے خوب کھاؤ پیو اور عیش و آرام سے رہو۔ یہ ان کی نیکیوں کا صلہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

کفار سے کہا جا رہا ہے کہ تم تھوڑے دنوں تک خوب کھا پی لو۔ فائدے حاصل کر لو لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ تم اللہ کے مجرم ہو اور تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔ کیونکہ جب تم سے یہ کہا جاتا تھا کہ تم اللہ کے سامنے جھکو تو تم اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ ہم جانوروں کی طرح جھکنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ اگر تم دنیا میں اللہ کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیتے تو آج شرمندگی سے تمہاری گردنیں نہ جھکتیں۔

فرمایا کہ یہ تمام باتیں ایسی سچائیاں ہیں کہ ان پر یقین کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود بھی اگر یہ لوگ اللہ کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تو پھر وہ کون سی بات ہوگی جس پر وہ ایمان لائیں گے؟

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۷۸

النَّبَا

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النبا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	78
کل رکوع	2
آیات	40
الفاظ وکلمات	174
حروف	801
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں قیامت، آخرت اس کو ماننے والوں کے لیے نجات اور نہ ماننے والوں کو برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا گیا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں کے سامنے اللہ کے اس کلام کو پیش کر کے یہ بتایا کہ بہت جلد ایک ایسا دن آنے والا ہے جب اس دنیا کو ختم کر کے ایک نیا جہاں تعمیر کیا جائے گا اور اس میں اولین و آخرین سب انسانوں کو جمع کر کے ان سے زندگی کے ہر معاملے کا حساب لیا جائے گا اور جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کے مطابق اس کو جنت یا جہنم کا مستحق قرار دیا جائے گا تو مکہ میں ہر طرف اسی پر بحثیں باتیں ہو رہی تھیں کوئی اس کو سچا اور کوئی اس کی تردید کر رہا تھا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نو نشانیاں پیش کر کے لوگوں سے پوچھا ہے کہ جس اللہ کی قدرت سے نظام کائنات چل رہا ہے کیا وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس پورے نظام کائنات کو ختم کر کے ایک نئی دنیا تعمیر کر دے؟ یقیناً اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ اسی بات کو اس سورۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا یہ کس چیز کے بارے میں بحثیں کر رہے ہیں۔ کیا اس بڑی خبر کے متعلق اختلافات کر رہے ہیں جو بہت جلد ایک حقیقت کی شکل میں آنے والی ہے۔ یہ لوگ بہت جلد اس حقیقت (قیامت) کو دیکھ لیں گے۔ فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اس زمین پر میخوں کی طرح گاڑ نہیں دیا ہے؟ کیا تمہیں عورتوں مردوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا نہیں کیا؟ کیا تمہاری نیند کو راحت و سکون کا ذریعہ اور رات کو لباس کی طرح راحت کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا دن کو معاش یعنی زندگی گزارنے کے سامان کو حاصل کرنے اور جدوجہد کرنے کا وقت نہیں بنایا؟ کیا تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان نہیں بنائے اور کیا ہم نے اس میں دہکتا اور چمکتا سورج نہیں بنایا؟ کیا ہم نے بادلوں سے لگاتار بارش کو نہیں برسایا جس کے پانی سے تم غلہ اور سبزیاں اگاتے اور کھیتوں، درختوں کو سینچتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ نے فیصلے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تم فوج در فوج زمین سے نکل آؤ گے۔ آسمان کھول دیا جائے گا جس میں ہر طرف دروازے ہی

دروازے ہوں گے۔ پہاڑ ریت کی طرح اڑتے پھریں گے یہ فیصلے کا دن ہوگا۔ فرمایا کہ بے شک جہنم ان نافرمانوں کی گھات میں لگی ہوئی ہے۔ وہ جہنم جو سرکش اور ظالموں کا ٹھکانا ہوگی۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا سامان نہ ہوگا۔ پینے کے لیے گرم کھولتے پانی اور پیپ کے سوا کچھ نہ ہوگا یہ اسی پانی کے عذاب کو چکھیں گے یہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہوگا اور یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ وہ اس حساب اور فیصلے کے دن کی توقع ہی نہ رکھتے تھے۔ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ فرمایا کہ ہم نے ان کی ایک ایک بات کا ریکارڈ رکھا ہوا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس کے عذاب کو چکھو۔ تمہارے لیے اسی عذاب میں اضافہ ہی کیا جائے گا کمی نہ ہوگی۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے خوف کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔ حسین ترین باغ، انگور، ہم عمر اور نوخیز لڑکیاں اور چھلکتے بھرپور شراب کے جام ہوں گے وہاں کوئی لغو، فضول اور گناہ کی بات سنائی نہ دے گی۔ یہ تمہارے رب کا انعام ہوگا۔ یہ اس رب العالمین کی طرف سے کرم ہوگا جو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ اس دن اس کے سامنے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ اس دن جبرئیل اور فرشتے صفیں باندھے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کر سکے گا اور وہ ٹھیک ہی سفارش کرے گا یعنی اہل ایمان کے لیے ہی سفارش کرے گا۔ فرمایا کہ یہ فیصلے اور قیامت کا دن بالکل برحق ہے۔ اب جس کا دل چاہے وہ اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ بنالے۔ فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس عذاب سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے جو بہت دور نہیں ہے بلکہ بالکل قریب ہی آ لگا ہے۔ اس دن آدمی اپنے ہر اس عمل کو اپنی نگاہوں سے دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کے آگے بھیجا ہے۔ فرمایا یہ وہ ہیبت ناک دن ہوگا جب کافر کہہ اٹھے گا کاش میں اس دن کو دیکھنے سے پہلے ہی مٹی ہوگیا ہوتا۔

سورة النبا

بسم الله الرحمٰن الرحيم

عم يتساءلون ۝١ عن النبا العظيم ۝٢
الذي هم فيه مختلفون ۝٣ كلا سيعلمون ۝٤ ثم كلا
سيعلمون ۝٥ الم نجعل الارض مهٰدا ۝٦ والجبال اوتادا ۝٧
وخلقنٰكم ازواجا ۝٨ وجعلنا نومكم سباتا ۝٩ وجعلنا
اليل لباسا ۝١٠ وجعلنا النهار معاشا ۝١١ وبنينا فوقكم
سبعا شدادا ۝١٢ وجعلنا سراجا وهاجا ۝١٣ وانزلنا
من المعصرٰت ماء ثجاجا ۝١٤ لنخرج به حبا ونباتا ۝١٥
وجنٰت الفافا ۝١٦ ان يوم الفصل كان ميقاتا ۝١٧ يوم
ينفخ في الصور فتاتون افواجا ۝١٨ وفتحت السماء
فكانت ابوابا ۝١٩ وسيرت الجبال فكانت سرابا ۝٢٠ ان
جهنم كانت مرصادا ۝٢١ للطٰغين مابا ۝٢٢ لٰبثين فيها
احقابا ۝٢٣ لا يذوقون فيها بردا ولا شرابا ۝٢٤ الا حميما و
غساقا ۝٢٥ جزاء وفاقا ۝٢٦ انهم كانوا لا يرجون حسابا ۝٢٧

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً
حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ
لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾
ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ
اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ
وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ع ۱ ۱ ۲ ۱ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۰

وہ آپس میں کس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ (کیا) اس عظیم واقعہ کے متعلق جس میں یہ لوگ مختلف باتیں کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ بہت جلد مان لیں گے۔ ہرگز نہیں وہ بہت جلد جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش، پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے جوڑے نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تمہاری نیند کو راحت (کا ذریعہ)، رات کو لباس اور دن کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان، ان میں چمکتا دھکتا سورج اور بادلوں سے بہت زیادہ برسنے والا پانی نہیں برسایا؟ تا کہ ہم اس کے ذریعہ غلہ، سبزی اور پتوں میں لپٹے ہوئے گنجان باغ بنا دیں۔

بے شک (اللہ کی طرف سے) فیصلے کا ایک دن مقرر ہے جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم گروہ در گروہ بن کر آؤ گے۔ اس دن آسمان کو کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔ پہاڑ اس طرح چلائے جائیں گے کہ وہ چمکتا ریت بن جائیں گے۔ بے شک جہنم گھات میں لگی ہوئی ہے جو سرکشی اختیار کرنے والوں کا ٹھکانا ہوگی جس میں وہ ایک لمبے عرصے تک (ہمیشہ) رہیں گے۔ ان میں ٹھنڈک اور راحت کا کوئی سامان نہ ہوگا۔ ان کو سوائے گرم کھولتے پانی اور بہتی پیپ کے کچھ نہ دیا جائے گا۔ یہ ان کے (اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہوگا کیونکہ وہ آخرت کے حساب کا ڈر نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ حالانکہ ہم نے ان کے (تمام اعمال کو) محفوظ کر رکھا تھا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم (عذاب جہنم کا) مزہ چکھو۔ اب تمہارے اوپر ہم عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔ (اس کے برخلاف) یقیناً پرہیز گاروں کو کامیابی نصیب ہوگی۔ باغ، انگور، نوجوان ہم عمر عورتیں، لبریز چھلکتے جام ہوں گے۔ وہاں نہ تو کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ سنیں گے۔ یہ آپ کے اس رب کی طرف سے کامل انعام ہوگا۔ جو آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ کوئی اس سے کلام کر سکے۔ (یہ وہ دن ہوگا) جب ہر جان دار اور فرشتے (اس کے سامنے) صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ اس دن رحمٰن کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکے گا (سوائے اس کے) جو حق بات کہتا ہو۔ یہ دن برحق ہے۔ جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنالے۔ بے شک ہم نے تمہیں قریب آنے والے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے۔ وہ دن جب آدمی اپنے اعمال کو دیکھے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو کافر کہے گا کاش میں (اس دن کے آنے سے پہلے ہی) مٹی ہو گیا ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۰

عَمَّ کس سے۔ کس چیز کے متعلق؟

يَتَسَآءَ لُوْنَ (تَسَاؤُلٌ) وہ پوچھتے ہیں

اَلنَّبَاُ الْعَظِیْمُ	ایک بڑی خبر
مِهٰدٌ	بچھونا۔راحت کی چیز
اَوْتَادٌ	میخیں
سُبَاتٌ	راحت وآرام
مَعَاشٌ	روزی۔رزق۔کمائی
بَنَیْنَا	ہم نے بنایا
سَبْعٌ شِدَادٌ	مضبوط سات (آسمان)
سِرَاجٌ	چراغ
وَهَّاجٌ	دھکتا ہوا
اَلْمُعْصِرَاتُ	پانی سے بھرپور بادل
ثَجَّاجٌ (ثَجٌّ)	تیز بہنے والی بارش
حَبٌّ	غلہ
نَبَاتٌ	ہریالی۔سبزی
اَلْفَافٌ	گھنے پتوں والے
مِیْقَاتٌ	وقت مقرر
فَتَاْتُوْنَ	پھر وہ آئیں گے
سُیِّرَتْ	چلائی گئی

سَرَابٌ	چمکتا ریت
مِرْصَادٌ	گھات میں بیٹھنے کی جگہ
لٰبِثِيْنَ	پڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ رہیں گے
اَحْقَابٌ	بہت طویل عرصہ
غَسَّاقٌ	پیپ
وِفَاقٌ	پورا پورا
مَفَازٌ	کامیابی
حَدَآئِقٌ	باغات
اَعْنَابٌ	انگور
كَوَاعِبٌ	نوجوان عورتیں
اَتْرَابٌ	ہم عمر
كَاْسٌ دِهَاقٌ	چھلکتے جام
لَغْوٌ	فضول باتیں
لَا يَمْلِكُوْنَ	مالک نہ ہوں گے
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ	وہ کلام نہ کریں گے
اَذِنَ	اجازت دی ہوگی
صَوَابٌ	ٹھیک ٹھیک

اِتَّخَذَ	بنایا
مَاٰبٌ	ٹھکانا
اَنْذَرْنَا	ہم نے آگاہ کردیا
يَنْظُرُ	دیکھے گا
اَلْمَرْءُ	آدمی
يٰلَيْتَنِی	اے کاش کہ میں
تُرَابٌ	مٹی

تشریح: آیت نمبر ا تا ۴۰

قریش مکہ میں سے کچھ لوگ بتوں کو اپنا سفارشی ماننے کے باوجود کسی حد تک اللہ کی ذات اور آخرت کا ایک دھندلا سا تصور رکھتے تھے۔لیکن عقیدہ کی گندگیوں نے انہیں اور ان کی عقلوں کو اس طرح اپاہج بنا کر رکھ دیا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے سامنے ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں قیامت کے ہولناک دن کا ذکر ہوتا تو وہ نہ صرف ان کا مذاق اڑاتے بلکہ بڑی ڈھٹائی سے کہتے کہ ہم اور ہماری عقلیں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے جسم کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو ان ذرات کو کون جمع کر کے پھر سے انسان بنا دے گا؟ اور سات آسمان، بلندو بالا پہاڑ، زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق، چاند، سورج اور ستارے یہ پورا نظام کائنات کس طرح ختم ہو سکتا ہے؟ ہمیں قیامت کا گمان تو ہے مگر اس پر یقین نہیں آتا۔کوئی کہتا کہ اصل میں زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے ہم اسی زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مرکھپ جاتے ہیں۔ہمیں جو موت آتی ہے وہ دراصل گردش زمانہ کا نتیجہ ہے۔کوئی کہتا کہ قیامت کا آنا ممکن ہی نہیں ہے۔یہ تھیں وہ بھانت بھانت کی بولیاں جو ہر وقت بولتے رہتے تھے اور وہ سب کسی ایک بات پر متفق نہیں تھے۔مکہ کے گلی کوچوں میں اسی بات پر بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اس بڑی اور عظیم الشان خبر یعنی قیامت کے بارے میں باتیں بنارہے ہیں جو بہت جلد واقع ہونے والی ہے جس کا آنا شک وشبہ سے بالاتر ہے جس کی حقیقت بہت جلدان کے سامنے آنے والی ہے۔ قیامت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں اور کسی ایک رائے پر متفق نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک شدید کشمکش اور الجھن میں مبتلا ہیں جو بہت جلد دور ہونے والی ہے۔ اگر ایسے لوگ ذرا بھی نظام کائنات پر غور کرتے تو اس حقیقت کو سمجھ لینا بہت آسان ہو جاتا اور ان کی ساری الجھنیں دور ہو جاتیں۔ اللہ نے فرمایا کیا ہم نے زمین کو راحت کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا ہم نے زمین کے اوپر بلند و بالا پہاڑوں کے بوجھ رکھ کر اور میخوں کی طرح گاڑ کر ہلنے اور حرکت کرنے سے محفوظ نہیں بنادیا ہے؟ کیا ہم نے ہر چیز کو ایک دوسرے کا جوڑا عورت، مرد، مادہ اور نر نہیں بنادیا ہے جس سے تخلیق اور پیدائش کا نظام قائم ہے؟

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے نیند کو راحت کا ذریعہ بنادیا جس سے وہ تازہ دم ہو کر پھر سے کام کاج کے قابل بن جاتے ہیں۔ کیا ہم نے ہی رات کو لباس کی طرح آرام دینے والا اور دن کو روزگار حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنادیا ہے؟

کیا وہ اپنے سروں پر سات آسمانوں کے مضبوط نظام کو نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے نظام کائنات قائم ہے۔ کیا وہ اس سورج کو نہیں دیکھتے جس کو ہم نے دھکتا ہوا روشن چراغ بنایا ہے؟ جس سے حرارت اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔

کیا وہ ان برسنے والی بارشوں کو نہیں دیکھتے جو برسنے کے بعد غلہ، اناج، سبزہ، سبزی، لہلہاتے کھیت اور باغوں کو ایک نئی رونق اور تازگی دیتی ہیں؟

فرمایا کہ یہ ہے وہ نظام کائنات جسے اللہ چلا رہا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ وہی اللہ جس نے ان تمام چیزوں کو اور انسانوں کو پیدا کیا ہے وہ دوسری مرتبہ ان کو پیدا کیوں نہیں کرسکتا؟

فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے آنے میں شک کریں یا نہ کریں اللہ نے اس کا ایک دن مقرر کردیا ہے۔ وہ فیصلے کا دن ہوگا جیسے ہی صور میں پھونک ماری جائے گی تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ ہر شخص اور ہر جان دار پر موت طاری ہو جائے گی اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو پھر سارے انسان اور جان دار دوبارہ جی اٹھیں گے۔ لوگ اپنے مدفن سے گروہوں کی شکل میں دوڑتے ہوئے اللہ کی طرف آنا شروع ہو جائیں گے۔ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور بلند و بالا مضبوط پہاڑ چمکتے ریت کی طرح اڑتے پھریں گے۔ فرمایا کہ لوگو! جہنم اور اس کے فرشتے بھی اسی طرح تمہارے آنے کے منتظر ہیں کہ تمہیں جہنم تک پہنچادیں جس میں ہر شخص کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ وہ جہنم جس میں ٹھنڈک اور راحت کا کوئی سامان نہ ہوگا۔ اس میں کھولتا گرم پانی اور بہتی پیپ کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اس بات کی امید ہی نہ تھی کہ ایک دن

ان سے ان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ان کی ایک ایک بات اور عمل کو محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جس کی ان کو یہ سزا دی جارہی ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ یعنی عذاب کا مزہ چکھیں اور اس طرح ہم عذاب پر عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔

ان لوگوں کے برخلاف جنہوں نے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذاری ہوگی ان کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔ خوبصورت ہرے بھرے انگوروں کے باغات، ہم عمر بیویاں، شراب کے لبریز اور چھلکتے جام دیئے جائیں گے۔ وہاں ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ کوئی لغو، فضول، جھوٹ اور بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔ یہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ان کے بہترین اعمال کا بدلہ ہوگا۔ قیامت کے دن روح القدس جبرئیل امین اور تمام فرشتے آسمانوں، زمین اور اس کے درمیان کی ہر چیز کے پروردگار کے سامنے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے اس دن رب العالمین کی اجازت کے بغیر کسی کو بات تک کرنے کی ہمت نہ ہوگی جو بات بھی کی جائے گی وہ برحق اور سچی بات ہی کی جائے گی اس کے سوا کسی کو کوئی بات کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ ہے وہ سچا اور برحق دن جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی اس عذاب سے لوگوں کو آگاہ اور خبردار کر دیا تھا کہ ہر انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے ہر عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اس دن ہر کافر کی زبان پر یہی ہوگا کہ کاش میں آج کا دن دیکھنے سے پہلے ہی خاک میں مل گیا ہوتا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۷۹

النّٰزِعَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النازعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	79
کل رکوع	2
آیات	46
الفاظ وکلمات	181
حروف	791
مقام نزول	مکہ مکرمہ

وہ لوگ جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے واقع ہونے کو عقل سے دور کی بات سمجھتے تھے ان کو اللہ نے اپنے ان فرشتوں کی قسم کھا کر جو کائنات میں مختلف امور پر مقرر ہیں فرمایا کہ اللہ جو ہر طرح کی قدرت وطاقت رکھتا ہے۔جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے وہ عاجز اور بے بس نہیں ہے کہ انسان کو اور دنیا کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔ فرمایا؛

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر (سختی سے کافروں کی) جان نکالتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو بند کھول دیتے ہیں (یعنی مومنوں کی جان نہایت آہستگی سے نکالتے ہیں) ان فرشتوں کی قسم جو (اس قدر تیز عمل کرتے ہیں جیسے) وہ تیر رہے ہیں۔ ان فرشتوں کی قسم جو (اللہ کے حکم کے مطابق کائنات میں) معاملات کا انتظام کرنے کے لیے تیزی سے دوڑتے ہیں کہ جس دن زلزلے کے جھٹکے بار بار آتے چلے جائیں گے اس دن کچھ دل کانپتے اور دھڑکتے ہوں گے اور ان لوگوں کی نگاہیں سہمی ہوئی ہوں گی جو یہ سوچتے تھے کہ جب ہماری کھوکھلی ہڈیاں گل سڑ چکی ہوں گی کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور پہلی والی حالت پر لوٹائے جاسکیں گے؟ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔ حالانکہ اس واقعہ میں دیر نہ لگے گی بلکہ ایک زبردست اور سخت آواز (صور پھونکنے کے بعد) ہوگی اور یکا یک سب لوگ ایک کھلے میدان میں حاضر ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! کیا آپ ﷺ کو موسیٰؑ کے واقعہ کی خبر پہنچی۔ جب ان کے رب نے انہیں ایک مقدس وادی میں پکار کر کہا تھا کہ اے موسیٰؑ! تم اس فرعون کے پاس جاؤ جو نافرمانی اور سرکشی میں حد سے گزر گیا ہے اور اس سے کہو کہ اے فرعون! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے سیدھا راستہ دکھا کر پاکیزگی کی طرف رہنمائی کروں، تجھے تیرے رب کی طرف لوٹا دوں تا کہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو؟ پھر حضرت موسیٰؑ نے اس کے سامنے (عصا کا) بڑا معجزہ پیش کیا مگر اس نے حقارت سے ٹھکرا کر ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے (مکر وفریب کا جال پھیلانے کے لیے) سب لوگوں کو جمع کیا اور پکار کر

کہا کہ میں ہی تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ آخر کار اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا (غرق کردیا) اور اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے جو اللہ کا خوف رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا تم لوگوں کا پیدا کرنا بڑی بات ہے یا آسمانوں کا پیدا کرنا؟ جسے اللہ نے ہی بنایا ہے۔ اس کی چھت کو خوب اونچا کیا۔ پھر اس میں توازن قائم کیا۔ اسی نے رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا۔ اسی نے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا۔ جس سے پانی اور چارے کو نکالا۔ اس زمین میں توازن کے لیے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔ اسی نے تمہاری زندگی گزارنے کے اسباب اور تمہارے مویشیوں کے لیے رزق کو پیدا کیا۔

پھر جب قیامت کا ہولناک اور بڑا ہنگامہ خیز دن ہوگا تو انسان کو اپنے کیے ہوئے اعمال یاد آجائیں گے۔ ہر گناہ گار کے سامنے جہنم کو کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ جس نے سرکشی کی ہوگی اور اس نے دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہوگا جہنم اس کا ٹھکانا ہوگی۔ اور جس نے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کیا ہوگا اور اپنے نفس کی خواہشوں سے دور رہا ہوگا اس کا ٹھکانا جنت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کافر آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور آپ ﷺ کا اس سے تعلق بھی نہیں ہے کہ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے۔ آپ ﷺ کا کام صرف لوگوں کو ان کے برے اعمال سے خبردار کرنا اور اس سے خوف دلانا ہے۔ فرمایا کہ جس دن یہ قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو یہ محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں یا قبر میں) صرف ایک صبح یا ایک شام سے زیادہ نہیں رہے ہیں۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ
الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾
فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِیْثُ مُوْسٰی ۘ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۚ﴿۱۶﴾
اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤی اَنْ
تَزَكّٰی ۙ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ۚ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ
الْكُبْرٰی ۖ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰی ۖ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۖ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ
فَنَادٰی ۖ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ۖ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ
الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ؕ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۚ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ
اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۫﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ﴿۲۸﴾

وقف لازم

وقف لازم

وقف لازم

وقف لازم

ع ۱

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۶

قسم ہے سختی سے جان کھینچنے والے (فرشتوں کی) اور نرمی سے جان نکالنے والے (فرشتوں کی) اوران (فرشتوں) کی قسم (جو ہوا میں) تیرتے ہیں۔

پھر (ان فرشتوں کی قسم) جو دوڑ کر آگے نکلتے ہیں (ہر حکم کو پورا کرتے ہیں) پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں۔

جب وہ لرزا دینے والی (قیامت) آئے گی جس کے پیچھے آنے والی چیز (نفحہ ثانیہ) آئے گی۔ اس دن دل دھڑکتے ہوں گے ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔

وہ (منکرین قیامت) کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت پر لوٹائے جائیں گے؟ جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر (ہماری) واپسی ہوگی۔

(وہ کہیں گے اگر ایسا ہوا) یہ واپسی تو بڑے خسارے کی واپسی ہوگی۔ پھر وہ واقعہ تو ایک سخت (بھیانک) آواز ہوگی۔

اور اچانک وہ میدان (حشر) میں ہوں گے۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ تک موسیٰؑ کا واقعہ پہنچا جب انہوں نے طوٰی نامی مقدس وادی میں اپنے رب کو پکارا تھا تو (ان سے کہا گیا تھا کہ) تم فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ حد سے نکل گیا ہے پھر اس سے کہو کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے پاک کر دیا جائے۔

اور میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ ہدایت دکھاؤں تاکہ تو اس کا خوف اختیار کرے۔

پھر موسیٰؑ نے اس کو بڑی نشانی (معجزہ) دکھائی۔

اس نے ان کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور اس نے (حضرت موسیٰؑ کو ذلیل کرنے کی) کوشش کی۔

اس نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر ایک ہانک لگاتے ہوئے کہا (لوگو) میں تمہارا رب اعلیٰ (بڑا پروردگار) ہوں۔

پھر اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ (ذلت وخواری کے ساتھ عذاب میں) پکڑا۔

بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے سامان عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

کیا تمہارا بنانا (پیدا کرنا) مشکل تھا یا اس آسمان کا جس کو اس نے بنایا اس کو خوب اونچا کیا اور اس کو درست بنایا۔

اس نے رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا پھر اس کے بعد اس نے زمین (کے) فرش کو بچھایا۔ اس نے اس زمین سے اس کا پانی اور (جانوروں کا) چارہ

اس کے پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ پھر تمہارے لئے اس میں (زندگی گذارنے کا) سامان

ہے اور تمہارے مویشیوں کے لئے بھی۔

پھر جب وہ ہنگامہ خیز دن آئے گا آدمی اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔ اور دیکھنے والوں کے لئے جہنم کو کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ پھر جو شخص حد سے بڑھا ہوگا اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔ اور جو اپنے رب سے اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور اس نے اپنے آپ کو (ناجائز) خواہشات سے روکا ہوگا تو بے شک جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

(اے نبی ﷺ) وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ (لیکن) اس کا وقت بیان کرنے سے (آپ کو) کیا واسطہ؟ اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔

لہٰذا آپ تو صرف اس شخص کو خبردار کرنے والے ہیں جو اس کا خوف رکھتا ہے۔ جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو یہ محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک رات یا ایک صبح سے کچھ دیر (اس دنیا میں) ٹھہرے تھے (اور بس)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۶

اَلنّٰزِعَاتُ	گھسیٹنے والے
غَرْقٌ	ڈوب کر
اَلنّٰاشِطَاتُ	بند کھولنے والے
اَلسّٰابِحَاتُ	تیرنے والے
اَلسّٰابِقَاتُ	آگے بڑھ جانے والے
اَلْمُدَبِّرَاتُ	انتظام کرنے والے

وَاجِفَةٌ	دھڑکنے والے
اَلْحَافِرَةُ	پہلی پیدائش
نَخِرَةٌ	گلی سڑی
كَرَّةٌ	دوبارہ
زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ	ایک زبردست ڈانٹ
اَلسَّاهِرَةُ	میدان
اَرٰى	دکھایا
اَلْاٰيَةُ الْكُبْرٰى	بڑی نشانی
حَشَرَ	اس نے جمع کیا
نَكَالٌ	سزا
اَشَدُّ خَلْقًا	زیادہ مشکل ہے بنانا
رَفَعَ	بلند کر دیا
سَمْكٌ	اٹھان
اَغْطَشَ	اس نے سیاہ کر دیا
ضُحٰى	چڑھتی دھوپ
دَحٰى	اس نے پھیلایا

مَرْعٰى	چارہ (جانوروں کی غذا)
اَلطَّآمَّةُ	آفت ومصیبت
بُرِّزَتْ	ظاہر کردی گئی
اٰثَرَ	اس نے اختیار کیا۔ترجیح دی
اَلْمَاْوٰى	ٹھکانا
نَهَى النَّفْسَ	اپنے نفس کو روکا
مُرْسٰ	ٹھہرنا
كَاَنَّهُمْ	گویا کہ وہ
لَمْ يَلْبَثُوْٓا	وہ نہ ٹھہریں گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴۶

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے بے شمار فرشتوں کو پیدا کیا ہے جو ہر وقت اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں جیسے ہی ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ مکمل اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔ زندگی، موت، قیامت، آخرت، جنت، جہنم، بارش، رزق، دنیا کی آباد کاری یا تباہی، قوموں کا عروج اور زوال غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب قوموں کے اخلاق اور عقیدوں میں زبردست بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ کا یہ بڑا فضل وکرم ہے کہ وہ ان کے عقیدوں اور اخلاقی زندگی کو سنوارنے کے لئے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کو بھیجتا ہے تا کہ وہ ان کی اصلاح کر کے اور دنیا پرستی سے بچا کر آخرت کے راستے پر ڈال دیں اور انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھا دی جائے کہ دنیا کی زندگی نہایت مختصر اور ایک حد پر ختم

ہو جانے والی ہے اس میں کسی چیز کو قرار نہیں ہے لیکن آخرت کی زندگی اور اس کی راحتیں یا عذاب کبھی نہ ختم ہونے والی حقیقتیں ہیں۔ سعادت مند لوگ ان پیغمبروں کی باتوں پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتے ہیں اور ابدی جنت کے مستحق بن جاتے ہیں لیکن بدنصیب لوگ زندگی بھر یہی کہتے رہ جاتے ہیں کہ یہ بات تو ہماری عقل میں نہیں آتی کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہماری ہڈیوں تک کا پتہ نہیں ہوگا تو پھر دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ اس طرح وہ پیغمبروں کی تعلیمات کو جھٹلانے اور ان سے ٹکرانے کی جسارت کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو اپنے ہاتھوں برباد کر لیتے ہیں۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے ان ہی باتوں کو فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو لوگ آخرت کی زندگی کو جھٹلاتے ہیں ان کا انجام نہایت عبرت ناک اور بھیانک ہوا کرتا ہے۔ اور جو لوگ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں انہیں ہر طرح کی سعادتیں عطا کی جاتیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر گہرائیوں سے (کافروں کی) جان کھینچ نکالتے ہیں۔ یعنی جب اللہ کے مقرر فرشتے ان کافروں کی جان نکالنا چاہتے ہیں تو روح چھپنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ زبردستی اس کی روح کو نکال لیتے ہیں تاکہ اس کو اس کے انجام تک پہنچا دیا جائے۔

(۲) آہستگی اور نرمی سے (مومنوں کی جان کے) بندھن کھول دینے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی اللہ کے فرشتے جب مومنوں کی جان نکالنا چاہتے ہیں تو اس قدر آہستگی اور نرمی سے نکالتے ہیں جیسے کسی بند چیز کے بندھن اور گرہ کو کھول دیا جاتا ہے اور اس طرح مومن کو روح کے بندھن کھولنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

انسان کی جان کو قبض کرنے کے بعد اس کو تیزی سے آسمانوں کی طرف لے جانے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی وہ اس قدر تیزی سے اس روح کو آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں جیسے وہ فضاؤں میں تیر رہے ہیں۔

(۴) وہ فرشتے جو روح کو لے کر (اچھے یا برے ٹھکانے پر) پہنچانے میں جلدی کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کی قسم

(۵) اللہ کے احکامات کو (پوری کائنات پر) نافذ کرنے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی وہ فرشتے جو ہر وقت مستعد اور صفیں باندھے کھڑے رہتے ہیں تاکہ ادھر حکم ہوا ادھر وہ اس کی تعمیل کرنے کی سعادت حاصل کر لیں۔

ان پانچ فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ جیسے ہی صور میں پھونک ماری جائے گی جس کے لئے ایک فرشتہ اپنے منہ

میں اس کو لئے کھڑا ہے کہ جیسے ہی حکم ہوگا اس صور میں پھونک ماردی جائے گی اس وقت وہ لرزا دینے والی قیامت واقع ہو جائے گی۔ قیامت کے اس ہولناک دن میں ان لوگوں کے دل دھڑک رہے ہوں گے اور ان کی نظریں شرمندگی سے نیچی ہوں گی جو زندگی بھر یہ کہتے رہے کہ جب ہماری ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا تو ہم دوبارہ پہلی والی شکل وصورت کے ساتھ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب ایک زبردست دھما کا ہوگا تو ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی اور زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے سب آپس میں ٹکرا جائیں گے اور پھر ان ہی سے ایک ایسی سپاٹ اور ہموار زمین تیار ہو جائے گی جس میں اولین وآخرین سارے کے سارے اچانک اس میدان حشر میں پہنچ جائیں گے اور انہیں زندگی میں کئے گئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

فرمایا کہ اس پوری کائنات کا ایک لمحے میں تباہ وبرباد ہو جانا یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے کیونکہ وہ بڑی سے بڑی طاقت کو لمحوں میں نیست ونابود کر دیتا ہے جس طرح فرعون جس کو اپنی طاقت وقوت، حکومت وسلطنت اور اپنی قوم کی طاقت پر بڑا ناز تھا وہ لوگوں سے اپنے آپ کو سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ معبود قرار دیتا تھا۔ اس کو اور اس کی طاقت وقوت کو اللہ نے چند لمحوں میں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

کہ جب حضرت موسیٰؑ نے وادی مقدس (وادی طویٰ) میں پہنچ کر اللہ کو پکارا تو اللہ نے ان کے سر پر تاج نبوت رکھ کر حکم دیا کہ وہ اس فرعون کے پاس جائیں جو اپنی حدوں کو پار کر چکا ہے۔ اسے اس بات کی دعوت دیں کہ اگر وہ توبہ کر کے اللہ کا خوف اختیار کر لے تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر کے پاک صاف کر دے گا۔

چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی تعلیم دینے اور تجھے ہدایت کے راستے پر لانے کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور انہوں نے اپنے معجزات بھی دکھائے تو فرعون غرور وتکبر سے پیٹھ پھیر کر چل دیا پھر اس نے حضرت موسیٰ کی بات ماننے کے بجائے اپنے تمام لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم موسیٰؑ کی باتوں میں مت آنا۔ میں ہی تمہارا ''رب اعلیٰ'' ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود اور رب اعلیٰ نہیں ہے۔

اس طرح فرعون اور اس کی بات ماننے والے اپنے کفر وشرک پر اڑے رہے۔ حضرت موسیٰؑ فرعون اور اس کے ماننے

والوں کو سمجھاتے رہے لیکن فرعون حضرت موسیٰؑ کو نیچا دکھانے کی کوششوں میں لگا رہا۔ آخر کار اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو اس نے نافرمانوں کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کر کے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی بات مان کر ان کی اطاعت اور اللہ پر ایمان کا اقرار کیا تھا ان کو نجات عطا کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر تعجب اور انکار کرنے والوں سے سوال کیا ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا مشکل اور ناممکن کام تھا یا زمین و آسمان جیسی عظیم الشان چیزوں کو پیدا کرنا؟ یعنی اللہ نے زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ اور دریا جیسی چیزوں کو بنایا ہے جو اپنے وجود اور طاقت و قوت میں بہت بڑے ہیں۔ ان سب چیزوں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اسی نے آسمانوں کو بلند اور اونچا، راتوں کو تاریک اور دن کو روشن بنایا ہے۔ اسی نے اس زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ جب اس پر بارش برستی ہے تو اس سے انسانوں کے لئے راحت و آرام کی چیزیں اور رزق پیدا ہوتا ہے اور اسی سے تمام جان داروں کی غذائیں اور چارہ پیدا کیا جاتا ہے۔

اسی نے پہاڑوں کو بنایا جس سے زمین میں ایک خاص توازن قائم کیا گیا۔ اگر یہ توازن نہ ہوتا تو انسان کا جینا محال ہو جاتا نہ اس سے غذائیں، ضروریات زندگی اور سیکڑوں چیزیں اور جانوروں کے لئے چارہ پیدا ہوتا نہ سہولتیں میسر آتیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں اسی دنیا تک محدود ہیں اور اس وقت تک اپنی جگہ قائم ہیں جب تک وہ ہنگامہ خیز دن نہیں آ جاتا جس میں اس دنیا کو ختم کر دیا جائے گا اور پھر قیامت میں ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔

یہ دن وہ ہوگا جب جہنم سب کے سامنے ہوگی۔ ہر وہ شخص جس نے دنیا میں اپنی حدود کو پھلانگ کر اسی دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اس کو آخرت کی نہ فکر تھی نہ اس کے آنے کا یقین تھا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جس کو اس بات کا یقین تھا کہ اسے ایک دن اللہ کے پاس پہنچنا ہے اور اس نے ہر ناجائز خواہش کو ٹھکرا دیا ہوگا اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر ان تمام سچائیوں کے باوجود انہیں قیامت کے آنے پر یقین نہیں ہے اور وہ یہی پوچھتے ہیں کہ "آخر وہ قیامت کب آئے گی؟" تو آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ مجھے اس بات کے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے میرا کام تو یہ ہے کہ میں ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچا دوں کہ جو لوگ اللہ کا خوف رکھنے والے ہیں۔

اور وہ لوگ جو اس کی جلدی مچا رہے ہیں ان کو یہ بات بتا دوں کہ جب وہ قیامت میں پہنچیں گے تو انہیں ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ ایک رات یا ایک صبح کے وقت کچھ دیر اس دنیا میں ٹھہرے تھے اور بس۔ یعنی ان جلدی مچانے والوں کو ایسا لگے گا جیسے وہ عذاب بہت جلد آ گیا اور دنیا کی زندگی بہت جلد گذر گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے سورۃ النازعات کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر و تشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۰

عَبَسَ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ عبس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	80
کل رکوع	1
آیات	42
الفاظ وکلمات	130
حروف	533
مقام نزول	مکہ مکرمہ

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں عقبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ ابن خلف اور ابی ابن خلف جیسے بڑے بڑے قریشی سردار بیٹھے ہوئے تھے جنہیں آپ ﷺ دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرمارہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی دلی خواہش اور تمنا تھی کہ قریش کے سردار اسلام قبول کرلیں تو سارے عرب میں دین کا چرچا عام ہو جائے گا۔ آپ ﷺ بیان فرمارہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ آ گئے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت رنگ محفل کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ہدایت دیجیے اور سیدھا راستہ دکھا دیجیے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی کسی آیت کا مطلب پوچھ رہے تھے۔ بہرحال نابینا ہونے کی وجہ سے انہیں معلوم نہ تھا کہ اس وقت آپ ﷺ سے یہ سوال پوچھنا مناسب تھا یا نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے شفقت سے فرمایا کہ میں ابھی بتا دیتا ہوں آپ ﷺ نے پھر سے سرداران قریش سے خطاب شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد نابینا صحابیؓ نے پھر اپنے سوال کو دہرایا آپ ﷺ کو ان کی یہ بات ناگوار گزری اور آپ کی پیشانی پر کچھ بل پڑ گئے اور آپ ﷺ نے بے رخی اختیار کی۔ سرداران قریش تو آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ انتظار کر کے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ بھی واپس گھر لوٹ گئے اسی وقت حضرت جبرئیل وحی لے کر آئے اور آپ ﷺ تک سورۂ عبس کی آیات پہنچائیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے چہرے پر بل پڑ گئے اور آپ ﷺ نے اس نابینا کی طرف توجہ نہ کی جو بڑے شوق اور تڑپ کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آیا تھا۔ آپ ﷺ کو کیا معلوم ہے کہ اگر آپ اس کو نصیحت فرما دیتے تو وہ اس پر دھیان دیتا اور اس سے نفع حاصل کرتا؟ جو شخص آپ کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا آپ ﷺ اس کی طرف جھکے چلے جا رہے ہیں حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں ہے لیکن وہ شخص جو خود آپ کے پاس دوڑ کر اور لپک کر آ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں اللہ کا خوف بھی رکھتا ہے آپ ﷺ اس کی طرف سے بے رخی اختیار کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کا کلام (قرآن مجید) تو سراسر نصیحت ہی

نصیحت ہے۔ جس کا دل چاہے وہ قبول کرلے۔ جو ایسے صحیفوں میں موجود ہے جو قابل احترام، بلند مرتبہ، پاکیزہ اور مقدس ہیں۔ معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔ وہ کیسے بدنصیب لوگ ہیں اور اپنے آپ کو تباہی میں ڈال رہے ہیں جو اس سچائی کا انکار کر کے ناشکری کر رہے ہیں۔ کبھی انسان نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اللہ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔ ایک منی کے قطرے سے۔ اس نے اس آدمی کی تقدیر مقرر کی پھر اس کے لیے زندگی کے راستوں کو آسان کیا۔ اسی نے زندگی کے بعد اس کو موت سے ہم کنار کیا اور قبر میں پہنچادیا۔

پھر جب چاہے گا وہ اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا۔ یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اپنے اس فرض کو ادا نہیں کرتا جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا تھا۔ حالانکہ اگر وہ غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اللہ نے اس کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ کبھی انسان نے اپنی اس خوراک پر غور کیا جسے وہ کھاتا ہے فرمایا کہ ہم نے پہلے تو خوب بارشیں برسائیں پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا پھر اس کے اندر غلہ، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجوریں، گھنے باغات، طرح طرح کے لذیذ اور مزیدار پھل پیدا کیے اور اسی سے جانوروں کی غذا چارہ کو پیدا کیا تاکہ تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کی زندگی کا سامان میسر آجائے۔ لیکن یہ سب چیزیں اس وقت تک تمہارے پاس رہیں گی جب تک کانوں کو بہرا کر دینے والی ہیبت ناک آواز (صور) نہیں آجاتی۔ جب وہ آواز بلند ہوگی یعنی صور پھونکا جائے گا وہ دن بھی عجیب ہوگا۔ اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور اپنی اولاد تک کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا اور اس وقت ہر شخص پر ایسی وحشت طاری ہوگی کہ اسے اپنے سوا کسی دوسرے کا ہوش تک نہ رہے گا یعنی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ اس دن کچھ چہرے تو ایسے ہوں گے جو چمک دمک رہے ہوں گے، ان کے چہرے شگفتہ اور خوش وخرم ہوں گے اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی اور غم کے مارے ان کے چہرے اداس اور تاریک ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے کفر اور ناشکری میں حد سے آگے بڑھ گئے ہوں گے۔

سورۂ عبس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿۲﴾ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ﴿۸﴾ وَھُوَ یَخۡشٰی ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَھّٰی ﴿۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّھَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍۭ ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ﴿۱۷﴾ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ ﴿۱۸﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَہٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقۡبَرَہٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَہٗ ﴿۲۲﴾ کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَہٗ ﴿۲۳﴾ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡھَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاکِھَۃً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا

وقف لازم

جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

ع ۱ / ۴۲ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۲

(اے نبی ﷺ آپ نے) ناگوار محسوس کیا اور منہ پھیر لیا اس وجہ سے کہ آپ کے پاس ایک نابینا (اندھا) آگیا تھا۔ آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ سنور جاتا۔ یا وہ بات کو قبول کر لیتا تو نصیحت اسے فائدہ دیتی۔ جو شخص بے نیازی دکھاتا ہے (پرواہ نہیں کرتا) آپ اس کی طرف جھکے چلے جا رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ کیوں نہیں سنورتا۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑا چلا آ رہا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے پروائی کر رہے ہیں۔ ہر گز نہیں۔

یہ (قرآن حکیم تو) ایک نصیحت ہے جس کا دل چاہے اس کو قبول کر لے۔

وہ محترم صحیفوں میں ہے جو بلند مقام والے اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو نہایت نیک اور پاکیزہ ہیں۔

غارت ہو جائے انسان کہ وہ کیسا ناشکرا ہے۔

(کبھی اس نے غور کیا کہ) اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ایک گندے پانی کے قطرے (نطفے) سے پیدا کیا۔

پھر ایک اندازہ مقرر کیا گیا ہے۔ پھر (اس کی زندگی کا) راستہ آسان کر دیا ہے۔

پھر اس نے موت دے کر اسے قبر میں پہنچایا۔ پھر جب اللہ چاہے گا تو اس کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔ ہرگز نہیں۔

انسان کو جو حکم دیا اس نے پورا نہ کیا۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے (پینے) کی چیزوں کی طرف نظر دوڑائے۔ کہ بے شک ہم نے خوب پانی برسایا۔

پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا (پیداوار کے قابل بنایا) پھر ہم نے اس میں دانہ (غلہ) اگایا۔ انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے گنجان باغ (طرح طرح کے) پھل اور (جانوروں کے لئے) چارہ پیدا کیا۔

یہ سب چیزیں تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے (فائدے پہنچانے کا) سامان ہیں۔

پھر جب کانوں کو پھاڑ دینے والی آواز آئے گی (صور پھونکا جائے گا) اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔

اس دن ہر شخص اس حالت میں ہوگا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

اس دن بعض چہرے چمک دمک رہے ہوں گے۔

ہنستے مسکراتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہوں گے اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔

ان پر سیاہی چھا رہی ہوگی (کہا جائے گا کہ) یہی وہ بدکار ہیں جو (اللہ و رسول کا) انکار کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۲

اَلْاَعْمٰی نابینا۔ اندھا

یَزَّکّٰی وہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے

تَنْفَعُ نفع دیتی ہے

اِسْتَغْنٰی	جو بے پروائی کرتا ہے
تَصَدّٰی	تو متوجہ ہوتا ہے
تلَهّٰی	تو منہ پھیرتا ہے
تَذْكِرَةٌ	ایک نصیحت ہے۔ یاد کرنے کی چیز ہے
صُحُفٌ مُّكَرَّمَةٌ	عزت والی کتابوں میں ہے
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ
اَيْدِىْ سَفَرَةٍ	لکھنے والوں کے ہاتھ
كِرَامٌ بَرَرَةٌ	نیک اور بلند مقام والے
صَبَبْنَا	ہم نے اوپر سے ڈالا
شَقَقْنَا	ہم نے پھاڑا
غُلْبٌ	گھنے
اَبٌّ	چارہ
اَلصَّآخَّةُ	زبردست آواز۔ چیخ
شَاْنٌ	ایسی حالت
يُغْنِيْهِ	جو اسے پھنسائے گی
مُسْفِرَةٌ	چمکتے دمکتے
ضَاحِكَةٌ	ہنستے ہوئے

مُسْتَبْشِرَةٌ	خوشیاں مناتے ہوئے
غَبَرَةٌ	گردوغبار
تَرْهَقُ	چھا جائے گی
قَتَرَةٌ	سیاہی۔تاریکی
اَلْفَجَرُ	بدکار۔گناہ گار

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴۲

اللہ کی طرف سے وحی آنے کے بعد نبی کریم ﷺ دن رات دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے جدوجہد فرمایا کرتے تھے۔اس عظیم مقصد میں آپ کے شغف اور شوق کا یہ عالم تھا کہ جب دشمنان اسلام کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی اور دین اسلام اور آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا جاتا تو آپ کو شدید افسوس ہوا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا کہ ''اے نبی ﷺ'' آپ تو اس غم میں اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے (سورۃ الکہف)۔ارشاد فرمایا گیا کہ آپ صبر وتحمل سے کام لے کر اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے گا اس کو ہدایت دیدی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ ہر قبیلے میں تشریف لے جاتے اور دین کی سچائیوں کا اظہار فرماتے۔آپ کا گمان یہ تھا کہ اگر عرب کے تمام قبیلوں کے سردار دین اسلام کو قبول کرلیں تو پھر دین اسلام کے پھیلنے کی ہر رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے قریش کے تمام سرداروں کو دعوت دی۔ جب وہ آگئے تو آپ نے نہایت موثر انداز سے ان پر اس بات کو ثابت کر دیا کہ ان کی اور ساری کائنات کی کامیابی صرف اللہ کا دین اختیار کرنے میں ہے۔ گفتگو اس سطح تک پہنچ گئی تھی جہاں آپ کو اس بات کا کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید ان قریشی سرداروں میں سے کچھ سردار دین اسلام قبول کرلیں گے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ ان کے آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اس لئے انہوں نے حسب معمول آپ سے آتے ہی عرض کیا ''یَا رَسُوْلَ اللّٰه عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ'' (ابن جریر۔ابن ابی حاتم) یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اللہ نے جو کچھ سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم ان لوگوں

میں سے تھے جو مکہ مکرمہ میں بہت پہلے ایمان لا چکے تھے اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور بنو قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے چونکہ وہ نابینا (اندھے) تھے تو انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ آپ اس وقت بنو قریش کے سرداروں سے کلام فرمارہے ہیں جن کے اسلام قبول کرنے سے سارے عرب میں ایک عظیم انقلاب آجانے کا امکان تھا۔اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس وقت آپ کا جذبہ تبلیغ دین کس قدر عروج پر ہوگا۔عین اسی وقت حضرت ابن ام مکتوم کا آکر سوال کرنا آپ کو اچھا نہیں لگا۔آپ نے شفقت سے فرمایا کہ عبداللہ بیٹھو میں ابھی بتاتا ہوں مگر کچھ دیر بعد انہوں نے پھر وہی سوال کیا اور کئی مرتبہ کیا تو آپ کی پیشانی پر کچھ بل پڑ گئے اور آپ کو ناگوار گذرا۔آپ ﷺ نے جواب دینے کے بجائے منہ پھیرلیا۔حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم یہ سمجھے ہوں گے کہ شاید رسول اللہ ﷺ آپ سے کسی بات پر ناراض ہیں وہ کچھ دیر انتظار کر کے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ادھر قریشی سرداروں نے آپ کی باتیں سنیں اور پہلے کی طرح دامن جھاڑ کر اٹھ گئے اور اپنے گھروں کو چل دیئے لیکن نبی کریم ﷺ اس بات پر بہت خوش تھے کہ قریش کے سرداروں تک آپ نے اللہ کے دین کی دعوت پہنچادی ہے جو کسی طرح بھی آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس واقعہ کو بہت دیر نہ گذری تھی کہ آپ پر سورۂ عبس کی آیات نازل ہونا شروع ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اصولی بات کی طرف متوجہ فرمایا۔ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نے اپنی پیشانی پر بل ڈال لئے، ناگوار محسوس کیا اور منہ پھیرلیا اس بات سے کہ آپ کے پاس ایک نابینا (اندھا) آگیا تھا آپ کو کیا معلوم کہ وہ آپ کی بات سن کر اپنا تزکیہ کر لیتا (اپنے دل کو مانجھ لیتا) یا وہ اس سے کوئی فائدہ ہی اٹھالیتا۔جو شخص دین کی سچائیوں کو سن کر بھی بے نیازی اور بے رخی برت رہا ہے آپ اس کی طرف تو جھکے چلے جارہے ہیں حالانکہ اس کو سنوارنے اور ہدایت دینے کی ذمہ داری آپ کی نہیں ہے ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اور وہ شخص جو اپنے دل میں اللہ کا خوف لئے آپ کے پاس دوڑا ہوا چلا آرہا ہے آپ اس سے منہ پھیر رہے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں۔ہرگز نہیں۔یہ قرآن تو سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔یہ وہ قرآن ہے جو محترم صحیفوں میں بلند اور مقدس مقام رکھنے والا ہے وہ ایسے لکھنے والے ہاتھوں میں ہے جو نہایت نیک اور پاکیزہ ہیں۔اب جس کا دل چاہے اس کلام پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کرلے۔اللہ نے کائنات میں جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے یہ قرآن ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اس کی اور ان نعمتوں کی آدمی کو قدر کرنا چاہیے جو اس کے چاروں طرف قدرت نے بکھیر رکھی ہیں۔لیکن انسان ان نعمتوں کے باوجود ناشکرا پن کر کے اپنی بدبختیوں اور بدنصیبیوں میں لگا رہتا ہے۔وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس کی پیدائش ناپاک پانی کے ایک قطرے سے ہوئی ہے۔وہ پانی کا قطرہ (نطفہ) جب تک اللہ نے چاہا ماں کے پیٹ میں پرورش کراتا اور بڑھاتا رہا جب اس کے

تمام اعضاء بن گئے اور اس نے انسانی شکل اختیار کرلی اور وہ کئی پونڈ کا ہو گیا تو تنگ راستہ ہونے کے باوجود اللہ اس کو کس طرح اس دنیا میں لے آیا کہ وہ اس دنیا میں بھی آ گیا اور اس سے اس کی ماں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس نعمت پر تو اس کو اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیے تھا مگر وہ اس پر غور ہی نہیں کرتا اور اللہ کی ناشکری میں لگا رہتا ہے۔ فرمایا کہ کبھی انسان نے اس بات پر بھی غور کیا کہ دنیا میں آنے کے بعد وہ اللہ کی کتنی نعمتوں سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ دنیا میں رہتا اور بستا ہے جتنی اس کی زندگی کے لمحات ہیں ان کو گذار کر آخر کار موت کی آغوش میں جا کر سو رہتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے اس کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھالیں گے اور پھر زندگی بھر کئے ہوئے کاموں کا حساب لے کر اس کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دیدیں گے۔

فرمایا کہ آدمی کو ان نعمتوں پر غور کرنا چاہیے جو کھانے، پینے کی چیزیں اور اسباب پیدا کئے گئے ہیں مثلاً اللہ بلندی سے پانی برساتا ہے جو زمین پر برستا ہے۔ اللہ نے اس زمین کو ایسا نرم اور کھیتی کے قابل بنا دیا ہے کہ اس میں دانہ، غلہ، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے گنجان باغات، پھل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں جو انسانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ اس کی قدرت یہ ہے کہ اس نے غذائیں اس طرح بنائیں کہ وہ انسان کے کام آتی ہیں ان سے بچے ہوئے بھوسے اور چھلکے جانوروں کی غذا بن جاتے ہیں یعنی غذا انسان کھاتا ہے اور اس کا بھوسا جانور کھاتے ہیں۔ پھل اور فروٹ انسان کھاتا ہے اور ان کے پتے اور چھلکے جانوروں کی غذا بنادی گئی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کانوں کو پھاڑ دینے والی چیز یعنی صور نہیں پھونکا جاتا۔ جب صور پھونکا جائے گا تو انسان اور اس کائنات کی ہر چیز فنا کر دی جائے گی۔ دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اللہ کی ساری مخلوق زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ یہ ایسا دن ہوگا جب ہر شخص کو اپنے سوا دوسرے کا ہوش تک نہ ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ دنیا میں محبت کے وہ رشتے جو ایک دوسرے کے کام آتے ہیں وہاں کام نہ آئیں گے۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا، شفقت و محبت کرنے والی ماں، اولاد کے ہر دکھ کو اٹھانے والا باپ، زندگی بھر ساتھ دینے والی بیوی اور اس کی اپنی اولاد ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ وہاں کام آنے والی چیز انسان کے نیک اور بہتر اعمال ہی ہوں گے جو اس کے کام آئیں گے۔ چنانچہ اس دن بعض چہرے تو خوشی اور مسرت سے چمک دمک رہے ہوں گے لیکن کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی ان کے چہرے اس طرح سیاہ پڑ جائیں گے جیسے کوئی دور سے گرد و غبار میں اٹا چلا آ رہا ہے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ یقیناً یہ وہی لوگ ہوں گے جو زندگی بھر اللہ و رسول کا انکار کرتے رہے ہوں گے اور جو برے اعمال کرتے رہے ہوں گے۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے مگر دین سیکھنے بہت دور سے آتے تھے۔ وہ یہ سمجھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے کہ

شاید میرے آقا مجھ سے ناراض ہیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ فوراً اٹھے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر واپس آئے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک بچھادی اور فرمایا کہ عبداللہ اس پر بیٹھو۔ حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم بیٹھ گئے پھر آپ نے شفقت سے فرمایا کہ اب تم پوچھو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کی شفقت و محبت میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور جب بھی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم تشریف لاتے تو سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو اپنے پاس اپنی چادر پر بٹھایا کرتے تھے۔

(۲)۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا پورا نام عبداللہ ابن شریح ابن مالک ابن ربیعہ زھری تھا۔ مکتوم اس شخص کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے محروم ہو چونکہ وہ اندھے تھے اس لئے ان کی والدہ کو "ام مکتوم" (نابینا کی ماں) کہا جاتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے سفر پر جاتے ہوئے مسجد نبوی میں اپنی جگہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو امام مقرر فرمایا۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر وہ بھی نابینا ہونے کے باوجود جہاد میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(۳)۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اہل ایمان مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کر کے ان کو سچا پکا مسلمان بنانا غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے زیادہ اہم ہے۔ ہم نے بعض حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اس کی فکر تو بہت کرتے ہیں کہ فلاں بات کو اس طرح ہونا چاہیے تاکہ غیر مسلم اس پر اعتراض نہ کریں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں غیر مسلموں میں تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے جو مسلمان ہیں ان کے درمیان تبلیغ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ ہمیں غیر مسلموں کی فکر تو ہونی چاہیے مگر اپنی ساری صلاحیتوں کو اسی پر لگانا نہیں چاہیے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد دو سو کروڑ کے قریب ہے ان کی اپنی پچاس ساٹھ حکومتیں اور سلطنتیں ہیں۔ اگر ان پر محنت کی جائے اور ان کو سچا پکا مومن بنالیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ساری دنیا ان کے قدموں پر جھکنے کے لئے مجبور ہو جائے گی۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں مگر دنیا ہم پر اس طرح غالب آچکی ہے کہ ہم اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود ساری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۱

التّکوِیر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التکویر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	81
کل رکوع	1
آیات	29
الفاظ وکلمات	104
حروف	534
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں آخرت، قیامت اور رسالت کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فرمایا جب سورج لپیٹ لیا جائے گا یعنی وہ بے نور ہو جائے گا۔ جب ستارے بکھر جائیں گے۔ جب پہاڑ اپنی جگہ سے اڑنے لگیں گے اور ریت کا ڈھیر بن جائیں گے۔ دس ماہ کی گابھن اونٹنی جو عربوں کے نزدیک بہت قیمتی ہوتی تھی وہ چھٹی پھرے گی۔ جب جنگلی اور وحشی جانور تک ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے۔ سمندر بھڑک کر آتش فشاں بن جائیں گے۔ جب روحوں کو جسموں سے جوڑ دیا جائے گا۔ جب زندہ گاڑ دی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس جرم میں ماری گئی۔ جب ہر شخص کے اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ جب جہنم کی آگ کو خوب دہکایا جائے گا اور جنت کو قریب تر کر دیا جائے گا۔ آسمان کے سب پردے درمیان سے ہٹا دیئے جائیں گے اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ (دنیا سے) کیا کچھ لے کر آیا ہے۔ اللہ نے پلٹنے اور چھپ جانے والے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا۔ اس رات کی قسم جب وہ جانے لگتی ہے اور اس صبح کی قسم جو وہ آنے لگتی ہے کہ یہ قرآن اللہ نے اپنے ایک جلیل القدر اور معزز فرشتے (جبرئیل امینؑ) کے ذریعہ بھیجا ہے۔ وہ فرشتہ جو عرش والے کے پاس بڑی طاقت و قوت رکھنے والا، بلند مرتبہ ہے اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہ امانت دار بھی ہے۔ مکہ والوں سے فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ مکہ میں رہنے والے (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کوئی دیوانے نہیں ہیں۔ ان کے پاس وہی فرشتہ آتا ہے جسے آپ ﷺ نے آسمان کے کنارے پر دیکھا تھا اللہ کے حکم سے اللہ کا پیغام ان تک پہنچاتا ہے۔ وہ غیب کے اس علم کو (لوگوں تک) پہنچانے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے۔ یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ فرمایا کہ اس سچائی کی گواہی تو تمہارے دل بھی دیتے ہیں پھر تم کدھر اور کس رخ پر جا رہے ہو؟

فرمایا کہ یہ قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے ہر اس شخص کے لیے نصیحت اور راہبر ہے جو سیدھے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ مگر اس کے لیے جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو اس وقت تک یہ دولت حاصل نہیں ہوتی البتہ جب وہ رب العالمین چاہے گا تو پھر توفیق نصیب ہو جائے گی۔

سورۃ التکویر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝١٣ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝١٤ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝١٥ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝١٦ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝١٧ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝١٩ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝٢٠ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝٢١ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝٢٣ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝٢٤ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝٢٥ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝٢٦ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٢٧ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝٢٨ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٩

ع ١ / ٢٩ / ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۹

(جس دن) سورج بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جو اونٹنیاں بیانے (بچہ پیدا کرنے) کے قریب ہوں گی تو وہ چھوڑ دی جائیں گی (قابل توجہ نہ رہیں گی)۔ اور جب وحشی جانور (گھبرا کر) ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے اور جب لوگوں کو جوڑ دیا جائے گا (جمع کر دیا جائے گا) اور جب زندہ دبائی گئی لڑکی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی۔ اور جب نامہ اعمال کھول (کر سامنے) رکھ دیئے جائیں گے اور جب آسمان کھل جائیں گے اور جب دوزخ خوب بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی تو ہر شخص (اچھی طرح) جان لے گا کہ وہ (اللہ کی بارگاہ میں) کیا لے کر حاضر ہوا ہے۔ پھر میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔ اور کچھ دنوں کے لئے چھپ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ (اور قسم ہے) رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ طلوع ہونے لگے کہ بے شک یہ ایک محترم فرشتے کا (لایا ہوا) کلام ہے جو بڑی قوت والا اور عرش والے کے نزدیک بڑے رتبے والا ہے۔ اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے۔ کہ یہ تمہارے رفیق (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کوئی دیوانے نہیں ہیں۔ اور بے شک انہوں نے اس (فرشتے جبرئیل) کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا ہے اور وہ پوشیدہ باتیں بتانے میں بخیل بھی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن کسی مردود شیطان کا کہا ہوا کلام نہیں ہے۔ (تم غور کرو کہ) تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ (قرآن) تو ہر اس شخص کے لئے جو سیدھا چلنا چاہتا ہے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اور تم (کسی بات کو) اللہ کے چاہے بغیر نہیں چاہ سکتے۔ (صرف) وہی رب العالمین ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۹

کُوِّرَتْ	لپیٹ دے گیا
اِنْکَدَرَتْ	ماند پڑ گئی۔ (پڑ گئے)
سُیِّرَتْ	چلا دی گئی

اَلْعِشَارُ	گابھن اونٹنیاں
عُطِّلَتْ	چھٹ کر پھری
اَلْوُحُوْشُ (وَحْشٌ)	جنگلی جانور
حُشِرَتْ	آپس میں گڈمڈ ہو جائیں
سُجِّرَتْ	جھونکے گئے
زُوِّجَتْ	جوڑے جوڑے بنا دیئے گئے
اَلْمَوْءٗدَةُ	زمین میں گاڑ دی گئی لڑکی
سُئِلَتْ	پوچھا گیا
اَلصُّحُفُ	اعمال نامے
نُشِرَتْ	پھیلا دیئے
کُشِطَتْ	پرت کے پرت اتار لئے گئے۔کھال کھینچ لی گئی
سُعِّرَتْ	بھڑکائی گئی
اُزْلِفَتْ	قریب کر دی گئی
اَحْضَرَتْ	وہ لے کر حاضر ہوا
اَلْخُنَّسُ	پیچھے ہٹ جانے والے
اَلْکُنَّسُ	چھپ جانے والے
عَسْعَسَ	پھیل گیا

تَنَفَّسَ	روشن ہوا
مَكِيْنٌ	مرتبہ والا
مُطَاعٌ	جس کی اطاعت کی جائے۔ کہا مانا جائے
اَلْاُفُقُ	کنارہ
بِضَنِيْنَ	کنجوسی کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۹

قیامت کے ہولناک دن جب پورے نظام کائنات کو درہم برہم کر کے میدان حشر میں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا وہ دن انسان اور کائنات کے لئے بڑا بھاری اور ہیبت ناک لمحہ ہوگا۔ جس میں کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے گی اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق یا تو عذاب اور سزا دی جائے گی یا وہ اللہ کے فضل و کرم اور انعام کا مستحق ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ معصوم لڑکی جس کو ناحق قتل کیا گیا تھا اس کی فریاد سن کر قاتلوں کو سزا دی جائے گی۔

اس دن سورج کی پھیلی ہوئی کرنوں اور روشنی کو لپیٹ کر اس کو بے نور کر دیا جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے پہاڑ جو زمین پر میخوں کی طرح گاڑ دیئے گئے ہیں جس سے زمین اپنا توازن قائم رکھے ہوئے تھی وہ خود بے وزن ہو کر اڑتے پھریں گے۔ دس ماہ کی گابھن اونٹنی جو عربوں کے نزدیک بے انتہا قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی اور ہر وقت اس کی نگرانی کرتے تھے انہیں اس کی حفاظت کا ہوش تک نہ ہوگا اور وہ اونٹنی آوارہ پھرتی ہوگی۔ وحشی جانور جو انسانوں اور ان کی آبادیوں سے گھبراتے ہیں وہ سب پریشان ہو کر آبادیوں میں گھس آئیں گے اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ جب ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور اس کا پانی آگ بجھانے کے بجائے خود آگ بن کر بھڑک اٹھے گا۔ جب مختلف گروہ آپس میں جوڑ دیئے جائیں گے یعنی جس کا تعلق جس گروہ سے ہوگا وہ اس کے ساتھ جڑ جائے گا۔ اس دن ان ظالموں اور قاتلوں کو سخت سزا دی جائے گی جنہوں نے معصوم بچیوں کو قتل کیا ہوگا۔ اس معصوم لڑکی کو فریادی بنا کر پوچھا جائے گا کہ آخر تیرا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے تجھے مارا گیا تھا؟ اس طرح اس کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے گا۔ جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی یعنی جس طرح جانور کی کھال اتارنے کے بعد اس کے جسم کا کوئی حصہ پوشیدہ نہیں رہتا اسی طرح آسمان کو کھول دیا جائے گا۔ اور ابھی تک انسانوں کی نظروں سے جو چیزیں پوشیدہ تھیں وہ ظاہر کر دی جائیں گی۔ اس دن جہنم کی آگ میں شدت پیدا کرنے کے لئے اس کو دھونکایا جائے گا اور جنت کو اہل ایمان سے قریب تر کر دیا جائے گا۔ اس وقت ہر شخص

کے اپنے کئے ہوئے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے۔ نامہ اعمال ان کے ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے اور ہر شخص اندازہ لگالے گا کہ آج وہ اپنے پروردگار کے سامنے کیا کچھ لے کر آیا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح قیامت کا آنا برحق ہے اسی طرح یہ بھی سچائی ہے کہ اللہ نے جبرئیل کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا جو کلام نازل کیا ہے وہ انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے جو بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے اور اس کو اللہ کی طرف سے توفیق بھی مل جائے تو اس کو اس نصیحت سے بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ یہ وہ پاکیزہ کلام ہے جو ہر طرح محفوظ ہے جس کی حفاظت اس کے فرشتے کرتے ہیں۔ شیطانوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اس میں کسی طرح بھی مداخلت کرسکیں یا اللہ کے کلام جیسا کلام لے کر آسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کی قسم کھائی ہے جو پلٹنے اور چھپ جانے والے ہیں۔ رات کے اندھیرے کی قسم جب وہ سمٹ جاتا ہے اور اس سے صبح کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس قرآن کو لانے والا وہ پیغام بر فرشتہ جبرئیل ہے جو بڑی قوت والا، عرش والے کے نزدیک بڑے رتبے والا، جس کی بات فرشتے بھی مانتے ہیں اور نہایت امانت دار ہے وہ اس قرآن کو لے کر اس ہستی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنے اخلاق کے اعتبار سے نہایت بلند ہیں وہ کوئی دیوانے یا مجنون نہیں ہیں۔ انہوں نے بھی اس فرشتے کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا ہے۔ جب وہ اللہ کے حکم سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اللہ کا پیغام پہنچادیتے ہیں تو آپ ان کاہنوں کی طرح نہیں ہیں جو لوگوں کو پوری بات نہیں بتاتے بلکہ آپ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہر حکم اور پوشیدہ باتوں کو ہر شخص کے سامنے کھول کر بیان فرمادیتے ہیں اس کے پہنچانے میں آپ کسی بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ہولناک دن حضرت جبرئیل کی قوت و طاقت، دیانت و امانت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رسالت اور قرآن کریم کے سراسر نصیحت ہونے کے دلائل کے بعد ان لوگوں سے سوال کیا ہے جو اتنی سچائیوں کے باوجود ان کو تسلیم نہیں کرتے کہ لوگو! تم کدھر جارہے ہو؟ اللہ کی توفیق کیوں نہیں مانگتے؟ کیونکہ جب تک اس کی توفیق عطا نہیں کی جائے گی اس وقت تک یہ سعادت تمہارے حصے میں نہیں آسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ اس کائنات میں وہی ہوتا ہے جسے جس طرح رب العالمین چاہتا ہے۔ اس کی مشیت یا چاہت کے بغیر کوئی سعادت نصیب نہیں ہوسکتی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۲

الِانْفِطَار

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانفطار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	82
کل رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	80
حروف	334
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ جب قیامت آئے گی جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تو انسان نے دنیا میں جو کچھ اعمال کیے ہیں وہ سب کے سب اس کے سامنے آجائیں گے اور پھر ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال تیار ہے جو لوگ نیکی اور تقویٰ کی زندگی گزار کر آئیں گے ان کے لیے جنت کی ہر طرح کی راحتیں اور نعمتیں موجود ہوں گی اور جو لوگ کفر وشرک اور گناہوں میں مبتلا رہے ہوں گے ان کو جہنم کا عذاب نصیب ہوگا۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا جب آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے اور تمام قبریں کھول دی جائیں گی اس وقت ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑا ہے۔

فرمایا اے انسان! تجھے اس رب کریم کی طرف سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، جس نے تیرے اعضاء میں ہم آہنگی اور تجھے ہر طرح درست بنایا اور جسمانی اعتدال عطا کیا۔ اور جس طرح چاہا تجھے ترتیب دے کر جوڑ دیا۔ فرمایا کہ اے انسان تو پھر بھی جزا اور سزا کے دن یعنی قیامت کو جھٹلاتا ہے حالانکہ تیرے اوپر ایسے یاد رکھنے والے اور لکھنے والے معزز فرشتے مقرر ہیں جو تیرے ہر فعل کو لکھ رہے ہیں۔ یقیناً وہی لوگ اس دن عیش وآرام میں ہوں گے جو نیک اور پرہیزگار ہوں گے اور جو لوگ بدکار ہیں ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی نظروں سے نہ تو کوئی غائب ہو سکے گا اور نہ چھپ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قیامت کے دن کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے سوالیہ انداز سے پوچھا ہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جزا کا دن کیسا ہوگا؟ پھر پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ جزا کا دن کیا ہوگا؟ فرمایا وہ دن ہوگا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ اور اس دن فیصلے کا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے پاس ہوگا۔

سُورَةُ الانفطار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٧ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۗ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔ اے انسان! تجھے رب کریم سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا

کیا۔ پھر تجھے ہر طرح درست کیا۔ پھر (تمام اعضاء میں) ایک خاص اعتدال وتوازن رکھا۔ تجھے جس صورت میں چاہا ڈھال دیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم انصاف کے دن (قیامت) کو جھٹلانے والے ہو حالانکہ بے شک تمہارے اوپر نگہبان مقرر ہیں۔ جو معزز اور کاتب (اعمال) ہیں۔ وہ جانتے ہیں تم جو کچھ کرتے ہو۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ جنت میں آرام سے رہیں گے۔ اور بے شک بدکار جہنم میں ہوں گے۔ وہ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے اور وہ اس جہنم سے کہیں غائب نہ ہو سکیں گے (بھاگ نہ سکیں گے)۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر کیا آپ کو خبر ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہے؟ وہ ایسا دن ہے جس میں کوئی شخص کسی شخص کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا۔ اور اس دن تمام تر اختیار اللہ ہی کا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

فُجِّرَتْ — ابل پڑے

بُعْثِرَتْ — اکھاڑ کر پھینک دی گئی

قَدَّمَتْ — آگے بھیجا

اَخَّرَتْ — پیچھے چھوڑا

مَا غَرَّکَ — تجھے کس نے دھوکے میں ڈال دیا

سَوّٰکَ — تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا

عَدَلَ — برابر کیا

رَکَّبَ — جوڑ دیا

کِرَامًا کَاتِبِیْنَ — باعزت لکھنے والے

اَلْاَبْرَارُ — نیک لوگ

اَلْاَمْرُ — حکم

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

اس سورت میں بھی قیامت کے ہولناک دن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس دن صرف انسان کے نیک اعمال ہی اس کے کام آئیں گے اور اللہ کے سوا کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ فرمایا کہ قیامت کا دن وہ انقلابی دن ہوگا جب اس سارے نظام کائنات کو الٹ دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے اپنا توازن اور باہمی کشش نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور بے وزنی کی کیفیت کے ساتھ فضاؤں میں بکھر جائیں گے۔ سمندر کا پانی جو دنیا سے تین گنا زیادہ ہے وہ جوش مار کر ابل پڑے گا اور زمین پر پھیل جائے گا۔ قبریں کھول دی جائیں گی اور زمین میں جو کچھ ہوگا وہ باہر آجائے گا اس دن ہر شخص اس بات کو اچھی طرح جان لے گا کہ اس نے اپنے نیک اعمال میں سے آگے کیا بھیجا تھا اور وہ اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر آگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے انسان! تجھے اس رب کریم کی طرف سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کر کے ہر طرح اعتدال اور توازن عطا فرمایا ہے۔ کیا تجھے اس کے کرم پر اعتماد نہیں ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ وہ رب صرف کریم ہے تو وہ قیامت کے دن انصاف سے کام نہ لے گا؟ یقیناً وہ اللہ اس دن ہر شخص کے ساتھ انصاف کرے گا یہی اس کا سب سے بڑا کرم ہے۔ فرمایا کہ اے انسان تو اپنے پروردگار کو بھول گیا حالانکہ اسی نے تجھے وجود بخشا۔ اس کے فضل و کرم سے ایسا وجود جو ساری مخلوق سے افضل و اشرف ہے۔ اس نے انسان کی شکل و صورت کو جس طرح چاہا بنا دیا۔ اربوں، کھربوں انسانوں کو ایک ہی جیسا جسم عطا کیا ہے لیکن وہ ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہیں کہ ایک کی شکل دوسرے سے نہیں ملتی۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ ان احسانات کے سامنے تیرا سر جھک جاتا اور تو اس کی نافرمانی نہ کرتا۔ غلط بنیادوں اور عقیدوں کی غلطیوں نے تجھے رب کریم سے غافل کر دیا ہے اور تو سمجھتا ہے کہ تو دنیا میں جو کچھ کرتا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ تیرا سارا اعمال نامہ تیار کیا جا رہا ہے۔ نہایت معتبر کاتب فرشتے (کراماً کاتبین) تیری ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں جسے وہ قیامت کے دن تیرے رب کے سامنے پیش کریں گے۔ ان اعمال کے مطابق جو نیک اور حسن عمل رکھنے والے ہوں گے وہ جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور بدکار اس انصاف کے دن جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہ وہاں سے کہیں بھاگ نہ سکیں گے اور اپنے برے انجام سے بچ نہ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہوگا؟ اور کیسا ہوگا؟ فرمایا کہ یہ وہ دن ہوگا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ کوئی کسی کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس دن سارا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہو گا۔ وہ جس طرح چاہے گا فیصلے فرمائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۳

اَلْمُطَفِّفِیْن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المطففين

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	83
کل رکوع	1
آیات	36
الفاظ وکلمات	173
حروف	758
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں آخرت پر یقین، حقوق العباد میں احتیاط، اچھے اور برے لوگوں کا انجام، اہل ایمان کی کامیابی اور کفار ومشرکین کی حقیقی ناکامی کو بیان کر کے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کے اعمال کا مکمل ریکارڈ اللہ کے ہاں محفوظ ہے جس کی نگرانی پر اللہ کے فرشتے مقرر ہیں۔ نیک لوگوں کی روحیں علیین میں اور بدکاروں کی روحیں اور اعمال نامے سجین میں محفوظ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اہل ایمان کا مذاق نہ اڑائیں۔ ان تمام باتوں کو اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا لین دین میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ایک بہت بڑا دن آنے والا ہے جب ہر ایک کو اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ ان نافرمانوں کے اعمال کا مکمل ریکارڈ سجین میں موجود ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ سجین کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب (زندگی بھر کا ریکارڈ) ہے۔ یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی تباہی ہے جو اس کو اور قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو سرکش، بدعمل اور گناہ گار ہے جب اس کے سامنے ہماری آیتوں کو پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اصل میں ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اس طرح کے لوگ اللہ کے دیدار تک سے محروم رہیں گے (جو سب سے بڑی بدنصیبی ہے) اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے یہ وہی چیز ہے۔ فرمایا کہ اس کے برخلاف وہ لوگ جو نیک اور پرہیزگار ہیں ان کا نامہ اعمال ''علیین'' میں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ ''علیین'' کیا ہے؟ جواب عنایت فرمایا کہ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے (جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے) جس کی نگرانی اللہ کے مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بلاشبہ جو لوگ علیین میں ہوں گے وہ پورے عیش و آرام میں ہوں گے۔ اونچی اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے ہوں گے۔ ان کو ایسی نفیس ترین شراب پلائی جائے گی جو سربند ہوگی اور اس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔ جو لوگ اس کے مشتاق ہیں انہیں اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس شراب میں تسنیم (کے پانی کی) آمیزش ہوگی۔ یہ تسنیم وہ چشمہ

ہے جس کے پانی کو اللہ کے مقرب بندے ہی پئیں گے۔ فرمایا کہ یہ کفار مجرمین جب مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تھے تو مذاق اڑانے کے لیے آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوب اتراتے اور اکڑتے جاتے (جیسے انہوں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو) جب وہ مومنوں کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ اصل میں یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ کہنے کا حق نہ تھا کیونکہ ان کو اللہ نے ان پر کوئی نگراں بنا کر تو نہیں رکھا تھا۔ قیامت کے دن یہ اہل ایمان شاہانہ انداز سے اونچی مسندوں پر بیٹھے کفار کے برے حالات کو دیکھ کر ان پر ہنس رہے ہوں گے۔ اس طرح ان کافروں کی حرکتوں کا پورا پورا بدلہ مل کر رہے گا۔

سورة المطففين

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ
مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ
لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝۱۸ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝۱۹
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۲۰ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ
نَعِيْمٍ ۝۲۲ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝۲۳ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ع ۱ ۳۶ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۶

ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔ (ان کا یہ حال ہے کہ) جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پیمانہ بھر کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو پیمانہ سے ماپ کر دیتے ہیں یا تولتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جو بہت بڑا دن ہوگا؟ جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ بے شک بدکردار لوگوں کا نامہ اعمال سجین (تنگ و تاریک مقام) میں ہوگا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ سجین کیا ہے؟ وہ صاف صاف لکھا ہوا نامہ اعمال ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اور اس کو تو وہی جھٹلا سکتا ہے جو حد سے بڑھ جانے

والا گناہ گار ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بے شک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے (محروم رہیں گے)۔ پھر بے شک یہ لوگ جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں ان کا نامہ اعمال "علیین" میں ہوگا اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ "علییون" کیا ہے؟ وہ لکھا ہوا ایک صاف دفتر ہے۔ اللہ کے فرشتے اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ (جنت میں) آرام سے ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر (خوشی و مسرت اور) راحتوں کی تازگی ہوگی۔ ان کو خالص مشک کی لگی ہوئی مہر والی شراب پلائی جائے گی۔ اور رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس نفیس شراب کی خواہش کریں۔ اس شراب میں تسنیم (جنت) کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ یہ تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقربین بارگاہ پیئں گے۔ بے شک مجرم (گناہ گار، کفار دنیا میں) ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ایمان والے (ان کے پاس سے) گذرتے تو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو وہاں بھی ان کے تذکرہ کا مزہ لیتے تھے۔ اور جب کافران کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں۔ حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ پھر اس (قیامت کے دن) اہل ایمان کفار پر ہنستے ہوں گے۔ اونچے تخت اور مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۶

اَلْمُطَفِّفِيْنَ کم تولنے والے۔ گھٹانے والے

اِكْتَالُوْا انہوں نے ماپ کرلیا

يَسْتَوْفُوْنَ	وہ پورا پورا لیتے ہیں
كَالُوْا	ماپ کردیں
اَوْزَنُوْا	انہوں نے وزن کیا
يُخْسِرُوْنَ	وہ گھٹا کر دیتے ہیں
سِجِّيْنٌ (سِجْنٌ)	حفاظت سے رکھی جانے والی چیز
مَرْقُوْمٌ	لکھا ہوا
رَانَ	زنگ جم گیا
يَكْسِبُوْنَ	وہ کماتے ہیں
مَحْجُوْبُوْنَ	روک دیئے جائیں گے
عِلِّيِّيْنَ	بلند مقام (جہاں نیک لوگوں کے اعمال نامے محفوظ ہیں)
يَشْهَدُهٗ	اس کو دیکھتے ہیں
يُسْقَوْنَ	وہ پلائے جائیں گے
رَحِيْقٌ	خالص اور بہترین مشروب
مَخْتُوْمٌ	مہر لگادی گئی
مِسْكٌ	مشک
يَتَنَافَسُ	آگے بڑھتا ہے
تَسْنِيْمٌ	جنت کا نام ہے

مَرُّوْا	وہ گذرے
يَتَغَامَزُوْنَ	آنکھوں سے آپس میں اشارے کرتے ہیں
فَكِهِيْنَ	دل لگی کرنے والے
ثُوِّبَ	بدلہ دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۶

تطفیف کے معنی ماپ تول میں چوری چھپے کمی کرنا ہے۔لیکن مُطفف ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کے حق میں کمی کرتا ہے اللہ کا حق ہو یا بندوں کا۔ ہر طرح کی تطفیف نا جائز ہے۔ بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی نہ کریں۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کریں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے آداب، احکامات اور فرائض کو پوری طرح ادا کریں اور اس نے جیسا حکم دیا ہے اس کام کو اسی طرح ادا کریں۔ بندوں کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ معاملات زندگی، لین دین اور تجارت میں احکامات الٰہی کے مطابق عمل کریں اور کسی کو کسی طرح کی کمی کا احساس نہ ہونے دیں کیونکہ جس معاشرہ میں اللہ کے ساتھ شرک اور ماپ تول میں کمی کی جاتی ہے وہ معاشرہ باہمی اعتماد کھو بیٹھتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجاتے ہیں جو اپنے ذاتی مفادات کے لئے پوری قوم کے اخلاق و کردار کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کفر وشرک جتنا بڑا جرم ہے۔ تجارتی بددیانتی، لوٹ کھسوٹ، دھوکہ دہی اور بے ایمانی بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے۔ جس کی سزا اس قوم کی مکمل تباہی اور بربادی ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم بہت خوش حال تھی ان کے پاس مال و دولت اور وسائل کی کمی نہ تھی مگر ان میں دو ایسی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے اس قوم پر اللہ نے عذاب نازل کیا۔ایک تو کفر وشرک اور دوسرے ماپ تول میں کمی یعنی تجارتی بددیانتی، حضرت شعیبؑ جن کو ''خطیب الانبیا'' کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے پر جوش خطبات سے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا۔انہیں کفر وشرک اور ماپ تول میں کمی سے بچنے کی ترغیب دی مگر پوری قوم نے ساتھ دینے کے بجائے حضرت شعیبؑ کو طرح طرح سے ستایا اور ان کو دھمکیاں تک دیں مگر حضرت شعیبؑ ان کو برابر سمجھاتے رہے جب یہ قوم اپنے کفر وشرک اور تجارتی لوٹ کھسوٹ اور ماپ تول میں کمی سے باز نہ آئی تو آخر کار اس قوم پر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور

وہ پوری قوم تباہی سے دوچار ہو گئی۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر ماپ تول میں کمی کو انتہائی قابل نفرت اور حرام فعل قرار دیا گیا ہے۔

فرمایا ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ وزن کرو اور تولنے میں دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ (سورۃ الرحمٰن)

جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو (بنی اسرائیل)

☆ انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو (الانعام)

نبی کریم ﷺ نے بھی ماپ تول میں کمی کرنے کو ایسی نحوست قرار دیا ہے جس سے انسانوں کا رزق رک جاتا ہے اور قحط پڑ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قوم قحط جیسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے رزق کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں (قرطبی) یعنی ہر نعمت سامنے موجود ہوتی ہے مگر آدمی ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اس نعمت سے پورا فائدہ حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماپ تول میں کمی سے معاشرہ میں کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس معاشرہ میں دھوکا، فریب، لالچ، چوری، ڈاکہ اور رشوت عام ہو جاتی ہے جس سے پورے معاشرہ کا سکون تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ماپ تول میں کمی کو حرام قرار دیا ہے۔

عربوں میں ماپ تول اور لین دین کے دو طریقے رائج تھے، وزنی اور کیلی

جن چیزوں کا لین دین تول کر کیا جاتا تھا اس کو وزنی کہتے تھے اور جن چیزوں کی خرید و فروخت کسی پیمانے (برتن) سے کی جاتی اس کو کیلی کہا جاتا تھا۔ کسی نے تو وزن کرنے کے دو طرح کے بٹے (پتھر کے ٹکڑے) بنا رکھے تھے۔ لینے کے اور دینے کے اور۔ اسی طرح دو طرح کے پیمانے (برتن) بنا رکھے تھے جس سے دیتے وقت کم ناپتے اور لیتے وقت پورا لیتے تھے۔ شریعت نے اس عادت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے دور میں ترقی یافتہ اور نیم ترقی یافتہ ملکوں میں ماپ تول کے آلات بہت مختلف بنا دیئے گئے ہیں۔ اس کے لئے بڑی بڑی مشینوں کے ذریعہ چیزوں کو ماپا اور تولا جاتا ہے۔ اس میں کوئی بے ایمانی کا بظاہر امکان نہیں ہوتا لیکن ہوشیار اور چالاک لوگوں نے ان مشینوں میں بھی بہت سے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں کہ گاہک کو پتہ ہی نہیں چلتا اور وہ بڑی چالاکی سے آنکھوں میں دھول جھونک کر ماپ تول میں کمی کر دیتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے ایسے تمام طریقوں سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے جن سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ وہ وقتی نفع کمانے کے لئے اپنی آخرت کو برباد نہ کریں اور

اپنے معاشرہ کو تجارتی بددیانتیوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔ الحمد للہ اہل ایمان نے ہمیشہ اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس طرح ایک مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اسی طرح کچھ لوگ لالچ اور ذاتی مفاد میں اسلامی تعلیمات کو بھلا کر ماپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے سامنے دین کی سچی تعلیمات ہوتیں تو وہ کبھی اس بددیانتی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ آخرت سے بے نیاز ہو کر چلنے والے ہی اس خرابی میں مبتلا ہوتے ہیں جو سراسر ان کا اپنا ذاتی فعل ہوتا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال بے ایمانی کی تمام صورتیں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سخت ناپسندیدہ اور قابل ملامت ہیں۔

مکہ مکرمہ چونکہ ''وادی غیر زرع'' رہا ہے یعنی ایسی وادی جہاں زراعت نہیں ہوتی تھی ان کا گذر بسر تجارت اور لین دین پر تھا۔ جب کہ مدینہ کے تمام انصار عام طور پر زراعت پیشہ تھے یعنی کھیتی باڑی کر کے وہ اپنا پیٹ پالتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی پوری مارکیٹ پر یہودیوں کا قبضہ تھا وہ جس طرح چاہتے مارکیٹ کو اوپر نیچے کرتے رہتے تھے۔ انصار سیدھے سادھے مسلمان تھے وہ کھیتوں میں محنت کرتے تھے اور اپنے خون پسینے کی پیداوار کو جب مارکیٹ میں لا کر فروخت کرتے تو ان کو ان کی محنت کا پورا صلہ نہ ملتا تھا۔ ان کے لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ تھے۔ جب مہاجرین مکہ نے مارکیٹ کی طرف رخ کیا اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیانت، امانت اور انسانی ہمدردی کا معاملہ کیا تو وہ مارکیٹ پر چھاتے چلے گئے کیونکہ ان کو دنیا سے زیادہ اپنی آخرت کی فکر تھی اور یہ اصول کی بات ہے کہ جس آدمی کو اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ اس سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس سے اس کی آخرت تباہ ہو کر رہ جائے تو اس کے ہر عمل میں دیانت و امانت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن جس کو اس بات کا یقین ہی نہ ہو کہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو کر ایک ایک پائی اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے تو وہ دنیا کمانے میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اس کو دیانت داری اور انسانیت سے زیادہ مال اکٹھا کرنے اور جمع کرنے کا شوق تسکین دیتا ہے۔ زیر مطالعہ سورت میں اللہ نے اسی اصولی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ جنہیں آخرت کی فکر نہیں ہے اور وہ تجارتی بددیانتیوں میں لگے رہتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے کرتوت کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے ہر شخص کے ساتھ دو ایسے فرشتوں کو مقرر کیا ہوا ہے جو اس کی ہر بات کو نوٹ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو فرشتے کافر و مشرک اور گناہ گار کی روح کو سجین تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا نامہ اعمال بھی اسی دفتر میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ سجین زمین کے نیچے ساتویں طبقے میں واقع ہے۔ اور جو لوگ دیانت و امانت اور حسن عمل کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں ان کی روح کو علیین میں پہنچا دیا جاتا ہے جو کہ عرش الٰہی کے نیچے

ساتویں آسمان کے اوپر واقع ہے اسی میں ان کے نامہ اعمال کو محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لوگ جنہوں نے تقوی، پرہیز گاری، دیانت اور امانت کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کے چہرے خوشی اور مسرت سے تر و تازہ ہوں گے ان کی مہمان نوازی ایسی شراب سے کی جائے گی جو مہر لگی ہوئی اور تسنیم جو جنت کی ایک نہر ہے اس کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ وہ شاہانہ انداز سے خوبصورت اونچے تخت اور مسہریوں پر بیٹھے بہترین، لذیز اور اعلیٰ ترین شراب پی رہے ہوں گے جس کی تمنا ہر دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔ لیکن وہ لوگ جو قیامت کو جھٹلاتے، اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے اور اللہ کی آیات کے متعلق یہ کہتے تھے کہ یہ تو پرانے زمانے کے قصے ہیں جو نجانے ہم کب سے سنتے آرہے ہیں۔ جب اہل ایمان سچائیوں پر چلتے ہوئے ہر طرح کے گناہوں سے دور رہ کر اپنی عاقبت کی فکر میں دنیا کے وقتی فائدوں کو ٹھکرا دیتے تھے تو وہ کفار ان ایمان والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور آنکھوں سے اشارے کر کے ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ گھر میں جاتے تو وہاں بھی ان اہل ایمان کا ذکر مذاق اڑانے کے انداز میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اصل میں یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ان کفار کو جب جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اس وقت وہ پچھتائیں گے اور شرمندگی کا اظہار کریں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں جس طرح کفار اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے قیامت میں اس کے بالکل برعکس معاملہ ہو جائے گا اور وہ یہ کہ ان کفار کی حالت دیکھ کر اب اہل ایمان ان کا مذاق اڑائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۴

الاِنْشِقَاق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانشقاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	84
کل رکوع	1
آیات	25
الفاظ وکلمات	109
حروف	430
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورۃ مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار ومشرکین قیامت کو نہ صرف جھٹلا رہے تھے بلکہ اس سے شدید اختلاف کرتے ہوئے کھلم کھلا یہ بات کہہ رہے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیوں کا چورہ چورہ ہو جائے گا تو ہم دوبارہ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ یہ بات ہماری عقلوں میں نہیں آتی ان کا گمان یہ تھا کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا، اللہ کے سامنے حاضری اور زندگی بھر کے اعمال کا حساب دینا کیسے ممکن ہے؟

اللہ نے فرمایا کہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے وہ جب بھی اس کو مٹ جانے کا حکم دے گا یہ دنیا ختم ہو کر ایک نئی دنیا بن کر تیار ہو جائے گی۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق کا حکم مانے۔ اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے اللہ نے اس سورۃ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے رب کا حکم مانے اور جب زمین پھیلا کر ہموار کر دی جائے گی اور زمین اپنے اندر کی ہر چیز کو اگل دے گی اور باہر پھینک دے گی۔ یہ اللہ کا حکم ہو گا جس کی وہ پوری طرح تعمیل کرے گی۔

فرمایا کہ ہر انسان بڑی تیزی کے ساتھ اس منزل کی طرف چلا جا رہا ہے جہاں اسے اپنے رب سے ملنا ہے۔ اس وقت جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے اس کا حساب آسان اور ہلکا لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں میں خوشی خوشی ملے گا اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا یعنی فریاد کرے گا کہ اس سے بہتر تھا کہ میں پھر مر گیا ہوتا لیکن وہ بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ وہ ہو گا جو اپنے گھر والوں میں مگن رہتا تھا اور اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی لوٹ کر اپنے رب کے پاس نہ جائے گا۔ حالانکہ اس کا رب تو اس کے تمام اعمال کو دیکھ رہا تھا۔

فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں شفق (سورج ڈوبنے کے بعد کی سرخی) کی اور اس رات کی جو ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس

چاند کی قسم جب وہ ماہ کامل (پورا چاند) بن جاتا ہے کہ تمہیں درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گذرتے چلے جانا ہے۔لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ (اس سچائی پر) ایمان نہیں لاتے؟ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ وہ تو اس کو جھٹلاتے ہیں۔

حالانکہ یہ لوگ اپنے نامہ اعمال میں جو کچھ جمع کررہے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیجیے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اور بھلے اعمال کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر وثواب ہے۔

سورة الانشقاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا
الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَ اَذِنَتْ
لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ
كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ
يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ
بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾
وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾

السجدہ

ع ١ ٢٥ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا (اطاعت کرے گا) اور وہ اسی لائق ہے کہ اپنے پروردگار کا کہا مانے۔ اور زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے اس کو نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔

اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور وہ اسی لائق ہے کہ اطاعت کرے۔ اے انسان! تو اپنے رب کے پاس جانے کے وقت تک پوری کوشش کے ساتھ عمل کر رہا ہے۔

پھر تو اس (عمل کی جزا) سے ملے گا۔ پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے (اس کی زندگی کا) حساب آسانی سے لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی آئے گا۔

اور جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ بہت جلد موت کو پکارے گا۔ اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (یہ وہ شخص ہوگا) جو اپنے گھر والوں میں مگن رہتا تھا۔ اس نے تو سمجھ رکھا تھا کہ اس کو پلٹ کر نہیں جانا ہے۔

ہاں کیوں نہیں۔ بے شک اس کا رب اس کو خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ پھر میں شام کی سرخی کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی جو چیزوں کو (اپنے اندر) سمیٹ لیتی ہے۔

اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاتا ہے کہ البتہ تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا ہے۔ پھر انہیں کیا ہو گیا کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟ بلکہ یہ کافر اس کو جھٹلاتے ہیں۔

اور اللہ خوب جانتا ہے جو (وہ اپنے نامہ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں۔ پھر (اے نبی ﷺ) آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن **آیت نمبر ۱ تا ۲۵**

تَخَلَّتْ	خالی ہوگئی
اَذِنَتْ	سن لیا
حُقَّتْ	اس لائق ہے
كَادِحٌ	مشقت اٹھانے والا
وَرَآءَ ظَهْرِهِ	اس کی پیٹھ کے پیچھے سے
ثُبُوْرٌ	موت
لَنْ يَّحُوْرَ	ہرگز واپس نہ ہوگا
شَفَقٌ	سرخی
وَسَقَ	سمٹ کر آ گئی
اِتَّسَقَ	وہ مکمل ہو گیا
تَرْكَبُنَّ	تم ضرور چڑھو گے
قُرِئَ	تلاوت کیا گیا
يُوْعُوْنَ	وہ محفوظ کئے ہوتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

قرآن کریم میں ارشاد ہے ''وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔'' دوسری جگہ

فرمایا ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہیں کر سکتے''۔ یہ دونوں آیتیں ہر انسان کو غور وفکر کی دعوت دے رہی ہیں کہ اگر انسان اپنے اردگرد دیکھے تو اپنے وجود سے لے کر باہر کی دنیا تک قدم قدم پر ایسی بے شمار نعمتیں ہیں جن سے وہ ہر آن ہر طرح کے فائدے حاصل کر رہا ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں، چرند، پرند، جمادات، نباتات، پہاڑ، دریا اور سمندر وغیرہ سب اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ان تمام نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ آدمی ہر وقت اس کا شکر ادا کرتا، اسی کی عبادت و بندگی اور نیازمندی میں زندگی کا ہر لمحہ گذارتا۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر اس کو مال و دولت، گھربار، اولاد اور عیش وآرام کے زیادہ اسباب مل جاتے ہیں تو وہ ان پر اترانے اور غرور وتکبر کرنے لگتا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کو بھول کر دوسروں کی عبادت و بندگی اور کفر وشرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اللہ، اس کے رسول، قیامت اور آخرت کی ابدی زندگی کا انکار تک کر بیٹھتا ہے۔ اس کی زندگی نافرمانیوں کا پیکر بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اللہ نے کائنات میں جتنی بھی چیزیں پیدا کی ہیں وہ ہر وقت اس کے سامنے سر جھکائے اس کے حکم کی منتظر رہتی ہیں۔ قیامت کے دن زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو جو بھی حکم دیا جائے گا وہ اسی وقت اس کی تعمیل کریں گی۔

آسمان پھٹ جائے گا اور زمین کو کھینچ کر صاف، چٹیل اور ہموار میدان بنا دیا جائے گا جس کی وسعت میں ابتدائے کائنات سے قیامت تک جتنے انسان گذرے ہیں وہ سب اس پر جمع ہو جائیں گے۔ زمین اپنے اندر سے ہر چیز کو نکال کر باہر پھینک دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ وہ زمین اس قدر ہموار ہو جائے گی کہ کوئی پہاڑ، ٹیلہ، سمندر، دریا اور درخت ایک دوسرے کے دیکھنے میں رکاوٹ نہ بنیں گے کیونکہ اس سرزمین پر ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ ہوگی۔ یہی وہ میدان حشر ہوگا جس میں ہر شخص کو اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ پھر جزا یا سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے اے لوگو! تم زندگی بھر، دن رات، صبح شام، اچھی یا بری، کسی نہ کسی بھاگ دوڑ، جدوجہد، محنت اور مشقت میں لگ کر زندگی کے ہر میدان میں دوڑتے رہتے ہو۔ کبھی تم نے اس بات پر بھی غور وفکر سے کام لیا ہے کہ جس محنت لگن اور اپنے خون پسینے سے سینچ کر جس باغ کو بنا رہے ہو تمہاری آنکھ بند ہوتے ہی اس پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا۔ موت کے ایک ہی جھٹکے میں ان تمام چیزوں سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ تم زندگی کے کتنے مرحلوں سے گذر کر ایک منزل تک پہنچتے ہو۔

شکم مادر، بچپن، نوجوانی، جوانی، ادھیڑ عمری اور پھر بڑھاپا اور ایک دن تم ان منزلوں سے گذرنے کے بعد موت کی آغوش میں جا کر سو جاتے ہو۔ کیا تم نے اس سے آگے کی منزلوں پر بھی غور کیا ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ اور میدان حشر میں پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ حالانکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کی زندگی پر غور کرنا چاہیے تھا کیونکہ دنیا کی زندگی تو پچاس سو سال تک محدود ہے لیکن آخرت کی زندگی تو ہمیشہ کے لئے ہے اور وہاں کی ہر راحت اور تکلیف دائمی ہے۔

فرمایا کہ جب آدمی میدان حشر میں پہنچے گا تو اس نے زندگی بھر جو کام کئے ہوں گے ان کا مکمل ریکارڈ یعنی نامہ اعمال اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ اعمال نامے جن لوگوں کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ تو خوشی خوشی اپنے گھر والوں کے پاس پہنچیں گے۔ ہر ایک کو اپنے اعمال نامے دے کر کہیں گے کہ دیکھو یہ ہے میرا اعمال نامہ ذرا اس کو پڑھو تو سہی غرضیکہ ایسا آدمی خوشی سے پھولا نہ سمائے گا۔ اور اس کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دیا جائے گا۔

اور وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں پیچھے سے اعمال نامے دیئے جائیں گے وہ اپنے اعمال نامے پڑھ کر اور اپنے بدترین انجام کو دیکھ کر رونا اور چلانا شروع کر دیں گے اور نہایت حسرت و افسوس سے کہہ اٹھیں گے کہ اس سے تو موت ہی اچھی تھی کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ اور موت ہی آ جائے لیکن ان کو موت نہ آئے گی بلکہ وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہونے کے لئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے گھر والوں میں بے فکر اور راحت و آرام کے اسباب میں مگن رہتے تھے جنہیں آخرت تک یاد نہ تھی بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اسی دنیا میں رہنا ہے اور لوٹ کر اللہ کے سامنے نہیں جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ سورج غروب ہونے کے بعد آسمان پر جو سرخی اور شفق ہوتی ہے وہ کچھ دیر کیسی بہار اور رونق دکھا کر غائب ہو جاتی ہے اور اس پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ پھر رات آتی ہے تو رات کا اندھیرا ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ سارے دن کا تھکا ماندہ انسان اپنے گھر لوٹتا ہے، پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف اور دوسرے جانور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ کر آرام کرتے ہیں لیکن وہ رات بھی اسی حالت پر نہیں رہتی بلکہ ایک صبح نمودار ہو کر سارے اندھیروں کو سمیٹ کر رکھ دیتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے۔ اس کی ٹھنڈی کرنوں سے سکون ملتا ہے۔ وہ مکمل چاند ہر روز گھٹتے گھٹتے کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح باریک ہو کر غائب ہو جاتا ہے اور پھر اپنے وقت پر نکل آتا ہے۔

فرمایا کہ اس کائنات اور اس کی رونقیں جو ہمیں نظر آ رہی ہیں ایک دن ختم ہو کر رہ جائیں گی اور پھر ایک نئی زمین اور نیا

آسمان پیدا ہوگا۔ فرمایا کہ انسان کو کیا ہو گیا ایسی کھلی سچائیوں کو دیکھ کر بھی وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتا۔ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر مومن اللہ کے سامنے سجدہ کر رہا ہے تو اس کی جبین نیاز اللہ کے سامنے نہیں جھکتی اور ہر سچائی کو جھٹلانا اس کا مزاج بن جاتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کو ان کے تمام حالات کا اچھی طرح علم ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ کون نیکیوں کو اپنا رہا ہے اور کون اس کا انکار کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو جو سچائیوں کا انکار کرنے والے ہیں جہنم کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان و یقین کے راستے کو اختیار کر کے عمل صالح اختیار کئے ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے ان کے لئے ایسا عظیم اجر تیار کر رکھا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور ایسے لوگ ہمیشہ کی راحتوں میں رہیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۸۵

اَلْبُرُوْج

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	85
کل رکوع	1
آیات	22
الفاظ وکلمات	109
حروف	465
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ البروج مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار ومشرکین اہل ایمان پر ہر طرح کے ظلم وستم ڈھار ہے تھے۔

مومنوں کو بتایا گیا ہے کہ دین کی سچائیوں کو قائم کرنے کے لیے زبردست قربانیاں دینا پڑتی ہیں تب وہ حقیقی کامیابی نصیب ہوتی ہے جس سے آخرت کی لازوال نعمتوں سے ہم کنار کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ اصحاب الاخدود وہ لوگ تھے جنہوں نے مومنوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں جلا کر راکھ بنادیا تھا۔ ان اہل ایمان نے آگ میں جلنا گوارا کیا مگر وہ اپنے ایمان سے نہیں پھرے۔

صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ کفار کے ظلم وستم کے مقابلے میں ثابت قدم رہے تو ان کو دنیا اور آخرت کا عظیم اجر وثواب عطا کیا جائے گا اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اسی بات کو سورۃ البروج میں فرمایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان اور جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ گڑھے (خندق) والے تباہ وبرباد ہو کر رہے۔ ان گڑھوں میں بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ ظلم وستم ہورہا تھا وہ اسے دیکھ کر مزے لے رہے تھے۔ ان مومنوں سے عداوت اور دشمنی کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔

وہ اللہ جو زبردست طاقتوں کا مالک، اپنی ذات میں قابل ستائش، آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے وہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچائی اور اس سے توبہ نہ کی یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کا عذاب بھی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے جنت کے ایسے باغ ہیں جن

کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جس کا ملنا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے یعنی جب وہ کسی قوم یا فرد کی گرفت کرتا ہے تو اس کو اللہ سے کوئی چھڑانے والا نہیں ہوتا۔ اسی اللہ نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اللہ بخشنے والا، محبت کرنے والا، عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے تو اسے کر ڈالتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ کیا آپ ﷺ کو فرعون اور قوم ثمود کے لشکروں کا حال معلوم ہے؟ جب انہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ہر طرف سے اس طرح گھیر لیا کہ وہ اپنے برے انجام سے بچ نہ سکے۔ فرمایا کہ اگر آج مکہ والے قرآن کی سچائیوں کو جھٹلا رہے ہیں تو اس سے قرآن کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ باعظمت قرآن لوح میں محفوظ ہے۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ
وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ
الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ
عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾
اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا
يُرِيْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ﴿۲۰﴾
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

ع ۱
۲۲
۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اوراس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حاضر ہونے والے دن اور جس میں حاضری ہوگی اس کی قسم۔ کہ خندق والے ہلاک کر دیئے گئے جس میں بھڑ کتے ایندھن کی آگ ہوا کرتی تھی۔

جس وقت وہ خندق والے آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

اور وہ جو کچھ (اہل ایمان کے ساتھ) کر رہے تھے اسے وہ خود دیکھ رہے تھے اور ان خندق والوں کی اہل ایمان کے ساتھ دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ زبردست اور تمام تعریفوں کے مستحق اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔

وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے۔

اور وہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ جو جھلس دینے والا عذاب ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

بے شک آپ کے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔ بے شک اسی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا آپ کو ان لشکروں کا واقعہ پہنچا جو فرعون اور ثمود کا تھا۔ اور جو کافر ہیں وہ جھٹلانے میں لگے ہیں۔

اور اللہ نے ان انکار کرنے والوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ بلکہ یہ ایک عظمت والا قرآن ہے۔

جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۲

ذَاتِ الْبُرُوْجِ	برجوں والا۔ قلعہ والا
اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ	جس دن کا وعدہ کیا گیا تھا
شَاهِدٌ	حاضر ہونے والا
مَشْهُوْدٌ	جس میں لوگ حاضر ہوں
اَلْاُخْدُوْدُ	خندقیں
ذَاتُ الْوَقُوْدِ	ایندھن والی
قُعُوْدٌ	بیٹھے ہوئے
مَا نَقَمُوْا	وہ بدلہ نہیں لیتے
فَتَنُوْا	آزمایا
عَذَابُ الْحَرِیْقِ	جلا ڈالنے والا عذاب
بَطْشٌ	گرفت۔ پکڑ
فَعَّالٌ	کر گذرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

سورۃ البروج مکہ مکرمہ کے اس ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کفار قریش مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور ظلم و ستم کیا کرتے تھے اور کسی طرح اہل ایمان کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے اور شدید

حالات کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی میں ان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ کسی کی طاقت و قوت کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اہل ایمان سے یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہی غالب رہیں گے اور ظلم وستم کرنے والے اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہیں گے۔

اس سلسلہ میں خندق والوں کا، قوم فرعون اور قوم ثمود کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سب نے ایمان والوں کو بری طرح ستایا۔ ذونواس بادشاہ جو ہر شخص کو اپنے بتوں کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیتا تھا اس نے ایسی خندقیں اور گڑھے تیار کرائے تھے جو آگ اور اس میں جلائے جانے والے ایندھن سے بھرے ہوئے تھے۔ لمبے چوڑے گڑھے جن کی مقدار لمبائی میں ایک سو بیس فٹ اور چوڑائی میں چالیس فٹ اور بے انتہا گہرے تھے۔ جو شخص بھی اس کے بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کرتا اور اپنے ایمان پر قائم رہتا اس کو ان آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک کر زندہ جلا دیا کرتا تھا۔

اس کے نزدیک ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے جو آسمانوں اور زمین میں ہر طرح کی طاقت وقوت کا مالک ہے۔

جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ بخشنے والا، محبت کرنے والا، عرش کا مالک، بڑی شان والا اور ہر چیز پر اس کی ایسی قدرت ہے کہ وہ جو چاہے جیسے چاہے اس کو اسی طرح کرتا ہے۔

فرعون کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگوں سے کہلواتا تھا کہ وہی رب اعلیٰ ہے۔ وہ زبردستی ہر شخص کو اپنے سامنے سجدہ کراتا تھا اور جو اس سے انکار کرتا اس کو سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کو نیچا دکھانے کے لئے جب پورے ملک کے جادوگروں کو جمع کیا اور فرعون نے ان جادوگروں سے کہا کہ جب وہ کامیاب ہو جائیں گے تو ان کو نہ صرف انعام واکرام سے نوازا جائے گا بلکہ وہ بادشاہ کے مقرب بن جائیں گے لیکن جب ان جادوگروں نے حضرت موسیٰ کے عصا کا معجزہ دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ عصا کا اژدھا بن جانا معجزہ ہے جادو نہیں ہے تو سارے جادوگروں نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ فرعون اس ذلت اور بے عزتی کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے مومنوں سے کہا کہ اگر وہ اپنے ایمان پر قائم رہے تو وہ ان کے مخالف سمتوں سے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر چڑھا دے گا۔

مومن ہو جانے والے جادوگروں نے کہا کہ اے فرعون ہمیں اللہ نے ہدایت عطا فرما دی ہے اب ہمیں کسی سزا کی پرواہ نہیں ہے تیرا جو جی چاہے وہ کر لے ہمارے دلوں میں جو ایمان کی شمع روشن ہو چکی ہے اسے کوئی بجھا نہیں سکتا۔ خندق والوں اور

فرعون کے ظلم وستم کا ذکر کرتے ہوئے قوم ثمود کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اللہ نے ان کو بے انتہا صلاحتیں اور مال و دولت عطا کیا تھا مگر وہ اپنے کفروشرک میں اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ جو بھی اپنے ایمان کا اعلان کرتا اس کو ذلیل وخوار کرتے اور ہر طرح کی اذیتیں دینے میں حد سے گذر جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل ایمان نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں جلنا گوارا کیا، فرعون کے ظلم وستم اور قوم ثمود کی اذیتوں کو برداشت کیا لیکن اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ یہی ثابت قدمی اور ایمان کی مضبوطی تھی جس نے انہیں اس جنت کا مستحق بنادیا جس میں ان کو وہ تمام راحتیں اور نعمتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اہل ایمان کو بتایا گیا کہ اہل ایمان پر ظلم وستم کرنے والے بہت جلد مٹ جائیں گے لیکن دنیا اور آخرت میں ان ہی لوگوں کو ہر طرح کی راحتیں عطا کی جائیں گی جو اپنے ایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہیں گے۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے آسمان کے مضبوط قلعوں، قیامت کے دن، اس میں حاضری اور قیامت کا مشاہدہ کرنے والوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ خندق والے اللہ کی لعنت کے مستحق بن گئے جنہوں نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھے تیار کئے تھے اور وہ لوگ بھی مارے گئے جو اہل ایمان کو آگ میں پھینک کر ان کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔

ان اہل ایمان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو تمام قوتوں، طاقتوں کا مالک، ہر طرح کی تعریفوں کا مستحق، زمین وآسمان کی سلطنت کا مالک اور ہر چیز کو ہر آن دیکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ جو لوگ آج اپنی قوت وطاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے مومن بندوں اور مومن بندیوں کو ستا رہے ہیں اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنی حرکتوں سے نہ آئے تو وہ وقت بہت دور نہیں ہے جب ان کو جہنم کی ایسی آگ میں جھونکا جائے گا جو ان کو جھلس کر رکھ دے گی۔ لیکن اگر وہ توبہ کر کے ایمان لے آئے اور عمل صالح کی روش اختیار کی تو ان کو ایسی جنتوں میں راحت وآرام کی نعمتیں عطا کی جائیں گی کہ ہرے بھرے باغوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ اللہ ہر آدمی کو برداشت کرتا ہے اس کو ڈھیل اور مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جو لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے جب وہ ان کو پکڑتا ہے تو پھر اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اللہ وہ ہے جو سب کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے وہی انسان کے مرجانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ بہت بخشنے والا، بندوں سے محبت کرنے والا، عرش کا مالک اور بڑی عزت وعظمت کا مالک ہے۔ قوم فرعون اور قوم ثمود

بھی اگر توبہ کر لیتے تو وہ ان کو معاف کر دیا جاتا لیکن وہ تو ہر طرح سمجھانے کے باوجود انکار کرنے کی روش پر قائم رہے حالانکہ وہ اللہ کے اختیار میں تھے اور اس نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا بچ کر وہ کہیں نہ جا سکتے تھے اور نہ جا سکیں گے۔

اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ اللہ کے ہاں بالکل محفوظ ہے۔ اہل ایمان اس قرآن سے مکمل رہنمائی حاصل کریں اسی میں ان کی اور ساری کائنات میں بسنے والے انسانوں کی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۶

الطَّارِق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الطّارق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	86
رکوع	1
آیات	17
الفاظ وکلمات	61
حروف	239
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم میں بار بار اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی میں کئے گئے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس سورت میں بھی اسی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری بات قرآن کریم کے متعلق فرمائی گئی ہے کہ قرآن ایک ایسی روشنی ہے جس کی چمک دمک بڑھتی ہی جائے گی۔ کافروں کی کوشش اور خفیہ تدبیریں اس شمع کو بجھا نہ سکیں گی۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کی اذیتوں پر صبر سے کام لیجئے کیونکہ بہت زیادہ دیر نہ گذرے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کی ساری تدبیروں کو ان پر ہی الٹ کر رکھ دے گا۔ ان ہی باتوں کو اس سورت میں بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

آسمان کی اور رات کے وقت آنے والے تارے کی قسم۔ وہ تارہ کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا درخشاں ستارہ ہے۔ فرمایا کہ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس پر کوئی نگراں مقرر نہ ہو۔ انسان کو غور کرنا چاہیے کہ اس کو اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اس کو اللہ نے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ جس اللہ نے اس کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا وہی اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے کہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے۔ لیکن جس دن اس کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اس دن اس کے تمام چھپے ہوئے راز ظاہر کر دیئے جائیں گے اور اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اس کی اپنی کوئی طاقت نہ ہوگی اور کوئی اس کی مدد بھی نہ کر سکے گا۔ اللہ نے فرمایا بارش برسانے والے آسمان کی قسم اور اس زمین کی قسم جو پھٹ کر ہر اس طرح کے نباتات کو اگاتی ہے۔ یہ کلام قرآن مجید ایک قول فیصل ہے یعنی جو حق اور باطل کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ یہ کوئی لغو یا ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ کفار اپنی سی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی تدبیریں کر رہا ہوں۔ اے نبیؐ! آپ صبر کیجئے۔ ان کفار کو اپنے حال میں مست رہنے دیجئے اللہ خود ان سے انتقام لے لے گا اور ان کی چالوں کو اپنی تدبیروں سے ان پر ہی الٹ دے گا۔

سورۃ الطارق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ﴿۱۱﴾ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ﴿۱۷﴾

۱ / ۱۷ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۷

آسمان اور رات میں ظاہر ہونے والے ستارے کی قسم۔

اور (اے نبی ﷺ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ ''الطارق'' کیا ہے۔

وہ ایک روشن ستارہ ہے۔

اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر کوئی نگرانی کرنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو۔

انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے۔

وہ ایک اچھلتے پانی (نطفے) سے بنایا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

بے شک وہ انسان کو دوبارہ لوٹانے (پیدا کرنے) پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وہ دن جب چھپے راز ظاہر ہو جائیں گے۔

پھر اس کے لئے (وہاں) نہ کوئی قوت و طاقت ہوگی اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

بارش برسانے والے آسمان کی قسم۔

اور زمین جو پھٹ جانے والی ہے اس کی قسم۔

بے شک یہ قرآن دو ٹوک فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ کوئی لغو یا بیکار چیز نہیں ہے۔

بے شک یہ (منکرین حق) ہر طرح کی چالیں چل رہے ہیں۔

اور میں بھی ان کی چالوں کا توڑ کر رہا ہوں۔

تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو مہلت دیجئے اور تھوڑے دنوں کے لئے چھوڑ دیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۷

اَلطَّارِقُ	اندھیرے میں آنے والا۔ چمکنے والا
دَافِقٌ	اچھلنے والا
اَلصُّلْبُ	پیٹھ
اَلتَّرَآئِبُ (تَرِيْبَةٌ)	سینے کے اوپر کا حصہ
سَرَآئِرُ (سَرِيْرٌ)	پلنگ۔ مسہریاں

ذَاتُ الرَّجْعِ	بار بار لوٹنے والا
ذَاتُ الصَّدْعِ	پھٹ جانے والا۔ چکر لگانے والا
اَلْهَزْلُ	ہنسی کھیل۔ مذاق
اَكِيْدُ	میں تدبیر کرتا ہوں
مَهِّلْ	مہلت دیدے
رُوَيْدًا	کچھ دن۔ تھوڑے دن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطارق میں چار اہم باتوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے رات کو آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ ''الطارق'' یعنی ستارے کیا ہیں؟ خود ہی جواب عنایت فرمایا کہ وہ روشن ستاروں کا ایک سلسلہ ہے۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ ہر شخص رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ اور روشنی میں ایک خاص نظم و ترتیب کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اگر انسان میں ذرا بھی دیانت کا جذبہ زندہ ہے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس اتنی بڑی کائنات کو چلانے والی ضرور کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو ان ستاروں کو کروڑوں اربوں سال سے ایک تسلسل کے ساتھ ایک ہی طرح چلا رہی ہے اور ان میں کبھی ذرا سا بھی فرق نہیں آتا۔

فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے اسے کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے۔ وہ اس زمین و آسمان اور پوری کائنات میں جہاں بھی کوئی موجود ہے وہ خود اور اس کے فرشتے اس کی پوری نگرانی کر رہے ہیں۔ اللہ کے حکم سے ہر شخص کے ساتھ اس فرشتے کو مقرر کیا گیا ہے جو اس کے ایک ایک عمل کو لکھ کر اس کو ریکارڈ کر رہا ہے۔

قیامت قائم ہونے کے بعد ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اس نے جو عمل بھی دنیا سے چھپ کر کیا ہے یا اسے چھپا کر دنیا کی نظروں سے دور رکھا ہے وہ خود اس کو پڑھ لے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ اس لئے بیان کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص اپنی آخرت کی فکر کرے اور اپنے برے انجام سے بچ سکے۔

(۲) قرآن کریم میں کفار و مشرکین کے اس قول کو نقل کیا گیا ہے کہ ”جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی اور ہمارے جسم کے اجزاء بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے“۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا بھرپور جواب دیا ہے (اس موقع پر بھی ان کا یہ سوال نقل کئے بغیر ارشاد فرمایا ہے کہ) انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟

فرمایا کہ وہ اچھلتے پانی یعنی نطفہ سے بنایا گیا ہے جو آدمی کے سینے اور پیٹھ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ جب اللہ نے اس کو ایک حقیر قطرے سے پہلی مرتبہ وجود عطا کیا ہے تو دوسری دفعہ اس کو پیدا کرنا کون سا مشکل اور ناممکن کام ہے۔ کیونکہ پہلی مرتبہ کسی چیز کو بنانا مشکل ہوتا ہے لیکن اسی کو دوسری مرتبہ بنانا مشکل نہیں ہوتا۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ جس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ نہیں ہے کہ دوبارہ پیدا ہونا مشکل ہے یا نہیں بلکہ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب سارے انسان دوبارہ پیدا کئے جائیں گے تو اس دن ہر شخص کے کئے ہوئے سارے اعمال اس کے سامنے ہوں گے اور اس دن وہ اپنے کسی عمل کو چھپا نہ سکے گا اور کسی طرف سے اس کی کوئی مدد بھی نہ ہو گی اگر اس نے دنیا میں حسن عمل نہیں کیا تو اس ہیبت ناک دن میں سوائے حسرت و افسوس کے اور کچھ بھی نہ ہو گا۔

(۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ بلندی سے اتاری جانے والی بارش اور نباتات کی قسم کہ یہ قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلے کی چیز ہے یعنی یہ قرآن تمام انسانوں کی روحانی اور اخلاقی تعلیم کے لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص کو صحیح اور غلط کی پوری طرح پہچان ہو جائے۔ یہ ایک سنجیدہ اور باوقار کلام ہے کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ قیامت ایسی سچائی اور اٹل حقیقت کا نام ہے جس کے واقع ہونے میں شک کرنا بالکل غلط ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو سارے نظام کائنات کو توڑ دیا جائے گا۔

اس پر سنجیدگی سے غور و فکر کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ قیامت کے دن پر سنجیدگی سے غور و فکر نہیں کرتے اور قرآن کے پیغام

اوراس پر چلنے والوں کونا کام بنانے کی تدبیریں اور سازشیں کرتے ہیں ان جیسے لوگوں کو یادرکھنا چاہیے کہ ان کے مکروفریب، سازشوں اور تدبیروں کے مقابلے میں اللہ بھی اپنی خفیہ تدبیریں کررہا ہے جو آخرکار غالب آکر رہیں گی اور کفار کی سازشیں دم توڑ دیں گی چنانچہ تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ کافروں کی بڑی بڑی تدبیروں اور سازشوں کے باوجود وہ اسلام کے غلبے کو نہ روک سکے۔ البتہ منکرین اپنی تباہی کو دعوت دے کر دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۷

الْاَعْلٰی

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاعلیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	87
رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	72
حروف	299
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الاعلیٰ میں اس بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اس کو بہترین جسم عطا فرمایا۔

اللہ سب سے برتر و اعلیٰ ذات ہے لہٰذا اس کی حمد و ثنا اور اس کے بہترین نام کی تسبیح کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ قرآن کریم ہمارا کلام ہے آپ اس کی فکر نہ کریں کہ آپ اس کو بھول جائیں گے ہم آپ کو اس طرح پڑھا دیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔

آپ اس قرآن کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ آپ کی باتیں سن کر ضرور نصیحت کو قبول کرے گا۔ بدنصیب ہی اس سے محروم رہ سکتا ہے۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی جس کے پیچھے انسان ساری زندگی بھاگتا رہتا ہے وہ فنا ہو جانے والی ہے۔ باقی رہنے والی چیز تو آخرت کی زندگی ہے اس پر ہی ساری محنت کرنا چاہیے۔

سورۃ الاعلیٰ میں ان ہی باتوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے

اے نبی ﷺ! آپ اپنے برتر و اعلیٰ پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے۔ جس نے پیدا کیا اور ٹھیک طرح بنا کر اس میں کامل ہم آہنگی پیدا کی ہے۔ اسی نے تقدیر بنائی، اسی نے راہ دکھائی، اسی نے نباتات کو اگایا وہی اس کو سیاہ کوڑا کباڑ بنا دیتا ہے۔

فرمایا کہ آپ کو ہم یہ قرآن اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے گا۔ اللہ وہ ہے جو ظاہری چیزوں کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ نظروں سے پوشیدہ ہیں ان کا بھی پوری طرح علم رکھتا ہے۔

فرمایا کہ ہم آپ کو آسان شریعت کی سہولت دیں گے۔ لہٰذا نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت کرنا فائدہ دیتا ہو یعنی آپ کا کام نصیحت کرنا ہے کوئی اس سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس نصیحت کو ضرور قبول کرے گا لیکن جو اس سے منہ

پھیرے گا وہ انتہائی بدنصیب ہے جس کو شدید ترین آگ میں پھینکا جائے گا جس میں وہ نہ تو مرے گا اور نہ جئے گا۔ یقیناً وہی شخص فلاح پائے گا جس نے پاکیزگی اختیار کی اپنے رب کا نام لیا اور پھر نماز پڑھی۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے ہو حالانکہ آخرت زیادہ بہتر ہے جو باقی رہنے والی ہے۔اسی بات کو اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ① الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ② وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ③ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ④ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ⑤ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَــهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ⑫ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ⑲

ع ۱ ۱۹ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے بلند و برتر رب کی پاکی بیان کیجئے جس نے (انسان کو) بالکل ٹھیک پیدا کیا اور بنایا۔ جس نے اندازہ کیا (تقدیر بنائی) اور رہنمائی کی۔ اسی نے نباتات کو نکالا۔ اور وہی اس کو خشک اور سیاہ کوڑا بنا دیتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) ہم آپ کو وہ پڑھائیں گے جسے آپ بھولیں گے نہیں۔ مگر ہاں جو اللہ چاہے گا۔ کیونکہ وہ کھلے اور چھپے (رازوں کا) جاننے والا ہے۔ اور ہم آپ کو (دین کے لئے) آسانیاں عطا کر دیں گے۔ آپ ان کو نصیحت کیجئے اگر نصیحت کرنا

مفید ہو۔ وہی بہت جلد نصیحت قبول کرتا ہے جو (اس سے) ڈرتا ہے۔ اور بدنصیب ہی اس سے دور بھاگتا ہے۔ وہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے پاکی حاصل کی۔ جس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا۔ اے (انکار کرنے والو!) تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ (یہی باتیں) ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

سَبِّحْ	تسبیح کر
قَدَّرَ	اندازہ کیا
اَلْمَرْعٰی	چارہ (جانوروں کی غذا)
غُثَآءً	کوڑا۔ کباڑ
اَحْوٰی	سیاہ
نُقْرِئُ	ہم پڑھائیں گے
لَا تَنْسٰی	تو نہ بھولے گا
يُسْرٰی	آسانی
ذَكِّرْ	سمجھا دے۔ ذکر کر
يَتَجَنَّبُ	وہ بچے گا
اَلْاَ شْقٰی	بدنصیب۔ بدقسمت
اَفْلَحَ	کامیاب ہوا

تَزَکّٰی	جس نے تزکیہ کیا۔ اپنے آپ کو پاک صاف کیا
تُؤْثِرُوْنَ	تم ترجیح دیتے ہو۔ اختیار کرتے ہو
اَبْقٰی	باقی رہنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

ان آیات میں شروع سے لے کر آخر تک نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے چند بنیادی اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ فرمایا

☆ اے نبی ﷺ! آپ اپنے اس پروردگار کی پاکیزگی یعنی حمد وثنا بیان کرتے رہیے جو سب سے بلند و برتر اور اعلیٰ ہے۔

☆ اسی نے انسان کو بالکل ٹھیک اور درست بنا کر اس کی ایک انداز پر رہنمائی کی ہے۔ یعنی وہی پیدا کرنے والا ہے لیکن وہ پیدا کر کے بھول نہیں گیا بلکہ اس کی تقدیر لکھ کر اس کو راستہ دکھایا اور اس کی اصلاح کے اصول نازل فرمائے تا کہ وہ اپنے کاموں کو اسی طرح انجام دے جس طرح اس کو ہدایت دی گئی ہے۔

☆ اسی نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنا کلام اور ان کے جسم کی بقا کے لئے اگر اسبابِ رزق پیدا کئے ہیں تو اس نے جانوروں کے لئے ایسا چارہ پیدا کیا ہے کہ اگر وہ تروتازہ رہتا ہے تو اس کا اپنا لطف ہے اور اگر وہ خشک ہو کر سیاہ کوڑا بن جائے تب بھی وہ جانوروں کے لئے وہی لطف دیتا ہے جس طرح ہرا چارہ۔

☆ اسی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل کیا جس کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے خود اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ وہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی وحی کو یاد کرنے کی کوشش کرتے تو آپ ﷺ کو یہ اندیشہ رہتا کہ کہیں میں اس کو بھول نہ جاؤں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس کی پرواہ نہ کریں ہم آپ کی طرف جو وحی بھیجیں گے اس کو ہم اس طرح آپ کو سکھائیں گے اور پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔ ہاں خود ہم ہی چاہیں گے تو اس کلام کو واپس بھی لے سکتے ہیں یا اس کو منسوخ کر کے دوسرا کلام بھی بھیج سکتے ہیں۔ اس بات کو اللہ بہتر جانتا ہے جو ہر چیز کے پوشیدہ اور کھلے ہوئے ہر راز سے واقف ہے۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ اس کی فکر نہ کریں کہ قرآن یعنی وحی الٰہی کی حفاظت کیسے ہوگی؟

☆ وہی اللہ آپ کو دین کے فروغ اور ترقی کے لئے ہر طرح کی آسانیاں عطا فرمائے گا۔ آپ تو اس کلام کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے۔ جس کے مقدر میں یہ سعادت ہے کہ وہ سن کر اس پر عمل کرے گا۔ سوچ سمجھ کر اور غور وفکر کر کے جو اس کا اثر قبول کرے گا وہی خوش نصیب ہے۔ آپ تو نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت کرنا مفید ہو۔ اور یقیناً نصیحت تو انسان کو فائدہ ہی دیتی ہے جو بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کرتا ہے وہ آپ کی نصیحت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرے گا لیکن بدنصیب انسان آپ کی نصیحت کو قبول کرنے کے بجائے اس سے بھاگے گا۔ فرمایا کہ ایسے بدنصیب لوگوں کا انجام یہ ہے کہ ان کو اس بڑی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں نہ وہ مریں گے نہ جئیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کامیاب تو صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو عقیدہ، عمل اور اخلاق کی گندگی سے دور رکھ کر اپنے رب کو یاد کیا اور نمازوں کو قائم کیا۔ لیکن وہ سخت بدنصیب اور ناکام لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زیب وزینت، خوبصورتی اور راحت وآرام کو یہ سمجھ کر کہ یہ چیزیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی ان ہی میں زندگی گذار دی اور دنیا کی ان چیزوں کو آخرت پر ترجیح دی حالانکہ آخرت کی زندگی تو وہ ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ دنیا کی زندگی تو وقتی اور عارضی ہے اس میں کسی چیز کو بھی بقا نہیں ہے بقا تو صرف آخرت کی زندگی کو ہے۔

☆ فرمایا کہ یہ سچائیاں جو قرآن کریم میں ہیں تمام انبیاء کرامؑ ان ہی سچائیوں کو لے کر آتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے صحیفوں یعنی کتابوں میں ان ہی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کو دس (۱۰) صحیفے دیئے گئے تھے اور حضرت موسیٰؑ کو توریت کے علاوہ دس (۱۰) صحیفے اور عطا کئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ پر نازل کی گئی سچائیوں کو اختیار کر کے اپنی عاقبت درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۸

الْغَاشِيَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الغاشیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت نمبر	88
رکوع	1
آیات	26
الفاظ وکلمات	92
حروف	381
مقام نزول	مکہ مکرمہ

''غاشیہ'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کو ''غاشیہ'' یعنی اچانک ساری کائنات پر چھا جانے والی آفت ومصیبت کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب وہ قیامت آجائے گی تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کے چہرے خوف زدہ اور سخت مصیبت واذیت جھیلنے کی وجہ سے ان پر ذلت ورسوائی چھائی ہوگی۔ تھکے ماندے سے، شدید عذاب میں جھلس رہے ہوں گے۔ کھولتا ہوا گرم پانی کا چشمہ ہوگا جس سے انہیں پلایا جارہا ہوگا۔ کھانے کے لئے کانٹوں بھری جھاڑیوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا جو نہ تو آدمی کی نشوونما کرے گا نہ ان کی بھوک کو مٹائے گا۔ اس دن کچھ چہرے بہت پر رونق ہوں گے۔ وہ اپنے اعمال کے بہتر نتائج پر خوش ہوں گے۔ بلند تر جنت میں ہوں گے۔ وہاں کوئی غلط، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ اس میں چشمے رواں دواں ہوں گے۔ عالی شان تخت، جن پر سلیقے سے ساغر رکھے ہوں گے۔ گدے اور گاؤ تکیوں کی قطاریں ہوں گی اور نفیس ترین قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔

فرمایا کہ مکہ کے یہ لوگ اگر نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن اگر وہ صرف ان چیزوں پر ہی ذرا غور کرلیں جو صحراؤں میں ان کے سامنے ہوتی ہیں تو وہ اللہ کی قدرت کے قائل ضرور ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ کیا وہ ان اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ان اونٹوں کو صحرائی زندگی کے لئے کس قدر مناسب اور موزوں بنایا ہے؟ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کس طرح اونچا اٹھایا ہے؟ کیا وہ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ان کو کس طرح جما رکھا ہے؟ اور وہ لوگ زمین کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اس کو کس طرح انسانی فائدوں کے لئے بچھا رکھا ہے؟ فرمایا کہ اے نبی! یہ لوگ مانیں یا نہ مانیں آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے کیونکہ نصیحت کرنا ہی آپ کے ذمے لگایا گیا ہے۔ ہم نے ان پر آپ کو زبردستی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ جو شخص اس نصیحت سے منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بڑی بھاری سزا دے گا آخر کار انہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ان کا محاسبہ کرنا اور ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم خود ان سے حساب لے لیں گے۔

سُوْرَةُ الْغَاشِيَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۲ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝۲۳ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝۲۴ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ۝۲۵ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝۲۶

وقف لازم

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۶

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کو اس ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ اس دن کچھ چہرے ذلیل و خوار ہوں گے۔

مشقتیں اور مصیبتیں اٹھانے والے ہوں گے۔ انتہائی سخت آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے۔

وہاں ان کو سوائے کانٹوں بھرے پھل کے اور کچھ نہ ملے گا۔

جو نہ تو جسم کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا۔ اس دن کچھ چہرے رونق دار ہوں گے۔

وہ اپنے اعمال کی وجہ سے خوش و خرم ہوں گے۔ وہ عالی شان جنتوں میں ہوں گے۔

وہ ان میں کوئی فضول اور بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔

ان جنتوں میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ ان میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

اور آب خورے (ساغر) رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور گدے تکیئے لگے ہوئے ہوں گے۔ اور مخملی چھوٹی چھوٹی مسندیں بچھی ہوں گی۔

(اے نبی!) کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں؟ اور آسمان کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑ جو مضبوط جما دیئے گئے ہیں؟ اور زمین کیسے پست کردی گئی ہے؟ (اے نبی ﷺ) آپ نصیحت کیجئے۔

اور آپ ہی ان کو نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر جبر اور زبردستی کرنے والے (بنا کر) نہیں بھیجے گئے ہیں۔

سوائے اس شخص کے جس نے منہ پھیرا اور انکار کیا اللہ اس کو سخت سزا دینے والا ہے۔

اور بے شک انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمارے ذمے ہے کہ ان سے حساب لیا جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۶

اَلْغَاشِيَةُ	ڈھانپ لینے والی (قیامت)
عَيْنٌ اٰنِيَةٌ	کھولتا چشمہ
ضَرِيْعٌ	کانٹے والی گھاس
لَا يُسْمِنُ	نہ موٹا کرے گا
نَاعِمَةٌ	تروتازہ
نَمَارِقُ	گاؤ تکیئے۔موٹے گدے
زَرَابِيُّ	گدے
مَبْثُوْثَةٌ	بکھرے ہوئے۔پھیلے ہوئے
اَلْاِبِلُ	اونٹ
خُلِقَتْ	بنایا گیا۔پیدا کیا گیا
رُفِعَتْ	بلند کیا گیا
نُصِبَتْ	جمادیا گیا
سُطِحَتْ	بچھائی گئی
مُصَيْطِرٌ	مسلط ہونے والا۔حاکم
اِيَابَ	پلٹنا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۶

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک نام "غاشیہ" بھی ہے۔ غاشیہ کے معنی چھپالینے، چھا جانے اور ہوش وحواش اڑا دینے والی کے آتے ہیں یعنی ایک ایسی اچانک آفت جو نظام کائنات کو درہم برہم کر کے ہر چیز کو اپنے اندر چھپالے گی اور سب کے ہوش وحواش اڑا کر رکھ دے گی۔ اس کی اہمیت اور ہولناکی کو واضح کرنے اور ذہنوں کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے ایک سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے اللہ نے پوچھا ہے۔

کیا تمہیں معلوم ہے وہ چھا جانے والی چیز کیا ہوگی؟ خود ہی جواب عنایت فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ اس دن تمام لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

ایک گروہ ان نافرمانوں کا ہوگا جنہوں نے زندگی گناہ، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی ان کا یہ حال ہوگا کہ انہیں اللہ کے عذاب، اپنے اعمال اور انجام کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوگی، چہروں پر تھکن، محنت اور مشقت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ جب وہ بھوک پیاس سے تڑپ اٹھیں گے تو ان کو پینے کے لئے کھولتے ہوئے گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا اور کھانے کے لئے ان کو "ضریع" دیا جائے گا۔

عرب میں ضریع ایک ایسا پھل ہوتا ہے جسے قریش مکہ "شبرق" کہا کرتے ہیں۔ وہ ایلوے کی طرح انتہائی کڑوا اور زہریلا ہوتا تھا اور جب وہ خشک ہو جاتا تو اس کڑوے، کسیلے اور بدبودار پھل کو جانور بھی منہ لگانا پسند نہ کرتے تھے۔ فرمایا کہ اتنا زہریلا، کڑوا اور قابل نفرت پھل ان کو غذا کے طور پر دیا جائے گا۔

قرآن کریم میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جہنم کی آگ میں ایک ایسا پھل تیار ہوگا جس کو "زقوم" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ان جہنمیوں کی غذا غسلین (زخموں کا دھوون) بھی ہوگی۔

علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے جہنم میں چھوٹے بڑے مجرموں کے الگ الگ مقامات ہوں اور ان میں سے کسی کو ضریع کسی کو زقوم اور کسی کو غسلین دیا جائے گا۔ بہر حال اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ غذا جس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے آدمی کی بھوک مٹے اور قوت آئے۔ لیکن یہ ایسی غذا ہوگی جس سے نہ اس کے بدن کو قوت وطاقت ملے گی اور نہ توانائی میسر آئے گی۔

ایک طرف تو یہ جہنمی بری طرح تکلیفیں اٹھا رہے ہوں گے اور دوسری طرف ایک اور گروہ ہوگا جو ہر طرح کے عیش وآرام

اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹ حاصل کر کے خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کی ہوگی۔

جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر ایمان، تقویٰ، پرہیزگاری اور خیر وفلاح کا راستہ منتخب کیا ہوگا۔ وہ آخرت میں اپنے اعمال کے بہترین نتائج سے انتہائی خوش وخرم ہوں گے۔ خوشی ان کے چہروں سے ٹپک رہی ہوگی۔ ان کو شاہانہ انداز سے ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ عالی شان اور خوبصورت جنتیں جہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی کسی طرف سے لغو، فضول اور ایسی باتیں نہ سنیں گے جو انہیں ناگوار ہوں۔

ہر طرف بہتے ہوئے پانی کے جھرنے اور چشمے، نرم بچھونے، ایسے اونچے اور بلند تخت جن پر چڑھنا اترنا آسان ہوگا۔ برابر برابر بچھے ہوئے قالین اور گاؤ تکیئے مخمل کی مسندیں اور شراب سے بھرے ہوئے ساغر وجام جو چیز چاہیں گے وہ ان کو ایک اشارے میں مل جائے گی۔ غرضیکہ یہ گروہ ہر طرح کے عیش وآرام اور من پسند جنت میں ہوگا۔

فرمایا کہ یہ تمام باتیں انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں جو لوگ اس دنیا کے فائدوں میں لگے رہتے ہیں ان کا برا انجام ہے لیکن جنہیں آخرت کی فکر ہوتی ہے وہ اپنے بہترین انجام تک پہنچیں گے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ کا یہ نظام ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر وہ ہماری مخلوق میں غور کرلیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس پوری کائنات میں اللہ نے بے شمار نشانیاں بکھیر رکھی ہیں جو لوگ ان پر غور وفکر کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں اور جو پوری زندگی غفلت میں گذار دیتے ہیں ان کے حصے میں سوائے ناکامیوں اور نامرادیوں کے اور کچھ بھی نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے چار چیزوں کو آدمی کے سامنے رکھ کر یہ پوچھا ہے کہ ذرا ان پر غور کر کے بتاؤ کہ جو اللہ ان تمام چیزوں کو پیدا کر کے مخلوق کے فائدے کے لئے ان میں ہزاروں صلاحیتیں پیدا کرسکتا ہے وہ آدمی کو ایک مرتبہ پیدا کر کے دوسری مرتبہ پیدا کیوں نہیں کرسکتا؟ وہ ظالموں کو جہنم میں اور ایمان والوں کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کیوں نہیں کرسکتا؟

فرمایا کہ اونٹ، آسمان، پہاڑ اور زمین اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں جن سے تم دن رات ہزاروں فائدے حاصل کرتے ہو۔

اونٹ جس کو صحرا کا جہاز کہا جاتا ہے اپنے اندر کس قدر خصوصیات رکھتا ہے۔ وہ عربوں کے نزدیک انتہائی قیمتی چیز تھی جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے فرمایا کہ ایک طرف تو اس کی شکل صورت، بدن اور انداز کو دیکھو کہ کس طرح لمبا چوڑا بے ہنگم سا لگتا ہے

لیکن اس میں جو اللہ نے عظمتیں رکھ دی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرتے کرتے آدمی تھک جائے۔ مثلاً اس کے دودھ، گوشت، کھال اور چمڑے سے تم ہزاروں فائدے حاصل کرتے ہو۔

اس میں صبر وقناعت انتہا درجہ کی ہے۔ صبر تو ایسا کہ اس پر کتنا ہی بوجھ لاد کر ہنکا دو تو وہ شکوہ نہیں کرتا۔ ایک بچہ بھی ایک اونٹ کی مہار پکڑ کر لے چلے تو وہ گردن جھکا کر چلنے لگتا ہے۔ جب اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جاتا ہے تو وہ اس طرح بیٹھ جاتا ہے کہ اس پر چڑھنا آسان ہوتا ہے۔ چلنے کے لئے کہا جائے تو صحراؤں کو عبور کر کے ہفتوں چلتا رہتا ہے۔ ایک ہفتہ تک اس کو کھانا نہ دیا جائے پانی نہ پلایا جائے تو وہ اپنے مالک کی وفاداری میں کئی کئی دن تک بھوکا رہتا ہے مگر اف تک نہیں کرتا۔ فرمایا کہ کبھی تم نے اس بات پر غور کیا کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کے بے ڈھنگے سے جانور کو کس نے تمہارے تابع کر دیا ہے؟ یقیناً اللہ نے اس کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

اللہ کی دوسری نشانی آسمان ہے۔ فرمایا کہ کبھی تم نے غور کیا کہ اتنا بڑا آسمان جو بغیر کسی سہارے اور ستون کے تمہارے سروں پر چھت کی طرح تان دیا گیا ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں سے اس کو ایک خاص رونق عطا کی گئی ہے اور انسانی ضروریات کو ان کے متعلق کر دیا ہے۔

تیسری نشانی پہاڑوں کی طرف دیکھنے کے لئے فرمایا کہ دیکھو پہاڑ کس طرح جمے کھڑے ہیں۔ اللہ کے حکم سے زمین کو اور اس کے زلزلوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کے سینے میں ہزاروں معدنیات دفن ہیں۔

بہترین پتھر، ہیرے، جواہرات، سونا، چاندی ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں، بہترین لکڑی۔ انسان کی جیسی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں سے اپنی ضرورت کی چیزیں نکالتا رہتا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے پہاڑوں کو یہ عظمت، جماؤ، شان اور ہزاروں معدنیات کا امین بنایا ہے یقیناً یہ سب اللہ کی قدرت سے ہی ممکن ہوا اور اللہ نے ان تمام چیزوں کے فائدے انسان کے لئے پہاڑوں میں رکھ دیئے ہیں۔

چوتھی نشانی زمین ہے وہ ایک شفیق ومہربان ماں کی طرح ہے جو اللہ کے منکرین اور اللہ کو ماننے والے سارے انسانوں کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے اور ہر ایک کو اپنے وجود سے پوری طرح فائدے اٹھانے دیتی ہے۔ نرم اتنی کہ ایک بچہ بھی اس کو کھود سکتا ہے اور مضبوط اس قدر کہ بڑی سے بڑی عمارت کو اپنے اوپر لئے کھڑی ہے۔ ہر طرح کی انسانی غذائیں اور دوسری مخلوق کے لئے غذائیں مہیا کرتی ہے۔ اس کے سینے میں بھی تیل، گیس، کوئلہ، پانی کی نہریں اور انسانی زندگی کا ہر سامان موجود ہے۔

فرمایا کہ زمین ہو یا آسمان، اونٹ ہو یا پہاڑ یہ سب اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کئے ہیں جن سے انسان فائدے حاصل کرتا ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ اگر اللہ ان کے اندر یہ خصوصیات نہ رکھتا تو کیا انسان اپنا وجود برقرار رکھ سکتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تمام لوگوں کو ان ساری حقیقتوں کو سمجھاتے رہیے اور اسلام کے نظریہ حیات کو پیش کرتے رہیے۔ نظریہ زندگی کو پھیلانے میں کسی زور زبردستی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی آپ کا کام ہے کہ آپ دین کی سچائیوں کو پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔ ان سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے جو لوگ سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سخت سزا دی جائے گی ہم خود ہی سب کا حساب لے لیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۹

الْفَجْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	89
رکوع	1
آیات	30
الفاظ وکلمات	139
حروف	597
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں فجر یعنی صبح کے وقت کی، دس راتوں کی، جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب وہ جانے لگتی ہے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کیا عقل وفہم اور علم ودانش رکھنے والوں کو ان قسموں کے بعد بھی کسی اور قسم کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارم کی اولاد میں عاد اور ثمود اور میخوں والے فرعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تم نے کبھی ان کی قوموں کے برے انجام پر بھی غور کیا ہے؟ قوم عاد جو تندرست، صحت مند اور ستونوں کی طرح لمبے چوڑے اور خوش حال لوگ تھے۔ قوم ثمود جو وادی القریٰ میں پہاڑوں کی چٹانیں کاٹ کاٹ کر گھر بنایا کرتی تھی۔ فرعون میخوں والا جو زبردست طاقت وقوت اور عظیم سلطنت کا مالک تھا جب انہوں نے نافرمانی کی انتہا کر دی اور کوئی شہر یا بستی ان کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہی تو ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا اس طرح برسایا گیا کہ وہ قومیں دنیا سے مٹ گئیں۔ فرمایا کہ اللہ ایسے ظالموں اور نافرمانوں کی گھات میں رہتا ہے اور جب وہ گرفت کرتا ہے تو کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت نہ تو انعام ہے اور اگر کسی شخص پر روزی تنگ کر دی جائے تو اس کی غربت اس کی سزا نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس کے نظام کا ایک حصہ ہے وہ ہر ایک کو بہت کچھ دے کر اور کبھی سب کچھ لے کر اسے آزماتا ہے تاکہ زندگی کی ہر کیفیت سے اس کے طرز عمل کا امتحان لیا جائے۔ فرمایا آدمی کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت، دولت اور نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ اپنی دولت مندی کا اظہار کرتے ہوئے فخر یہ کہتا ہے کہ مجھے تو مالک نے بڑا عزت دار معزز بنایا ہے۔ لیکن اگر اس کے رزق کو وہ تنگ اور محدود کر دیتا ہے تو دن رات شکوے کرتا ہوا کہتا ہے کہ مجھے تو میرے رب نے ہر جگہ ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ کسی کو ہرگز ذلیل ورسوا نہیں کرتا بلکہ آدمی خود ہی تنگ دلی، بے رحمی، بے ایمانی اور مال کی محبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ذلت کی گندگی میں ملوث کر لیتا ہے۔ بے باپ کے بچوں یعنی یتیموں کے ساتھ عزت اور قدر کا معاملہ نہیں کرتا۔ کسی ضرورت مند کو خود تو کیا کھانا کھلائے گا دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ نہیں کرتا۔ مرنے

والے کی وراثت ہاتھ لگ جائے تو سارا مال سمیٹ کر ہضم کر جاتا ہے اور مال و دولت کی محبت نے اس کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اسے بھی عقل نہیں آ رہی ہے لیکن جب زمین کو مسلسل کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، رب العالمین اپنی شان کے مطابق جلوہ گر ہوں گے، فرشتے صفیں باندھے اس کے سامنے حاضر ہوں گے، کافروں کے لئے جہنم ان کے سامنے لائی جائے گی اس وقت ساری بات اس کی سمجھ میں آ جائے گی۔ مگر اب سمجھنے سے اس کو کیا فائدہ؟ اس وقت تو وہ حسرت سے کہے گا کاش میں اس جہان کے لئے اپنے آگے کچھ بھلائیاں بھیج دیتا۔ فرمایا پھر اس دن ان لوگوں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جس کا وہ تصور نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں سے فرمائیں گے اے نفس مطمئنہ تو آج اس شان سے اپنے پروردگار کی طرف چل کر آ کہ جس طرح تو زندگی بھر اپنے اللہ کی ہر رضا پر راضی رہا آج وہ تجھ سے پوری طرح راضی ہے۔ اے نفس مطمئنہ میرے نیک بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا یعنی جنت کی ہر راحت کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گذار تجھے یہاں ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔

سُوْرَةُ الْفَجْر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ ۙ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا
يَسْرِ ۚ﴿۴﴾ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ
رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا
فِی الْبِلَادِ ۙ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ﴿۹﴾
وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۙ﴿۱۱﴾
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۙ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ
عَذَابٍ ۚ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا
ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ﴿۱۵﴾
وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ
اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ
عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ﴿۱۹﴾
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ﴿۲۰﴾ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ
دَكًّا دَكًّا ۙ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ

يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

ع ۱۴ / ۱۴ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۰

فجر کی قسم اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی قسم۔

ان کی قسم جو طاق اور جفت ہیں۔

رات کی قسم جب وہ رخصت ہونے لگے۔

کیا عقل رکھنے والے کے لئے یہ قسم کافی نہیں ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جو ستونوں کی طرح بڑے لمبے چوڑے تھے۔

ان کی طرح کوئی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی تھی۔

اور قوم ثمود جو (وادی قری میں) پہاڑوں کے پتھر تراش کر (گھر بناتے) تھے۔

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا جس نے ملکوں میں سر اٹھا رکھا تھا۔

پھر اس نے کثرت سے فساد بھی مچا رکھا تھا۔

پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

بے شک آپ کا پروردگار (ایسے نافرمانوں کی) گھات میں لگا ہوا ہے۔

پھر جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت سے نواز کر آزماتا ہے تب وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔

اور جب (کسی آدمی کو) پروردگار آزماتا ہے اور اس پر اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تب وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے تو مجھے ذلیل ورسوا کر دیا۔

ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ تم بھی تو یتیم (کی ضروریات) کا لحاظ نہیں کرتے ہو۔

اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین غریب اور محتاج آدمی کے کھانے پر آمادہ کرتے ہو۔

اور تم میراث کا سارا مال خود سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

اور تم مال ودولت سے بہت ہی پیار کرتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔

جب زمین خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی۔

آپ کا رب (اپنی شان کے ساتھ) آئے گا اور فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔

اس دن جہنم سامنے لائی جائے گی تو آدمی کو سمجھ آئے گی مگر اس وقت نصیحت پکڑنا اس کے کہاں کام آئے گا۔

اور کہے گا کہ اے کاش میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ (نیک اعمال) آگے بھیج دیتا۔ پھر اس دن نہ تو اللہ کے عذاب سے بڑھ کر کوئی عذاب دینے والا ہوگا اور نہ اس کے جیسے باندھنے اور پکڑنے والا کوئی اور ہوگا۔

(اللہ کے فرماں برداروں سے کہا جائے گا) اے نفس مطمئنہ (اطمینان وسکون والے نفس) تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔

پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۰

لَيَالٍ عَشْرٍ	دس راتیں
اَلشَّفْعُ	جفت عدد
اَلْوَتْرُ	طاق عدد
ذِیْ حِجْرٍ	عقل والے
ذَاتُ الْعِمَادِ	ستونوں والے
جَابُوْا	تراشے۔کاٹے
ذِی الْاَوْتَادِ	میخوں والا
صَبَّ	ڈال دیا
سَوْطَ	کوڑا
اَلْمِرْصَادُ	گھات میں ہے
اَهَانَنِ	مجھے ذلیل کردیا
لَا تُكْرِمُوْنَ	تم عزت نہیں کرتے
اَلتُّرَاثُ	میراث
اَكْلًا لَّمًّا	سب سمیٹ کر کھانا
حُبًّا جَمًّا	بہت زیادہ محبت

دُكَّتْ کوٹ ڈالی گئی

اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان وسکون والانفس

تشریح: آیت نمبر ا تا ۳۰

اس دنیا میں ہر لمحہ انقلاب بپا ہے۔ کروڑوں سال سے رات دن، صبح اور شام کا آنا جانا، چاند، سورج، ستاروں کا نکلنا، ڈوبنا، غائب ہو جانا اور پھر سے ابھر کر پوری آب و تاب سے نکلنا، اسی طرح قوموں کا عروج و زوال ہر ابتداء کی انتہا ہر شخص اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس بات کا کسی حد تک اقرار بھی کرتا ہے کہ یہ پورا نظام کائنات کسی ہستی کے تابع ہے جو اس کو ایک تسلسل کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے۔

جب ہر شروع ہونے والی چیز آخر کار ختم ہو جاتی ہے تو یہ کائنات بھی ایک دن اپنے انجام کو پہنچ جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے ختم ہونے کے بعد کیا ہوگا؟ یہ ایک حرف سوال ہے۔ اس سوال کا جواب تلاش کرتے کرتے بہت سی قومیں اپنا راستہ بھلا بیٹھیں اور انہوں نے اس کو ایک ایسا معمہ بنا دیا جو " سمجھنے کا نہ سمجھانے کا"۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار مختلف انداز سے اس بات کو سمجھایا ہے اور یقینی بات ہونے کی وجہ سے قسمیں کھا کر بتایا ہے کہ اس کائنات کا یہ چلتا ہوا نظام ختم ہو جائے گا۔ کائنات کی ابتداء سے انتہا تک جتنے لوگ آئے ہیں ان سب کو زندہ کر کے ایک میدان میں جمع کیا جائے گا اور ان سے زندگی بھر کے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔

جنہوں نے اس خالق کائنات کے احکامات کو ماننے سے انکار کر کے بدعملی اور گناہ کی زندگی اختیار کی ہوگی ان کا بدترین انجام ہوگا اور جنہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی، تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکیوں میں زندگی گذاری ہوگی ان کو ان کے اعمال کے حساب سے جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ اس کا نام قیامت ہے جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عروج و زوال سے پہلے اس فجر کی قسم کھائی ہے جس کے آنے کے بعد پوری کائنات میں ایک ہلچل مچ جاتی ہے۔

فجر یعنی جب ایک اندھیری رات کے بعد صبح کی پو پھٹتی ہے تو ہر ایک مخلوق اپنے رزق کی تلاش میں بھاگ دوڑ شروع کر دیتی ہے۔ کوئی رزق کمانے کی فکر لے کر، کوئی عبادت و بندگی اور کوئی علم کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ پرندے اور ہر طرح کے جان دار اپنے گھونسلوں اور بلوں سے نکل کر اپنے رزق کو حاصل کرنے کے لئے باہر آ جاتے ہیں اور دن بھر محنت و مشقت اٹھانے کے بعد رات کو پھر اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ جاتے ہیں۔ فجر کی قسم کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔

احادیث میں ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں کیونکہ ان دس راتوں کی احادیث میں بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔ اس کے ایک دن کا روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے جس کی ہر رات شب قدر کی طرح محترم ہے (ترمذی)۔

یہ دس دن حجاج کرام کے لئے خاص طور پر بڑے ہی انقلابی اور جذباتی ہوتے ہیں۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہی سے ہر حاجی پر ایک خاص کیفیت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے ہر عمل میں ایک خاص جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور ہر طرف ایک عجیب سی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیات بڑھتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ منیٰ کی پر نور راتوں کے بعد جب ۹ ذی الحجہ یعنی عرفہ کا دن شروع ہو جاتا ہے تو ہر ایک آنکھ آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔

ہر شخص ساری دنیا سے بے پرواہ صرف اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا نظر آتا ہے۔ لاکھوں حاجیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو بادشاہ ہو یا ایک عام آدمی، سرمایہ دار ہو یا غریب سب ایک ہی لباس میں ہر طرف موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سب کا لباس ایک، جذبہ ایک اور نعرہ ایک **لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْك**۔

میدان عرفات سے جب تمام حاجی مزدلفہ میں کھلے آسمان کے نیچے اللہ کی یاد میں مشغول نظر آتے ہیں تو ایک قیامت کا منظر ہوتا ہے۔

دس ذی الحج کو جب یوم النحر شروع ہوتا ہے تو ہر ایک حاجی ایک نئے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔ اس دن کوئی شیطان سے نفرت کے اظہار کے لئے کنکریاں مارتا نظر آتا ہے، کوئی جانوروں کو ذبح کر رہا ہے، کوئی سر کے بال منڈوا رہا ہے، کوئی طواف زیارت کی طرف بے تابانہ بڑھا چلا جا رہا ہے۔

چشم تصور سے دیکھا جائے تو چاروں طرف سروں کا ایک سمندر رہتا ہے اور کسی کو کسی کا ہوش نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ حاجیوں

کی ان اداؤں کی قسم ایک دن وہ آنے والا ہے جب اسی طرح ساری کائنات کے اولین و آخرین اللہ کے سامنے ہوں گے اور ہر طرف ایک ہنگامہ بپا ہوگا۔

تین نافرمان قوموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قومیں وہ ہیں جنہوں نے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کے غضب کو دعوت دی اور پھر ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون اپنے زمانہ میں قوت و طاقت، حکومت و سلطنت، مال و دولت، عیش و آرام کے اسباب، تن اور قد کی لمبائیاں وہ کون سی نعمت تھی جو اللہ نے ان کو اور دنیا کی تمام قوموں کو عطا نہیں کی تھی۔ لیکن جب کوئی قوم اللہ و رسول کی نافرمانیوں کی انتہا کر دیتی ہے تو اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

حضرت نوحؑ جیسے عظیم پیغمبر کی اولاد میں سے ارم تھا۔ اس کی اولاد میں عاد اور ثمود کے نام سے دو قومیں وجود میں آئیں۔ قوم عاد جو دنیا کی عظیم سلطنت اور قوت و طاقت اور خوشحالی کے مالک تھے جو نہایت تندرست، صحت مند اور ستونوں کی طرح لمبے چوڑے تھے۔

ان کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ وہ چاروں طرف سے مال و دولت حاصل کر رہے تھے۔ انتہائی ترقی یافتہ لیکن ان کی دولت مندی اور ترقی نے ان کو غرور و تکبر کا پیکر بنا کر رکھ دیا تھا۔ بدکاری، عیاشی، کمزوروں پر ظلم و ستم کرنا ان کا مزاج بن چکا تھا۔ وہ اپنے علاوہ دنیا کی ہر قوم کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری قوت و طاقت اتنی زبردست ہے کہ اس کا کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب ان کی نافرمانیاں اور غرور و تکبر انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ نے ان کو آخری موقع دینے کے لئے حضرت ہودؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت ہودؑ نے اس قوم کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا اور اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف بلایا تو پوری قوم حضرت ہود کو نیچا دکھانے پر تل گئی اور ان کی ہر بات کا انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اپنا شدید ترین عذاب نازل کر کے تہس نہس کر دیا۔ قوم عاد کی تباہی سے جو لوگ بچ گئے تھے ان کی نسل بڑھنا شروع ہوئی تو انہوں نے بھی اتنی زبردست ترقی کی کہ مقام حجر سے وادی القریٰ (حجاز اور شام کے درمیان) تک پھیلنا شروع کیا اور ایک ہزار سات سو بستیوں پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

یہ قوم ثمود تھی۔ انہوں نے بے انتہا محنت سے اپنے ملک و قوم کو ترقی دی۔

دنیا کی یہ پہلی قوم تھی جس نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کران میں سے ایسے خوبصورت مکانات، محلات اور حویلیاں تعمیر کیں جن کے کھنڈرات آج بھی حیرت میں ڈال دینے والے ہیں۔ لیکن اس قوم کی ترقیات کو جو چیز گھن کی طرح کھا گئی وہ ان کا غرور و تکبر، اپنی دولت پر بے جا فخر، بت پرستی اور اخلاق و کردار کی گراوٹ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بھی ایک موقع دیتے ہوئے حضرت صالحؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جب حضرت صالحؑ نے ان کو سمجھایا کہ اگر انہوں نے بت پرستی، غرور و تکبر اور اپنے بگڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح نہ کی تو جو انجام قوم عاد کا ہوا ہے تمہارا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا۔ پوری قوم نے انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا مذاق اڑایا اور اپنی حکومت و سلطنت اور طاقت وقوت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس انجام سے دو چار نہیں ہو سکتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے یہاں تک فرمائش کردی کہ اے صالحؑ! تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو؟ اگر تم سچے ہو تو یہ سامنے جو چٹان ہے اس میں سے اگر ایک گابھن اونٹنی نکل کر آئے اور ہمارے سامنے وہ بچہ پیدا کرے تو ہم سمجھیں گے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔ حضرت صالحؑ نے اللہ سے دعا کی۔ چنانچہ اس پہاڑی سے گابھن اونٹنی نکلی اس نے بچہ دیا۔ اتنے بڑے معجزے کے باوجود کچھ لوگوں کے سوا اس قوم نے حضرت صالحؑ پر ایمان لانے کے ہزاروں بہانے ڈھونڈ نکالے اور وہ دولت ایمان سے محروم رہے۔ جب اس قوم نے نافرمانیوں کی انتہا کردی تو اللہ نے ان پر بھی اس طرح عذاب نازل کیا کہ اس قوم کا کوئی فرد بچ نہ سکا اور اس طرح اللہ کی نافرمان قوم اپنے بدترین انجام کو پہنچ گئی۔

قوم فرعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا جس نے ہر طرف تباہی مچا رکھی تھی۔ اس کا یہ حال تھا کہ جہاں اس کا لشکر جاتا وہ اتنا بڑا لشکر ہوتا تھا کہ بڑے سے بڑے میدان میں جیسے میخیں ہی میخیں گڑی ہوئی ہیں یا جب وہ کسی کو سزا دیتا تو اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میخوں سے جکڑ دیتا غرضیکہ ملک میں ہر طرف فرعون اور اس قوم کا ظلم و ستم اور اللہ کی نافرمانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ تب اللہ نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو معجزات دے کر بھیجا۔

حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ اور معجزات کے ذریعہ اس کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے غرور و تکبر اور حکومت و سلطنت پر ناز کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی ہر بات کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی قوم کو یقین دلاتا تھا کہ موسیٰ ایک جادوگر ہیں جو اپنے جادو کے زور سے اس سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ آخر کار اللہ کا فیصلہ آگیا۔ فرعون اور آل فرعون کو سمندر میں غرق کر کے اس طرح مٹا دیا گیا کہ اس قوم اور سلطنت کا وجود تک مٹ گیا اور اللہ نے فرعون کے جسم کو باقی رکھ کر عبرت کا نشان بنا دیا۔

وہی فرعون جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلاتا تھا اور عظیم سلطنت کے ذریعہ حکمرانی کرتا تھا آج اس کا لاشہ یعنی مردہ جسم ایک ڈبے میں بند نمائش کے لئے رکھا ہوا ہے اور اس کی بے بسی کا ماتم کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تین عظیم الشان سلطنتوں اور ان کی نافرمان قوموں کو تباہ کر کے دنیا کو بتا دیا کہ دنیا میں کسی ظالم و جابر کو فلاح نہیں مل سکتی۔

فرمایا کہ جب ظالم مظلوموں پر ظلم کرتا ہے تو اس وقت وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس پر اللہ کا کوڑا بھی برس سکتا ہے۔ وہ تو اپنے مال و دولت اور سلطنت پر ناز کرتے ہوئے یہ کہتے نہیں تھکتا کہ اگر میں محنت نہ کرتا تو آج میں اس طرح عیش کے ساتھ زندگی نہ گذار سکتا۔ ذراسی دولت پر وہ اترانے لگتا ہے اور اگر اس پر تنگ دستی یا مال و دولت میں کمی آجاتی ہے تو وہ شکوے کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ مجھے تو ساری دنیا میں اللہ نے ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہے وہ سب کی سنتا ہے میری ہی نہیں سنتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کسی کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا بلکہ یہ تو خود انسان کے اپنے وہ اعمال ہوتے ہیں جو اس کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ مثلاً بے باپ کے بچوں پر شفقت کرنے کے بجائے تم بھی تو ان کا خیال نہیں کرتے۔ محتاج اور ضرورت مند ایڑیاں رگڑ کر مر جاتا ہے مگر تم اس کی فکر نہیں کرتے نہ اس کو کھانا کھلاتے ہو اور نہ کسی کو اس کے حال زار کی طرف متوجہ کرتے ہو۔

مرنے والا جو کچھ چھوڑ جاتا ہے تمہاری کوشش ہوتی ہے کہ عورتوں کو اور ان کے جائز وارثوں کو میراث سے محروم کر کے خود ہی سب کچھ سمیٹ لو یعنی مردوں کا مال کھا جانے میں بھی تم شرم نہیں کرتے اور پھر تم کہتے ہو کہ اللہ نے تمہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے۔ مال و دولت سے محبت کا یہ حال ہے کہ تمہیں دنیا کی دولت اور مال کی ہوس اور لالچ نے اندھا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم آج بے انصافی کر سکتے ہو لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب زمین و آسمان کو کوٹ کوٹ کر اس طرح برابر کر دیا جائے گا کہ اس میں میدان حشر قائم ہوگا اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

اس دن اللہ اپنی شان کے مطابق نزول فرمائیں گے فرشتے ہیبت سے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ جہنم کو سامنے لایا جائے گا اس دن ان جیسے لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ ان سے دنیا کی زندگی میں کتنی بھیانک غلطیاں ہوئی ہیں۔

وہ شرمندگی اور ندامت کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں گے کہ کاش ہم اللہ کے پیغمبروں کی ہر بات مان لیتے لیکن اس

وقت شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس دن اللہ سے زیادہ کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور نہ اس جیسا کوئی سخت گرفت کرنے والا ہوگا۔

لیکن وہ آدمی جس نے پوری زندگی اس یقین اور قلبی اطمینان کے ساتھ گذاری ہوگی کہ اللہ کے نبی جو بھی دین لائے تھے وہ برحق ہے۔ انہیں جو حکم دیا گیا انہوں نے اس کی تعمیل کی جس چیز سے روک دیا وہ اس سے رک گئے۔ اللہ کے راستے میں جس قربانی کی ضرورت پڑی اس میں وہ بے خطر کود پڑے اور ہر تکلیف کو بڑے صبر وتحمل سے برداشت کیا ایسے نفس مطمئن سے کہا جائے گا کہ تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کر آ کہ تو جس طرح پوری زندگی اپنے اللہ سے راضی رہا آج وہ تجھ سے پوری طرح راضی ہے۔ اس نفس سے کہا جائے گا کہ چلو اللہ کے خاص بندوں میں شامل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۰

البَلَد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت نمبر	90
رکوع	1
آیات	20
الفاظ وکلمات	82
حروف	331
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے "بلد امین" یعنی مکہ مکرمہ جیسے محترم شہر کی، فتح مکہ کی خوش خبری کی، حضرت آدمؑ اور اولاد آدمؑ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مقصد زندگی اخلاق کی بلندیوں تک پہنچنے اور دنیا و آخرت میں کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے بے انتہا ایثار و قربانیوں اور محنت و مشقت سے کام لینا ہے۔ اسے نفسانی خواہشوں اور اخلاقی پستیوں کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اخلاقی عظمتوں اور بلندیوں کو حاصل کرنا کسی پہاڑ کی وادیوں پر چڑھنے کا اور عزم و ہمت کا دوسرا نام ہے۔ ایک مشکل اور کٹھن راستہ ہے جس میں قدم قدم پر اپنی وقتی نفسانی خواہشات اور تمناؤں کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، غلاموں کی دستگیری، ضرورت مندوں کی امداد و اعانت اور ان لوگوں سے ہمدردی کا معاملہ کرنا پڑتا ہے جنہیں حالات نے بری طرح کچل کر مٹی میں ملا دیا ہو۔ حق و صداقت کی سر بلندی کے لئے خود صبر کرتے ہوئے دوسروں کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ کی مخلوق پر رحم و کرم کرتا ہے اور دوسروں کو اس پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ یہ کانٹوں بھرا راستہ ضرور ہے مگر آخرت کی حقیقی کامیابی اور نجات کا دار و مدار بھی اسی پر ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اپنا مقصد زندگی بھلا کر اخلاقی گراوٹ اور کردار کی پستیوں کو زندگی سمجھ بیٹھے ہوں جو اپنی نفسانی لذتوں اور خواہشات کی دلدل میں پھنس گئے ہوں جن کے ہر کام میں دکھاوا، ریاکاری، منافقت، جھوٹ، دھوکہ دہی اور سستی شہرت حاصل کرنے کا جذبہ رچ بس گیا ہو ہر سچائی کو ٹھکرانا جن کا مزاج بن گیا ہو وہ دنیاوی اعتبار سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہو جائیں ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستوں کا انجام وضاحت سے ارشاد فرما دیا ہے۔ اب یہ ہر شخص کا اپنا اختیار ہے کہ وہ اخلاق و کردار کی بلندی کو اختیار کرتا ہے یا اخلاق و کردار کی پستی اور گراوٹ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی بات کو سورۃ البلد میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم کھاتا ہوں جو آپ کے لئے (جنگ کے واسطے) حلال ہونے والا ہے۔ باپ اور بیٹے

(حضرت آدم اور نسل انسانی) کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم نے انسان کو محنت ومشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کیا اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے میں نے (دنیا دکھاوے کے لئے) ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا ہے (مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے)۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور اس کو ہدایت وگمراہی کے دونوں راستوں کے متعلق کھول کر بیان نہیں کیا؟ مگر اس نے دشوار گذار اور کٹھن گھاٹی سے گذرنے کی ہمت نہ کی۔ کیا تمہیں معلوم ہے وہ دشوار ترین مشکل اور کٹھن گھاٹی کون سی ہے؟ کسی کی گردن (غلامی یا قرض سے) چھڑا دینا، فاقے کے دن کسی قریبی اور رشتہ دار یتیم بچے کو یا اس کو جو حالات میں خاک نشین بن گیا ہو کھانا کھلانا ہے۔ مشکل گھاٹی یہ ہے کہ آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو ایمان لائے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر دلانے اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے کی تلقین کی۔ جو ایسا کریں گے وہ آخرت میں داہنے ہاتھ والے یعنی نجات پانے والوں میں سے ہوں گے۔ لیکن جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کریں گے وہ بائیں ہاتھ والے ہیں یعنی جہنم میں ڈالے جانے والے۔ ایسی جہنم کی آگ جو ان پر چاروں طرف سے چھا جانے والی ہوگی۔

سورة البلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۫ۖ﴿۱۱﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

وقف لازم

ع ۱ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ اور آپ کو اس شہر میں جنگ حلال ہونے والی ہے۔

میں باپ اور بیٹے (آدمؑ واولاد آدمؑ) کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم نے انسان کو بڑی

مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس پر قابو نہ پاسکیں گے۔

کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں اور کیا ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔

اور کیا ہم نے اسے دونوں راستے (خیر اور شر کے) نہیں دکھائے۔ پھر وہ (کم ہمت آدمی) اس گھاٹی سے ہو کر نہ نکلا۔

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ کسی کی گردن کو (قرض سے، غلامی سے) چھڑا دینا ہے یا بھوک کے دن کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک میں مل جانے والے مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔

پھر وہ ان لوگوں میں سے بھی نہ ہوا جو ایمان لائے اور جو ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اللہ کی مخلوق پر) رحم و کرم کرنے کو کہتے رہے۔

یہ لوگ داہنے بازو والے ہیں۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہ بائیں بازو والے ہیں۔ ان پر چاروں طرف سے آگ مسلط ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۰

هٰذَا الْبَلَدِ	یہ شہر۔ (مکہ مکرمہ)
حِلٌّ	حلال ہے
كَبَدٌ	مشقت۔ مصیبت
اَهْلَكْتُ	میں نے خرچ کیا ہے
مَالًا لُّبَدًا	ڈھیروں مال
عَيْنَيْنِ	دو آنکھیں

شَفَتَيْنِ	دو ہونٹ
اَلنَّجْدَيْنُ	دو راستے
اِقْتَحَمَ	وہ داخل ہو گیا
اَلْعَقَبَةُ	گھاٹی
فَكُّ رَقَبَةٍ	گردن چھڑانا۔ (غلاموں کو آزاد کرنا)
ذِيْ مَسْغَبَةٍ	بھوکا۔ بھوک والا
ذَامَقْرَبَةٍ	رشتہ دار
ذَامَتْرَبَةٍ	جو خاک میں مل جانے والا ہے
نَارٌ مُّؤْ صَدَةٌ	آگ جو اوپر سے بند کی گئی ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

سورت بلد کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے

اس سورت میں اللہ نے "بلد" یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو اس شہر میں قتال کرنا حلال ہونے والا ہے۔ باپ اور اولاد یعنی حضرت آدمؑ اور ان کی تمام اولاد کی قسم ہم نے انسان کو عیش و عشرت کے لئے نہیں بلکہ نہایت مشقت و محنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسے اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس پر کسی کو اختیار نہیں ہے اور کوئی اس کی نگرانی نہیں کر رہا ہے۔ لوگوں پر رعب جمانے کے لئے کہتا ہے کہ میں نے بہت مال خرچ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا ہم نے اسے دیکھنے کے لئے دو آنکھیں، اظہار بیان کے لئے زبان اور کنٹرول میں رکھنے کے لئے دو ہونٹ عطا نہیں کئے۔ اور کیا ہم نے اس کو خیر و شر کے دونوں راستے نہیں دکھائے؟ ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس دشوار گذار گھاٹی کے پار اتر کر کسی کی گردن چھڑا دیتا، جو فقر و فاقہ سے بے حال ہے اس کو کھانا کھلا دیتا، کسی رشتہ دار یتیم (بے باپ کے) بچے کو یا کسی ایسے مسکین محتاج آدمی کو کھانا کھلا دیتا

جس آدمی کو حالات نے مٹی میں ملا دیا ہے۔ وہ ان میں سے ہو جاتا جو ایک دوسرے کو ایمان پر پابندی اور اللہ کی مخلوق پر رحم وکرم کرنے کی ہدایت ورہنمائی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا جن کے داہنے ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا لیکن یہ تو ان لوگوں میں سے ہو گیا جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ان لوگوں میں سے ہو گیا جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور اس جہنم میں ڈالا جائے گا جس کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا۔

اس سورت کے چند الفاظ کی وضاحت یہ ہے

﴿ هٰذ االْبَلَد ۔ یہ شہر﴾ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اسی کو سورۃ التین میں **هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْن** فرمایا ہے۔ یعنی وہ شہر جو امن وسلامتی کا گہوارہ ہے۔ عرب کی تاریخ گواہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ جانوروں، درخت اور پودوں تک کے لئے امن وسلامتی کی ضمانت رہی ہے۔ عرب میں دین اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے جب سارا عرب جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا کفر وشرک اور بت پرستی عام تھی اس وقت بھی مسجد الحرام میں کسی جانور کو ستانا، اس کے قریب حرم میں شکار کھیلنا اور بلا ضرورت درختوں کو کاٹنا حرام اور برا سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بنو قریش جو حرم کے رکھوالے کہلاتے تھے اس زمانہ میں جب ہر طرف لوٹ مار، قتل وغارت گری اور بدامنی عام تھی ان کو کوئی قبیلہ اس لئے نہیں ستاتا تھا کہ وہ "حرم والے ہیں"، لیکن یہ بھی تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور آہستہ آہستہ بہت سے سعادت مندوں نے آپ کا دامن تھام لیا اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے تو وہی لوگ جو سرزمین حرم کو امن وسلامتی کا گھر کہتے تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر وہ ظلم کئے کہ ان کے ذکر سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کو اتنی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں اور آپ کو قتل کرنے کی نہ صرف سازش کی گئی بلکہ اس کے لئے عملی قدم بھی اٹھا لیا گیا تب اللہ کے حکم سے صحابہ کرامؓ اور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کی مقدس ومحترم سرزمین کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محترم شہر کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! سرزمین کعبہ نہایت محترم ہے اور امن وسلامتی کی سرزمین ہے اس میں قتال کرنا جائز نہیں ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک دن کے لئے آپ کو قتال کرنے کی اجازت ہو گی تا کہ دین کی سچائیوں کو قائم کرنے اور ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کی جدوجہد کی جاسکے۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! بے شک اللہ نے جس دن سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اسی دن سے مکہ مکرمہ کو محترم بنایا ہے۔ قیامت تک وہ حرام اور محترم رہے گا۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون

بہائے، نہ کسی کے لئے درخت کاٹنا جائز ہے۔ مکہ نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ اور میرے لئے صرف اس ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا تا کہ مکہ والوں کی نافرمانی پر ان کو سزا دی جاسکے۔ خوب غور سے سن لو کہ اس کی حرمت پھر وہی ہوگئی ہے جیسی کہ پہلے تھی۔ تم میں سے جو موجود ہے وہ میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے کہہ دینا کہ بے شک اللہ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کردیا تھا لیکن تمہارے لئے حلال نہیں ہے"۔

نبی کریم ﷺ کو بھی یہ شہر بہت محبوب تھا چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے دن مکہ شہر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اللہ کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کردیا گیا ہوتا تو میں اس سرزمین سے کبھی نہ نکلتا"۔ (ترمذی)

﴿ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔ باپ اور بیٹا﴾ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدمؑ ہیں جو ہم سب کے باپ ہیں اور ولد سے ان کی ساری اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت آدمؑ اور ابتدائے کائنات سے قیامت تک جتنے لوگ آچکے ہیں یا آئیں گے تمام بنی نوع انسان کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ انسان مشکلات اور پریشانیوں میں گھرا ہوا اور محنت و مشقت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ یقیناً ہم نے انسان کو "کبد" میں پیدا کیا ہے﴾ کبد کے معنی محنت، مشقت، مشکلات اور پریشانیوں کے آتے ہیں یعنی انسان کو اللہ نے صرف عیش و آرام اور مزے اڑانے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ محنت، مشقت اور بہتر کام کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ "کبد" کے معنی "الجھنوں میں پھنسا ہوا" کے بھی آتے ہیں یعنی انسان ساری زندگی کسی نہ کسی الجھن اور مشکل میں گھرا رہتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

قید حیات بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

جب تک قید حیات ہے یعنی زندگی کی ڈور بندھی ہوئی ہے اس وقت تک "بند غم" یعنی غموں کا سلسلہ بھی جاری ہے؟

انسان پوری زندگی جس سکون کی تلاش میں رہتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ ایک وقت میں خوشی ملتی ہے تو دوسرے لمحے کوئی

نہ کوئی فکر الجھن یا غم اس کو آ کر گھیر لیتا ہے۔ کیونکہ اس دنیا کی خوشی اور غم دونوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اصل خوشی تو آخرت میں ہی نصیب ہوگی۔ وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں جو اس دنیا میں بھی پوری زندگی بے چین و بے قرار رہے اور آخرت میں بھی انہیں سکون نصیب نہ ہوگا۔ درحقیقت ایمان اور عمل صالح ہی سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو انسان کو ابدی زندگی کا سکون دلائے گا۔

﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَد''۔ کیا وہ (انسان) یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کا بھی اختیار نہیں ہے ﴾

انسان کی سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ بھی عیاریاں اور مکاریاں کر رہا ہوں اس پر گرفت کرنے کا کسی کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے جو جب چاہے آدمی کی ساری بازی کو الٹ کر پھینک دے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

﴿ یَقُوْلُ اَهْلَکْتُ مَا لاً لُّبَدًا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت مال لٹایا ہے ﴾ یعنی دنیا میں سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ کتنا بڑا آدمی ہے جو اس طرح مال و دولت لٹا رہا ہے۔ اس طرح وہ سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے نفس کو دھوکا دینے کے لئے مال خرچ کرتا ہے جس کا مقصد محض دکھاوا اور ریاکاری ہے جس کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اصل مال تو وہ ہے جو انسان اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرتا ہے۔

﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَه' عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ﴾

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں دی ہیں ان میں دیکھنے بھالنے کے لئے دو آنکھیں، اظہار بیان کے لئے زبان اور زبان کو قابو میں رکھنے کے لئے دو ہونٹ بنائے ہیں تاکہ انسان سچائی کو دیکھ کر اس پر ایمان لائے۔ زبان سے سچائی کا اقرار کرے اور ہونٹوں سے بھی ادا کرے۔

﴿هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۔ ہم نے اس کو (خیر اور شر) دونوں راستوں کی رہنمائی عطا کی ﴾ یعنی ہم نے ہر انسان کو اس قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے ذریعہ ہر خیر و فلاح اور شر و فساد کے درمیان فرق پیدا کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحتیں عطا کی ہیں تاکہ سوچ سمجھ کر اپنے لئے وہ بہتر راستہ منتخب کر سکے جو اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب کرنے والا اور اس کو اخلاق کی بلندیوں تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن اخلاق کی عظمتوں اور بلندیوں پر پہنچنے کا ہر راستہ ایک گھاٹی یعنی دشوار گذار راستے سے نصیب ہوتا ہے۔ چونکہ انسان سہل پسند ہے اس لئے وہ مشکل راستہ کی طرف نہیں جاتا۔

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ پھر وہ دشوارگذار راستے کی طرف بڑھنے کی ہمت کیوں نہیں کرتا ﴾ فرمایا کہ انسان کی یہ کم ہمتی کی دلیل ہے کہ وہ دشوار راستے کو پسند نہیں کرتا حالانکہ وہی راستہ تو ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت میں اعلیٰ ترین مقام دلواتا ہے۔

ایک آدمی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے خوب اپنا مال لٹاتا ہے تاکہ ہر شخص پر اس کا رعب بیٹھ جائے اور اس کا ہر طرف ڈنکا بجنے لگے لیکن اس کے برخلاف دوسرا وہ شخص ہے جو خاموشی سے دوسروں کی مدد کرتا ہے اس کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی ہوتا ہے۔ پہلا راستہ آسان ہے لیکن دوسرا راستہ کسی پہاڑ پر چڑھنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی گھاٹی کو پار کر رہا ہے۔

اس راستے میں نفس اور شہرت پسندی کے جذبے کی قربانی دینی پڑتی ہے کیونکہ یہاں نفس کی مخالفت اور شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جس نے اللہ کی رضا کے لئے اس گھاٹی کو پار کر لیا وہ آخرت کی تمام گھاٹیوں کو نہایت آسانی سے طے کر لے گا۔ وہ چند چیزیں یہ ہیں

(۱)۔ کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے، کسی قیدی کو رہائی دلوادی جائے، کوئی قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے اس سے اس کی گردن چھڑادی جائے۔

(۲)۔ جب لوگ بھوک سے بے تاب ہوں تو ان بھوکوں کے لئے کھانے پینے کا معقول بندوبست کر دیا جائے۔

(۳)۔ بے باپ کے یتیم بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر اس کی ضروریات کو پورا کیا جائے اگر وہ رشتہ دار بھی ہو تو دوگنا اجر حاصل کیا جائے۔

(۴)۔ کسی ایسے غریب، مسکین، ضرورت مند، پریشان حال آدمی کی پریشانی دور کی جائے جس کو حالات نے پچھاڑ کر بے بس کر دیا ہو اور اس کی عزت خاک میں مل گئی ہو۔

(۵)۔ اسی طرح جب حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے انتہائی پریشان ہو جائیں تو اس وقت ایک دوسرے کی ڈھارس بندھانے کے لئے صبر کی تلقین کی جائے اور صبر دلایا جائے۔

(۶)۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم و کرم کی تلقین کی جائے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ایک مومن کا دوسرے مومن پر حق ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے جس کو پار کر جانے والے ہی اخلاق کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں۔

دین اسلام وہ ہے جس نے غلاموں کو آزادی کی نعمت دلا کر ان کو انسانی حقوق دلائے ہیں اور غلام آزاد کرنے کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اسی لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا سے غلامی کبھی ختم نہ ہوتی اور دنیا میں ہزاروں سال

گذرنے کے باوجود غلامی اسی طرح رائج رہتی۔ آپ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت سے فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے نجات دلائیں گے۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، اور شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ۔ (بخاری مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

اسی طرح فرمایا مسکینوں محتاجوں، ضرورت مندوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کے لئے جدوجہد کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں بھاگ دوڑ کرنے والا۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہتا ہے اور آرام نہیں کرتا اور جو مسلسل روزے رکھتا ہے اور کبھی روزہ نہیں چھوڑتا۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے داہنے ہاتھ میں ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے یعنی جنت میں داخل کئے جائیں گے لیکن جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہ ایسے بدنصیب لوگ ہوں گے جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے اور ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمَّ

سورۃ نمبر ۹۱

الشَّمْس

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الشمس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	91
رکوع	1
آیات	15
الفاظ وکلمات	54
حروف	247
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان دن رات ان چیزوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور یکساں نہیں ہیں تو پھر وہ اس حقیقت سے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیتا ہے کہ برائی اور نیکی کا انجام بھی ایک جیسا نہیں ہوسکتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اس کے رسول کی تعلیم کو جھٹلاتے اور اس کا کہنا نہیں مانتے ان کا انجام ان جیسا کیسے ہوسکتا ہے جو اللہ و رسول کے فرماں بردار اور نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ لوگ اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی بات مان کر ان کی اطاعت کر لیتے اور وہ اونٹنی جو ان کی فرمائش پر ایک معجزہ کے طور پر دی گئی تھی اس کو قتل نہ کرتے تو ان کو دین و دنیا کی ساری سربلندیاں عطا کر دی جاتیں مگر انہوں نے تو نافرمانیاں کر کے اپنی تباہی کا سامان کیا اور بری طرح ہلاک کر دیئے گئے۔

ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں بیان فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے سات ایسی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ سورج ہو اور دھوپ اور چمک نہ ہو۔ چاند ہو اور وہ سورج کے چھپ جانے کے بعد چمکتا نہ ہو۔ دن ہو اور روشن نہ ہو، رات ہو اور تاریک نہ ہو، آسمان ہو اور بلند نہ ہو، زمین ہو اور پست نہ ہو، نفس انسانی ہو اور وہ خیر و شر کا مجموعہ نہ ہو اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جس آدمی نے اپنے آپ کو روحانی اعتبار سے پاک کر لیا ہو وہ کامیاب نہ ہو اور جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے نیچے دبا لیا ہو وہ ناکام نہ ہو۔

قوم ثمود کی مثال دیتے ہوئے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے احکامات سے سرکشی کی یعنی ان کی کسی بات کو نہ مانا اور ہمیشہ ان کو جھٹلایا۔ جب ان کی قوم کا ایک ظالم شخص اس اونٹنی کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا جو اس قوم کو ان ہی کے مطالبہ پر معجزاتی طور پر عطا کی گئی تھی جب کہ حضرت صالح نے صاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ دیکھو اس اونٹنی کو بری نیت سے ہاتھ مت لگانا اور جب وہ اپنی باری پر تمہارے کنویں سے پانی پیئے تو اس میں رکاوٹ مت ڈالنا مگر اس قوم کی مرضی سے ایک شخص اٹھا اور اس نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس وقت اسے یا قوم کو ذرا بھی اللہ کا خوف نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اللہ کا عذاب آیا جس نے ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور آج ان کی بلڈنگیں کھنڈر بن کر نشان عبرت بنی ہوئی ہیں۔

تعارف سورۃ الشمس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا ۝۸ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا ۝۱۰ كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰهَآ ۝۱۱ اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوۡهُ فَعَقَرُوۡهَا ۙ فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا ۝۱۵

ع ۱ ۵ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے بعد آئے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن ہو جائے اور قسم ہے رات کی جب وہ (سورج کو چھپا لے) چھا جائے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو (بلند) کیا اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اس کو بچھایا۔ اور قسم ہے نفس انسانی کی اور اس کی جس نے اس کو ٹھیک بنایا۔ پھر اس کو گناہوں اور پرہیز گاری کا الہام کیا۔ بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا (تزکیہ نفس کیا)۔ اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اس کو (یعنی نفس کو) اپنی خواہشوں کے نیچے دبا دیا۔ قوم ثمود نے اپنی سرکشی (ضد، ہٹ دھرمی) کی وجہ سے جھٹلایا جب ان میں سب سے بدبخت (آدمی اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے) اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر (جب کہ) رسول قوم کے لوگوں سے کہہ چکے تھے کہ (دیکھو) یہ

اونٹنی اور اس کا پانی پینا ایک نشانی ہے۔لیکن پھر بھی ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔انہوں نے اونٹنی کو ذبح کر ڈالا۔ پھران کے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا اور سب پر یکساں (نازل) ہوا۔اور وہ قوم اپنے انجام پر ذرا پریشان (اور شرمندہ) نہ ہوئی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

ضُحٰی	چڑھتی دھوپ
تَلٰی	پیچھے آیا
جَلّٰی	روشن ہو گیا
یَغْشٰی	وہ چھا گیا
طَحٰی	پھیلا دیا
اَلْهَمَ	اس نے الہام کیا۔اندر ڈالا
دَسّٰی	جس نے (خواہشات کے نیچے) دبادیا
طَغْوٰی	نافرمانی کی
اِنْبَعَثَ	اٹھ کھڑا
اَشْقٰی	سب سے زیادہ بدنصیب
نَا قَةُ اللّٰهِ	اللہ کی اونٹنی
عَقَرُوْا	انہوں نے ٹانگیں کاٹ دیں
دَمْدَمَ	تباہی پھیلادی
عُقْبٰی	انجام۔نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قرآن کریم میں عام طور پر تمام وہ چیزیں جنہیں آدمی دن رات کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے چاند، سورج، ستارے، ہوائیں، فضائیں، نباتات، پرندے اور انسان کا اپنا نفس جس پر وہ خود گواہ ہے ذہن نشین کرانے کے لئے قسمیں کھا کر بیان کیا جاتا ہے تا کہ ہر شخص ان پر غور وفکر کر کے سچائی تک پہنچ سکے۔ اس سورت میں سات مختلف اور ایک دوسرے کے مقابل چیزوں کی قسم کھا کر بتایا گیا ہے کہ جب دو چیزیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک جیسی نہیں ہیں تو نیکی اور برائی کا انجام ایک جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟ دھوپ اور چھاؤں، روشنی اور اندھیرا، رات اور دن، آسمان اور زمین، خیر اور شر جب دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو کامیاب اور ناکام، اطاعت گذار اور نافرمان، جنتی اور جہنمی ایک جیسے کیسے ہوسکتے ہیں اور دونوں کا انجام ایک جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟

سورۃ الشمس میں سات چیزوں کی قسم کھا کر اس بات کو ایک نئے اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔ جیسے یہ ناممکن ہے کہ سورج ہو اور اس کی دھوپ نہ ہو، چاند ہو اور وہ سورج کے بعد نہ آئے، دن ہو اور روشن نہ ہو، رات ہو اور تاریک نہ ہو، زمین ہو اور پست نہ ہو، نفس ہو اور خیر وشر کا مجموعہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جس نے اپنا تزکیہ کر لیا (صفائی و پاکی حاصل کر لی ہو) وہ کامیاب نہ ہو اور جس نے اپنے نفس کو (خواہشوں اور بے جا تمناؤں کے نیچے) دبا لیا ہو وہ ناکام نہ ہو۔

قوم ثمود جو نافرمانیوں میں حد سے باہر نکل گئی تھی۔ ایک ظالم شخص نے قوم کی رضا مندی کے مطابق جب اس اونٹنی کو ذبح کر دیا جو ان کے مطالبے پر معجزہ کے طور پر عطا کی گئی تھی جب کہ حضرت صالحؑ کہتے رہ گئے کہ دیکھو یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے تمہیں دی گئی ہے اس کو اپنی باری پر پانی پینے سے مت روکو ورنہ اللہ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ مگر پوری قوم نے حضرت صالح کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی اتنی ترقی یافتہ، خوش حال اور پہاڑوں کو تراش کر عظیم الشان اور بے مثال بلڈنگیں بنانے والی قوم جس نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ کی بات نہ مان کر اپنے تزکیہ نفس سے غفلت برتی اس طرح دنیا سے مٹ گئی کہ آج نہ ان کی دولت رہی نہ تہذیب وتمدن اور ان کے چھوڑے ہوئے کھنڈرات عبرت کا نشان بن کر رہ گئے ہیں۔ اگر وہ قوم اپنے پیغمبر کی بات مان کر اپنے دلوں کو پاک صاف کر لیتی یعنی تزکیہ نفس کر لیتی تو اللہ اس سے زیادہ ان کو دنیا کی دولت عطا کر دیتا اور قیامت کے دن ان کو سرخ رو کرتا مگر اس قوم نے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر لیا۔

یہ سورت اگر چہ بہت مختصر ہے مگر توحید اور آخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج کو اس میں پوری طرح سمیٹ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا تزکیہ نفس کرنے اور دین پر چلنے کو آسان فرمادے اور ہمارا انجام بخیر فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۲

اللَّیْل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	92
رکوع	1
آیات	21
الفاظ وکلمات	71
حروف	310
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس دنیا میں جو دارالعمل ہے ہر انسان کی کوشش، جدوجہد اور عمل اسی طرح بہت مختلف ہے جس طرح دن اور رات، نر اور مادہ مختلف ہیں۔

ایک آدمی اللہ، اس کے رسول اور رسول کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لا کر فرماں برداری، تقویٰ، پرہیزگاری، نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ دوسرا آدمی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہوئے ہر سچی بات کو جھٹلاتا ہے، گناہوں بھری زندگی اور ظلم وستم کا راستہ اختیار کر کے مال ودولت کمانے میں لگا رہتا ہے۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ آدمی جس راستے پر چلنا چاہتا ہے وہ اس کو اسی راستے کی آسانیاں دیتا چلا جاتا ہے۔ نیکی اور بھلائی کا راستہ منتخب کرنے والوں کو سیدھے سچے راستے کی توفیق اور آسانی عطا کر دی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو اللہ ورسول کے نافرمان، گناہوں بھری زندگی کا راستہ چن لیتے ہیں ان کو سخت راستوں کی آسانیاں دیدی جاتی ہیں۔ ان کو زندگی بھر نیکیوں پر چلنے والے ناگوار اور برے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں کا انجام یکساں اور ایک جیسا نہیں ہے۔ جہاں نیکی پر چلنے والوں کے لئے جنت کی راحتیں، اللہ کی رضا وخوشنودی اور آخرت کی کامیابی عطا کی جاتی ہیں وہیں گناہ آلود زندگی گذارنے والوں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ جھلستے ہی رہیں گے۔ وہ مال ودولت جس کے پیچھے انسان زندگی بھر بھاگتا رہا ہے موت آنے کے بعد وہ اس کے کیا کام آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ راستہ دکھانا ہمارا کام تھا۔ دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب یہ انسان کا اپنا کام ہے۔ اسی اختیار پر اللہ کے ہاں سارے فیصلے کئے جائیں گے۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الیل میں ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس رات کی قسم جو ہر چیز کو اپنے اندر ڈھانپ لیتی اور چھپا لیتی ہے۔ اس دن کی قسم جو ہر چیز کو روشن کر دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے کہ تم سب لوگوں کی کوششیں اور جدوجہد بہت مختلف ہیں۔ جس نے اللہ

کے راستے میں اپنا مال خرچ کیا۔ اللہ کی نافرمانیوں سے بچتا رہا اور ہر نیک اور بھلی بات کو اس نے سچ مانا اس کو ہم راستے کی سہولتیں (توفیق) عطا کرتے چلے جائیں گے لیکن جس نے کفر کیا، بے نیازی دکھائی اور ہر بھلی بات کو جھٹلایا اس کو بھی ہم تنگ راستے کی سہولتیں دیدیں گے یعنی اس کو نیکی اور بھلائی کی توفیق ہی نصیب نہ ہوگی اور وہ مال و دولت کمانے میں مگن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا ہے کہ جب اس کو موت آجائے گی تو آخر یہ مال و دولت اس کے کس کام آئے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راستہ دکھانا ہمارا کام تھا۔ ہم ہی دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں۔ اگر تم نے گناہوں بھری زندگی اور نافرمانی اختیار کی تو تمہارے لئے ایسی جہنم کی آگ تیار کر دی گئی ہے جس میں تم ہمیشہ ہی جھلستے اور جلتے رہو گے اور یہ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی اور بدبختی ہوگی۔

فرمایا لیکن ان لوگوں کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے برتر و اعلیٰ پروردگار کی رضا و خوشنودی کے کام کرتے ہیں اور ان کے ذمے کسی کا احسان نہیں تھا کہ وہ اس کا بدلہ اتار رہے ہیں وہ اپنے دل کی خوشی سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو جنت کی ایسی راحتیں عطا فرمائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔

سُورَۃُ اللَّیْل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ③ اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ④ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ⑥ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ⑨ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ⑩ وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ⑪ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ⑫ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ⑬ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ⑭ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ⑮ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ⑯ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ⑰ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ⑱ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ⑳ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ㉑

ع ۱ ۲۱ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۱

اور میں قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ چھا جاتی ہے۔

اور دن کی قسم جب وہ خوب روشن ہو جاتا ہے۔

اور اس کی قسم کہ جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہوتی ہیں۔

پھر بہر حال جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور وہ اللہ سے ڈرا اور بھلائی کی ہر بات کی تصدیق کی۔

ہم اس کو آسانیاں عطا کر دیں گے۔

اور جس نے کنجوسی اور بے پروائی اختیار کی اور بھلائی کی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو ایسا سامان دیدیں گے جو اس کو تکلیف دینے والا ہوگا۔

اور جب وہ ہلاک اور برباد ہونے لگے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آسکے گا۔

بلا شبہ راستہ دکھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اور بے شک دنیا اور آخرت ہمارے اختیار (قبضہ) میں ہے۔

پھر ہم نے تمہیں ایک بھڑکتی آگ سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس میں سوائے اس بدنصیب شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

نیک اور متقی شخص اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا۔

جس نے اپنا مال اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے دیا۔

اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا جس کا بدلہ اسے دینا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے بلند و برتر رب کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے اور البتہ وہ بہت جلد (آخرت کی نعمتیں پا کر) خوش ہو جائیگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۱

شَتّٰی	مختلف۔ الگ الگ
نُيَسِّرُ	ہم آسان کر دیں گے

اَلْعُسْرٰی	تنگی
تَرَدّٰی	وہ نیچے گرا
تَلَظّٰی	بھڑک دار
یُجَنَّبُ	بچ جائے گا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۱

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رات، دن، نراور مادہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس طرح رات دن سے اور نر مادہ سے الگ اور مختلف چیزیں ہیں اسی طرح دنیا میں جتنے بھی انسان، ان کے گروہ اور قومیں ہیں وہ اپنے عمل اور کوششوں میں بہت مختلف ہیں۔ رات کے وقت دن کا تصور اور دن میں رات کا تصور ممکن نہیں ہے۔ نر مادہ نہیں ہوسکتا اور مادہ نر نہیں ہوسکتی اسی طرح نیکی اور برائیوں پر چلنے والے بھی اپنے انجام کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوسکتے۔

ایک وہ شخص ہے جو نہایت خلوص اور اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ ہر نافرمانی سے دور رہ کر فرماں برداری کا پیکر ہے۔ جو ہر ایک بھلائی اور سچائی کی تصدیق کرتا ہے۔ اسے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی سہولتیں عطا کی جاتی ہیں۔

دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کے بندوں پر اپنا مال خرچ کرنے میں کنجوسی اور بخل سے کام لیتا ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے اللہ سے منہ پھیر کر چلتا ہے اور ہر بھلائی اور سچائی کو جھٹلانا جس کا مزاج بن چکا ہے جس کی وجہ سے اس سے بھلائی کے راستے پر چلنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ کیا یہ دونوں ایک جیسے ہیں کیا ان کا انجام یکساں ہے؟ کبھی نہیں۔ ان دونوں کا انجام یکساں اور برابر نہیں ہوسکتا یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے رات کو دن اور نر کو مادہ کہہ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے نافرمان شخص سے پوچھا ہے کہ دنیا کی زیب و زینت، مال و دولت اسی وقت تک کام آسکتے ہیں جب تک زندگی کی یہ ڈور بندھی ہوئی ہے لیکن جب موت آجائے گی اور دنیا سے ہر سلسلہ کٹ جائے گا اس وقت یہ سب چیزیں تیرے کیا کام آئیں گی؟

اللہ جو دونوں جہانوں کا مالک ہے اس نے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کے ذریعہ خیر وشر کے ہر راستے کی وضاحت کر دی ہے۔ ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اب یہ انسان کا کام ہے کیونکہ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے سچائیوں سے انکار کیا اور ان سے اپنا منہ پھیرا اس کے لئے اللہ نے ایسی جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں ہر شخص جھلس کر رہ جائے گا۔

اور جس نے پاکیزگی نفس کے لئے اللہ کے بندوں پر اپنا مال خرچ کیا جس میں محض اللہ کی رضا و خوشنودی مقصود تھی وہ اپنا مال اس لئے خرچ نہیں کرتا تھا کہ اس پر لوگوں کا کوئی احسان تھا جس کا وہ بدلہ چکا رہا ہے بلکہ اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے خرچ کرتا تھا تو اس کو نہ صرف جہنم کی آگ سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کو اللہ اپنی رضا عطا فرمائیں گے اور دونوں جہانوں میں اتنا کچھ دیں گے جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۳

الضُّحٰی

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الضحیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورت نمبر	93
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	40
حروف	192
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ابتداء میں تیس چالیس دن تک وحی کا سلسلہ بند رہا پھر اس کے بعد لگا تار وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وحی بند ہونے کے بعد ایک طرف تو آپ پریشان تھے ادھر کفار مکہ کی طعن آمیز باتوں سے آپ بہت غمگین اور رنجیدہ تھے۔ وہ کہتے اے محمد ﷺ! کیا تمہارا رب تم سے ناراض ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہاں تک کہہ دیا "معلوم ہوتا ہے تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے" نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے دن کی تیز روشنی اور چمک، رات کے اندھیرے اور تاریکی کی قسم کھا کر فرمایا اے میرے حبیب ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ یعنی جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کا اندھیرا ہر طرف چھا جاتا ہے تو پھر اسی اندھیری رات سے ایک نئی صبح طلوع ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کچھ وقت کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو گیا تو اس سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی وحی نہ آئے گی۔ وقتی اندھیرے سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی روشنی نہ ہوگی بلکہ وہ صبح ضرور ہوگی اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل کر رہے گی۔ یہ تو اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے وحی کے سلسلہ کو وقتی طور پر روک لیا ہے تا کہ آپ کے اندر وحی الٰہی کے انوارات کو قبول کرنے کی مزید صلاحیت اور سہولت پیدا ہو جائے اور آپ آسانی سے وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے لئے ہر آنے والا دور پہلے دور سے اور موجودہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ بہتر ہوگی۔ یہ مشکلات کے بادل بہت جلد چھٹ جائیں گے۔ پھر اس کے بعد آپ پر اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اتنی زیادہ ہوگی کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ مزید تسلی دیتے ہوئے خاص طور پر تین نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یتیم تھے کیا اسی اللہ نے آپ کو سہارا نہیں دیا تھا؟ آپ حق کی تلاش اور جستجو میں تھے کیا اسی نے آپ کو راہ ہدایت نہیں دکھائی؟ آپ نادار تھے کیا اسی نے مال و دولت سے آپ کو بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟ یہ ساری نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ بے ماں باپ کے بچوں پر شفقت کیجئے کسی طرح کی سختی نہ کیجئے۔ اگر کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو جھڑکنے کے بجائے نرمی اختیار کیجئے۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کا ذکر اور شکر ادا کرتے رہیے۔

سُورۃُ الضُّحیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالضُّحٰىۙ ﴿۱﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ ﴿۳﴾ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰىؕ ﴿۴﴾ وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ ﴿۵﴾ اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰىؕ ﴿۸﴾ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾

ع ۱ / ۱۱ / ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

قسم ہے چڑھتے سورج کی روشنی کی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ پوری طرح چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا۔ اور یقیناً آپ کے لئے بعد (میں آنے والی) حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی۔ اور بہت جلد آپ کو وہ کچھ عطا کیا جائے گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو یتیم پایا اور ٹھکانا نہیں دیا؟ آپ کو اس نے متلاشی حق پایا تو کیا اس نے آپ کی رہنمائی نہیں کی؟ اس نے آپ کو نادار پایا تو کیا اس نے آپ کو مال دار نہیں بنایا؟ آپ یتیم پر دباؤ نہ ڈالئے اور آپ سوال کرنے والے کو نہ جھڑکیے۔ اور اپنے پروردگار کے احسانات کا ذکر کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

سَجٰی — چھا گیا

مَا وَدَّعَکَ	نہ تجھے چھوڑا
مَا قَلٰی	نہ بیزار ہوا
سَوْفَ یُعْطِیْ	بہت جلد عطا کرے گا
تَرْضٰی	تو خوش ہو جائے گا
اٰوٰی	ٹھکانا رہا
ضَالٌّ	تلاش حق میں سرگرداں
عَائِلٌ	مفلس وغریب
اَغْنٰی	مال دار کر دیا
لَا تَقْھَرْ	مت ڈانٹ
لَا تَنْھَرْ	نہ جھڑک
حَدِّثْ	بیان کر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ابتداء میں پہلی وحی کے بعد تیں چالیس دن تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ پھر اس کے بعد لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وحی بند ہونے کے زمانہ میں ایک طرف تو آپ پریشان تھے۔ ادھر کفار مکہ کی طنز آمیز باتوں اور طعنوں سے آپ بہت غمگین رہتے تھے۔ وہ کہتے کہ اے محمد ﷺ! کیا تمہارا رب تم سے ناراض ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا؟ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے (نعوذ باللہ)۔ آپ کو تسلی دیتے ہوئے دن کی تیز روشنی اور چمک، رات کے اندھیرے اور تاریکی کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ یعنی جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور پھر اسی اندھیری رات سے ایک نئی صبح طلوع ہوتی ہے اسی طرح کچھ وقت کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو جانے سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی روشنی

نہ ہوگی۔ بلکہ وہ صبح ضرور ہوگی اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل کر رہے گی۔ یہ تو اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے وحی کے سلسلہ کو وقتی طور پر روک لیا ہے تا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے اندر وحی کے انوارات کو قبول کرنے کی مزید صلاحیت اور سہولت پیدا ہو جائے اور آپ آسانی سے وحی کے بوجھ کو برداشت کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے لئے ہر آنے والا دور پہلے دور سے اور موجودہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ بہتر ہوگی۔ یہ مشکلات کے بادل بہت جلد چھٹ جائیں گے۔ پھر اس کے بعد آپ پر اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اتنی زیادہ ہوگی کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ مزید تسلی دیتے ہوئے تین نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یتیم تھے کیا اسی اللہ نے آپ کو سہارا نہیں دیا؟ آپ تلاش حق کی جستجو میں تھے کیا اسی نے آپ کی رہنمائی نہیں کی؟ آپ نادار تھے کیا اسی نے آپ کو مال و دولت سے بے نیاز نہیں بنایا؟ یہ ساری نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں پر شکر کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بے ماں باپ کے بچوں پر شفقت کیجئے سختی نہ کیجئے۔ اگر کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو جھڑکنے کے بجائے نرمی اختیار کیجئے۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کا ذکر اور شکر کرتے رہیے۔

واخردعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۹۴

الاِنشِرَاح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانشراح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	94
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	28
حروف	130
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اعلان نبوت کے وقت عرب کا پورا معاشرہ خاص طور پر مکہ مکرمہ جہالت اور جاہلیت کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ قتل وغارت گری، جنگوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، لوٹ مار، بددیانتی اور بدتہذیبی اپنی انتہاؤں کو پہنچ چکی تھی۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش طرح طرح کے وہم، قسم قسم کی رسمیں ان کا دین ومذہب بن چکا تھا۔ ہر طاقت ور کمزور کو نگل رہا تھا۔ بعض قبائل میں معصوم اور ننھی منی بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کو غیرت سمجھا جا رہا تھا۔ یہ اور اسی طرح کے حالات نبی کریم ﷺ کی حساس اور مخلصانہ طبیعت پر ایک طرح کے ایسے شدید بوجھ بن چکے تھے کہ اس کی وجہ سے آپ کی کمر جھکی جا رہی تھی۔ آپ یہ سوچتے تھے کہ جس معاشرہ میں ہر شخص اپنی بات چلا رہا ہے، قبائلی زندگی میں ہر شخص غرور وتکبر کا پیکر بنا ہوا ہے اس پورے معاشرہ کے بگاڑ کی اصلاح کیسے ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے آپ کو وہ راستہ دکھا دیا جس کے ذریعہ زندگی کے اس بگاڑ کی اصلاح ممکن تھی چنانچہ آپ پر وحی کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ توحید خالص، رسالت کا صحیح تصور، قیامت کے آنے کا یقین اور فکر آخرت یہی وہ بنیادیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کو دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور بگڑا ہوا معاشرہ سیدھے راستے پر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرما کر آپ کے ذہن وفکر کے بوجھ کو ہلکا کر دیا جس سے آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک اور سینے کو قرآن کریم کے معارف اور علوم کو سمجھنے کے لئے کھول دیا اور بتا دیا کہ آپ جس راستے پر چل رہے ہیں یہ ایک کانٹوں بھرے راستے کی طرح ہے۔ طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں آئیں گی لیکن صبر وتحمل سے آگے بڑھنے ہی میں کامیابیاں ہیں اور ان مشکلات کا حل موجود ہے کیونکہ کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جس کے بعد آسانیاں نہ ہوں۔ فرمایا کہ کفار کی مخالفت اور غلط پروپیگنڈہ آپ کی شخصیت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا بلکہ جیسے جیسے ان کی مخالفت اور ظلم وستم بڑھتا جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بلند کرتے جائیں گے۔ لہٰذا آپ جیسے ہی اپنی مشغولیات سے فارغ ہوں اللہ کے ذکر وفکر میں لگ جایئے اور عبادت کی مشقت کو اٹھایئے کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ سورۃ الانشراح میں ان ہی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اے نبی ﷺ! کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کھول نہیں دیا؟ اور کیا ہم نے آپ کے اس بار گراں یعنی بھاری بوجھ کو آپ کے اوپر سے اتار نہیں دیا تھا جس سے آپ کی کمر جھکی جا رہی تھی؟ فرمایا کہ کیا ہم نے ہر جگہ آپ کے ذکر کو بلند نہیں کر دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ ہر تنگی اور مشکل کے بعد آسانی اور سہولت ہے۔ لہٰذا آپ جب بھی ان ذمہ داریوں سے فارغ ہوں تو عبادت کی مشقت کو برداشت کریں اور ہمیشہ اپنے پروردگار کی طرف رغبت اور توجہ فرمائیں“۔

سُورَةُ الانشراح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

ع ۱ / ۸ / ۱۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ کیا ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا جس نے آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا تھا؟ اور کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند نہیں کر دیا؟ پھر بے شک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے بلاشبہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب آپ (مخلوق کی خدمت اور تبلیغ دین سے) فارغ ہو جائیں تو (عبادت کی) مشقت برداشت کیجئے۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلَمْ نَشْرَحْ — کیا ہم نے نہیں کھول دیا

صَدْرٌ — سینہ

وَضَعْنَا	ہم نے اتارا
وِزْرٌ	بوجھ
اَنْقَضَ	توڑ دیا تھا
ظَهْرٌ	پیٹھ
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کردیا
فَرَغْتَ	تو نے فراغت حاصل کرلی
اِنْصَبْ	(عبادت کی) تکلیف اٹھا
اِرْغَبْ	رغبت کر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے

(۱) شرح صدر

(۲) وضع وزر

(۳) اور رفع ذکر

(۱) سوالیہ انداز پر ارشاد فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہیں کیا؟ کیا ہم نے آپ کے ہر اس بوجھ کو جو آپ کی کمر کو جھکائے دے رہا تھا آپ کے اوپر سے نہیں اتارا؟ کیا ہم نے آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا؟

نشرح کے معنی کھول دینا، صدر کے معنی سینہ اور دل کے آتے ہیں۔ یعنی کیا ہم نے آپ کے سینے اور دل کو قرآن کریم کے علوم، اس کی سچائیوں اور اخلاق حسنہ کے لئے نہیں کھول دیا ہے؟

شرح صدر کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ "جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا

ہے۔(سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۵)

سورۂ زمر کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا کہ "وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے۔

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جس بندے پر مہربان ہوتا ہے اور اس کی بھلائی چاہتا ہے وہ اس کے دل میں سچائیوں، صداقتوں اور اخلاق حسنہ کے قبول کرنے کی ایک ایسی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کی ذہنی کشمکش، الجھاؤ اور پریشانیوں کا ہر بوجھ اس کے کاندھوں سے اتار دیتا ہے اور وہ ایک ایسے نور کی روشنی میں چلتا ہے جو اس کو منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

حضرت موسیٰؑ سے جب یہ فرمایا گیا کہ تم فرعون کے دربار میں جا کر اس کو راہ ہدایت دکھاؤ تو انہوں نے عرض کیا۔ ''الٰہی میرے سینے کو میرے لئے کھول دیجئے اور میرے کام کو آسان فرما دیجئے''۔ اللہ نے ان کو شرح صدر عطا فرمایا اور معجزات کے ذریعہ ان کو آسانیاں عطا کر دی گئیں۔ یہاں اس بات کو سمجھنا ایک خوبصورت بات ہے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے انشراح قلب کی درخواست کی جو قبول کر کے آسانیاں عطا کر دی گئیں لیکن نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان محبوبیت تو دیکھئے کہ آپ کو اللہ نے بن مانگے اپنی رحمت خاص سے خود ہی انشراح قلب عطا فرما دیا اور آپ کے ہر بوجھ کو اتار کر آپ کو آسانیاں عطا فرما دیں۔

شرح صدر کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد "شق صدر" بھی ہو سکتا ہے۔ شق صدر یہ ہے کہ آپ کے سینے کو چاک کر کے اس میں سے آپ کے دل کو نکالا گیا اور اس میں سے ہر آلائش کو نکال کر نارنجی رنگ کا نور بھرا گیا۔ روایات کے مطابق شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے۔

شق صدر کے سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ بھی وہ نعمت ہے جو کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں کی گئی۔ شق صدر کیا ہے؟ اس کا علم تو اللہ کو ہے وہی اس کی مصلحت سے بہتر واقف ہے۔ لیکن بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ شق صدر اللہ کے حکم سے فرشتوں نے کیا ہے۔ چونکہ عقل مند آدمی کا کوئی کام بغیر مصلحت کے نہیں ہوتا تو جب تمام انسانوں کو عقل عطا کرنے والے کی طرف سے کوئی کام ہو تو وہ بغیر مصلحت کے کیسے ہو سکتا ہے؟ یقیناً اس میں کوئی بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آپ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے اس لئے نزول قرآن سے پہلے قلب کی زمین کو تیار کیا گیا تا کہ وہ قرآن کریم جیسے وزنی اور بھاری کلام کو برداشت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا (الحشر آیت نمبر ۲۱)۔ قلب مصطفیٰ ﷺ کے قربان جائیے کہ

آپ نے امت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اس قرآن کریم کے بوجھ کو اپنے قلب پر برداشت کیا۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ شرح صدر، انشراح قلب اور شق صدر یہ وہ خصوصیات ہیں جو آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں کی گئیں۔

(۲) وضع وزر۔ بوجھ کا اتار اجانا۔ یعنی اے نبی ﷺ! ہر وہ بوجھ جو آپ کی کمر کو جھکا رہا تھا۔ اللہ نے اپنی رحمت اور کرم سے اس کو اتار دیا ہے۔ یہ بوجھ کیا تھا اس کی تفصیل کو یہاں بیان نہیں کیا گیا البتہ قرآن کریم کا نازل ہونا اور اس بھاری کلام کو برداشت کرنا اور اس کا بوجھ اٹھانا۔ عرب کے جاہلانہ اور ظالمانہ معاشرہ میں جہاں ہر طرف جہالتوں نے ڈیرے جمار کھے تھے۔ عدل وانصاف کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ جہاں کسی کی جان، مال اور آبرو تک محفوظ نہ تھی۔ اخلاق اور عقائد کی گندگیاں عام تھیں۔ قتل وغارت گری، جنگ وجدال، بت پرستی، زر پرستی اور رسموں سے پورا معاشرہ گندگی کا ڈھیر بن کر رہ گیا تھا یہ تمام باتیں آپ کی سلیم الفطرت طبعیت پر ایک بوجھ تھیں اور آپ تلاش حق کی جستجو میں ہر طرف دیکھ رہے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر اپنا کلام نازل کر کے رہنمائی فرمائی اور ایسا اطمینان قلب عطا فرمایا کہ جس سے اللہ کے دین کو ساری دنیا تک پہنچانے کے راستے ہم وار ہو گئے۔ جو کام دوسروں کی نظروں میں ناممکن تھے وہ سب ممکن اور آسان ہو گئے۔

(۳) رفع ذکر۔ آپ کے ذکر پاک کو بلند کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر پاک کو ہر جگہ بلندی اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں عرش ہو یا فرش، آسمان ہو یا زمین، فرشتوں کی محفل ہو یا انسانوں کی، جنت کا دروازہ ہو یا عرش کے کنگرے اسی طرح اسلامی شعائر اذان، اقامت، نماز، تکبیرات، خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین، کلمہ شہادت اور درود شریف وغیرہ۔ غرضیکہ تمام شعائر اسلامی میں اللہ کے ساتھ آپ کا نام مبارک بھی نہایت ادب واحترام اور پوری تعظیم وتکریم سے لیا جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ ورسول کا نام لیوا موجود نہ ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دن جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جبرئیل نے کہا اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اور جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہیں میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اے نبی ﷺ! جب آپ حق وصداقت کی آواز کو بلند فرمائیں گے اور کفار ومشرکین کی بت پرستی اور رسموں کے خلاف اللہ کے احکامات کو بیان فرمائیں گے تو وہ لوگ جو صدیوں سے اپنے جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں وہ آپ پر

پریشانیوں، مشکلات اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیں گے۔ آپ اپنی جگہ صبر وتحمل سے ڈٹ کر ان حالات کا مقابلہ کیجئے کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جس کے بعد راحت وآرام نہ ہو۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ جب آپ اپنے دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائیں تو کچھ دیر کے لئے راتوں کی تنہائی میں اللہ کی عبادت و بندگی کی مشقت برداشت فرمائیں۔ کیونکہ دین ودنیا کی ساری بھلائیاں اسی میں ہیں کہ آدمی اپنے اللہ کو ہر لمحے اور خاص طور پر راتوں کی تنہائیوں میں یاد کرے۔

نبی کریم ﷺ جو دن بھر اللہ کے دین کے لئے جدوجہد فرماتے تھے اور ہر طرح کی ناگواریاں برداشت کرتے تھے۔ پھر بھی آپ راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت و بندگی کرتے تھے کہ روایات کے مطابق آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا بلکہ کبھی کبھی تو ورم پھٹ کر رسنے لگتا تھا مگر آپ اللہ کی عبادت و بندگی کی مشقت کو برداشت فرماتے تھے۔ اس میں آپ کے امتیوں کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ وہ کٹھن سے کٹھن حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ اللہ پر مکمل اعتماد ویقین رکھیں کہ مشکل حالات کو وہی آسان فرمانے والے ہیں اور راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور نوافل ادا کریں۔ صحابہ کرامؓ، بزرگان دین اسی بات پر عمل کر کے اپنی راتوں کو اللہ کے ذکر وفکر اور عبادت سے زندہ رکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راتوں کو اٹھ کر اپنے رب کی عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۵

التّیِن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التّین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	95
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	34
حروف	105
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں جلیل القدر پیغمبروں کے ان مقامات کی جہاں وہ مبعوث ہوئے قسم کھا کر آخرت کی جزا اور سزا کو ثابت کیا گیا ہے۔

﴿التین﴾ اس پہاڑی کا نام ہے جہاں حضرت نوحؑ نے مشرکین کو توحید کی دعوت دی تھی۔

﴿الزیتون﴾ فلسطین میں ایک پہاڑی کا نام "زیتا" ہے یہاں حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی گمراہیوں اور ناشکریوں سے انہیں آگاہ کیا اور برے انجام سے ڈرایا۔

﴿طور سینین﴾ صحرائے سینا میں وہ کوہ طور جس پر اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا اور ان کو توریت جیسی کتاب عطا فرمائی۔

﴿البلد الامین﴾ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس کی بنیاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے رکھی۔ یہی وہ مبارک شہر ہے جہاں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے اس بلد الامین سے آپ نے ہجرت سے پہلے تیرہ سال تک شدید تکلیفوں کے باوجود ساری دنیا کو توحید ورسالت اور آخرت کی عظمت کی طرف دعوت دی۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس مقامات کی جہاں اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں نے اسلام اور توحید کی دعوت دی تھی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت اور عمدہ سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے۔ اس کو ظاہری اور باطنی خصوصیات، بہترین اخلاق اور اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ یہی انسان جب خود غرضی، لالچ، شہوت پرستی، نشہ بازی، کمینہ پن اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر کے طرح طرح کے شرک کرتا ہے اور اپنی بداخلاقیوں کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ گرتے گرتے اس قدر نیچے گر جاتا ہے کہ جہاں انسانیت بھی شرما جاتی ہے اور وہ بدترین انجام سے دوچار ہو جاتا ہے۔

اس کے برخلاف جو آدمی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر عمل صالح کا پیکر بن جاتا ہے، دن رات اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کر کے "احسن تقویم" ہونے کا ثبوت دیتا ہے تو اس کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ جب انسانوں کے یہ دو الگ الگ گروہ بن گئے تو ان میں سے ایک کو سزا اور دوسرے کو جزا ملنی چاہیے۔ دنیا کے کسی بھی حکمران سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ مجرم کو سزا دی جائے اور جو اچھا انسان ہے اس کو انعام واکرام سے نوازا جائے۔

فرمایا کہ انسان تو ایک ایسے دن سے انکار کر ہی نہیں سکتا جس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق سزا یا جزا دی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تو دنیا کے تمام حکمرانوں سے بڑا حکمران ہے اس سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ظالموں کو سزا اور اپنے فرماں برداروں کو بہترین نعمتوں سے نہیں نوازے گا۔

سُوْرَةُ التِّیْن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُکَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧

ع ۱ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

انجیر اور زیتون کی۔ اور طور سینا کی۔ اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو پستی والوں کی حالت سے بھی پست کر دیتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔ تو ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے۔

(اے انسان ان کھلی دلیلوں کے بعد) وہ کون سی چیز ہے جو تجھے قیامت کو جھٹلانے پر آمادہ کر رہی ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلتِّیْنُ	انجیر
اَلزَّیْتُوْنُ	زیتون
طُوْرِ سِیْنِیْنَ	طور سینا۔ صحرائے سینا

بَلَدُ الْاَمِیْنِ	امن والا شہر
اَحْسَنُ	بہترین
تَقْوِیْمٌ	بناوٹ ۔ سانچہ
رَدَدْنَا	ہم نے لوٹا دیا
اَسْفَلُ	زیادہ نیچے
غَیْرُ مَمْنُوْنٍ	نہ ختم ہونے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت سے پہلے رسول اکرم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور شان رسالت کو بیان فرمایا تھا۔ سورۃ التین میں تین مقدس مقامات کی قسم کھا کر جو جلیل القدر پیغمبروں کی طرف منسوب ہیں فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر اشرف الخلوقات بنایا ہے۔ اسے اتنا عظیم درجہ عطا کیا جو کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہے۔ اسے علم و عقل، فہم و فراست، اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور قابلیتوں سے نوازا ہے۔ مسجود ملائکہ بنایا یعنی جس کے سامنے تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب وہ انسان اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنا کر نیک راہوں کا انتخاب کرتا ہے اور ایمان، عمل صالح کا پیکر، اخلاق کی بلندیوں پر فائز اور شدید سے شدید تر حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ وہ اخلاق کی بلند سطح سے نیچے نہیں اترتا اور اس بات کا یقین کامل رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی اور وقتی ہے۔ ایک دن اس پوری کائنات کے نظام کو درہم برہم کر دیا جائے گا۔ میدان حشر میں اچھے یا برے تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے آدمی کو ایسا بدلہ اور جزا دی جائے گی اور ایسی راحتیں دی جائیں گی جس کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ آدمی جو ایمان اور عمل صالح سے دور، خود غرضیوں اور دنیاوی لالچ کا پیکر، خوف آخرت اور قیامت کے دن سے بے نیاز اور لاپرواہ اور اخلاقی اعتبار سے اس قدر پستی کی انتہا تک پہنچا ہوا جہاں انسانیت بھی شرما جائے۔ ایسا آدمی آخرت کی ہر رحمت اور کرم سے محروم رہے گا۔ یعنی اللہ نے تو اس کو بہترین ساخت پر پیدا کیا تھا لیکن اس نے خود اپنے آپ کو ذلتوں تک پہنچا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بعد کون جزا اور سزا کے معاملے میں آپ کو جھٹلا سکتا ہے۔ اللہ نے پوچھا ہے کہ کیا اللہ ہی سب حاکموں اور حکمرانوں سے بڑھ کر حاکم اور حکمراں نہیں ہے۔

سورۃ التین کی آیات کی مزید وضاحت

وَالتِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ انجیر اور زیتون کی قسم۔ انجیر اور زیتون شام و فلسطین کے علاقے میں پائے جانے والے وہ دو مشہور پھل ہیں جن کے فائدوں سے سارا عرب واقف تھا۔ آج بھی انجیر اور زیتون عربوں کے کھانے کا ایک جزو ہے جسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں یہ پھل پایا جاتا ہے کیونکہ عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو پھل یا چیز کسی علاقے میں کثرت سے پائی جاتی تھی اس پر اس علاقے کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ زیتون اور انجیر فلسطین اور شام کے اس زرخیز علاقے میں پایا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک بنی اسرائیل کے سیکڑوں نبیوں اور رسولوں کا مرکز تبلیغ رہا ہے۔ اس نے اس مقام کی قسم کھائی ہے۔ بعض علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ایک پہاڑ پر دمشق (ملک شام) اور دوسرا زیتون پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس واقع ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون یا ان علاقوں کی جہاں انبیاء کرام پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنا فریضہ تبلیغ دین ادا فرمایا قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ اور طور سینا کی قسم۔ طور سینا جزیرہ نمائے سینا کا دوسرا نام ہے اسی کو قرآن کریم میں سینا اور سنین فرمایا ہے۔ اللہ نے اس صحرائے سینا کی قسم کھائی ہے جہاں سے پوری قوم بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے نجات پا کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے ساتھ اس صحرا سے گذری تھی۔ اسی میں طور پہاڑ بھی واقع ہے جس میں حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا اور توریت جیسی کتاب عطا فرمائی دوسری قسم اس طور سینین کی کھائی ہے۔

وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ اور امن وامان والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم۔ یعنی مکہ مکرمہ وہ مبارک سرزمین ہے جہاں سے دنیا کی ابتدا ہوئی۔ حضرت آدمؑ نے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے فرشتوں کی مدد سے اس شہر میں بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ پھر طوفان نوح میں جب خانہ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوگئیں تو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہؑ نے پھر سے بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھاتے ہوئے بہت سی دعائیں کیں ان ہی میں سے ایک دعا یہ تھی "الٰہی اس شہر کو امن وامان والا شہر بنا دیجئے" اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول و منظور کرتے ہوئے اس طرح امن وامان والا شہر بنا دیا کہ جب عرب میں ہر طرف بدامنی اور قتل و غارت گری عام تھی اس وقت بھی یہ شہر امن وامان کا مرکز تھا۔ اس شہر کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس شہر میں سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کا بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کی زندگی یہیں گذری۔ یہیں وہ پہاڑ جبل نور ہے جس کے غار حرا میں اللہ کا وہ کلام نازل ہونا شروع ہوا جو قیامت تک ساری انسانیت کے لئے مینارہ نور اور رہبر و رہنما ہے۔ آپ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز اسی شہر سے کیا۔ یہی وہ شہر ہے جس میں آپ نے اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے کفار کی اذیتوں کے باوجود صبر و استقلال کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جو اپنی جگہ ایک مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اللہ کے حکم سے اس شہر سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو اپنے لئے پسند فرمایا۔ اللہ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس شہر کی قسم کھائی ہے۔ یہیں فریضہ حج ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ نے تیسری قسم اس "بَلَدِ امین" کی کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت اور بہترین سانچے میں

ڈھال کر بنایا ہے۔ یہ خود اپنی اس حیثیت کو بھلا کر اخلاقی پستیوں میں جا گرتا ہے ورنہ اللہ نے تو اس کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا تھا۔

دو باتیں تمام خرابیوں کی جڑ ہیں قیامت کا انکار اور اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنا، اسی لئے فرمایا گیا

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ یعنی اے نبی ﷺ! اس کے بعد انصاف کے دن کے معاملے میں کون آپ کو جھٹلا سکتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ کیا وہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔ کیا اس کی حکومت و سلطنت، بادشاہت و شہنشاہیت تمام حکمرانوں اور بادشاہوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جب معمولی بادشاہ اور حکمران بھی اپنے ملک میں بسنے والے اچھے اور نیک لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازتے ہیں اور مجرموں کو سخت سزائیں دیتے ہیں۔ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے جو گناہ گاروں کو سزا اور نیکوکاروں کو ان کے بہترین اعمال پر جزا دے سکے اور ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکے۔ یقیناً اللہ ہی سب حاکموں کا حاکم ہے اور اسی کی سلطنت زمین اور آسمانوں پر چھائی ہوئی ہے۔ وہی سب کو انصاف عطا فرمائے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ "سورۃ التین" کی تلاوت فرماتے۔ چونکہ اس میں اللہ نے بندوں سے پوچھا ہے کہ کیا میں تمام حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہوں؟ تو آپ اس کا جواب دیتے **وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ** (کہ میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ہم سب کے لئے یہ مستحب اور باعث اجر ہے کہ ہم بھی اس کی تلاوت کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کی دہرائیں۔ "**وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ**"

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۶

العلق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العلق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	96
رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	72
حروف	180
مقام نزول	مکہ مکرمہ

علماء امت اور محدثین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ سورۂ علق کی انیس (۱۹) آیتوں میں سے پہلی پانچ (۵) آیات حضرت جبرئیل کے واسطے سے سب سے پہلے جبل نور کے غار حرا میں آپ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ بقیہ آیات بعد میں نازل فرمائی گئیں۔

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے اس رب کے نام سے پڑھئے جس نے جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا اور قلم کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جسے وہ جانتا تک نہ تھا۔

قرآن کریم کی ابتدائی آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا جس پر مکہ کا ہر شخص اس نئی آواز پر چونک پڑا اور گھر گھر میں اس پر باتیں اور بحثیں ہونے لگیں۔ ایک دن آپ نے اللہ کے سکھائے ہوئے طریقے پر بیت اللہ شریف میں نماز ادا کی۔ اس نئے طریقہ عبادت پر لوگوں کو اور بھی تعجب اور اعتراض ہوا۔

ابوجہل نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کو اس طرح بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک دن جب کہ آپ مقام ابراہیم پر نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل نے آپ کو بڑی سختی سے نماز پڑھنے سے نہ صرف منع کیا بلکہ گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے تمہیں پہلے بھی نماز سے منع کیا تھا اگر میں نے آئندہ تمہیں نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے دیکھا تو اپنے پاؤں سے تمہاری گردن کو رگڑ دوں گا۔

نبی کریم ﷺ نے ابوجہل کی گستاخی کے جواب میں اس کو ڈانٹ دیا۔

ابوجہل کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! تمہیں معلوم نہیں کہ اس شہر میں میرے ساتھیوں کی کتنی زیادہ تعداد ہے؟ اگر میں نے ان کو آواز دے ڈالی تو پھر تم اپنے انجام کا اندازہ کر سکتے ہو۔

نبی کریم ﷺ تو خاموش رہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ علق کی آخری چودہ آیات میں ابوجہل اور اس جیسے لوگوں کو جواب دیتے

ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں پر بڑی حیرت ہے جو اللہ کے ایک ایسے نیک بندے کو اللہ کے گھر میں اس کی عبادت سے روک رہے ہیں جو سیدھے راستے اور پرہیزگاری کی تلقین کر رہا ہے۔ جب کہ اس عبادت سے منع کرنے والا شخص وہ ہے جو اللہ کے دین کی سچائی کو جھٹلا کر اس سے منہ موڑ رہا ہے۔

ابو جہل کی دھمکی کے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ اپنے حمایتی ٹولے کو آواز دے کر بلائے گا تو ہم بھی اپنے ان فرشتوں کو حکم دیں گے جو عذاب کے فرشتے ہیں جو ایسے گستاخوں کو ان کی پیشانیوں سے گھسیٹ کر جہنم کے گڑھے میں لے جا کر پھینک دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ایسے جاہلوں کی باتوں پر نہ تو دھیان دیں اور نہ ان کی بات سنیں بلکہ نمازوں اور سجدوں کے ذریعہ اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کی جدوجہد کریں یہ گستاخ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

سُورَةُ العَلَق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝٥ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ۝٧ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝٨ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۝٩ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝١٠ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۝١١ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝١٢ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝١٣ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ۝١٤ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۝١٥ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝١٨ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝١٩ السجدة

ع ١ ١٩ ٢١ السجدة ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ١٩

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔

جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

آپ پڑھیئے آپ کا رب بہت کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔

جس نے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جنہیں وہ جانتا تک نہ تھا۔

ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بے شک انسان حد سے نکل جانے والا ہے۔

اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو (اپنے رب سے) بے نیاز سمجھتا ہے۔

بے شک تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔

(اے کیا تو) نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

کیا تو نے دیکھا کہ اگر وہ بندہ صحیح راستے پر قائم ہو۔

یا وہ پرہیز گاری کی تعلیم دیتا ہو۔

اے مخاطب کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

ہرگز نہیں۔ البتہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

سر کے بال اور پیشانی جو اس کے جھوٹے اور غلط کار ہونے کی علامت ہے۔

وہ اپنے ہم نشینوں (ساتھیوں) کو آواز دے کر بلالے۔

پھر ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلاتے ہیں۔ ہرگز آپ اس کا کہنا مانئے۔

سجدہ کیجئے اور اس (پروردگار) کا قرب حاصل کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

اِقْرَأْ	پڑھ
عَلَقٌ	جما ہوا خون
اَلْاَكْرَمُ	زیادہ محترم
يَطْغٰى	وہ سرکشی کرتا ہے

يَنْهٰى	وہ روکتا ہے
لَمْ يَنْتَهِ	باز نہ آیا
نَسْفَعٌ	ہم گھسیٹیں گے
اَلنَّا صِيَةُ	پیشانی
نَادِيَه،	اپنی جماعت کو
سَنَدْ عُ	ہم بلائیں گے
اَلزَّبَانِيَةُ	پیادے
اِقْتَرِبْ	تو قریب ہو جا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

شب قدر میں قرآن کریم کی سب سے پہلی وہ آیات جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئیں سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔اس کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں اور کافی عرصہ بعد سورۂ علق کی بقیہ چودہ آیات نازل ہوئیں۔

امام بخاریؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے ذریعہ سب سے پہلی وحی کی کیفیات کی تفصیلات کا علم پوری امت کو حاصل ہوا۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی سے پہلے آپ ﷺ کو رویائے صادقہ یعنی سچے خوابوں کی کیفیت عطا کی گئی۔آپ رات کو جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کو دن کی روشنی کی طرح اسی طرح واقع ہو جاتا تھا۔اس کے بعد آپ تنہائی پسند ہو گئے۔آپ کئی کئی دن کا کھانا اور پانی لے کر مکہ کے ان پہاڑوں کی طرف نکل جاتے جن پہاڑوں نے مکہ کو گھیرا ہوا ہے۔

ایک دن جب آپ جبل نور کے غار حرا میں گذشتہ انبیاء کے طریقے پر عبادت کر رہے تھے کہ اچانک ایک فرشتہ (جبرئیل) نے آ کر کہا ''اقرأ'' پڑھیے۔رسول اللہ ﷺ نے انتہائی سادگی سے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس فرشتے نے آگے بڑھ کر

مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس کا بھینچنا میرے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے پھر کہا ''اقرأ'' پڑھیئے۔ آپ کا پھر وہی جواب تھا۔ اس فرشتے نے پھر مجھے بھینچا اور چھوڑ کر کہا ''اقرأ''۔ میں نے تیسری مرتبہ بھی وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس فرشتے نے کہا ''اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' اور پھر مالم یعلم تک پانچ آیات پڑھائیں۔ ان آیات کو پڑھنے کے بعد آپ وحی کی شدت سے کانپنے لگے۔ غار حراء سے گھر تشریف لائے۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے گرم کپڑے اڑھا دیئے۔ جب آپ نے کچھ دیر آرام فرمایا تو آپ نے اپنی محبوب رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ شاید اس وقت حضرت خدیجہ گھبرا گئی ہوں گی لیکن اس موقع پر حضرت خدیجہ کے الفاظ آپ کے اخلاق کریمانہ اور سیرت پاک کی بہترین تشریح ہیں۔ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ آپ کو رسوا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی یعنی بہترین معاملہ کرتے ہیں۔ سچ بولتے اور امانتیں ادا کرتے ہیں۔ جو بے سہارا ہیں مجبور ہیں آپ ان کا سہارا بن کر ان کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ بھلے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انجیل کے ایک بڑے عالم ورقہ ابن نوفل کے پاس آپ کو لے کر گئیں اس وقت ورقہ ابن نوفل بہت بوڑھے، کمزور اور آنکھوں سے محروم ہو چکے تھے۔

ام المومنین نے فرمایا کہ واقعہ سننے کے بعد (کہ ایک فرشتہ آیا تھا اور اس نے مجھے چند جملے سکھائے تھے) ورقہ ابن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) تھا جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ ابن نوفل سمجھ گئے کہ انجیل میں جس آخری نبی کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ آپ ہی ہیں۔ ورقہ نے کہا اے کاش میں آپ کے اعلان نبوت کے وقت قوی اور مضبوط جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو (اس شہر مکہ سے) نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے (بڑی حیرت سے کہا) کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز (حق و صداقت کی بات) لے کر آیا ہو اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔

ورقہ نے کہا اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ورقہ ابن نوفل کا انتقال ہو گیا۔

امام بخاری نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس کا خلاصہ عرض کر دیا گیا۔ اس سے پہلے کہ ان پانچ آیتوں کی تشریح عرض کی جائے جو سب سے پہلی وحی تھی یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ ورقہ ابن نوفل جو توریت، زبور، انجیل کو لکھتے تھے اور ان کے بڑے ماہر عالم تھے انہیں سابقہ کتابوں سے آپ کی زندگی کے متعلق پیشین گوئیوں کا علم

تھا اس لئے انہوں اس بات کا ذکر کر دیا کہ ایک وقت آئے گا جب آپ کو بے اندازہ چاہنے والی قوم حق وصداقت کی آواز بلند کرنے کی وجہ سے شہر مکہ سے نکال دے گی۔

سوال یہ ہے کہ موجودہ کتاب مقدس (توریت، زبور، انجیل) میں سے وہ ساری پیشین گوئیاں کہاں غائب ہو گئیں؟ تو اس کا بہت سادہ جواب ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتابوں میں اس قدر تبدیلیاں کی ہیں کہ آج ان کی اصلی شکل تک بگڑ کر رہ گئی ہے اور ان کتابوں میں سے ساری سچائیوں کو نکال پھینکا گیا ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات کی تشریح اور تفصیل

اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اپنے اس رب کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا۔ اس آیت میں سب سے پہلے تو ''اقرأ'' فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اللہ نے جو اپنا کلام نازل فرمایا ہے اس کو پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت میں صرف پیدا کرنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان اور پوری کائنات کو پیدا کیا ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ یعنی پوری کائنات کی تخلیق بھی اسی نے کی ہے اور انسان کو بھی ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ علق کے معنی اس جمے ہوئے خون کے آتے ہیں جو آدمی کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی اور نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ نطفہ علقہ بن جاتا ہے یعنی جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر وہ مضغہ بنتا ہے یعنی وہی جما ہوا خون گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور پھر وہ انسانی شکل اختیار کر کے اس دنیا میں لایا جاتا ہے۔

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اس رب کے نام سے پڑھیئے جو مہربان، فیاض اور درگذر کرنے والا کریم ہے۔ اس جگہ پھر ایک مرتبہ ''اقرأ'' فرمایا جس کا مقصد تاکید کرنا ہے کہ اسی کے نام سے پڑھو۔ اکرم کی صفت سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ اس نے کائنات اور انسان کو اپنی کسی غرض یا مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں سراسر انسان ہی کے فائدے ہیں یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندے پر اس قدر مہربانی فرمائی ہے۔

اب بندے کا کام یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک اللہ کا احسان مان کر صرف اسی کی عبادت و بندگی کرے کیونکہ سب کو لوٹ کر آخر کار اسی کی طرف جانا ہے۔ جہاں وہ انسان کے ہر اچھے عمل کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ یعنی اس نے قلم کے ذریعہ آدمی کو وہ علوم سکھائے جن کو وہ پہلے سے نہ جانتا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اللہ نے قلم کو حکم دیا کہ وہ لکھے۔ چنانچہ اس نے ان تمام چیزوں کو جو قیامت تک ہونے والی تھیں وہ لکھ دیں۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر موجود ہے۔ (قرطبی)

اس میں اللہ نے اس قلم کی قسم بھی کھائی ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں جن سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور لوگوں کے حالات کو لکھتے ہیں۔ اور اس قلم کی بھی قسم کھائی ہے جس کے ذریعہ ایک آدمی اپنے دلی جذبات کو نوک قلم پر لاتا ہے۔

امام تفسیر حضرت مجاہد نے حضرت ابوعمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزوں کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ ان کے علاوہ ساری مخلوق کے لئے حکم دیا ''کن'' ہو جا اور وہ موجود ہو گئیں۔

چار چیزیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے وہ یہ ہیں

(۱) قلم

(۲) عرش

(۳) جنت عدن

(۴) اور حضرت آدم علیہ السلام

(قرطبی)

حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ قلم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا اور نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے۔ یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ جس کے ذریعہ تمام آسمانی اور انسانی علوم محفوظ ہیں۔ جن حضرات نے قرآن کریم کی تفاسیر، حدیث رسول ﷺ اور ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی ہیں، انسانی تاریخ کو محفوظ کیا ہے یہ سب قلم ہی کی وجہ سے ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو یہ علمی ذخیرہ ایک نسل سے دوسری نسل تک کیسے پہنچتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا میں جہالت کے اندھیروں کو دین اسلام کی روشنی نے ہی دور کیا ہے۔ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں ہمارے اکابر اور بزرگ محنت نہ کرتے تو آج بھی دنیا میں جہالت کے اندھیرے ہی ہوتے۔ آج جہاں بھی علم کی روشنی ہے وہ سب کا سب فیض نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کی امت کے مخلص علماء سے وابستہ ہے جس کا ذریعہ قلم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور قلم کے ذریعہ ساری دنیا

کے اندھیرے دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عَلَّمَ الْاِ نْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ جانتا نہ تھا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا اللہ نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے اس طرح پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان نے جب اس دنیا میں قدم رکھا تو اسے کچھ بھی علم نہ تھا۔ اسے جو کچھ حاصل ہوا وہ اللہ کے دینے سے ہی حاصل ہوا ہے۔ انسان کو تعلیم دینے والا صرف اللہ ہے اور اسی نے دنیا میں علوم کے لاتعداد ذرائع پیدا کئے ہیں جن سے انسان ہر آن کچھ نہ کچھ سیکھتا ہی رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے کائنات کو اور انسان کو پیدا کیا۔ پوری کائنات میں اسی کا کرم ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ انسان کو قلم کے ذریعہ ایسے علوم سکھائے ہیں جن سے وہ قطعاً ناواقف تھا۔

کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ سے **اِقْتَرِبْ** تک آیات کا عام مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں آدمی کی سرکشی اور نافرمانی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے یعنی اگر اس کو دنیا کی ذراسی دولت یا سرداری مل جاتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اب ہر شخص میرا محتاج ہے اور میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ وہ ہر شخص کو اپنے قدموں پر جھکائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ آدمی دنیا میں کتنا جئے گا کب تک زندہ رہے گا آخر کار اس کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے متکبر آدمی کو کسی کی عبادت اور نیکی برداشت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر نیک اور بھلی بات کو جھٹلاتا ہر سچائی سے منہ پھیر پھیر کر چلتا ہے اور اگر چند لوگ اس کے ساتھ ہیں تو اس گروہ پر ناز کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں جب چاہوں گا اپنے لوگوں کے ذریعہ جو چاہے کر گذروں گا فرمایا کہ آدمی کا اس طرح سوچنا انتہائی غلط ہے کیونکہ اگر وہ اپنے گروہ کو بلانے کی بات کرتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ نے اگر عذاب کے فرشتوں کو آواز دے دی اور اس کے فرشتے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر ڈال دیں گے تو کوئی شخص یا گروہ اس کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی بات کو نہ تو کوئی اہمیت دی جائے اور نہ مانا جائے بلکہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے سامنے جھکا جائے اسی کو سجدے کئے جائیں تو اسی میں انسان کی عظمت ہے۔

یہ تو ان آیات کا عام مفہوم سمجھ میں آتا ہے لیکن مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر ابو جہل جیسے متکبر آدمی کو اس کی غلطیوں پر آگاہ کرنے کے لئے نازل کی گئی ہیں۔

ابو جہل مکہ مکرمہ میں ایک خوش حال، تیز طرار اور مکار آدمی تھا۔ اس کی چرب زبانی اور دنیاوی اثر و رسوخ کی وجہ سے کچھ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے جو اس کی بات سنتے تھے۔ مال و دولت، چرب زبانی کچھ لوگوں کا گروہ بن جانے سے وہ اس گھمنڈ اور دھوکے میں مبتلا ہو گیا تھا کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر شخص اس کا محتاج ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ایک خاص

طریقے پر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ پہلے پریشان سا ہو جاتا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) اگر تم نے آئندہ بیت اللہ میں نماز پڑھی اور میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو تمہاری گردن کو اپنے پاؤں سے کچل ڈالوں گا۔ اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میرا گروہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کی اس گستاخی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے نماز پڑھنے والے کو بھی اور نماز سے روکنے والے کو بھی۔ فرمایا کہ اگر اس شخص یعنی ابو جہل نے اپنی حرکتوں کو نہ چھوڑا تو ہم اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ اور اگر وہ اپنے گروہ کی دھمکی دیتا ہے تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے سب حمایتوں کو بلا لے۔ ہم بھی ان فرشتوں کو بلا لیتے ہیں جن کو اللہ نے عذاب دینے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ کیا وہ شخص اللہ اور اس کے فرشتوں کا مقابلہ کر سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اس شخص کی باتوں پر دھیان نہ دیجئے۔ کوئی فکر نہ کیجئے آپ نمازیں پڑھیئے اور سجدوں کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیجئے۔ آپ کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابو جہل جنگ بدر میں مارا گیا اور نبی کریم ﷺ کے انوارات پھیلتے ہی چلے گئے اور ساری دنیا آپ کے فیض سے روشن ہو گئی اور روشن و منور رہے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۷

اَلْقَدْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورت نمبر	97
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	30
حروف	115
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم تین رمضان کو، توریت چھ رمضان کو، انجیل تیرہ رمضان کو اور زبور اٹھارہ رمضان کو نازل کی گئی۔

☆ سورۂ دخان میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کو ایک ایسی مبارک رات میں نازل کیا جس میں تمام اہم کاموں کے فیصلے کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ سورۂ قدر میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا جو ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ اس سورۂ قدر میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا جو ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری و مسلم۔ ترمذی)

☆ تمام معتبر روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا ہے۔ اسی پر آپ قائم رہے۔ یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

☆ حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کی آخری دس راتوں میں جو شخص محض اللہ کی رضا اور اجر و ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ (مسند احمد)

قرآن کریم کی آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے

رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے گذشتہ انبیاء کرام پر اپنے کلام کو نازل فرمایا اور قرآن کریم کو رمضان کی ایک ایسی مبارک اور قدر کی رات میں نازل کیا جو رات ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل و بہتر اور اعلیٰ ہے۔ وہ رات رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی کے آخر میں ہمیشہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

شب قدر جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہو کر تیئس سال میں مکمل ہوا اس رات میں حضرت جبرئیل امین اور سدرۃ المنتھی کے فرشتے اللہ کے حکم سے اللہ کی رحمتیں لے کر اس دنیا میں آتے ہیں اور ہر طرف سلامتی اور رحمت بکھیر کر چلے جاتے ہیں اور جو لوگ شب قدر میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں ان کے نہ صرف اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ خوش نصیب اس رات کی سعادتیں حاصل کرتے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس رات کی ہر خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے جو اس رات کی سعادتیں حاصل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور آخرت کا اجر و ثواب کماتے ہیں۔ آمین

سُوْرَةُ الْقَدْر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۵

بے شک ہم نے (اس قرآن کو) قدر کی رات میں نازل کیا ہے۔اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔فرشتے اور روح (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے ہر خیر اور بھلائی کے فیصلے کو لے کر اترتے ہیں۔سلامتی ہی سلامتی (کو لے کر) فجر کے طلوع ہونے تک (یہ سلسلہ جاری رہتا ہے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۵

لَيْلَةُ الْقَدْرِ	شب قدر۔قدر کی رات
اَلْفُ شَهْرٍ	ایک ہزار مہینے
تَنَزَّلُ	اترتے ہیں
رُوْحٌ	حضرت جبرئیل
اِذْنٌ	اجازت

سَلٰمٌ سلامتی

مَطْلَعِ الْفَجْرِ صبح کے طلوع ہونے (تک)

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کو (قرآن کریم کو) قدر کی رات میں اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہے کہ کیا آپ کو معلوم ہے یہ قدر کی رات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب عنایت فرمایا کہ یہ وہ رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس میں اللہ کی طرف سے جبرئیل اور فرشتے ہر سلامتی کے فیصلے کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی سلامتی، عزت وعظمت حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کو ایک ایسی رات میں نازل کیا ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔ اس رات اللہ کے مخصوص فرشتے اور جبرئیل امین زمین پر آتے ہیں اور اللہ کے حکم پر سلامتی اور خیر کے فیصلوں کو دنیا والوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں جس سے پوری زمین پر ایک خاص روحانی فضا طاری ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ پوری رات جاری رہتا ہے یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔

نزول قرآن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہی اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے۔ یہ ہمارا کلام ہے کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب یہ ہمارا کلام ہے تو ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تاریخ انسانی کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ نے ہر دور میں اس کی خود ہی حفاظت کی ہے وہ اس کی حفاظت میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ آج یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لاکھوں کروڑوں سینوں میں اس طرح محفوظ ہے کہ اس کے زبر زیر میں بھی فرق نہیں آ سکتا۔ اس کی حفاظت خود ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔

شب قدر قرآن کریم اللہ کا کلام ہے۔ اللہ نے اس کو ایک ایسی عظیم رات میں نازل کیا ہے جو ایک ہزار مہینے کی راتوں سے بھی زیادہ افضل و بہتر ہے۔ یہ وہ عظیم رات ہے جس میں کلام الٰہی پر عمل کرنے والے بندے بھی عظمتوں کے پیکر بن جاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس آدمی کی اس سے پہلے کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات وہ توبہ، استغفار اور عبادت کے ذریعہ صاحب قدر و منزلت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی رات میں رسول اللہ ﷺ پر سورۂ علق کی پانچ آیتیں نازل کر کے نزول قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا تا کہ سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر چلایا جا سکے۔ پورا قرآن کریم لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شب قدر میں اس پورے قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا۔ پھر حضرت جبرئیل تھوڑا تھوڑا کلام لے کر آتے رہے۔ جس کا سلسلہ تقریباً تیئس (23) سال میں تکمیل تک پہنچا۔ قرآن کریم سے پہلے جتنے صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں وہ بھی رمضان میں

نازل ہوئیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم تین رمضان کو، توریت چھٹے رمضان کو، انجیل تیرھویں رمضان کو اور زبور رمضان کی اٹھارویں تاریخ کو نازل کی گئیں۔ یہ ساری کتابیں چند دنوں میں نازل کی گئیں کیونکہ قدرت نے ان کو ایک مخصوص زمانے تک کے لئے نازل کیا تھا۔ چونکہ قرآن کریم آخری کتاب ہے جس کو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا اس لئے اس کو چند دنوں میں نہیں بلکہ تیس سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تا کہ ہر شخص قرآن کریم کو یاد کر لے اور اپنے سینے میں محفوظ کر لے چنانچہ نزول قرآن کے دوران ہی سیکڑوں حافظان قرآن پیدا ہو چکے تھے اور آج تک حفظ قرآن کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر میں قرآن کریم کو نازل کیا وہ شب قدر جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ بہتر ہے۔

یہ وہ رات ہے جس میں جبرئیل اور سدرۃ المنتھی کے وہ خاص فرشتے جو کبھی دنیا میں نہیں آئے وہ بھی اس رات دنیا میں آتے ہیں۔ اس رات اللہ کے یہ فرشتے اتنی کثرت سے آتے ہیں کہ پوری زمین خیر و برکت اور روحانی فضاؤں سے بھر جاتی ہے جو لوگ اس رات اپنے اندر روحانیت بیدار کرنے کے لئے اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں رکوع، سجدوں اور تلاوت کے ذریعہ اللہ سے مانگتے ہیں ان میں غیر معمولی روحانی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ دنیا اور آخرت مانگنے والوں کے دامن مراد کو بھر دیا جاتا ہے۔ ان کے وہ تمام اعمال جو عام زندگی میں ثواب کا درجہ رکھتے ہیں اس رات کی عبادت سے وہ ایک خاص سکون حاصل کر کے عظیم اجر و ثواب کے مستحق بن جاتے ہیں۔ یہ خیر و برکت حاصل کرنے کی رات ہے جو اس رات بھی خیر و برکت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہے گا۔

احادیث میں اس رات کی بہت فضیلتیں آئی ہیں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص شب قدر میں عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتھی ہے وہ حضرت جبرئیل کے ساتھ دنیا پر اترتے ہیں جو مومن مرد اور مومن عورت اس رات عبادت میں مشغول ہوتے ہیں وہ ان سے مصافحہ کرتے گذرتے ہیں۔ البتہ شراب پینے والا، خنزیر کھانے والا اس سعادت سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والا یعنی کافر و مشرک، نشہ باز اور والدین کا نافرمان بھی اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ شب قدر میں جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آتے ہیں جو شخص بھی قیام و قعود اور عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اس کے لئے رحمت و سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔

شب قدر وہ رات ہے جس میں توبہ قبول کی جاتی ہے۔ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر عبادت گذار کو

اللہ کے یہ فرشتے سلام کرتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قدر کی اس رات کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ چونکہ رمضان کا آخری عشرہ خیر و برکت کا عشرہ ہے اور اسی میں شب قدر بھی رکھ دی گئی ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل و بہتر ہے تو اس آخری عشرے میں مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے کو شب قدر کی یہ فضیلت حاصل ہونے کی زیادہ امید ہے۔ تمام روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا ہے اور اسی پر آپ قائم رہے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت بھی ہے اور بہت بڑی سعادت بھی۔ شریعت نے خواتین کو بھی اعتکاف کی اجازت دی ہے۔ فرق یہ ہے کہ مرد صرف مسجد میں اعتکاف کر سکتے ہیں اپنے گھر پر نہیں اور خواتین صرف گھر پر اعتکاف کر سکتی ہیں ان کو مسجد میں اعتکاف کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

جب شب قدر آئے بہتر تو یہی ہے کہ اس رات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اللہ کا ذکر تلاوت کلام اللہ یا دوسرے ایسے شغل میں مصروف رہے جو دین اسلام نے اس کو سکھائے ہیں لیکن اگر کوئی شخص تھکا ماندہ ہو اور اس میں پوری رات عبادت کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ عشا اور فجر کی نمازیں جماعت سے ادا کر لے انشاء اللہ اس کو پوری رات عبادت کرنے کا ثواب مل جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو اس کو آدھی رات کا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اس کو بقیہ رات کا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ (مسلم) یعنی پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ (یعنی اپنی زندگی کے اعمال کا جائزہ لے کر) اللہ کی عبادت میں کھڑا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بخاری ومسلم)

حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کی آخری دس راتوں میں جو شخص اجر و ثواب کی نیت حاصل کرنے کی غرض سے کھڑا رہا اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ (مسند احمد)

الحمد للہ سورۃ القدر کا ترجمہ و تشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۸

البَیِّنَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البینہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	98
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	94
حروف	399
مقام نزول	مدینہ منورہ

یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں تو اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے اللہ کی ذات اور صفات میں غیر اللہ کو اپنا مشکل کشا مان رکھا تھا۔ وہ پتھروں کے بے جان بتوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے کام بنانے اور بگاڑنے کا اختیار رکھتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہاں ان لوگوں کی اکثریت تھی جن کی ہدایت کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجی تھیں۔ یہ اہل کتاب کہلاتے تھے۔ انہیں اپنے اہل کتاب ہونے پر بڑا گھمنڈ بھی تھا وہ اپنے علاوہ سب کو جاہل، ان پڑھ اور اجڈ سمجھتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے محض دنیا کے لالچ میں اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں میں اس قدر جھوٹ ملا لیا تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیمات اور ان میں من گھڑت باتوں کو پہچاننا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ شرک کی گندگیوں میں مبتلا ہیں ان کی کمزوری تو یہ ہے کہ ان کے پاس سوائے رسموں اور من گھڑت بتوں کے نہ کوئی کتاب ہے نہ کسی طرح کی ہدایت کی روشنی مگر اہل کتاب کو کیا ہو گیا جنہیں اللہ نے اپنی کتابوں سے نوازا تھا مگر وہ قرآن کریم جیسی علم سے بھرپور کتاب آنے کے باوجود اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اس نے اہل کتاب اور مشرکین کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ایسے رسول کو بھیجا ہے جن کی زندگی ہر ایک کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ جن کے اخلاق کریمانہ عظیم ہیں۔ وہ حق و صداقت، دیانت و امانت، حلم و تحمل کا پیکر اور ایک کھلی ہوئی روشن دلیل ہیں۔ ان کے ساتھ ایک ایسی کتاب ہدایت کو نازل کیا گیا ہے جس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں ہیں۔ لہٰذا اللہ، اس کے رسول اور قرآن کریم کو مان کر اس کے رسول کی مکمل اطاعت کی جائے۔ نماز کو قائم کیا جائے، زکوٰۃ ادا کی جائے۔ فرمایا کہ اہل کتاب اور مشرکین نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اگر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا تو نہ صرف وہ بہترین مخلوق کہلائیں گے بلکہ ان کو جنت کی وہ راحتیں عطا کی جائیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے نافرمانی کے راستے کو اپنایا تو نہ صرف ان کا شمار بدترین مخلوق میں ہوگا بلکہ ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورۃ البینہ میں ان ہی باتوں کو بیان فرمایا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

جن اہل کتاب اور مشرکین نے کفر کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ ہرگز باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کوئی واضح اور کھلی ہوئی دلیل نہ آتی یعنی اللہ کا رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا جن میں بالکل درست اور صحیح مضامین لکھیں ہوں۔ اب اس واضح دلیل یعنی رسول اللہ ﷺ کے آنے کے بعد بھی وہ اختلاف کر رہے حالانکہ ان کو ان کی کتابوں میں قرآن کی طرح یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی طریقہ بالکل درست طریقہ تھا۔ فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر و انکار کا طریقہ اپنا رکھا ہے وہ نہ صرف ہمیشہ کی جہنم میں داخل کئے جائیں گے بلکہ وہ بدترین مخلوق میں سے ہوں گے اور جو لوگ ایمان لا کر عمل صالح اختیار کریں گے وہ اللہ کی بہترین مخلوق میں شمار ہوں گے بلکہ ان کا صلہ اور بدلہ ان کے رب کی طرف سے ہمیشہ رہنے کی ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اللہ سے ڈرنے والے ان لوگوں کا بہترین بدلہ یہ ہوگا کہ اللہ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے۔

سُورَةُ الْبَيِّنَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

ع ۱ ۸ ۲۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

اہل کتاب کافر اور مشرک اس وقت تک باز آنے والے نہ تھے جب تک کھلی دلیل نہ آجاتی۔ (وہ واضح دلیل) اللہ کا رسول ہے جو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔ اس میں درست اور بہترین مضامین ہیں۔ اور جب ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تھی کھلی دلیل آگئی تو وہ

اختلاف میں پڑ گئے۔ حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک طرف ہو کر خالص اللہ کی عبادت و بندگی کریں۔ نماز کو قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور یہی (سب سے) بہتر دین ہے۔ بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ ہمیشہ کی جہنم میں جلتے رہیں گے اور یہ بدترین مخلوق ہیں۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ یہی بہترین مخلوق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

لَمْ يَكُنْ	نہیں ہے
مُنفَكِّيْنَ	باز آنے والے
اَلْبَيِّنَةُ	صاف اور کھلی باتیں
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ۔ صاف ستھرا
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ	لکھی ہوئی مضبوط کتابیں
مَا تَفَرَّقَ	الگ الگ نہ ہوئے
اُمِرُوْٓا	حکم دیا گیا ہے
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے
حُنَفَآءُ	سب سے منہ موڑنے والے (ایک اللہ کے ہو جانے والے)
شَرُّ الْبَرِيَّةِ	بدترین مخلوق
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ	بہترین مخلوق

رَضِیَ اللّٰهُ	اللہ خوش ہوگیا
خَشِیَ	جو ڈرا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

قرآن کریم میں اہل کتاب ان لوگوں کو کہا گیا ہے جن کے پاس گذشتہ رسول کوئی کتاب لے کر آئے۔ بعد میں آنے والوں نے اپنے بعض دنیاوی مقاصد کے لئے ان میں تبدیلیاں کرلیں وہ ان کو اللہ کی کتاب ماننے کے باوجود شرک بھی کرتے تھے۔ اللہ نے ان کو یہود، نصاریٰ اور اہل کتاب فرمایا لیکن ان کو مشرک نہیں فرمایا یعنی یہ ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی طرح کے لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب کو ماننے کے باوجود توحید کے ساتھ شرک میں بھی مبتلا رہتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

مشرک وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب یا کسی رسول کو نہیں مانتے اور توحید سے انکار کر کے غیر اللہ کی عبادت و بندگی کو مذہب کا نام دیتے ہیں۔ چونکہ اہل کتاب کو ان کی کتابوں سے معلوم تھا کہ ایک ایسے نبی اور رسول آنے والے ہیں جن کے آنے کی خوش خبری تمام پیغمبر دیتے آئے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو ساری قوموں اور مذہبوں پر چھا جائیں گے۔ یہودیوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ آخری نبی ان ہی میں سے آئیں گے چنانچہ جب بھی اہل کتاب اور مشرکین میں کسی بات پر جھگڑا ہوتا تو یہودی مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمیں جتنا ستانا چاہتے ہو ستا لو جب وہ آخری نبی آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ مل کر فتح و نصرت حاصل کریں گے اور ظلم و ستم کا گن گن کر بدلہ لیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہایت واضح دلیل کے ساتھ اور خود ان کی ذات کو کھلی ہوئی دلیل بنا کر بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجا تو یہودی اور نصاریٰ مختلف نشانیوں سے نبی کریم ﷺ کی شان نبوت و رسالت کو پہچان چکے تھے مگر اس ضد میں انکار کر بیٹھے کہ وہ آخری نبی ہماری قوم میں سے کیوں نہ آئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ یہ اہل کتاب پہلے سے تو فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نبی کے ساتھ مل کر ہم ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کریں گے۔ یہ اہل کتاب ان کے آنے کے بعد پہچان بھی گئے ہیں لیکن محض ضد بندی میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان اہل کتاب میں سے کوئی ان کو مان رہا ہے اور کوئی ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہا ہے۔ اس پس منظر میں سورۃ البینہ کی آیات کا مفہوم ملاحظہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کفار اہل کتاب اور مشرکین اس وقت تک اپنی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی واضح اور روشن دلیل نہ آ

جائے۔اب وہ واضح دلیل اللہ کے رسول (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) ہیں جو آچکے ہیں وہ قرآن کریم جس میں تمام پاک صحیفے موجود ہیں وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتے ہیں جس میں درست اور مضبوط مضامین موجود ہیں۔ جب وہ واضح اور روشن دلیل یعنی اللہ کے نبی و رسول آگئے ہیں تو اہل کتاب پہچاننے کے باوجود خود ہی شدید اختلافات کا شکار ہو گئے ہیں حالانکہ ان کی کتابوں میں اور قرآن کریم میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ یکسو ہو کر اطاعت کے اعتقاد کے ساتھ صرف ایک اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کرتے رہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ درست اور صحیح طریقہ ہے جس میں سب کی نجات کا سامان ہے۔ اگر وہ اہل کتاب اور مشرکین اپنے انکار پر جمے رہے یعنی انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی اور رسول نہ مانا، ان کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب پر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا بھیانک انجام یہ ہوگا کہ وہ جہنم کی اس آگ کا ایندھن بن جائیں گے جس سے کبھی چھٹکارا نہ ملے گا اور وہ بدترین مخلوق بن کر رہ جائیں گے لیکن اگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لائے اور عمل صالح کی پابندی کرتے رہے تو نہ صرف ان کا شمار کائنات کی بہترین مخلوق میں ہوگا بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ایسے دائمی باغات میں ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بلکہ جو لوگ اللہ کے خوف اور ڈر سے زندگی بسر کرتے رہے ہوں گے ان تمام اہل ایمان اور اللہ کا خوف رکھنے والوں کو سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت والوں سے **یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ** (اے جنت والو!) کہہ کر خطاب فرمائیں گے تو اہل جنت عرض کریں گے "اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اطاعت کے لئے تیار ہیں بے شک ہر ایک بھلائی آپ کے ہاتھ میں ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی اور خوش ہو؟ عرض کریں گے الٰہی! (جنت کی نعمتوں کے باوجود بھی) کیا ہم اب بھی راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تمہیں اس سے افضل اور بہتر نعمت نہ دوں؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنی رضا تم پر نازل کر دی اب میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ (اور میری رضا تمہیں ہمیشہ حاصل رہے گی)۔ (بخاری و مسلم)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۹

الزِّلْزَال

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الزلزال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	99
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	37
حروف	158
مقام نزول	مدینہ منورہ

قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس نظام کائنات کو جو ایک خاص ترتیب سے چل رہا ہے توڑ کر درہم برہم کر دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، چاند سورج بے نور ہو جائیں گے، ستارے اور تارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، زمین مسلسل جھٹکوں سے ہلا ڈالی جائے گی جس سے زمین کے اندر دفن کئے گئے مردے، انسانی جسم کے اجزاء جو کائنات میں بکھرے ہوئے ہوں گے ان کو پھر سے جمع کر کے انسانی شکل وصورت دیدی جائے گی۔ زمین کے اندر سے معدنیات یعنی سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور قیمتی چیزیں جن کو انسان بڑی اہمیت دیتا تھا اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم وستم، غضب اور چوری چکاری سے بھی باز نہیں آتا تھا وہ سب چیزیں اس کے سامنے پڑی ہوں گی مگر بے حقیقت اور بے قیمت۔ اس دن آدمی کو اندازہ ہو جائے گا کہ جس سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کے پیچھے اس کی زندگی گذری ہے وہ کس قدر حقیر اور بے کار چیزیں تھیں۔ اس کے بعد جب زمین زلزلوں اور جھٹکوں سے ہلنا بند نہ کرے گی تو انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ میدان حشر قائم ہونے کے بعد زمین کو اس کے رب کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اس پر جو حالات اور واقعات گذرے ہیں اور انسان نے جو بھی عمل کئے ہیں ان کو پوری طرح بیان کر دے۔ پھر ہر شخص کے اعمال نامے اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو بھی دیکھے گا اور اگر اس نے کوئی گناہ یا خطا کی ہوگی وہ اس کو بھی دیکھے گا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے جو کراماً کاتبین ہیں لگے ہوئے ہیں وہ آدمی کی ایک ایک بات اور ہر عمل کو لکھ رہے ہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص کا مکمل ریکارڈ اس کے سامنے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ایک اپنے اعمال نامے کو خود دیکھ کر اپنا محاسبہ کر لے۔ آدمی اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر حیران رہ جائے گا کیونکہ چھوٹی سے چھوٹی بات اور عمل، دلی جذبات، ارادے اور مقاصد تک اس کے اعمال نامے میں درج ہوں گے۔ کوئی آدمی اس اعمال نامے کو جھٹلا نہ سکے گا کیونکہ اگر وہ انکار کرے گا تو اس کی زبان، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان اور اس کے تمام اعضا حتیٰ کہ اس کی کھال تک کو اللہ ایسی زبان عطا کر دیں گے کہ وہ ایک ایک گناہ تک کی گواہی دے گی۔ زمین بتا دے گی کہ اس پر کس نے کیا کیا تھا۔ اس طرح ہر انسان اپنے گناہوں کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ ان ہی باتوں کو

سورۂ زلزال میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

زمین پر ایسے مسلسل جھٹکے آئیں گے کہ جس سے زمین ہلا ڈالی جائے گی۔ زمین اپنے اندر کے بوجھ یعنی جو انسان دفن کئے گئے تھے ان کو اور سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات کو اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک دے گی۔ انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا؟ پھر زمین کو اس کے رب کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے اوپر کئے گئے حالات اور واقعات کو بیان کر دے۔ پھر اس کے بعد ہر شخص اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ جس نے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے ہوگی جسے وہ دیکھے گا۔

سُورَةُ الزِّلْزَال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

ع ۱ ۸ ۲۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

جب زمین بری طرح ہلا ڈالی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی تو آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن میں وہ اپنی سب باتیں بیان کرے گی۔ اس لئے کہ آپ کے رب نے اس کو یہی حکم دیا ہوگا۔ اس دن لوگ مختلف جماعتیں بن کر لوٹیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو وہاں دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی (اپنے شرک) کو دیکھ لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

زُلْزِلَتْ — ہلا ڈالی گئی

اَثْقَالَ — بوجھ

مَالَهَا	کیا ہو گیا اسے؟
تُحَدِّثُ	بیان کردے گی
اَخْبَارٌ	خبریں۔حالات
يَصْدُرُ	باہر نکلے گا۔لوٹے گا
اَشْتَاتٌ	مختلف گروہ
مِثْقَالَ	وزن۔برابر
يَرَهٗ	وہ اس کو دیکھ گا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب زمین پر ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو نظام کائنات کو درہم برہم کر کے ہر چیز پر فنا کی کیفیت طاری کر دی جائے گی۔ اسی کو قیامت کہا جاتا ہے جو برحق ہے اور اس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ لیکن پہلا صور پھونکے جانے کے بعد کیا ہوگا اس کو اس سورت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب زمین مسلسل جھٹکوں اور زلزلوں سے ہلا ماری جائے گی۔ اور زمین و آسمان کے نظام کو توڑ کر ایک ہموار زمین تیار کر لی جائے گی تو اس وقت موجودہ زمین اپنے اندر دفن کئے گئے انسان یا اس کے بکھرے ہوئے اجزا کو نکال کر باہر پھینک دے گی پھر اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر کے پہلے والی شکل و صورت میں ڈھال دے گا، سونا، چاندی اور اپنے اندر کی معدنیات کو زمین اگل دے گی۔ اس وقت مدہوشی کا عالم یہ ہوگا کہ کسی کو اتنے زبردست مال و دولت کی طرف دیکھنے کی توجہ تک نہ ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین اپنے اندر کے جگر کے ٹکڑے اور سونے، چاندی کی بڑی بڑی چٹانیں کھول کر رکھ دے گی۔ اس وقت وہ شخص جس نے مال کی وجہ سے کسی کو قتل کیا ہوگا کہے گا یہ ہے وہ چیز؟ جس کے لئے میں نے قتل جیسا جرم کیا تھا۔ جس شخص نے مال و دولت کی محبت میں اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا ہوگا وہ کہے گا کہ یہ ہے وہ مال و دولت؟ جس کی وجہ سے میں نے ایسی حرکت کی تھی۔ جس کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹا گیا تھا وہ بھی (نہایت افسوس کے ساتھ)

کہے گا کہ میں نے اس کی وجہ سے اپنا ہاتھ کٹوایا تھا۔ پھر کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو اس کی طرف دیکھنا گوارا کرے گا۔ (الصحیح مسلم)

جب زمین زور زور سے ہلنا شروع ہو جائے گی تو آدمی کے منہ سے گھبراہٹ اور مایوسی میں یہ الفاظ نکلیں گے کہ آج اس زمین کو کیا ہو گیا کہ وہ برابر ہلے جا رہی ہے۔ جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ یہ زمین تو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے اس وقت آدمی کے سامنے اس کا سارا کیا دھرا نظر آنے لگے گا۔ اس دن ہر شخص اپنے ہی جیسے عمل والے لوگوں کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔ چور چور کی طرف اور نیک آدمی نیک لوگوں کی طرف جائے گا اور پھر یہ جماعتیں اللہ کے سامنے پیش ہوں گی اور ہر ایک اپنے عمل کے اثرات اور ثمرات کو سامنے دیکھے گا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب "فمن یعمل" والی آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ کیا میں اپنا عمل خود دیکھوں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر میں نے عرض کیا بڑے بڑے گناہ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا چھوٹے چھوٹے گناہ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر میں نے عرض کیا پھر میں تو مارا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوسعید خوش ہو جاؤ کیونکہ ہر نیکی اپنی جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں بتانا کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا زمین ہر مرد اور عورت کے تمام اعمال پر گواہی دے گی جو اس نے اس پر کیے ہوں گے۔ اس لئے کہ اس کے پروردگار کا اس کو یہی حکم ہوگا یعنی زمین کو حکم دیا جائے گا کہ وہ تمام لوگوں کے اعمال کو بیان کر دے اور اس نے اس زمین پر جو کچھ کیا ہے وہ اس کو ظاہر کر دے۔ (کشف الرحمٰن)

حضرت ربیعۃ الخرشیؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہاری جڑ اور بنیاد ہے اور اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے گی اچھی یا بری۔ (معجم الطبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل خیر اور ہر عمل شر اس کے سامنے آجائے گا اور وہ اس کو اپنی کھلی آنکھ سے دیکھے گا اور اس کی جزا یا سزا پائے گا۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا کون سا عمل خیر ہے اور کون سا شر ہے؟ کیونکہ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے عمل کو اچھا اور بہتر نہ سمجھتا ہو۔ دنیا میں ہر فرقہ اور جماعت نیک اور بہتر کام کر کے ایک سکون محسوس کرتا ہے اور اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے "كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ" یعنی ہر جماعت کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اسی میں مگن ہے۔ خیر اور شر کیا ہے اس سلسلہ میں ہمیں اسلامی تعلیمات سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ

یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو بھی نیک، بھلا اور بہتر کام کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کی قدر کی جاتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ہر وہ کام جو نیکی کے جذبے سے کیا جائے اور اس کی بنیادوں میں ایمان کا جذبہ نہ ہو تو اس کا اچھا بدلہ اسی دنیا میں دیدیا جاتا ہے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا لیکن اگر ایمان کے ساتھ وہ عمل کیا جائے گا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے تو اس ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اس کو دنیا میں بھی بہتری عطا کی جاتی ہے اور اس کو آخرت میں اس کے تصور سے بھی زیادہ اجر اور بدلہ عطا کیا جائے گا۔ یعنی ایمان وعمل صالح اختیار کرنے والے شخص کو دونوں جہانوں میں عظمتیں عطا کی جائیں گی۔

اسی بات کو فرمایا گیا کہ جس نے کوئی بھی بھلا اور نیک کام کیا وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے کوئی بھی گناہ اور خطا کا کام کیا وہ اس کو بھی بھگتے گا اور کھلی آنکھوں سے دیکھے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۰

الْعَادِيَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورت نمبر	100
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	40
حروف	170
مقام نزول	مکہ مکرمہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جو اپنے مالک کے ایک اشارے پر ہانپتے، فراٹے بھرتے اور سرپٹ دوڑتے ہیں۔ جب اس کا مالک پتھریلی زمین پر تیز دوڑاتا ہے تو ان کی ٹاپوں سے چنگاریاں سی اڑتی نظر آتی ہیں۔ سویرا کسی دشمن پر حملہ کرنا ہو تو وہ صبح ہی صبح چھاپے مارنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر وہ پورے میدان جنگ کو گرد و غبار سے ڈھانپ دیتے ہیں۔ وہ تیزی سے دشمن کے لشکروں کی اندرونی صفوں میں جا گھستے ہیں اور وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔

فرمایا کہ گھوڑا جو بے زبان جانور ہے جب اس کا مالک اسے دانہ اور گھاس کھلاتا اور پانی پلاتا ہے، اس کے رہنے کی جگہ بناتا ہے تو وہ جانور اپنے مالک کے احسان کو پہچانتا ہے اور ہر وقت اس کی خدمت اور اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ حالانکہ گھوڑے کے مالک نے نہ تو اس گھوڑے کو پیدا کیا، نہ گھاس، دانے اور پانی کو اس نے پیدا کیا وہ مالک محض یہ چیزیں اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے مگر اس جانور کا حال یہ ہے کہ اپنے کھلانے پلانے والے کو اپنا محسن سمجھتا ہے۔ دوڑانے سے دوڑتا ہے، سموں سے چنگاریاں اڑاتا ہے، صبح ہو یا شام وہ ہر وقت اپنے مالک کی اطاعت و فرماں برداری کے لئے تیار رہتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کے دوڑنے سے گرد و غبار کے بادل چھا جاتے ہیں۔ اس کی وفاداری کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی صفوں کے بیچ میں گھس جاتا ہے اور اپنے مالک کی حفاظت کرتا ہے۔ فرمایا کہ ایک جانور کو ذرا سے دانے پانی کی اتنی قدر ہے وہ ہر وقت مالک کے سامنے سر جھکائے حکم کا منتظر رہتا ہے لیکن انسان کس قدر ناشکرا ہے اسے اللہ نے پیدا کیا، زندگی گذارنے کی ہر چیز عطا کی، زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، نباتات، جمادات اور حیوانات کو اس کی خدمت میں لگا دیا۔ اس کو عقل و شعور اور فہم و فراست عطا کی، ذرہ ذرہ کو اس کے تابع کر دیا، اس کی ہدایت کے لئے اس نے اپنے پیغمبروں اور کتابوں کو بھیجا مگر اس کا یہ حال ہے کہ دنیا کی ذرا سی دولت کی محبت میں وہ اس طرح غرق ہو جاتا ہے کہ اپنے خالق و مالک کو بھول جاتا ہے۔ نافرمانی اور ناشکری پر اس

کا اپنا وجود ہی گواہ بن جاتا ہے لیکن وہ نہیں سوچتا کہ دنیا کے یہ اسباب کب تک استعمال کرے گا۔ یہ مال و دولت اس کے کب تک کام آئیں گے۔ موت کے ساتھ ہی یہ تمام چیزیں اس سے چھوٹ جائیں گی اور قبر میں کوئی چیز اس کے ساتھ نہ جائے گی۔ فرمایا کہ اس کے بعد انسان کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا۔ میدان حشر میں اس کا اعمال نامہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا پھر اس کو ہوش آئے گا کہ وہ اپنے جن کرتوتوں کو دنیا سے چھپایا کرتا تھا ان تمام باتوں سے اس کا رب پہلے ہی واقف تھا۔ پھر اس وقت اس کا شرمندہ ہونا اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ العادیات میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائیوں اور ذلتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝۸ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝۱۱

ع ۱ / ۱ / ۲۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

ان گھوڑوں کی قسم جو دوڑتے ہوئے ہانپتے ہیں۔

پھر وہ جو (اپنے سموں سے پتھروں پر ٹاپ مارتے ہوئے) چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔

پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت چھاپے مارتے ہیں۔

پھر وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ (دشمن کی فوج کے) مجمع میں جا گھستے ہیں۔

بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔

اور بے شک انسان اس ناشکری پر خود ہی گواہ ہے (جو جانتا ہے مگر مانتا نہیں)۔

اور بے شک آدمی مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

کیا اس کو یہ نہیں معلوم کہ جب مردے قبر سے اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ

سینوں میں محفوظ ہے وہ کھول دیا جائے گا۔ بے شک آپ کا پروردگار تو اس دن ان کے احوال سے واقف ہی ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

اَلْعٰدِیٰتِ	دوڑنے والے گھوڑے
ضَبْحٌ	ہانپتے ہوئے
اَلْمُوْرِیٰتِ	چنگاریاں نکالنے والے
قَدْحٌ	آگ جھاڑ کر
اَلْمُغِیْرَاتُ	وہ حملہ کرنے والے ہیں
اَثَرْنَ	اٹھاتے ہیں
نَقْعٌ	گردوغبار
وَسَطْنَ	وہ بیچ میں گھس جاتے ہیں
كَنُوْدٌ	ناشکرا
شَهِيْدٌ	گواہ
اَلْخَيْرُ	مال و دولت
بُعْثِرَ	باہر نکالا گیا
حُصِّلَ	حاصل کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

انسان کے چاروں طرف اللہ نے اتنی نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے جنہیں شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ نعمتیں انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتی نظر آتی ہیں کہ اسے ہر سانس میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زندگی گذارنی چاہیے۔ اسے وہی کرنا چاہیے جس کے کرنے کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور ہر اس بات سے رک جانا چاہیے جس سے اسے منع کیا گیا ہے۔ شکر کا یہی وہ انداز ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں۔ جو اللہ و رسول کے فرماں بردار ہیں وہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ انہیں موت آئے گی پھر وہ ایک دن اٹھ کر میدان حشر کی طرف جائیں گے ان کی تمام نیکیوں اور برائیوں کی جانچ ہوگی اور ان کے تمام وہ اعمال جو پوشیدہ تھے کھل کر ان کے سامنے آجائیں گے اور پھر جزا یا سزا کا فیصلہ سامنے آئے گا۔

لیکن وہ لوگ جو اللہ و رسول کی فرماں برداری سے محروم، آخرت کے یقین سے عاری، مال و دولت کی محبت میں غرق ہوتے ہیں وہ یہ بات کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتے کہ ان کو کس ذات نے وجود بخشا، چاند، سورج، ستارے، فضائیں ہوائیں کس کے اشارے پر اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر طرح کی نعمتوں کو کس نے بکھیر رکھا ہے؟ دن کی روشنی اور رات کا سکون کس نے عطا کیا ہے۔ ایسا آدمی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو ایک دن مر کر قبر میں جانا ہے پھر اس کو دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں پہنچ کر زندگی بھر کے معاملات کا حساب دینا ہے۔ ایسے ناشکرے لوگوں کو گھوڑے جیسے جانور کی مثالیں دے کر فرمایا گیا ہے کہ انسان تو جانوروں سے بھی گیا گذرا ہوگیا۔

انسان ایک گھوڑے کو دانہ اور گھاس ڈالتا اور اسے رہنے کے لئے چھت مہیا کرتا ہے تو وہ گھوڑا اپنے مالک کے احسان کو پہچان کر صبح و شام اس کی فرماں برداری میں دوڑتا بھاگتا، ہانپتا، پاؤں سے چنگاریاں اور گرد و غبار اڑاتا اس منزل کی طرف پہنچنے کی کوشش کرتا ہے جہاں اس کا مالک اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ اگر وہ دشمن کی صفوں میں گھسنا چاہتا ہے تو گھوڑا اپنی جان کی پروا کئے بغیر صفوں کو چیرتا ہوا درمیان میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی وفاداری میں اپنی جان تک دے ڈالتا ہے مگر اپنے مالک پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ فرمایا کہ ایک گھوڑا تو ذرا سے دانے اور گھاس کا شکر اس طرح اپنی وفاداریوں کے ذریعہ پیش کرتا ہے

لیکن انسان جس کو اللہ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ اپنے مالک کا احسان تک نہیں مانتا اور اپنی ناشکریوں اور نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے۔ اسے مال و دولت اور دنیا کی چکا چوند نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ اپنی آخرت اور اس کے انجام تک کو

بھول جاتا ہے۔ وہ اس بات کو بھول رہا ہے کہ اس دنیا میں اس کا ہر عمل اور ہر حرکت ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ اللہ کو اس کے ظاہر و باطن اور اچھے برے سب اعمال کا پوری طرح علم ہے لیکن جب قیامت کے دن اس کے اعمال کا ریکارڈ اس کے سامنے رکھا جائے گا تو اسے کسی بات سے انکار کی گنجائش نہ ہوگی اور اس کے سینے میں چھپے ہوئے راز جو دنیا میں ہر ایک سے چھپایا کرتا تھا وہ سارے پوشیدہ راز کھل کر سامنے آجائیں گے۔ وہ نتیجہ کا وقت ہوگا پھر عمل کرنے کا موقع نہیں ہوگا۔

وہ لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں جو ہر وقت فکر آخرت کرتے اور اللہ کے احسانات کو یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے ہیں۔ جنت کی ابدی راحتیں ان کی منتظر ہیں لیکن ناشکرے اور اللہ کے احسانات کو نا ماننے والوں کا عبرت ناک انجام ہوگا اور ان کو ایسی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۱

اَلْقَارِعَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة القارعة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	101
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	35
حروف	160
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قیامت اور آخرت پر ایمان ویقین دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جسے دلوں میں جمانے اور بٹھانے کے لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سورت میں قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اچانک ایک زبردست اور ہولناک حادثہ ہوگا۔ اس دن کی شدت کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے پوچھا ہے کیا آپ کو معلوم ہے وہ عظیم حادثہ کیا ہوگا؟ جواب عنایت فرمایا کہ وہ ایسا ہولناک حادثہ ہوگا جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہوں گے۔ وہ عظیم الشان پہاڑ جن کی وجہ سے زمین اپنے توازن کو قائم رکھے ہوئے ہے وہ پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی اون کی طرح فضاؤں میں اڑتے پھریں گے۔ ظاہر ہے کہ جب زمین بے وزن ہو جائے گی تو اس پر ہر چیز اور بڑی سے بڑی بلڈنگیں بھی تنکوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گی۔ جو اہل ایمان ہوں گے وہ نہایت اطمینان وسکون سے اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور کفار ومشرکین پر زبردست گھبراہٹ طاری ہوگی۔

اس کے بعد میدان حشر قائم کیا جائے گا۔ جو لوگ ابتداء سے قیامت تک پیدا ہوئے اور مر گئے ان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا پھر اس میدان میں "میزان عدل" قائم کی جائے گی تا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق عدل وانصاف کیا جا سکے۔ ہر ایک کے اعمال کو اس ترازو پر تول کر دیکھا جائے گا۔ جس کے اعمال میں اخلاص کی برکت سے وزن ہوگا اس کو من پسند جنت کی راحتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اور جن لوگوں کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے ان کو آگ سے بھرے گڑھے یعنی جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اصل میں ہمیشہ سے دنیا میں ماپ تول کا رواج رہا ہے۔ پہلے صرف ترازو اور بٹے ہوتے تھے جن کے ذریعہ چیزوں کو تولا جاتا تھا۔ پھر سائنسی ترقی کا دور آیا تو اس میں ہوا، بارش، پانی، سردی، گرمی، برف تک تولنے کے آلات ایجاد کئے گئے لیکن اللہ کی میزان عدل یعنی انصاف کی ترازو میں ایمان وکفر، اچھے برے اخلاق، ثواب اور گناہ، شہیدوں کا لہو اور علماء کی لکھنے والی روشنائی تک کو تول کر دیکھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث میں بہت سی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہم قیامت کے دن میزان عدل (انصاف کی ترازو) قائم کریں گے۔ اس لئے کسی پر ادنیٰ سا بھی ظلم

نہ ہوگا۔ جو بھلائی اور برائی رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگی وہ بھی میزان عدل میں رکھی جائے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور حساب لینے کے لئے تو ہم ہی کافی ہیں۔

فرمایا! جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ من پسند عیش و آرام میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔(القارعہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کام بتاتا ہوں جن پر عمل کرنا انسان کے لئے کچھ بھاری نہیں ہے لیکن میزان عدل میں وہ سب سے بھاری ہوں گے ایک حسن اخلاق اور دوسرے زیادہ تر خاموش رہنا یعنی بلاضرورت کوئی کلام نہ کرنا۔(ابوداؤد۔ ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی روشنائی جس سے انہوں نے علم دین اور احکام دین لکھے تھے ان کو اور شہیدوں کے لہو کو تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔(امام ذہبی)

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص حاضر ہوگا جب اس کا نامہ اعمال سامنے آئے گا تو وہ نیک اعمال کم پا کر گھبرا جائے گا۔ اچانک ایک چیز بادل کی طرح اٹھ کر آئے گی اور اس کے نیک اعمال کے پلے میں گر جائے گی اس کو بتایا جائے گا کہ یہ تیرے ان اعمال کا ثمرہ ہے جو تو دنیا میں لوگوں کو دین کے احکام و مسائل بتاتا اور سکھاتا تھا۔ یہ تیری تعلیم کا سلسلہ جب آگے چلا تو جس شخص نے اس پر عمل کیا ان سب کے اعمال میں تیرا حصہ بھی لگایا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اس کا عمل تولا نہ جائے گا بلکہ اس کا ایک آنسو جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھانے کے لئے کافی ہوگا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے میزان عدل میں سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ ہوگا جو اس نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا عمل کیا ہوگا۔(عبرانی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے میدان حشر کی "میزان عدل" میں سب سے زیادہ وزن دار چیز کلمہ طیبہ "**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" ہوگا۔ میزان کے جس پلے میں یہ کلمہ آ گیا وہ سب سے بھاری ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور رحمٰن کو بہت محبوب ہیں مگر میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے۔ وہ دو کلمے یہ ہیں

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (بخاری شریف)

سُورَۃُ الْقَارِعَۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪

ع ۱ ۱۱ ۲۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

وہ زبردست حادثہ۔

اور کیا ہے وہ حادثہ؟

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ حادثہ کیا ہے؟

جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔

پھر جس کے اعمال بھاری ہوں گے تو وہ اپنی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے اعمال ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا "ہاویہ" میں ہوگا۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ "ہاویہ" کیا ہے؟

وہ دھکتی ہوئی ایک آگ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

اَلْقَارِعَةُ	کھڑکھڑانے والی
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ	جیسے بکھرے پرندے
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ	جیسے دھنکی ہوئی اون
ثَقُلَتْ	بھاری ہوئے
مَوَازِيْنُ	وزن
عِيْشَةٌ رَّاضِيَةٌ	من پسند عیش وآرام
خَفَّتْ	ہلکے ہوئے
اُمُّهٗ	اس کا ٹھکانا
نَارٌ حَامِيَةٌ	دھکتی آگ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

قارعہ کے معنی عظیم، ہولناک حادثہ اور بڑی آفت ومصیبت کے آتے ہیں۔ قارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کائنات کا یہ عظیم اور ہیبت ناک حادثہ جب پیش آئے گا تو سارا نظام کائنات درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔ زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، انسان اور جن اور ساری مخلوق سب کے سب اس عظیم اور اچانک حادثہ میں ختم ہو جائیں گے۔ جب صور پھونکا جائے گا اور زمین زبردست جھٹکے اور زلزلوں سے ہلنا شروع ہوگی تو ہر شخص ایک دوسرے پر اس طرح گرتے پڑتے دوڑ رہے ہوں گے جس طرح چھوٹے چھوٹے پروانے کسی روشنی کو دیکھ کر ایک دوسرے پر گرتے پڑتے نظر آتے ہیں۔ زبردست اور مضبوط پہاڑ رنگ برنگ کے اون کی طرح اور دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے۔

اس طرح زمین وآسمان اوران کے درمیان کی ہر مخلوق پر فنا کی کیفیات طاری کردی جائیں گی۔ دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اللہ کی ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ اب ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان ہوگا یہ میدان حشر ہوگا جس میں ابتدائے کائنات سے قیامت تک آنے والے تمام لوگ حاضر کردیئے جائیں گے۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کی جزا کے لئے اللہ کی عدالت قائم کی ہوگی۔ میزان عدل رکھ دی جائے گی۔ یہ میزان عدل (انصاف کی ترازو) ایسی ہوگی جس میں چیزیں نہیں بلکہ انسانی اعمال اور اس کے خلوص کو تولا جائے گا۔ جس کے اعمال ایمان پر مضبوطی اور پرخلوص اور عمل صالح کی وجہ سے وزن دار اور بھاری ہوں گے اس کو راحتوں اور آرام وسکون کے لئے ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جو اس کی امیدوں اور تمناؤں سے بھی زیادہ خوبصورت، حسین اور پرسکون ہوگی لیکن جن لوگوں کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے جو زندگی بھر کفر وشرک اور ناشکری میں مبتلا رہے ہوں گے ان کو "ھاویہ" میں جھونک دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے وہ "ھاویہ" کیا ہوگی؟ فرمایا وہ آگ سے بھرپور خندق ہوگی جس میں انہیں اوپر سے اس کے اندر پھینکا جائے گا۔ وزن دار اور ہلکے اعمال کیا ہوں گے اس کے لئے ہمیں قرآن کریم سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن انسانی اعمال کا وزن بندے کے ایمان، خلوص اور حق وصداقت پر چلنے کی وجہ سے پیدا ہوگا جو لوگ زندگی بھر بھٹکتے رہنے کے باوجود اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کو تیار نہ تھے اپنے آپ کو صحیح اور دوسروں کو غلط سمجھتے رہے وہ اس دن شدید نقصان اٹھائیں گے اوران کے اعمال بے وزن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھ دیں گے۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور اگر کسی کا رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا وہ ہم اس کے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کے لئے تو ہم ہی کافی ہیں۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۴۷)

دوسری جگہ فرمایا

اس دن وزن "حق" کا ہوگا۔ پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے (بے وزن) ہوں گے وہ اپنے آپ کو نقصان اور خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۸ تا ۹)

ایک جگہ ارشاد فرمایا

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے کون لوگ ہوں گے؟ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی ہی میں ضائع ہوگئیں جو یہ سمجھتے رہے کہ وہ جو کام کررہے ہیں بہت اچھے کام

ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات کا اور اس کے ملنے سے انکار کیا تھا۔ ان کا کیا کرایا سب برباد ہو جائے گا اور قیامت کے دن ہم ان کو کوئی وزن نہ دیں گے۔ جہنم (ان کے اعمال کا) بدلہ ہے جس کے لئے انہوں نے کفر کیا تھا۔ میری نشانیوں کا انکار کیا تھا اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔ (سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا وزن اس کے ظاہر کے اعتبار سے ہوتا ہے جب کہ قیامت کے دن یہ دیکھا جائے گا کہ کون شخص ایمان کے ساتھ پر خلوص عمل صالح لے کر آیا ہے۔ جو عمل ایمان واخلاص سے خالی ہوگا وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا بھی خوبصورت اور وزن دار ہو اللہ کے ہاں وہ بے وزن ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت میں ہر طرح کی رسوائیوں اور اعمال کی بے وزنی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۲

التَّکَاثُرُ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۷۱

تعارف سورۃ التکاثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	102
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	28
حروف	123
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اگر اللہ کی رضا وخوشنودی، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے لئے جائز حدود میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مال و دولت کمانے کی جدوجہد خواہش اور کوشش کی جائے تو شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے شرط یہ ہے کہ قدم قدم پر یہ احساس زندہ رہے کہ قیامت کے دن ہر ایک نعمت کے متعلق جو سوال کیا جائے گا اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا ہے۔

دراصل شریعت میں "تکاثر" کی اجازت نہیں ہے یعنی ایک دوسرے سے کثرت اور بہت کچھ حاصل کرنے میں زندگی لگا دینا۔ اگر ایک شخص اللہ، اس کے رسول، قیامت، آخرت، اخلاقی حدود اور اس کی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر معیار زندگی بلند کرنے کی دھن میں پوری زندگی کھپا دے اور وہ اس بات کو بھلا دے کہ اسے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر دی گئی ہر نعمت کا جواب دینا ہے تو یہ نا مناسب بات ہوگی۔ اگر انسان اپنے چاروں طرف نظر دوڑائے تو اس پر اللہ کے اتنے کرم ہیں اور اس کو زندگی گذارنے کے لئے اتنی نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان کو شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا۔ نعمت کی قدر تو یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس اور ایک کھجور پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی نعمتوں پر بھی شکر ادا کرنے کی تلقین و تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کو تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔ (مسند احمد، نسائی، ابن جریر)

ایک مرتبہ سخت دھوپ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی گھر سے تشریف لے آئے۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ اس وقت سخت دھوپ میں کیسے آنا ہوا۔ فرمایا بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم اسی بے چینی نے مجھے بھی مجبور کیا۔ یہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تم اس وقت یہاں؟ عرض کیا حضور بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا تھا۔ آپ ﷺ

نے فرمایا میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ ان دونوں کو لے کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے آئے۔ حضرت انصاری کی اہلیہ حضور کے آنے سے بہت خوش ہوئیں۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوایوب بھی تشریف لے آئے انہوں نے جلدی سے کھجور کا ایک خوشہ توڑا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ پورا خوشہ کیوں توڑ لائے؟ اس میں کچی پکی ہر طرح کی کھجوریں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس لئے لے آیا تا کہ آپ جس قسم کی کھجور کھانا پسند فرمائیں وہ کھا لیں۔ اتنی دیر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا کچھ حصہ آگ پر بھونا کچھ حصہ ہانڈی میں ڈال کر پکایا۔ ان سب نے گوشت روٹی کھائی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی یہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا حضرات صحابہ کرامؓ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ اس فقر و فاقہ اور سخت بھوک میں کھائی گئی ان چیزوں کے متعلق بھی اللہ کے ہاں سوال کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ اللہ کی نعمتیں ہیں ان پر شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ کر کے شروع کرو اور جب ختم کرو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ اس کے بعد آپ نے ذرا سا گوشت ایک روٹی میں رکھ کر فرمایا کہ ابوایوب یہ فاطمہ کو دے آؤ اس نے بھی کئی دن سے کوئی چیز نہیں کھائی۔ وہ جلدی سے گئے اور حضرت فاطمہ کو دے آئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکاثر سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورۃ التکاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

ع ۱ ۸ ۲۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

تمہیں تکاثر (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے نے) غفلت میں مبتلا کئے رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبریں جا دیکھتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ تم یقینی طور پر معلوم کرلو گے۔ البتہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے۔ پھر تم یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر تم سے اس دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن میں تم لوگ رہا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلْهٰى — بھلائے رکھا۔ غافل کئے رکھا

اَلتَّكَاثُرُ — ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کثرت نے

زُرْتُمْ — تم نے دیکھ لی

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ	بہت جلد تم جان لوگے
عِلْمَ الْيَقِيْنِ	یقین کا علم
تَرَوُنَّ	تم ضرور دیکھوگے
عَيْنَ الْيَقِيْنِ	آنکھ سے حاصل ہونے والا یقین
تُسْئَلُنَّ	تم پوچھے جاؤگے
اَلنَّعِيْمُ	نعمتیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

آخرت کی فکر رکھتے ہوئے صبر وقناعت اختیار کرنا، اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق جائز اور حلال ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا۔ جس کا بنیادی مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی، اپنے بال بچوں کی مناسب دیکھ بھال، غریب، ضرورت منداور محتاجوں سے ہمدردی اور بھلائی کا جذبہ رکھنا جس میں فخر وغرور، حرص اور لالچ نہ ہو۔ ہر قدم پر اس بات کا خیال رکھنا کہ اللہ نے جو بھی نعمتیں دی ہیں آخرت میں ان کا حساب دینا ہے۔ ان بنیادی باتوں کا خیال رکھتے ہوئے مال ودولت حاصل کرنے کے لئے محنت ومشقت، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کرنا کسی طرح عبادت سے کم نہیں ہے۔ اس جدوجہد کی قطعاً ممانعت نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کا مقصد زندگی صرف مال ودولت سمیٹنا، اپنی شان وشوکت کا اظہار کرنا، لوگوں پر رعب اور دھونس جمانے کے لئے اونچی اونچی بلڈنگیں بنانا، لمبی چوڑی سواریاں حاصل کرنا، حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا اور آخرت سے غفلت اختیار کرنا ہو اس کی سخت ممانعت ہے۔ ایسے لوگ کبھی اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ یہ تمام چیزیں اس وقت تک ان کے ساتھ ہیں جب تک موت کا فرشتہ ان کے سامنے آکر کھڑا نہیں ہوجاتا۔ جیسے ہی موت آئے گی یہ تمام چیزیں ان سے چھین لی جائیں گی۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

> " آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ تیرا مال تو صرف اتنا ہے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اس کو (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اس کو لوگوں کے لئے چھوڑ کر جانے والا ہے۔" (مسلم، ترمذی، مسند احمد)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس مال کو اپنا مال کہتا ہے درحقیقت وہ اس کا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وارثوں کے مال کا نگران ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی اس کے وارثوں میں سے ہر ایک اپنا حصہ کھینچنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو فرشتہ آگے آگے یہ کہتا جاتا ہے کہ تو کیا لے کر آیا ہے؟ اور جو مرنے والے کے وارث ہیں وہ کہتے ہیں کہ تو کیا چھوڑ کر گیا ہے؟

جو آدمی مال و دولت کے لالچ میں پڑ جاتا ہے اور اسی کو مقصد زندگی بنالیتا ہے وہ جتنی بھی دولت جمع کر لیتا ہے اس پر صبر و قناعت نہیں کرتا بلکہ دن رات اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے اس کو دگنے سے دگنا کیسے کر سکتا ہوں۔ اس کی ہوس کا منہ کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ صرف قبر کی مٹی ہی اس کے ہوس کے منہ کو بھر سکتی ہے۔ اس بات کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

"اگر آدم زاد کے لئے سونے سے بھری ہوئی ایک وادی موجود ہو تو وہ چاہے گا کہ ایسی دو وادیاں اور ہو جائیں (اس کی ہوس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے)۔ مٹی کے سوا کوئی چیز اس کے منہ کو بھر نہیں سکتی۔ لیکن اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے"۔ (صحیح بخاری)

درحقیقت یہی تکاثر ہے جو آخرت کی ابدی زندگی سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "الھکم التکاثر" پڑھ کر ارشاد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مال جو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور اس پر جو فرائض ہیں ان پر خرچ نہ کیا جائے (قرطبی)

فرمایا کہ آج تم جس عذاب جہنم کا انکار کر رہے ہو نہ تو وہ جہنم دور ہے اور نہ اس دنیا سے جانے کا وقت دور ہے وہ بہت جلد آنے والا ہے۔ ہر انسان بہت جلد اس جہنم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ فرمایا کہ اس کے بعد ہر شخص سے ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا جو دنیا میں اسے عطا کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل تو ارشاد نہیں فرمائی کہ کن نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص سے دیکھنے، سننے اور سوچنے کی طاقتیں جو نعمت کے طور پر عطا فرمائی گئیں ہیں ان کے بارے میں سوال بھی کیا جائے گا۔ جو لوگ ان سوالوں کے صحیح جواب دیں گے ان کے لئے جنت اور اس کی ابدی راحتیں ہوں گی اور جو اس امتحان میں فیل ہو جائیں گے ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ محشر کے دن کوئی شخص اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے دے۔

(۱)۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی؟

(۲)۔ اس نے اپنی جوانی کی طاقتوں کو کن کاموں میں خرچ کیا؟

(۳)۔ وہ مال جو اس نے کمایا ہے وہ کس طریقے سے حاصل کیا تھا (جائز یا ناجائز طریقے پر)؟

(۴)۔اس نے جو مال ودولت حاصل کیا تھا اس کو کن مصارف میں خرچ کیا؟

(۵)۔اللہ نے جو علم اس کو دیا تھا اس نے اس پر کتنا عمل کیا تھا؟

سورۃ التکاثر بہت چھوٹی سی سورت ہے مگر غور وفکر کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ نے اس میں زندگی اور اس کے متعلق چند جملوں میں دنیا اور آخرت کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔اس کے علاوہ اس کی ایک اور خصوصیت بھی ہے۔ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص اس کی قدرت وطاقت رکھتا ہے کہ ہر روز قرآن کریم کی ایک ہزار آیات پڑھا کرے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کون روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کوئی الھکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ تکاثر کو پڑھے گا اس کو ایک ہزار آیتیں پڑھنے کا ثواب ملے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۱۰۳

اَلْعَصْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	103
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	14
حروف	74
مقام نزول	مکہ مکرمہ

تین آیات پر مشتمل اس چھوٹی سی سورت پر جتنا بھی غور وفکر کیا جاتا ہے اس میں معانی اور حقائق کی ایک دنیا جھلکتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں عصر کی قسم کھائی ہے۔

عصر کے معنیٰ نماز عصر، تاریخ انسانی، زمانہ یا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور کی قسم کھا کر یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کے سارے لوگ اس وقت تک دنیا اور آخرت میں سخت ناکام ہیں جب تک وہ ایمان لا کر عمل صالح اختیار نہ کریں۔

اگر انسانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں دو ہی قسم کے انسان نظر آتے ہیں کامیاب یا ناکام۔ دنیا والوں نے تو کامیابی اور ناکامی کے دو پیمانے مقرر کر رکھے ہیں کہ جو شخص خوب مال و دولت کما کر اونچی سے اونچی بلڈنگیں تعمیر کرلے۔ اس کے آگے پیچھے گھومنے والے سیکڑوں آدمی ہوں تو وہ کامیاب ہے اور اگر کوئی شخص ایمان داری اور اپنے اخلاص، نیک نیتی اور حسن اخلاق کے باوجود غریب اور مفلس ہے تو وہ ناکام آدمی شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ معیار بتایا ہے کہ ہر انسان اس وقت تک سخت ناکام ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار نہ کرلے۔ کامیاب وہ شخص ہے جس کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہوں اور وہ شخص سخت ناکام ہے جو مال و دولت اور دنیاوی وسائل کمانے کے باوجود دنیا میں اللہ کے عذاب کا شکار ہو اور قیامت میں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے۔ قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون وغیرہ دنیا کی وہ قومیں ہیں جنہوں نے ہزاروں سال تک دنیا پر حکومتیں کی ہیں۔ دنیا بھر کے وسائل ان کے پاس تھے۔ مال و دولت اور خوش حالی کی کمی نہ تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی انتہا کردی اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو وہ قومیں اللہ کے عذاب کا شکار ہوگئیں۔ ان کا مال و دولت، اونچی اونچی بلڈنگیں، تاج و تخت اور افراد کی کثرت ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے۔ یہ تو دنیا کا معاملہ ہے آخرت میں ان پر دائمی عذاب یہ ہوگا کہ ان کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر جہنم کو اوپر سے بند کردیا جائے گا۔ اللہ کی نظر میں یہ ناکام لوگ ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو وسائل کے اعتبار سے کمزور تھے لیکن ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا

مال تھے وہ دنیا میں بھی سرخ رو ہوئے اور آخرت میں انہیں ہمیشہ کی راحتیں، آرام وسکون اور عیش وعشرت کے سامان عطا کئے جائیں گے یہ لوگ دنیا اور آخرت میں کامیاب ترین لوگ ہیں۔ اگر عصر سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ گذشتہ قوموں کی طرح اس طرح ناکام ہوں گے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن جو لوگ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے وہ دنیاوی اسباب کے لحاظ سے کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لا کر آپ کی اطاعت کرتے ہوئے عمل صالح کا راستہ اختیار کیا وہ دنیا کے کامیاب ترین لوگ شمار کئے گئے ہیں۔ ان کی شان اور عظمت یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ کی طرف نسبت کرنے پر ہر شخص فخر محسوس کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی نعمت سے محروم رہے آج وہ اس طرح مٹ گئے ہیں کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ اگر کچھ نام زندہ ہیں تو وہ بھی قرآن ہی کی وجہ سے ہیں۔ لیکن کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ کوئی بھی ان کی طرف نسبت کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

سورة العصر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡعَصۡرِ ۝۱ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۝۳

ع ۱ / ۲۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

زمانے کی قسم۔

بے شک انسان بڑے خسارے میں ہے۔

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔

ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تلقین اور ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی تاکید کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَلۡعَصۡرُ	زمانہ
خُسۡرٌ	نقصان۔ گھاٹا
تَوَاصَوۡا	ایک دوسرے کو کہتے رہے۔ تاکید کرتے رہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

تین آیات پر مشتمل اس چھوٹی سی سورت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تعلیمات کو اس طرح سمو دیا ہے کہ بقول امام شافعیؒ اگر لوگ اسی ایک سورت میں غور و فکر کرلیں تو یہی سورت ان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی اس سورت کو بہت اہمیت دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن حصین الدارمی سے روایت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ میں جب دو آدمی ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورۂ عصر نہ سنا لیتے۔ (طبرانی)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عصر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ سراسر گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔ صرف وہ لوگ کامیاب و بامراد ہیں جو ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر پر قائم رہے۔

عصر کے مختلف معنی ہیں نماز عصر، زمانہ، تاریخ انسانی اور زمانہ خاتم الانبیاء ﷺ بہر حال اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی، اس کے انقلابات اور قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب رہے، ان ہی لوگوں نے فلاح پائی جو اللہ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں، قیامت کے دن، تقدیر الٰہی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے۔ لیکن جنہوں نے ان چیزوں کا انکار کیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلایا وہ نہ صرف دنیا میں رسوا اور ذلیل و خوار ہوئے بلکہ آخرت میں بھی وہ جنت اور اس کی راحتوں سے محروم رہیں گے۔

ہوسکتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قسم کھا کر بتایا ہو کہ جو لوگ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ نہیں ہیں وہی ناکام و نامراد ہیں اور جنہوں نے ان پر ایمان لا کر ان کی ہدایت پر عمل کر کے اعمال صالحہ کا راستہ اختیار کیا ہے وہی اس سے مستثنیٰ ہیں اور کامیابی ان ہی کا مقدر ہے۔

﴿ایمان﴾ اللہ کو معبود حقیقی ماننا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اسی کی ذات پر بھروسہ اور توکل کرنا، اسی کو اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کا مرکز ماننا، اس نے جو تعلیمات اپنے پیغمبروں کی معرفت اپنے بندوں تک پہنچائی ہیں ان پر نہایت خلوص سے عمل کرنا، اس کے تمام رسولوں کو ماننا، ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان رکھنا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی اور آخری رسول ماننا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے وہ سب سے بڑا جھوٹا اور فریبی ہے۔ قرآن کریم کو اللہ کی آخری کتاب مان کر اس کے تمام احکامات پر مکمل ایمان رکھنا، اس کی دعوت کو ساری دنیا میں پہنچانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو حق و صداقت پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرنا۔

﴿عمل صالح﴾ ہر نیک اور بہتر عمل کو عمل صالح کہا جاسکتا ہے لیکن عمل صالح اس عمل کو کہتے ہیں جس کی بنیاد ایمان اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔ اگر کوئی شخص ایمان کے بغیر کوئی نیک اور بہتر عمل کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کی بھی قدر ہے اس کی جزا اور بدلہ اسی دنیا میں دیدیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اور جو شخص ایمان کے ساتھ عمل صالح کی روش کو اختیار کرے گا اس کو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس کے نیک اور بہتر اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ایمان اور عمل صالح الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقت کے دو نام ہیں اسی لئے قرآن کریم میں عام طور پر ایمان کے بعد ہی عمل صالح کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿تواصی بالحق﴾ ایک دوسرے کو حق و صداقت پر چلنے کی تلقین کرنا۔ تواصی کا لفظ وصیت سے بنا ہے۔ اگر کسی شخص کو تاکید کے ساتھ کسی نیک اور بہتر کام کرنے کی تاکید کی جائے تو اس کو وصیت کہتے ہیں۔ یہاں وصیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک مومن دوسرے مومن کو موثر انداز میں اس بات کی تلقین کرتا رہے کہ اس نے حق و صداقت کے جس راستے کو اختیار کیا ہے اسی پر پورے صبر و تحمل کے ساتھ چلتا رہے تاکہ اس کے لئے آخرت کی منزل آسان ہو جائے اور سچائی کے راستے میں جو بھی مشکلات پیش آئیں ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے ثابت قدم رہے۔ اسلامی معاشرہ کی سب سے اچھی اور بہتر بات یہ ہے کہ اس میں کسی کو تنہا نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ ایک کو دوسرے کا سہارا بننا پڑتا ہے۔

﴿تواصی بالصبر﴾ یعنی صبر کرنے اور ڈٹ جانے کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا۔ اصل میں جب کوئی آدمی ایمان اور عمل صالح کی روش کو اختیار کرتا ہے تو اس کو بگڑے ہوئے معاشرے کے ہر فرد اور من گھڑت رسموں اور اصولوں سے ٹکرانا پڑتا ہے جہاں ہر طرف دنیاداری کی چمک دمک ہوتی ہے وہاں ایک شخص کا حق و صداقت کی بات پر جمنا اور عمل کرنا کھیل نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے تو اس کو اپنے گھر اور خاندان والوں سے ہی نامناسب باتیں سننا پڑتی ہیں پھر دوست احباب اور اہل محلہ کی طنز بھری نظریں جو اس کا تعاقب کرتی ہیں ان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

ایسی صورت میں اگر ایک دوسرے کو سہارا نہ دیا جائے صبر کی تلقین نہ کی جائے تو ممکن ہے ایک تنہا آدمی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر ہر شخص اپنے لئے جیتا ہے، اپنے لئے راحت و آرام کے اسباب مہیا کرتا ہے اس کی دنیا اپنے گھر والوں اور بچوں تک محدود رہتی ہے۔ ہمارا دین ہمیں پہلی تعلیم ہی یہ دیتا ہے کہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے جینا

کمال نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لئے جینا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اصل زندگی ہے۔اس زندگی کی کیفیات ہی کچھ اور ہوتی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص خود تو نیکیوں پر چلتا ہے، نماز روزے کا پابند ہے لیکن اسی راستے پر اپنی اولاد، گھر والوں اور خاندان والوں کو نہیں چلاتا تو وہ درحقیقت ایک بہت بڑی سچائی سے دور ہوتا ہے۔ایک دوسرے کو حق وصداقت پر چلنے کی دعوت دینا یہ دین کی روح ہے۔

اگر کسی جسم سے روح نکل جائے تو وہ بے جان لاشہ رہ جاتا ہے اسی طرح اگر ہماری زندگیوں سے دعوت کا عمل نکل جائے تو پھر رسم اذاں تو رہ جاتی ہے لیکن روح بلالی نہیں رہتی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۴

الهُمَزَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الھمزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت نمبر	104
رکوع	1
آیات	9
الفاظ وکلمات	33
حروف	135
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایمان، عمل صالح، دیانت، امانت اور جائز طریقوں سے اگر مال و دولت کمایا جائے تا کہ وہ مال و دولت اس کے اپنے لئے اور ملت کے کام آئے۔ جس کا مقصد خیر وفلاح اور بھلائی کا جذبہ ہو اور مال و دولت کی بنیاد پر کسی کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھا جائے تو ایسی دولت کمانا عبادت سے کم نہیں ہے۔

دین اسلام نے جس چیز سے منع کیا ہے وہ زر پرستی کی لعنت ہے یعنی مال و دولت کمانے کے لئے جائز و ناجائز کی پرواہ نہ کرنا۔ رات دن دولت کمانے کی دھن تو ہو مگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرتے چلے جانا۔ اپنی ذاتی تسکین کے لئے مال و دولت کے ڈھیر جمع کر کے ان پر فخر کرنا اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا یہی زر پرستی ہے جو اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

زر پرست وہ لوگ ہیں جن کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک خاص ذھنیت پیدا ہو جاتی ہے بخل، کنجوسی، غرور و تکبر، مال و دولت کی کثرت پر اترانا، ہر جگہ اپنی ذات اور کوششوں کی بڑائی کرنا، حق و صداقت پر چلنے والے غریب اور مفلسوں کو حقیر و ذلیل، ناعاقبت اندیش، احمق اور بے وقوف سمجھنا، سامنے ہوں تو ان کو بات بات پر طعنے دینا، جملے اور پھبتیاں کسنا، پیٹھ پیچھے ان کی غیبت اور چغل خوری کرنا، ان پر ناحق الزامات لگانا، ان کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرنا ایسے زر پرستوں اور ان کی کوششوں کی مذمت کی گئی ہے۔

فرمایا کہ ہر ایسے شخص کے لئے تباہی اور بربادی ہے جو منہ پر لوگوں کو طعنے دیتا ہو اور پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرتا ہو۔ مال جمع کر کے اس کو گنتا رہتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ یہ مال و دولت اور عیش و آرام کے اسباب ہمیشہ اس کے پاس رہیں گے اور کبھی فنا نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا نہایت بھیانک انجام ہے ایسے لوگوں کو "حطمہ" میں پھینکا جائے گا۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے وہ "حطمہ" کیا ہے؟ جواب عنایت فرمایا کہ حطمہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی وہ آگ ہے جس کی شدت کا حال یہ ہوگا کہ وہ دلوں

تک پہنچ جائے گی یعنی اس کا وہ دل جس میں بدترین خیالات، ناجائز خواہشات، گندی ذہنیت پرورش پارہی تھی اس کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گی اور چورہ چورہ کر ڈالے گی۔ ان زر پرستوں کو لمبے لمبے ستونوں سے باندھ کر پھر اس جہنم کو اوپر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زر پرست آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو بھی مال و دولت کمایا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا حالانکہ خود آدمی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کب اس دنیا سے چلا جائے گا۔ نہ وہ خود ہمیشہ اس دنیا میں رہے گا نہ اس کا مال و دولت اس کے ساتھ رہے گا بلکہ وہ جس دولت پر اس قدر اتراتا تھا وہ موت کے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔

اہل ایمان کے سامنے زر پرستوں کا انجام بتا کر اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ جائز طریقے سے مال کمائیں۔ اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کے علاوہ ملت کے دوسرے بہن بھائیوں کے لئے اس کو خرچ کریں تا کہ یہ خیر اور بھلائی اس کے لئے دل کا سکون، قبر کی راحت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔

سُورَةُ الهُمَزَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ﴿۱﴾ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

ع ۱ ۹ ۲۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

ہر اس شخص کے لئے بربادی ہے جو عیب نکالنے اور طعنے دینے والا ہے۔ وہ جو مال جمع کرتا ہے اس کو بار بار گنتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔ البتہ وہ جہنم میں ضرور پھینکا جائے گا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ "حطمہ" کیا ہے؟ وہ اللہ کی ایک آگ ہے جو دھکائی گئی ہے۔ وہ جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ بے شک وہ جہنم والوں پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی۔ وہ لمبے لمبے ستونوں سے بندھے ہوئے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

وَيْلٌ خرابی۔ بربادی

هُمَزَةٌ طعنے دینے والا

لُمَزَةٌ	عیب تلاش کرنے والا
عَدَّدَ	اس نے گنا
اَخْلَدَ	ہمیشہ رہے گا
لَيُنْبَذَنَّ	البتہ ضرور پھینکا جائے گا
اَلْمُوْقَدَةُ	بھڑکائی گئی
تَطَّلِعُ	جا پہنچے گی
عَمَدٌ	ستون
مُمَدَّدَةٌ	لمبے لمبے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

دین اسلام میں حلال اور جائز طریقے سے مال و دولت حاصل کرنے، سرمایہ رکھنے اور سرمایہ دار کہلانے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ اگر مال و دولت اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے بندوں کی خدمت اور مدد کے لئے ہو تو یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ البتہ دین اسلام نے اس سرمایہ پرستی کو حرام قرار دیا ہے جس کا مقصد صرف ذاتی آرام و سکون اور دوسروں کو ستانا اور بداخلاقیوں کو عام کرنا ہے۔

سرمایہ پرستی سے معاشرہ میں بدترین اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً اپنے علاوہ ہر ایک کو کم تر اور حقیر و ذلیل سمجھنا، ان کو طرح طرح کے طعنے دینا، ان کی کمزوریوں کو اچھالنا، سامنے اور پیٹھ پیچھے اس طرح ذکر کرنا کہ ایک غریب اور شریف آدمی بدنام ہو کر رہ جائے۔ دوسری خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کے پاس جتنا سرمایہ جمع ہوتا جاتا ہے اس میں اسی قدر مزید حاصل کرنے کا لالچ اور کنجوسی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ وہ کسی ضرورت مند کی مدد نہیں کرتا، اپنے مال کو گن گن کر رکھتا ہے۔ اس کی حفاظت کے ہزاروں جتن کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال و دولت، اونچی بلڈنگیں اور اعلیٰ ترین سواریاں ہمیشہ اس کے پاس رہیں گی۔

حالانکہ یہ دولت دنیا کی سب سے بے وفا چیز ہے آج اس کے پاس کل دوسرے کے پاس وہ مال و دولت جو (نیکی اور بھلائی کے لئے خرچ نہ کی جائے) اس کے قبر میں بھی کام نہیں آتی سارے ٹھاٹ باٹھ موت کے ایک جھٹکے سے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اس دنیا ہی میں کام نہ آئی تو آگے کی منزلوں میں کیا کام آئے گی؟ البتہ اگر کسی نے مال و دولت اپنے بال بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے، انسانیت کی بھلائی اور خیر کے لئے کمایا ہے اور اللہ نے اس پر جتنے فرائض مقرر کئے ہیں ان کو بھی ادا کرتا ہے تو یہ مال و دولت اس کے اس دنیا میں بھی کام آتا ہے، قبر کی روشنی اور آخرت میں نجات کا سامان بھی بن جائے گا۔

سورۃ الھمزہ میں ایسے کنجوس سرمایہ پرستوں کے دو بڑے بڑے عیبوں کا ذکر فرمایا ہے جو ان کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں

(۱) ھمزہ

(۲) لمزہ

ھمزہ کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے کسی کے عیب اور کمزوریوں کو باتوں اور اشاروں سے بیان کرنا، غیبت اور چغل خوری کرنا، مذاق اڑانا، پھبتیاں کسنا، بدنام کرنا، بے گناہ پر الزام لگانا یہ سب باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں جو آخر کار اس کو جہنم تک پہنچا کر چھوڑیں گی۔

لمزہ کے معنی ہیں کسی کے منہ پر اس کو طعنے دینا، ذلیل و رسوا کرنا، برا کہنا، کسی کے جذبات و احساسات کا خیال نہ کرنا، کسی غریب اور مجبور کو اس طرح ذلیل و خوار کرنا کہ وہ خود ہی اپنی نظروں میں اور دوسروں کی نظروں میں حقیر اور بے عزت بن کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ھمزہ اور لمزہ دونوں ایسے عیب ہیں جنہیں اللہ پسند نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف مومن سرمایہ دار کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح کی عیب جوئی، غیبت، چغل خوری، الزام تراشی اور کسی کے دل کو دکھانے کو گناہ سمجھتا ہے اور اپنی دولت کو دین کی سربلندی پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کر کے کسی پر احسان بھی نہیں رکھتا۔ یہ عادت اور خصلت اللہ کو بہت پسند ہے جو دنیا اور آخرت میں اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ نہ تو کسی کو طعنے دیتا ہے نہ لعنت کرتا ہے نہ فحش بکتا ہے اور نہ بے حیائی کرتا ہے۔ (ترمذی)

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور کفار قریش کو ان کی بری روش، رسموں اور بتوں کی عبادت و بندگی سے روکنے کی کوشش کی تو ابتداء میں آپ کا مذاق اڑایا گیا، طعنے دیئے گئے اور دین کے لئے رکاوٹ بننا شروع ہوئے پھر قریش کے سرمایہ پرستوں نے اپنی ذھنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ھمزہ اور لمزہ کا پیکر بن کر اہل ایمان کو ہر طرح ستانا شروع کیا اور پھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر عرب کی سرزمین کو تنگ کر دیا۔ اللہ نے کفار قریش اور قیامت تک آنے والے سرمایہ پرستوں سے فرمایا ہے کہ وہ عیب نکالنے، طعنے دینے اور مال کو گن گن کر رکھنے اور یہ سمجھنے سے باز رہیں کہ یہ مال و دولت ہمیشہ

ان کے ساتھ رہے گا۔ اگرانہوں نے اپنی روش کو نہ بدلا تو ان کو "حطمہ" میں پھینکا جائے گا اور وہاں ان کا مال اور ان کی دولت ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ "حطمہ" کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ ایک ایسی آگ ہے جو کافروں کے دلوں تک جا پہنچے گی پھر اس جہنم کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا وہ کفار و مشرکین لمبے لمبے ستونوں سے باندھ دیئے جائیں گے یا اس جہنم کی آگ کی لپٹیں لمبے لمبے ستونوں کی طرح شعلے مار رہی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس جہنم سے محفوظ فرمائے اور سرمایہ پرستی کی لعنت سے محفوظ رکھے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۵

الفِیل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	105
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	24
حروف	94
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے "اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّ هُدىً لِلْعَالَمِيْنَ "یعنی اللہ نے سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں (کی ہدایت کے لئے) وضع کیا ہے وہ ہے جو بکہ میں ہے۔ برکتوں والا اور تمام اہل جہان کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلا گھر تعمیر کیا بلکہ وَضَع فرمایا یعنی اللہ نے اپنے گھر کے لئے سب سے پہلے جس جگہ کو تجویز فرمایا تھا وہ ہے جو بکہ میں واقع ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک ایسی جگہ کو تجویز اور منتخب فرما لیا تھا جہاں اس کی رحمتوں کا نزول اور مرکز ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ نے اس دنیا کو پیدا کیا تو یہ زمین ایک کھولتے ہوئے پانی کی طرح تھی۔ اللہ نے اس پر بارشیں برسائیں۔ زمین ٹھنڈی ہونا شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے زمین کا جو حصہ ابھر کر ظاہر ہوا وہ ایک چٹان نما جگہ تھی۔ عربی میں ابھری ہوئی جگہ کو کعب کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو کعبہ کا نام دیا گیا جہاں آج بیت اللہ شریف ہے اس کا ابتداء میں " بکہ " نام تھا جو بعد میں کثرت استعمال سے " مکہ " ہوگیا۔ اب یہی شہر قیامت تک ساری دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا مرکز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت سے دنیا میں بھیجا تو انہوں نے فرشتوں کی مدد سے بیت اللہ کی جگہ کو پتھروں کے ذریعہ ایک کمرے کی شکل دیدی جو بعد میں تمام انبیاء کرامؑ کا قبلہ قرار پایا۔ اسی جگہ کو حج بیت اللہ کے لئے مخصوص کیا گیا۔ طوفان نوح جس میں زبردست طوفانی لہروں سے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ گئی تھی بیت اللہ کی دیواریں بھی گر گئی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کے حکم سے دوبارہ اسی جگہ پر اللہ کے گھر کی تعمیر کی جس پر مختلف زمانوں میں کچھ نہ کچھ تعمیراتی اضافہ ہوتا رہا۔ جب اس شہر مقدس و محترم میں اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس وقت بھی حج کے لئے اس گھر کا طواف کیا جاتا تھا اور روحانی عظمتوں کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ کفار مکہ جن کو اس بات پر بھی بڑا غرور تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں انہوں نے اپنی جہالت و نادانی میں اللہ کے گھر کو تین سو ساٹھ بتوں اور طرح طرح کی رسموں سے آلودہ کیا ہوا تھا۔ مگر شاید یہ دین ابراہیمی کی برکت تھی کہ جب ایک مرتبہ بیت اللہ کی عمارت کی تعمیر کا ارادہ کیا گیا تو اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ہر شخص اس بیت اللہ کی تعمیر میں صرف وہی رقم لگائے جو بالکل حلال

اور پاکیزہ ہو۔ چنانچہ جب اس رقم کو جمع کیا گیا تو وہ اتنی نہیں تھی جس سے اس پوری عمارت کو تعمیر کیا جا سکتا۔ بیت اللہ کا ایک حصہ چھوڑ دیا گیا اور اس کا نام "حطیم کعبہ" رکھا گیا۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے بیت اللہ کی جب تعمیر کی گئی اور حطیم کعبہ کی جگہ کو چھوڑ دیا گیا تو بعد میں آپ نے بھی اس جگہ تعمیر نہیں فرمائی۔ اب قیامت تک حطیم کعبہ کی جگہ اسی طرح رہے گی۔ اس سے امت کو یہ سعادت نصیب ہو گئی کہ جو آدمی بھی حطیم کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو گویا وہ بیت اللہ کے اندر ہی نماز ادا کرتا ہے۔

بیت اللہ اور حطیم کعبہ کی تعریف اور ابتدائی تعارف سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ شریف کو ابتدائے کائنات سے یہ عزت و شرف حاصل ہے اور وہ ہر اہل ایمان کے لئے روحانی ترقیات کا مرکز رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ اس کو مٹانے والے مٹ جائیں گے لیکن اللہ کے اس گھر کی عمارت اور اس کی عظمت میں کبھی کمی نہ آئے گی۔

حبش کی حکومت کے ایک گورنر ابرھہ نے جب بیت اللہ کی عظمت کو کم کرنے اور مٹانے کے لئے ایک زبردست لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کو بھیج کر جب ابرھہ کی فوج پر کنکر برسائے تو پوری فوج اور اس کے ہاتھی کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔ اس چھوٹی سی سورت میں گویا اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ کفار قریش اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور معمولی سے مال و دولت پر نہ اترائیں۔ اگر انہوں نے بیت اللہ کو بتوں اور گندی رسموں سے پاک نہ کیا اور اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار نہ کی تو پھر وہ اپنے برے انجام پر غور کر سکتے ہیں۔

۱۰

سُورَةُ الفِيل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

ع ۱ ۵ ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

کیا آپ نے دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔
کیا اس نے ان کی ساری تدبیریں ضائع نہ کر دی تھیں۔
اور کیا ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نہیں بھیجے تھے جو ان (ہاتھی والوں پر) کنکر کے پتھر برسا رہے تھے۔
اور کیا ہم نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح نہ کر دیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

اَلَمْ تَرَ — کیا تو نے نہیں دیکھا

اَصْحَابُ الْفِيْلِ — ہاتھی والے

اَلَمْ يَجْعَلْ — کیا نہیں بنا دیا تھا

تَضْلِیْلٌ	بے کار
اَرْسَلَ	بھیجا
طَیْرٌ	پرندے
اَبَابِیْلُ	جھنڈ کے جھنڈ
تَرْمِیٌ	مارتے ہیں۔پھینکتے ہیں
سِجِّیْلٌ	کنکر
کَعَصْفٍ	جیسے بھوسا
مَاْکُوْلٌ	کھایا ہوا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

یمن کے حکمران گورنر ابرہہ نے زبردست لشکر اور ہیبت ناک ہاتھیوں کے ساتھ بیت اللہ کو ڈھانے اور عرب کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے جب پیش قدمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و طاقت کا اظہار کرتے ہوئے معمولی سے پرندوں کے ذریعے ابرہہ کے لشکر اور ہاتھیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ بحر احمر کی طرف سے ایسے لاتعداد چھوٹے چھوٹے پرندے اڑتے ہوئے آئے جن کی چونچ اور پنجوں میں مٹر کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں۔ لیکن ان کنکریوں کی طاقت کا یہ حال تھا کہ وہ جس کے جسم پر گرتیں تو اس کے جسم کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھیں۔ بدن گل سڑ کر پیپ اور لہو بہانے لگتا۔ یہ ایسا زبردست اور اچانک حملہ تھا کہ ابرہہ کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی کہ کسی کو دوسرے کا ہوش تک نہ رہا اور وہ سارا لشکر زخموں سے چیختا چلاتا یمن کے رخ پر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ ان میں سے کچھ تو وہیں مر گئے، کچھ راستے میں دم توڑ گئے اور بہت تھوڑے سے وہ لوگ تھے جو یمن پہنچ کر مر گئے۔ ابرہہ جس کو اپنی طاقت و قوت، حکومت و سلطنت، عظیم الشان لشکر اور ہاتھیوں پر بڑا ناز تھا جس کا یہ عزم تھا کہ وہ مکہ مکرمہ سے اس وقت تک واپس نہیں جائے گا جب تک بیت اللہ کی دیواروں کو منہدم کر کے پورے عرب پر اپنی دھاک نہ بٹھا دے۔ وہ ان پرندوں کی کنکریوں

سے بری طرح زخمی ہوکر گرتا پڑتا یمن کی طرف بھاگنے کی کوشش کرنے لگا مگراس کا جسم اس بری طرح سڑ چکا تھا کہ ہر شخص اس کے قریب جانے سے گھبرا رہا تھا۔ آخر کار وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ چونکہ ابرہہ اور حمیری حکمران انتہائی ظالم و جابر لوگ تھے جنہوں نے پوری قوم کو ظلم و جبر کے پنجوں میں جکڑ رکھا تھا جیسے ہی ابرہہ کی موت اور پورے لشکر کی تباہی کا حال مشہور ہوا تو یمن اور حبش کی سلطنت میں ہر طرف بغاوتیں پھوٹ پڑیں۔ پوری سلطنت میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ آخر کار شاہ ایران کی مدد سے ایک یمنی سردار نے حبشی حکومت کا خاتمہ کر ڈالا اور اس طرح ابرہہ اور اس کا لشکر اور سلطنت اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا بلکہ سورۃ الفیل کے نازل ہونے کے وقت تک کچھ لوگ زندہ تھے جنہوں نے ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی لئے سورۃ الفیل میں اس واقعہ کی تفصیل کے بجائے مختصر سے اشارے کر کے قریش مکہ کو اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے جو بھی اس کی طاقت سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا اس کا انجام ابرہہ سے مختلف نہ ہوگا۔

قریش مکہ چونکہ بیت اللہ کے انتظامات کے نگراں اور متولی تھے اس لئے ابرہہ کے واقعہ نے ان کی عزت و عظمت کو اس طرح بڑھا دیا تھا کہ ہر قبیلے کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ بنو قریش پر اللہ کی خاص رحمتیں ہیں اور اللہ ان کے ساتھ ہے۔ قریش کے اس احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کا وہ جاہلانہ ماحول جہاں ہر طرف بدامنی، قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی وجہ سے کسی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ جو بھی قافلہ گذرتا اس کو لوٹ کر اس کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندیاں بنانے کا رواج عام تھا۔ اس ماحول میں جب قریش مکہ اپنی تجارت کے لئے ملکوں کا سفر کرتے تو ان کو لوٹنے اور قتل کرنے کے بجائے یہ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ "ان کو کچھ نہ کہو یہ بیت اللہ والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل نازل کر کے قرآن کے پہلے مخاطب قریش سے فرمایا ہے کہ آج دنیا بھر کی قوموں میں جو عزت اور احترام انہیں حاصل ہے یہ ان کا اپنا محنت سے کمایا ہوا مقام نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ "بیت اللہ" کی وجہ سے ہے۔ آج اس بیت اللہ کے پروردگار نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی کتاب جو نور ہدایت ہے دے کر بھیجا ہے۔ تم میں سے جو شخص بھی راستے کی اس روشنی کو لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن محبت و اطاعت سے وابستہ ہو جائے گا وہی کامیاب و بامراد ہوگا۔ لیکن اگر تم نے ابرہہ کا جیسا طریقہ اختیار کیا اور اللہ کے دین کی بنیادوں کو ڈھانے اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو ستانے اور مٹانے کی سازشیں کیں تو اللہ تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے گا اور کوئی تمہارا نام لیوا تک نہ ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جن مخلص صحابہ کرامؓ نے اللہ کی ذات پر یقین اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت واطاعت کا حق ادا کیا وہ نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئے۔ انہیں وہ عظمت کا مقام نصیب ہوا کہ ہر شخص ان کی طرف اپنی نسبت کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے لیکن جن بدنصیبوں نے اللہ ورسول کی دشمنی سے توبہ نہیں کی آج ان کی طرف نسبت تو کیا ہوتی ان کی نسلوں تک کا پتہ نہیں ہے۔ اگر قرآن وحدیث میں ان کے نام نہ لئے جاتے تو لوگ ان کے ناموں سے بھی واقف نہ ہوتے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۶

قُرَیْش

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القریش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	106
رکوع	1
آیات	4
الفاظ وکلمات	17
حروف	71
مقام نزول	مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی، ریت کے ٹیلوں اور صحراؤں سے ڈھکی ہوئی آبادی تھی جس میں سوائے بکریوں کے چرانے، سوت کاتنے اور معمولی کھیتی باڑی کے اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ پانی کی شدید قلت اور کمی کی وجہ سے نہ ان کے باغ اور کھیتیاں تھیں جن سے وہ پھل اور پیداوار حاصل کر سکتے۔ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا اہم ترین ذریعہ تجارت اور آس پاس کے ملکوں کی تجارتی منڈیوں سے استعمال کی چیزیں لاکر فروخت کرنے پر تھا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اس کو "وادی غیر ذی زرع" قرار دیا تھا یعنی ایسی وادی جس میں کوئی چیز اگتی نہ تھی۔ اس سب کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی برکت سے "وَ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ" (اے اللہ یہاں کے رہنے والوں کو ہر طرح کے ثمرات (سامان رزق) عطا فرمائیے گا)۔ اہل مکہ تجارت کے ذریعہ اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پال لیا کرتے تھے۔ لیکن آئے روز کی لڑائیاں، ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنیاں، ہر طرف لوٹ مار اور قتل و غارت گریوں نے ہر شخص پر ایک خوف طاری کر رکھا تھا۔

بدامنی اور فسادات نے فقر و فاقے، بھوک اور افلاس کی انتہاؤں پر پہنچا دیا تھا یہاں تک کہ لوگ ضروری کپڑوں اور پورے لباس تک سے محروم ہو چکے تھے۔ پورے جزیرۃ العرب کا یہ حال تھا کہ حرمت والے مہینوں (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) کے سوا جس میں عرب والے جنگ اور قتل و غارت گری کو حرام اور ناجائز سمجھتے تھے دور دور تک امن و سلامتی کا وجود نہ تھا۔ اسی لئے عکاظ کا میلہ اور ذی المجاز اور مجنہ کی منڈیاں ان چار مہینوں ہی میں لگا کرتی تھیں۔ حالانکہ ہر شخص اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ اگر تجارت کرنے والوں کو راستے کا امن، سکون، سلامتی اور اطمینان حاصل نہ ہو تو وہ کسی قسم کی تجارت کر ہی نہیں سکتے۔

یہی حال جزیرۃ العرب کا تھا کہ راستے کا امن و سلامتی نہ ہونے کی وجہ سے ہر قافلہ خوف اور ڈر کی وجہ سے راتوں رات عرب کے علاقے سے نکل کر یمن، شام، فلسطین اور مصر کے ملکوں کا سفر اختیار کرتا تھا اور اسی طرح وہ قافلہ لرزتا کانپتا اور سلامتی کی دعائیں کرتا ہوا واپس آیا کرتا تھا۔ لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس شدید ترین بدامنی، بھوک اور افلاس کے زمانہ میں بھی قریشیوں کا یہ حال تھا کہ وہ بغیر کسی خوف کے ہر موسم اور ہر ملک کا سفر کرتے رہتے تھے کیونکہ عرب کے جنگجو قبیلے بھی "بنو قریش" کو کچھ نہیں کہتے تھے کہ ان کو کچھ نہ کہو یہ "اللہ کے گھر کے رکھوالے ہیں"۔ اس طرح قریش سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں

شام، فلسطین، مصر اور آس پاس کے ملکوں کا سفر بڑی آزادی کے ساتھ کیا کرتے تھے انہیں کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کو یاد دلایا ہے کہ انہیں تجارت کی یہ سہولتیں ان کی کسی ذاتی صلاحیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے گھر کی وجہ سے عطا کی گئی ہیں۔ بدامنی میں سکون اور سلامتی اور بھوک وافلاس میں رزق یہ محض اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے۔ فرمایا کہ اے قریشیو! تمہیں تو اسی "رب البیت " کی عبادت و بندگی کرنی چاہیے جس نے تمہیں اس حالت میں بھی ہزاروں نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ یہ انتہائی ناشکری کی بات ہے کہ جس اللہ نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں میں سر اٹھا کر چلنے کی توفیق دی ہے اسی اللہ کے دین سے سرکشی اختیار کی جائے۔

سُورَۃ قُرَيْش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

ع ۱ ۴ ۳۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

قریش مائل ہوئے۔ ان کا سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونا۔ تو انہیں اس گھر (بیت اللہ) کے رب کی عبادت کرنا چاہیے۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا اور خوف میں امن دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اِیْلَافٌ	مائل ہوئے
رِحْلَةٌ	سفر کرنا۔ کوچ کرنا
اَلشِّتَآءُ	سردی۔ جاڑا
اَلصَّیْفُ	گرمی
اَطْعَمَ	اس نے کھلایا
جُوْعٌ	بھوک
اٰمَنَ	امن دیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

جیسا کہ سورۂ قریش کے ابتدائی تعارف سے یہ معلوم ہوا کہ ''حجاز'' یا جزیرۃ العرب ایک ایسے خطے میں واقع تھا جہاں ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز بھی پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ آس پاس کے ملکوں سے چیزیں لا کر ضروریات زندگی کو پورا کیا جاتا تھا۔ جزیرۃ العرب کے ایک طرف یمن اور دوسری طرف فلسطین اور آس پاس کے ملک تھے جو کسی وقت تجارت اور زراعت کی وجہ سے بہت ترقی یافتہ کہلاتے تھے۔ وہ کسی حد تک علم کی روشنی سے بھی آشنا تھے۔ یمن وہ علاقہ ہے جہاں صدیوں تک زبردست اور ترقی یافتہ قوموں نے حکمرانی کی تھی اور معاشی اعتبار سے بھی کسی حد تک خوش حال لوگ تھے۔ دوسری طرف فلسطین اور آس پاس کے ملک تھے جو صدیوں سے انبیاء کرامؑ کی آمد سے پرنور تھے۔ شام، اردن، لبنان اور یروشلم یہ سب کے سب فلسطین ہی میں تھے۔ بعد میں انگریزوں نے فلسطین کے ٹکڑے اڑا دیئے اور اسرائیل کو اس علاقے میں جمانے کے لئے مختلف سلطنتیں بنا دیں جو آج تک اسی طرح چلی آ رہی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یمن اور فلسطین یہ ملک تھے جہاں کی تجارت اور زراعت سے اہل حجاز پوری طرح اپنے جینے کا سامان مہیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو اس سورت میں ارشاد فرمایا ہے کہ آج جو قریش بڑے ذوق وشوق سے کبھی یمن اور کبھی فلسطین کی طرف بے خطر سفر کرتے ہیں اور ہر طرح کا سامان زندگی حاصل کرتے ہیں نہ ان کے لئے سردی کی شدت اور نہ گرمی کی حدت آڑے آتی ہے وہ ہر طرف دندناتے گھوم رہے ہیں کوئی ان کے قافلوں کو نہیں لوٹتا بلکہ "قریش" کا نام سن کر راستہ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی صلاحیت اور ذاتی کمال کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محض اللہ کا فضل وکرم اور اس کے گھر کی برکت ہے کہ جب ہر طرف فقر وفاقے نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں کہیں کسی کونے میں کسی کو امن وسکون حاصل نہیں ہے وہاں قریش کو مکمل امن اور سکون حاصل تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ کے گھر کی وجہ سے تھا۔ کیا وہی ایک ذات اس کی مستحق نہیں ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ اسی کے سامنے سر جھکایا جائے۔ اسی سے مرادوں کو مانگا جائے۔ گویا اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے بڑی ناشکری اور نا احسان شناسی اور کیا ہوگی کہ جس اللہ نے یہ تمام عزتیں عظمتیں عطا فرمائی ہیں اس کو چھوڑ کر غیر اللہ سے مانگا جائے۔ اپنے ہاتھ سے بنائے گئے لکڑی، پتھر اور مٹی کے بتوں سے اپنی مرادیں مانگی جائیں اور بدترین رسموں کو اپنایا جائے جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جب اللہ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد دلا رہے تھے اور ہر شخص کو ایک اللہ کی عبادت وبندگی کی طرف لانے کی دن رات جدوجہد فرما رہے تھے تو قریش کا یہ پہلا حق تھا کہ وہ اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل حمایت کرتے اور ان کے معاون بن جاتے لیکن اس کے برخلاف "حرم محترم" کی سرزمین میں جہاں کسی دشمن کو ستانا بھی بدترین گناہ سمجھا جاتا تھا اسی سرزمین کو نہ صرف اللہ کے نبیؐ اور ان کے ماننے والوں پر تنگ کر دیا تھا بلکہ اس بری طرح ستایا جاتا تھا کہ جس کے تصور سے روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔ کیا اللہ کے احسانات کا یہی بدلہ ہے؟

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۷

المٰاعُوْن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الماعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورت نمبر	107
رکوع	1
آیات	7
الفاظ وکلمات	25
حروف	125
مقام نزول	مکہ مکرمہ

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت پر یقین، زندگی بھر کئے گئے اعمال کا حساب اور اللہ کے عدل و انصاف پر کامل اعتماد یہ ایسی نعمت ہے کہ اس سے ہماری زندگی کا دھارا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور اخلاق و کردار کا انداز بدل کر رہ جاتا ہے۔ ایک وہ شخص جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ بس جو کچھ ہے وہ یہی زندگی ہے۔ وہ اسی زمین سے پیدا ہوا اور اسی میں فنا ہو جائے گا۔ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ قیامت، آخرت، حساب کتاب، جواب دہی اور سزا جزاء یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کا اس بات پر یقین کامل ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں اسے اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو کر زندگی کے تمام اعمال کا حساب دینا ہے جس پر جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا۔ ان دونوں شخصوں کے اخلاق و اعمال، سیرت و کردار، رفتار اور گفتار میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

(۱)۔ آخرت کی زندگی کا انکار کرنے والا کافر یا منافق بے ماں باپ کے یتیم بچوں کے ساتھ شفقت و محبت، حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرنے کے بجائے حقیر و ذلیل کرنے، دھکے اور ٹھوکروں میں اڑانے کی سنگ دلانہ حرکتوں میں کوئی شرم محسوس نہ کرے گا۔ ایسا آدمی کسی غریب، بے بس اور ضرورت مند کی مجبوریوں سے فائدہ تو اٹھائے گا مگر ان کی بھوک مٹانے کی نہ خود کوشش کرے گا اور نہ دوسروں کو اس طرف رغبت اور توجہ دلائے گا۔ اگر ایسا آدمی منافق ہے تو وہ دنیا دکھاوے کے لئے نمازیں پڑھنے پر مجبور ہوگا اور اس کی نمازیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے بجائے ریاکاری، دکھاوے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہوں گی۔ اس کی نمازوں میں امنگوں کے بجائے سستی اور کاہلی نمایاں ہوگی۔ وہ اخلاقی طور پر اس قدر نچلی سطح تک گر جائے گا کہ وہ اپنے قریب رہنے والے پڑوسیوں کو گھریلو استعمال کی وہ چیزیں جیسے نمک، پیاز، دیا سلائی یا برتن وغیرہ جن کے دینے سے اس کا کوئی خاص نقصان بھی نہیں ہوگا مگر وہ اپنی تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے دینے سے انکار کر دے گا۔

(۲)۔ لیکن جس کے دل میں ایمان ویقین کی شمع روشن ہوگی، جسے اس بات کا یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اسے آخرت کی پکڑ اور گرفت کا ڈر اور حساب کتاب کا خوف ہوگا ایسے شخص کا رویہ، انداز فکر، اخلاق اور کردار ایک کافر اور منافق سے بہت مختلف ہوگا۔ اس کے ہر عمل میں اللہ کی رضا وخوشنودی کا رنگ جھلکتا نظر آئے گا۔ اس کو آخرت کی فکر بے چین کئے رکھے گی۔ وہ یتیم اور بے آسرا بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا ایسا برتاؤ کرے گا جس سے ان کے ساتھ ہمدردی، محبت اور غم خواری کا حق ادا ہوسکے گا۔ اگر وہ خود کھائے گا اور اپنے بال بچوں کو کھلائے گا تو اس کو اپنے پڑوسی کی فکر بھی دامن گیر ہوگی کہ وہ اور اس کے بچے رات کو بھوکے نہ سو رہے ہوں۔ وہ نہ صرف اپنے پڑوسیوں، غریبوں محتاجوں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھے گا بلکہ وہ دوسروں کو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی طرف راغب اور متوجہ کرے گا۔ ایسا آدمی ہر عبادت کو خاص طور پر نمازوں کو ان کے پورے آداب، خشوع وخضوع اور وقت پر ادا کرے گا اور وہ اس تصور سے نمازیں پڑھے گا کہ وہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہے۔ اس کا ہر عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوگا۔ ہر آنکھ رکھنے والا انسان اس بات کو اچھی طرح دیکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ دو مختلف اعمال وکردار رکھنے والے آدمی انجام کے اعتبار سے ایک جیسے ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان دونوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو قیامت کے دن جہنم کا ایندھن بن جائے گا اور دوسرا جنت اور اس کی تمام راحتوں کا حق دار ہوگا۔

سورۃ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

ع ۱ / ۷ / ۳۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

کیا آپ نے اس کو دیکھا جو انصاف کے دن (قیامت کے دن) کو جھٹلاتا ہے۔ پھر وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔ پھر ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نمازوں میں غفلت برتتے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور روزمرہ برتنے کی چیز تک کو منع کر دیتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

اَرَءَيْتَ — کیا تو نے دیکھا

اَلدِّيْنُ — انصاف کا دن۔ قیامت

يَدُعُّ — دھکے دیتا ہے

لَا يَحُضُّ — آمادہ نہیں کرتا

سَاهُوْنَ — بے خبر۔ سستی کرنے والے

يُرَآءُوْنَ — وہ دکھاتے ہیں

يَمْنَعُوْنَ	وہ منع کرتے ہیں
اَلْمَاعُوْنُ	برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزیں

تشریح: آیت نمبرا تا ۷

چند جملوں پر مشتمل سورۃ الماعون میں فکر آخرت، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اس قدر خوبصورتی سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس میں غور وفکر کرنے والا کسی کے حق میں کمی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ فرمایا

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ: کیا آپ نے دیکھا کہ کون ''الدین'' کو جھٹلاتا ہے۔ ممکن ہے اس سورت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہو یا ہر دیکھنے والی آنکھ کو اس طرف متوجہ کیا ہو کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور وفکر کیا ہے کہ ''الدین'' کو جھٹلانے والوں کا مزاج کیسا بن جاتا ہے کہ وہ اپنے پرائے کسی کا خیال تک نہیں کرتے۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ''الدین'' سے مراد انصاف کا دن یعنی قیامت کا دن ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ملت اسلامیہ اور دین اسلام ہے۔ بہر حال قیامت کے دن اور ملت اسلامیہ کے سچے اصولوں کو جھٹلانے والوں کا یہی مزاج ہوسکتا ہے کہ وہ ایک غریب اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور مشفقانہ برتاؤ کرنے کے بجائے اس کو ذلیل وخوار کرتے ہیں اور اس کو خود بھی دھکے دیتے ہیں اور ہر شخص کے سامنے اس کو اس قدر نیچا اور ذلیل کردیتے ہیں کہ ہر شخص اس کو دھکے دے کر اپنے قریب نہ بیٹھنے دے۔ ایسا شخص نہ تو خود ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے اور نہ دوسروں کو اس راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجبوروں، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ وہ شخص سنگ دلی کا مظاہرہ کرسکتا ہے جس کو اس بات کا یقین ہی نہ ہو کہ اسے بھی ایک دن مرکر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور لمحے لمحے کا حساب دینا ہے۔ جس کو آخرت، قیامت اور ملت اسلامیہ کے اصولوں کا لحاظ نہیں ہوتا وہی نمازوں میں سستی کاہلی کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے نہیں ہوتا بلکہ سستی شہرت اور وقتی واہ واہ کے لئے ہوتا ہے تا کہ ہر شخص اس کی دریا دلی کا قائل ہوجائے۔ وہ زکوۃ تو کیا ادا کرے گا اپنے پڑوسیوں کو وہ معمولی چیزیں دینے سے بھی کنجوسی کرے گا جس کے دینے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے یعنی وہ برتنے کی معمولی چیزوں سے بھی انکار کردے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت پر یقین ہی سے انسان کے مزاج، عقیدہ اور ذہن میں تبدیلی آسکتی ہے۔ جس کو قیامت کا یقین ہی نہ ہو اور آخرت کی گرفت اور پکڑ کرانکار کرتا ہے اس میں انسانیت کی بھلائی اور محبت کے جذبے کے بجائے سنگ دلی کا مزاج پیدا ہوجاتا ہے وہ کسی شخص کے ساتھ حسن سلوک بھی صرف اس جذبے کے تحت کرتا ہے کہ اس کے حسن سلوک سے خود اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ: وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔اصل میں جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے وہ بچہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ اور اس کا ہر فرد ایسے بچوں کے ساتھ بہترین حسن سلوک اور اچھا معاملہ کرے کیونکہ ملت کا ہر فرد پوری توجہ کا حق دار ہوتا ہے۔ اگر یتیم بچوں کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے گا اور ان کے اخلاق و کردار کی نگرانی نہیں کی جائے گی تو ہوسکتا ہے کہ یہی بچے کل پورے معاشرے کی تباہی کا سبب بن جائیں۔لیکن اس کی فکر صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جنہیں اپنے دین اور اپنی ملت سے محبت ہوتی ہے جو لوگ صرف اپنی ذات ہی میں گم رہتے ہوں ان کو صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی ہے ان کی نظر قوم کے بچوں پر نہیں ہوتی۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ: وہ مسکین کے کھانے پر آمادہ نہیں کرتا۔یعنی نہ تو خود اس کو اس بات کی توفیق ہوتی ہے کہ وہ بھوکوں اور فاقہ زدہ لوگوں کی امداد و اعانت کرے نہ اپنے گھر والوں اور دوست احباب کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھیں۔فکر آخرت سے بے نیاز یہ شخص فضولیات میں تو ہزاروں کی رقم خرچ کردے گا لیکن کسی مسکین، محتاج اور فقر و فاقہ سے بے حال شخص کے حال پر رحم نہیں کرے گا۔اس کے برخلاف ہر وہ شخص جس کو اللہ و رسول کے احکامات کا لحاظ ہوگا وہ خود بھی کھائے گا اور اس بات کا بھی خیال رکھے گا کہ اس کے پڑوسی یا رشتہ دار میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ: ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو نمازوں سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔مراد یہ ہے کہ نمازوں سے اس درجہ غفلت اختیار کرتے ہیں کہ نہ تو ان کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کس عالی شان دربار میں حاضر ہیں۔ نہ خشوع و خضوع کا خیال رکھتے ہیں نہ وقت کی پابندی کا۔کبھی نماز پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔نماز پڑھی تو دو چار ٹھونگیں مارلیں۔قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن اور منافق کی نماز میں بہت فرق ہے۔مومن کی نماز میں اللہ کی عبادت و بندگی کا پورا پورا خیال ہوتا ہے۔وقت کے اندر وہ نماز کو ادا کرتا ہے۔نماز کے پورے آداب اور اصولوں کی پابندی کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی توفیق سے آج وہ اپنے اللہ کے عالی شان دربار میں حاضر ہے۔وہ فکر آخرت کو سامنے رکھ کر نماز کو پڑھتا ہے۔کسی طرح کی سستی، کاہلی اور دکھاوا نہیں کرتا۔اس کے برخلاف منافق کی نماز کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ جب بھی دنیا کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس میں ذوق وشوق کے بجائے کاہلی، سستی اور اکتاہٹ کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافق آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ عصر کے وقت بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے (یعنی سورج ڈوبنے لگتا ہے تو) تو اٹھ کر (مرغے کی طرح) دو چار ٹھونگیں مارلیتا ہے۔جس میں وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔(بخاری۔مسلم۔مسند احمد)

حضرت ابن ابی وقاصؓ سے ان کے صاحبزادے حضرت مصعب ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں۔(ابن جریر۔بیہقی)۔

اسی طرح حضرت مصعبؓ کی ایک دوسری روایت بھی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے اس آیت پر غور کیا؟ کیا اس کا مطلب نماز کو چھوڑ دینا ہے؟ یا اس سے مراد نماز پڑھتے ہوئے آدمی کا خیال ادھر ادھر چلا جانا ہے۔اور کیا ہم میں سے

ایسا کوئی شخص بھی ہے جس کا خیال ادھر ادھر نہ بھٹک جاتا ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد نماز کے وقت کو ضائع کرنا اور اسے وقت سے ٹال کر پڑھنا ہے۔ (ابن جریر۔ بیہقی)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فی صلاتھم ساھون نہیں فرمایا بلکہ عن صلاتھم ساھون فرمایا۔ یعنی وہ لوگ جو نمازوں سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔ پڑھی نہ پڑھی۔ پڑھی تو وقت ٹال کر پڑھی، اوپرے دل سے اکتاہٹ کے ساتھ پڑھی اور پھر اس نماز میں بھی پورا دھیان نماز کی طرف نہیں بلکہ اپنے وجود اور کپڑوں سے کھیلنے میں گذر جاتا ہے۔

ساھون کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ ساھون کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اضاعۃ الوقت۔ یعنی نماز کے وقت کو ضائع کرنا۔ یا وہ منافق مراد ہیں جو نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور غفلت میں مبتلا رہتے ہیں۔ نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر نماز جاتی رہے تو اس پر وہ ندامت تک کا اظہار نہیں کرتے۔ رکوع اور سجدوں کے آداب کا خیال نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو پوری طرح ادا کرنے اور ان کے آداب کا لحاظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دکھاوا، ریاکاری: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاءُوْنَ '' یعنی وہ لوگ جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اصل میں مومن کے ہر کام میں ایک اخلاص ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر ایک ہی جذبہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے کام کرے جس سے اللہ راضی ہو جائے اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جائے۔ لیکن منافق کی پہچان یہ ہے کہ اس کا ہر کام دنیا کو دکھانے، نمود و نمائش اور ریاکاری کے لئے ہوتا ہے۔ دراصل دکھاوے اور ریاکاری کا عمل انسان کی ذہنی اور قلبی بیماری کا دوسرا نام ہے۔ وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ لوگ اس کے حسن عمل کو دیکھیں اور اس کی تعریف کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ریاکاری کے اس بدترین جذبے سے محفوظ رکھے اور ہر وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔

وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ: وہ عام استعمال کی چیزیں جیسے نمک، مرچ، مصالحہ، دیاسلائی آگ اور کھانے پینے کی معمولی چیزیں جن کی عام طور پر ضرورت پڑتی رہتی ہے ریاکاری کرنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ ایسی معمولی چیزوں کے دینے سے بھی کنجوسی اور بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں جن کے دیدینے سے اس کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً پڑوس میں ایک خاتون کھانا پکا رہی ہیں۔ ان کے پاس سب کچھ ہے مگر نمک ختم ہو گیا یا مرچ مصالحہ ختم ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں ہے کہ وہ فوری طور پر منگوا سکے اس حالت میں اگر وہ ان معمولی چیزوں میں سے کسی چیز کو مانگ لے تو یہ نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ان چیزوں کے دینے میں کسی قسم کا نقصان ہے۔ اصل میں اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ جس کا آخرت پر یقین کامل ہوتا ہے وہ کبھی ایسی گری ہوئی حرکتیں نہیں کر سکتا کیونکہ ہماری اخلاقی زندگی میں فکر آخرت ایک فیصلہ کن طاقت کا نام ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۸

الکوثر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	108
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	10
حروف	37
مقام نزول	مکہ مکرمہ

عرب دستور کے مطابق اپنی اولاد خاص طور پر بڑے بیٹے کے نام پر ''کنیت'' رکھنے میں بڑا فخر محسوس کرتے تھے جیسے ابوطالب، ابولہب، ابوجہل وغیرہ۔ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کی صرف چار بیٹیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ رہ گئیں تو قریشی سرداروں نے آپ کو ''ابتر'' کہنا شروع کر دیا یعنی اولاد سے محروم۔ جس کے کوئی بیٹا نہ ہو۔ یہ طعنے دینے میں اگرچہ ابوجہل، ابولہب، کعب ابن اشرف یہودی اور عقبہ ابن ابی معیط وغیرہ کے علاوہ بہت سے لوگ تھے لیکن عاص ابن وائل کے سامنے جب آپ کا ذکر کیا جاتا تو وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو۔ اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے وہ تو (نعوذ باللہ) ابتر ہیں۔ یعنی جب ان کا انتقال ہو جائے گا تو ان کی نسل نہ چلے گی اور کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ نبی کریم ﷺ ایک طرف تو اولاد نرینہ کے انتقال پر رنجیدہ تھے دوسری طرف کفار قریش کے طعنوں نے آپ کو اور بھی رنجیدہ کر دیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تین آیتوں پر مشتمل ''سورۂ کوثر'' نازل فرما کر آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو خیر کثیر یعنی نہر کوثر، میدان حشر میں حوض کوثر، قرآن کریم اور اطاعت گذار جماعت صحابہؓ وغیرہ عطا کی ہے اور آپ کے ذکر کو قیامت تک کے لئے بلند کیا ہے۔ اس طرح آپ کی روحانی اور جسمانی اولاد آپ کا نام روشن رکھے گی۔ فرمایا کہ آپ کو ابتر کہنے والے خود دنیا سے اس طرح بے نام ونشان ہو جائیں گے کہ کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ دین اسلام کی سربلندی کے مقصد اور مشن کو جاری رکھنے کے لئے نمازیں پڑھئے اور قربانی پیش کرتے رہیے کیونکہ نماز جیسی عظیم عبادت اور جانی، مالی قربانیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کی بدخواہی کرنے والا، عداوت اور دشمنی رکھنے والا اور جو عیب لگا رہا ہے اور آپ کی توہین کر رہا ہے وہ ''ابتر'' یعنی بے نام ونشان ہو جائے گا۔ آپ کو اللہ نے ''خیر کثیر'' عطا فرمائی ہے۔ خاص طور پر جنت کی نہر کوثر جو نہایت حسین وخوبصورت ہوگی وہ عطا کر دی گئی ہے (شب معراج آپ نے اس نہر کو دیکھا بھی ہے)۔ اور فرمایا کہ میدان حشر میں جہاں لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے آپ کو ایسا حوض کوثر عطا کیا جائے گا جس میں پانی تو جنت کی نہر کوثر سے لایا جائے گا اور جو اس پانی کو پی لے گا جنت میں داخل ہونے تک اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے یعنی

وہ دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے خیر کثیر ہے"۔ حوض کوثر جو نبی کریم ﷺ کی امت کو میدان حشر میں سیراب کرے گی اس میں پانی جنت کی نہر کوثر سے لایا جائے گا۔ بہت سے لوگوں کو اس حوض کوثر سے روک دیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے الٰہی! یہ تو میرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ حوض کوثر سے ان لوگوں کو ہٹا دیا جائے گا جو آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے اور اپنی منافقانہ روش سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے رہے تھے۔ آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کی منافقت کھل کر سب کے سامنے آگئی۔ یہ اسی بات کی ان کو سزا دی جائے گی۔

قریشی سردار رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور مخالفت میں اس قدر پتھر دل ہو چکے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے بیٹوں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے انتقال پر آپ ﷺ کو تسلی دینے کے بجائے طعن اور طنز کے تیر چلانے سے باز نہیں آرہے تھے۔

قلبی شقاوت، بے رحمی اور رسول دشمنی کی بھی ایک حد ہوتی ہے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ جب آپ کے دونوں بیٹوں کا انتقال ہو گیا اور آپ بے انتہا رنجیدہ تھے اس وقت بھی وہ اظہار ہمدردی کے بجائے طنز کے تیر چلا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے (جن کی وجہ سے عرب کے لوگ آپ ﷺ کو ابوالقاسم کہا کرتے تھے)۔ ان سے چھوٹی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت عبداللہ تھے۔ ان تین اولاد کے بعد حضرت ام کلثومؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تھیں۔ ان میں سے حضرت قاسم کا انتقال ہوا پھر حضرت عبداللہ نے وفات فرمائی۔ اس طرح آپ ﷺ کی صرف چار بیٹیاں رہ گئیں۔ اس پر عاص ابن وائل نے کہا کہ ان کی نسل ختم ہو گئی۔ اب وہ ابتر ہیں یعنی ان کی جڑیں کٹ گئی ہیں۔ بعض روایات میں عاص ابن وائل کے یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ اب محمد ﷺ ابتر ہیں ان کے کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے گا جب وہ مر جائیں گے تو دنیا سے ان کا نام مٹ جائے گا اور ان سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی بات حضرت عبداللہ کی وفات پر ابوجہل نے بھی کہی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ کے حقیقی چچا ابولہب جس کا گھر آپ کے گھر کے برابر تھا دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ خوش خبری سنائی کہ آج رات محمد ﷺ بے اولاد ہو چکے ہیں۔

ایک قریشی سردار عاص ابن وائل سہمی کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا کہ ان کی بات چھوڑو وہ تو ایک ابتر (شخص ہیں جن کی جڑ کٹ چکی ہے) کیونکہ ان کے پاس کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے کل ان کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہے گا۔ اسی طرح عقبہ ابن ابی معیط بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتا تھا۔

یہ اس قدر دل دہلا دینے والی صورتحال تھی کہ ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو اولاد کا شدید صدمہ تھا اور دوسری طرف سرداران قریش ہمدردی کرنے کے بجائے طنز کرتے ہوئے مذاق اڑا رہے تھے اور ان دل شکن حالات میں وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو طرح طرح کے طعنے دے رہے تھے اور ستا رہے تھے۔ آپ بہت زیادہ رنجیدہ اور فکر مند تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ پر کچھ اونگھ سی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو اس وقت موجود کچھ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس بات پر مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے اوپر ایک سورت نازل کی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ ﷺ نے سورۂ کوثر کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی)

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور کفار کی مخالفتوں نے شدت اختیار کر لی اور پوری قوم دشمنی پر تل گئی تھی، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان اٹھ رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ جب ان تک پیغام پہنچا رہے تھے تو دور دور تک کسی کامیابی کے آثار بھی نہیں تھے اسی دوران آپ ﷺ کو اولاد کا شدید صدمہ پہنچا۔ اس وقت اپنے اور غیر ہمدردی کرنے کے بجائے ایسی دل شکن باتیں کر رہے تھے جس سے دل چھلنی ہو جاتا ہے۔

سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

ع ۱ ۳ ۲۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر (خیر کثیر) عطا کیا۔ تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہو جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَعْطَيْنَا	ہم نے عطا کیا
اَلْكَوْثَرُ	خیر کثیر۔ حوض کوثر
صَلِّ	نماز پڑھ
اِنْحَرْ	قربانی کر
شَانِئٌ	دشمن
اَلْاَبْتَرُ	دم کٹا۔ نامراد

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

قریشی سرداراور مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی دشمنی میں اس قدر بے رحم، بدلحاظ اور پتھر دل ہو چکے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور ان کے بعد دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو آپ کو اس غم کے موقع پر تسلی اور دلاسہ دینے کے بجائے انہوں نے اس پر کھلم کھلا خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اب ان کے ہاں صرف چار بیٹیاں رہ گئی ہیں لیکن وہ اولاد نرینہ جن سے کسی شخص کی نسل چلا کرتی ہے اب باقی نہیں ہے لہذا کسی غم اور فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص جو سب

سے کٹ جائے۔ اولاد نرینہ باقی نہ رہے تو اس کو "ابتر" کہا کرتے تھے یعنی جو بہت جلد بے نام ونشان ہو جائے گا اور کوئی اس کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ نبی کریم ﷺ اولاد کے غم سے نڈھال تھے۔ دوسری طرف قریشی سردار جو زیادہ تر آپ کے عزیز ہی تھے تسلی دینے کے بجائے طنز، مذاق اور دل توڑنے والی باتیں کر رہے تھے۔ ان دل شکن حالات میں آپ بہت رنجیدہ اور فکر مند تھے کہ اللہ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے سورۂ کوثر نازل فرمائی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔ اتنے میں آپ پر ایک اونگھ جیسی کیفیت طاری ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو کچھ صحابہ کرامؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے اوپر ایک سورت نازل فرمائی ہے اور پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کر کے آپ نے سورۂ کوثر تلاوت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ " کوثر " کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی)

احادیث میں کوثر، حوض کوثر، نہر کوثر کو کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ شب معراج آپ کو نہر کوثر کی سیر کرائی گئی۔ اس موقع پر آپ نے دیکھا کہ اس نہر کے اندر تراشے ہوئے موتی اور ہیروں کے قبے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تہہ کی مٹی مشک اذفر جیسی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اتنی خوبصورت نہر کو دیکھا تو حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے بتایا کہ یہ وہ نہر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ (مسند احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن جریر)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی کی گئی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتیوں اور ہیروں پر بہہ رہی ہے۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس نہر کا پانی دودھ اور چاندی سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار، اس پر آسمان کے تاروں جتنے کوزے (برتن) رکھے ہوئے ہوں گے جو اس کے پانی کو پئے گا اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور جو اس سے محروم رہا وہ کبھی سیراب نہ ہوگا۔

نہر کوثر اور حوض کوثر کی جو تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں اس کے مطابق میدان حشر میں جہاں ہر طرف سخت گرمی اور شدید پیاس ہوگی اور لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے کہ میدان حشر میں ایک حوض یعنی تالاب قائم کی جائے گی جو اس قدر وسیع اور پھیلی ہوئی ہوگی جیسے ایلہ سے صنعا تک (بخاری۔ ترمذی)

اس حوض کوثر میں جنت کی نہر کوثر سے دو نالیاں نکالی جائیں گی جن کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی حوض کوثر میں جمع ہوگا۔ اس حوض کوثر پر سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پہنچیں گے اور اپنی امت کے پیاسوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے یقیناً ان سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہ ہوگا کیونکہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔ لیکن اس موقع پر کچھ وہ بدنصیب لوگ بھی ہوں گے جنہیں حوض کوثر پر آنے سے روک دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس حوض کوثر سے

وہ لوگ ہٹا دیئے جائیں گے جو آپ ﷺ کے بعد اسلام کی تعلیمات سے پھر گئے تھے یا انہوں نے منافقت اختیار کر رکھی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں سے جو کہتے تھے کہ آپ ابتر (بے نام و نشان) ہو گئے ہیں ان سے فرمایا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ آپ کا فیض اس دنیا تک ہی نہیں بلکہ قیامت کے دن اس میدان میں بھی جاری رہے گا جب لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے۔ فرمایا **اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ:** اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو "کوثر" عطا فرمایا ہے۔

کوثر کے معنی ہیں ہر طرح کی خیر، بھلائی۔ ہر ایک نعمت جو بہت کثرت سے ہو۔ یعنی اے نبی ﷺ آپ کو اللہ نے قرآن کریم اور علم و حکمت کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ ہر جگہ آپ کا نام بلند کیا ہے۔ جہاں اللہ کا نام لیا جائے گا وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ آپ کی روحانی اولاد اس کثرت سے ہوگی کہ وہ دن رات آپ پر درود و سلام بھیج رہی ہوگی۔ آپ کے ہاتھوں ایک ایسی مقدس اور پاکیزہ جماعت تیار ہوگی جو دین اسلام کی دعوت کو ساری دنیا تک پہنچائے گی اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔ یہ ہے وہ کوثر خیر کثیر جس کا فیض صرف اس دنیا تک نہیں بلکہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ لہذا بے نام و نشان تو وہ لوگ ہو جائیں گے جو اللہ کے نافرمان اور ناشکرے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں نبی کریم ﷺ کا نام بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ **فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ:** پھر آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیئے اور نحر (قربانی) کیجئے۔

علماء نے اس سے پانچ وقت کی نمازیں مراد لی ہیں یعنی اے نبی ﷺ آپ پانچوں نمازوں کو ادا کیجئے۔ ہوسکتا ہے اس سے بقرعید کی نماز مراد ہو جس کے بعد قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چونکہ بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہی ہے اور پھر مالی عبادات میں "نحر" کرنا ہے یعنی قربانی پیش کرنا ہے۔ یعنی اے نبی ﷺ اللہ نے جو آپ پر بے انتہا کرم کئے ہیں آپ کو "خیر کثیر" عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر نماز اور قربانی کے ذریعہ پیش کیجئے۔ یہ وہ سنت ہے جس پر ساری امت عمل کرتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتی رہے گی۔ **اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ:** اے نبی ﷺ! بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہو جائے گا۔ ابتر عربی میں کاٹنے، نامراد ہونے، ذرائع رسل و رسائل سے محروم ہونے اور اولاد نرینہ سے محروم ہونے کو کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ وہ لوگ جو آپ سے دشمنی کر رہے ہیں وہی اس طرح بے نام و نشان ہو جائیں گے کہ کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج وہ تمام دشمنان رسول دنیا سے اس طرح بے نام و نشان ہو چکے ہیں کہ خود ان کی اولادیں بھی ان کی طرف نسبت کرنے کو اپنی توہین سمجھتی ہیں۔ آج اگر قرآن و حدیث میں ان کے نام و نشان کا ذکر نہ کیا جاتا تو لوگ ان کے ناموں سے بھی واقف نہ ہوتے۔ اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی طرف نسبت کرنے میں ہر شخص ایک خاص فخر محسوس کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کا نام تو ہمیشہ بلند رہے گا آپ کی روحانی اولاد قیامت تک آپ کے نام کو روشن کرتی رہے گی لیکن آپ کی مخالفت کرنے والے بے نام و نشان ہو کر رہ جائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۹

اَلْکَافِرُوْنَ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الکافرون

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	109
رکوع	1
آیات	6
الفاظ وکلمات	26
حروف	99
مقام نزول	مکہ مکرمہ

دین اسلام امن وسلامتی، ہر ایک سے حسن سلوک، اعلیٰ اخلاق، رواداری اور صلح مندی کو بہترین صفت قرار دے کر اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس دین کی تبلیغ میں تشدد، انتہا پسندی اور اپنے خیالات کو دوسروں پر زبردستی تھوپنے اور ٹھونسنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام صرف چند عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ مکمل نظام زندگی ہے جس کی بنیادیں عبادتوں پر رکھی گئی ہیں لیکن زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں دین اسلام اس کی رہنمائی نہ کرتا ہو۔ چونکہ دین اسلام ایک اصولی اور نظریاتی تحریک کا نام ہے جو حسن کردار سے تو پھیلایا جاسکتا ہے لیکن تلوار اور قوت کے زور سے نہیں پھیلایا جاسکتا۔ دیکھا گیا ہے کہ طاقت وقوت اور حکومت واقتدار کے ظلم وستم کے آگے وقتی طور پر لوگوں کے سر تو جھک جاتے ہیں مگر دل نہیں جھکتے کیونکہ دل تو اچھے اخلاق اور کردار کی بلندی کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام نے سروں کو نہیں جھکایا بلکہ دلوں کو فتح کیا ہے۔ اسی میں اس کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

کفار قریش جو صرف چند بتوں کے سامنے جھکنے کو عبادت سمجھتے تھے جب نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے دنیا وآخرت میں کامیابی کا پیغام پہنچایا تو وہ بوکھلا اٹھے۔ ابتداء میں انہوں نے اس بلند ہونے والی آواز کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کردیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پیغام کی طرف ہر شخص متوجہ ہوچکا ہے اور قبیلوں اور خاندانوں میں لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کردیا ہے اور وہ تقسیم ہونا شروع ہوگئے ہیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس تجویز کو رکھ دیا کہ ہم کوئی ایسا راستہ نکال لیتے ہیں کہ جس سے ہماری قوم بھی تقسیم نہیں ہوگی اور ہر ایک اپنے معبودوں کی عبادت بھی کرتا رہے گا۔ اس مسئلہ میں قریشی سردار ولید ابن مغیرہ، عاص ابن وائل، اسود ابن عبد المطلب اور امیہ ابن خلف وغیرہ سب سے آگے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے کہ قریش کے سرداروں نے آپ کے سامنے چند باتیں پیش کیں (۱) کہنے لگے کہ ہم آپ کو اتنا مال دے

دیتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے زیادہ رئیس اور مال دار شخص بن جائیں گے۔ (۲) آپ جس عورت کو پسند کریں گے ہم اس سے آپ کی شادی کرا دیں گے۔ (۳) ہم آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں مگر ہماری صرف اتنی سی شرط ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کریں گے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر تم ہمارے معبودوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کرنے کو تیار ہیں۔ کفار قریش کی باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکافرون کو نازل فرمایا جس میں دوٹوک انداز میں فرما دیا گیا کہ اے نبیؐ! آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میرا دین اور تمہارا دین الگ الگ ہے۔ میں تمہارے معبودوں کی عبادت و بندگی نہیں کرسکتا اور نہ تم میرے معبود کی بندگی کرتے ہو لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔

سورۃ الکافرون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

ع ۱ / ۳۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! تم جن معبودوں کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں تمہارے ان معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا راستہ ہے اور میرے لئے میرا راستہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

لَا اَعۡبُدُ — میں عبادت نہ کروں گا

تَعۡبُدُوۡنَ — تم (جن چیزوں کی) عبادت کرتے ہو

اَنۡتُمۡ — تم

دِيْنُكُمْ	تمہارا دین
لِيَ	میرے لئے

تشریح: آیت نمبر ا تا ۶

اتحاد و اتفاق، رواداری، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا، صلح اور امن و سلامتی یہ وہ عادتیں اور صفتیں ہیں جنہیں اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے لیکن بے بنیاد اتحاد و اتفاق کی باتیں، دنیا دکھاوے کے لئے زبانی رواداری کے نعرے، آپس میں مل جل کر رہنے اور ایک ہو جانے کی منافقانہ باتیں کسی طرح پسندیدہ نہیں ہیں۔ تمام مذاہب میں دین اسلام ہی وہ طریقہ زندگی ہے جس نے باہمی محبت، رواداری، حسن سلوک ہر انسان سے بحیثیت انسان ہمدردی، امن و سلامتی اور صلح صفائی کی اعلیٰ ترین تعلیم دی ہے لیکن جہاں بھی اسلام کے ابدی اصولوں کے بدل جانے اور اس کی بنیادوں کے اکھڑ جانے کا اندیشہ ہو "اتحاد و اتفاق" کے نام پر ایسی کسی منافقانہ کاروائی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

اصل میں دین اسلام کے اصولوں میں تشدد، ظلم و جبر، انتہا پسندی، دہشت گردی، اپنے خیالات کو زبردستی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرنا اور اپنی بات کو اونچا رکھنے اور زور زبردستی کے ساتھ منوانا اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ دین اسلام ایک اصولی اور نظریاتی دین ہے اور اس بات سے ہر شخص اچھی طرح واقف ہے کہ نظریات کو مختلف طریقوں سے سمجھایا جاتا ہے تاکہ انسان کا ذہن و فکر اس کے قبول کرنے پر آمادہ ہو سکے۔

طاقت کے استعمال سے وقتی طور پر سروں کو جھکایا جا سکتا ہے لیکن ظلم و جبر اور طاقت کے ذریعہ دلوں کو جھکانا ممکن نہیں ہے کیونکہ دلوں کو تو حسن کردار، اعلیٰ اخلاق، محبت اور خلوص کے ساتھ ہی جھکایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کو قرآن کریم کی آیتوں کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ تمام انسانوں کی کامیابی ایک اللہ کو ماننے، فکر آخرت اور بہترین اصولوں کو اپنانے میں ہے تو سارا عرب چونک اٹھا۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کے سامنے اپنا ماتھا رگڑنے والے، اپنی تمناؤں کے لئے ان بتوں کو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھنے والے، رسموں کی پابندیوں اور قبیلوں کے رسم و رواج میں جکڑے ہوئے لوگوں کے لئے یہ ایک اجنبی سی آواز تھی۔ ابتداء میں تو کفار قریش نے نبی کریم ﷺ کی باتوں کو ایک جذباتی اور وقتی جذبہ سمجھ کر نظر

انداز کر دیا لیکن جب کفار قریش نے اس بات کو محسوس کیا کہ تحریک کی سنجیدگی اور نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت سے ہر قبیلے کے لوگ بڑی تیزی سے متاثر ہو رہے ہیں اور ذہنی اور فکری اعتبار سے آپ کے قریب ہوتے جا رہے ہیں تب قریشی سرداروں کو تشویش ہوئی۔ سب نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ اس سلسلہ میں آپ سے بات چیت کی جائے۔ کفار قریش نے یہ سمجھ کر کہ اگر یہ تحریک اسی طرح چلتی رہی تو خاندانوں اور قبیلوں کے رسم و رواج بھی برباد ہو جائیں گے اور لوگ آپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کا خلاصہ ہے کہ قریش کے بڑے سردار ولید ابن مغیرہ، عاص ابن وائل، اسود ابن عبدالمطلب، امیہ ابن خلف اور دوسرے بہت سے لوگ چند تجاویز لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تا کہ ان تجاویز پر بات چیت کی جا سکے۔

کفار قریش نے یہ تجویز پیش کی کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ کو اتنا مال دے دیتے ہیں جس سے آپ مال دار ہو جائیں۔ اگر آپ کسی قبیلے کی لڑکی کو پسند کرتے ہیں تو اس سے آپ کی شادی کر دی جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم سب مل کر آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور ہم سب آپ کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کر لیتے ہیں کہ آپ ایک سال ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کر لیں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کر لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت یہ ہے کہ قریشی سرداروں کی اس تجویز پر آپ خاموش رہے یعنی اللہ کے حکم کے منتظر رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سورۃ الکافرون نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صاف صاف اعلان فرما دیجئے کہ دین اسلام اور کفر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ میرا دین اور تمہارا دین ایک نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارے معبودوں کی عبادت و بندگی نہیں کرتا اور نہ تم ایک اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ میں تمہارے معبودوں کے سامنے نہیں جھک سکتا اور تم میرے معبود کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہو۔ لہٰذا تمہارا اور میرا راستہ الگ الگ ہے۔ روایات کے تسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی تجاویز متعدد مواقع پر کفار کی طرف سے پیش کی گئیں مگر ہر مرتبہ کفار پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اتحاد و اتفاق اصولوں پر ہوا کرتا ہے اپنی بنیادوں کو چھوڑ کر ہر طرح کا اتحاد و اتفاق اور رواداری ایک سیاسی نعرے سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اسی بات کو ارشاد فرمایا گیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور پوری امت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد ہے

لوگوں کو اس کے سوا کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ یکسو ہو کر اپنے اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی عبادت و بندگی کریں۔ (سورۃ البینہ۔ آیت نمبر ۵)

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم مجھ سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کروں گا اے جاہلو! تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ (سورۂ زمر۔ آیت نمبر ۶۴)

کفار قریش کی طرف سے یہ بھی تجویز پیش کی گئی کہ اے محمد ﷺ! اگر تم ہمارے معبودوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کرنے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

یہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ بتوں کے معاملے میں کچھ نرمی برتیں تو وہ بھی آپ کے بارے میں نرم پڑ جائیں گے۔ (سورۃ القلم)

خلاصہ یہ ہے کہ کفار قریش نے اتحاد و اتفاق اور رواداری کے نام پر جو تجاویز پیش کی تھیں قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اسلام کا اپنا ایک مزاج ہے جس میں پیوند کاری نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ کی عبادت میں کسی کو کسی طرح شریک نہیں کیا جا سکتا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۰

النَّصر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	110
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	19
حروف	81
مقام نزول	مدینہ منورہ

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ نے دین اسلام کی سر بلندی اور عظمت کے لئے وہ بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں جن کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ ان قربانیوں کا مقصد کسی ملک پر قبضہ یا اقتدار نہ تھا بلکہ وہ اپنے جان و مال سے محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے جدوجہد اور کاوشیں کرنا تھا۔ لیکن ایک فطری بات ہے کہ شدید ترین مشکلات اٹھانے کے بعد اگر اس کے بہتر نتیجے کی کوئی خوش خبری سنائی جائے تو انسان کو اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شدید ترین حالات کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اے نبی ﷺ! جب اللہ کی طرف سے فتح اور کامیابی آجائے اور آپ یہ دیکھیں کہ لوگ اسلام میں گروہ کے گروہ جماعتیں کی جماعتیں داخل ہو رہی ہیں تو اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی حمد وثنا کیجئے اور دعائے استغفار کا سہارا لیجئے۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ سورۃ النصر جو کہ سب سے آخری سورت ہے اس کے بعد ایک ایک دو دو آیتیں تو نازل ہوئیں مگر کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی وہ سورۃ فاتحہ ہے اور مدنی دور میں بالکل آخر میں جو سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر ہے۔ سورۃ النصر نازل ہونے کے اسی دن (۸۰) بعد نبی کریم ﷺ اپنے رب اعلیٰ سے جا ملے۔

بہت سی روایات وہ بھی ہیں جن میں خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس سورت کے ذریعہ بتادیا گیا ہے کہ آپ بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں چنانچہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کثرت سے **سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ** پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اطلاع دی ہے کہ آپ بہت جلد اپنی امت میں ایک علامت دیکھیں گے۔ جب وہ علامت نظر آجائے تو کثرت سے استغفار کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے وہ نشانی دیکھ لی ہے اور اس کے بعد آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

یعنی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب ساری دنیا پر مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار عطا کر دیا جائے گا اور لوگ بڑی تعداد میں دین اسلام قبول کر لیں گے۔ اور اس طرح آپ کا وہ مشن اور مقصد پورا ہو جائے گا جس کے لئے اللہ نے آپ کو بھیجا تھا۔

یوں تو ایمان لانے والے ایمان لا ہی رہے تھے لیکن ہر جگہ پھیلی ہوئی ایک بہت بڑی تعداد تھی جو کافروں کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی تو پھر تمام وہ لوگ جن کے دلوں میں اسلام کی عظمت بیٹھ چکی تھی وہ نبی کریم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا اور اس کے بعد آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔

سُوْرَةُ النَّصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں تو اپنے پروردگار کی تسبیح کیجیے۔ مغفرت مانگیے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

جَآءَ — آگیا

نَصْرُ اللّٰهِ — اللہ کی مدد

يَدْخُلُوْنَ — وہ داخل ہوتے ہیں

اَفْوَاجٌ — جماعتیں

سَبِّحْ — تسبیح کیجیے

اِسْتَغْفِرْ — بخشش مانگیے

تَوَّابٌ بہت توبہ قبول کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ا تا ۳

انبیاء کرامؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچادیں تا کہ وہ جس غلط راستے پر چل رہے ہیں اس سے ہٹ جائیں۔ ان کی زندگیاں سنور جائیں اور ان کی دنیا اور آخرت بہتر سے بہتر ہو جائے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ہزاروں رسول اور نبی آتے رہے۔ اللہ نے آخر میں اپنے محبوب نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حجاز کے اس علاقے میں مبعوث فرمایا جہاں کفر و شرک اور انسانیت پر ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی اور صدیوں سے کوئی پیغمبر بھی یہاں تشریف نہ لائے تھے جس کی وجہ سے اس علاقے کے لوگوں میں بہت سے وہ جاہلانہ اور مشرکانہ طریقے رائج ہو چکے تھے جنہیں وہ دین و مذہب سمجھ کر کرتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو ساری دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے آپ نے اسی علاقے سے اپنے مشن اور مقصد کا آغاز فرمایا۔ جب آپ نے ان لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دے کر بلایا تو سارا عرب آپ کا دشمن بن گیا۔ آپ کو اور آپ کی اس تحریک کو مٹانے کے لئے دن رات کوششیں کرنے لگا۔ آپ کے دوستوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ نے آپ کا دامن اطاعت و محبت تھام کر دنیا اور آخرت کی عظمتیں حاصل کر لیں۔ لیکن وہ لوگ جو آپ کو صادق و امین کہتے تھے جو آپ کی فہم و فراست کے سامنے اپنی گردنیں جھکاتے تھے اور انہیں آپ پر بھرپور اعتماد تھا۔ آپ کے خاندان کے وہ لوگ جو آپ کی راہوں میں پلکیں بچھاتے تھے وہ سب کے سب نہ صرف آپ کے مخالف ہو گئے بلکہ آپ کی دشمنی میں انتہا کر دی۔

خاص طور پر آپ کا وہ حقیقی چچا ابولہب اور چچی ام جمیل جو آپ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ آپ جہاں بھی اللہ کا دین پھیلانے تشریف لے جاتے اور ابولہب کو معلوم ہوتا تو وہ وہاں جا کر لوگوں سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات نہ سنو یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ جو بھی آپ کی بات سن کر ایمان لاتا ابو جہل اور ابولہب ان پر شدید ظلم اور زیادتی کرتے تھے۔ کفار کا ظلم و ستم بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند صحابہ و صحابیات جن کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن ہو چکی تھی وہ بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑ کر

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دین اسلام کی روشنی ہر طرف پھیلنا شروع ہوگئی۔ جن صحابہ اور صحابیات نے ملک حبش کی طرف ہجرت کرلی تھی وہ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ یہاں انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ اخوت ومحبت کا وہ بہترین معاملہ کیا جو ساری دنیا کے لئے ایک مثال بن گیا۔

مکہ مکرمہ میں تو صرف کفار و مشرکین ہی تھے لیکن مدینہ منورہ میں مشرکین اور اہل یہود ونصاریٰ کی ایک بہت بڑی قوت موجود تھی جو صدیوں سے اس علاقے میں آباد تھے اور وہ ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے اہل ایمان کے جوش، جذبے اور سرفروشی کو دیکھ کر اسی میں عافیت کو محسوس کیا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں تاکہ مفادات کا ٹکراؤ نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام حالات کے پیش نظر مدینہ منورہ میں آباد یہودیوں، کفار اور مشرکین سے "میثاق مدینہ" کے نام سے ایک معاہدہ کرلیا۔ اس معاہدے کے باوجود یہودیوں نے مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین کو بھڑکایا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کی قوت وطاقت کو توڑ ڈالیں۔ چنانچہ کئی زبردست جنگیں بھی ہوئیں مگر ہر مرتبہ کفار کو زبردست شکست ہوئی اور آخر کار وہ وقت آگیا جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور کفار و مشرکین کے علاوہ یہودیوں کی طاقت بھی ختم ہو کر رہ گئی۔ فتح مکہ کے بعد خیبر سے حجاز تک ایک اسلامی ریاست قائم ہوگئی۔ وہ تمام لوگ جو اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو چکے تھے اور کفار کا ظلم و جبر بھی ختم ہو کر رہ گیا تھا تو بغیر کسی مزاحمت اور جنگ کے بڑی تعداد میں لوگوں نے حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع کردیا۔ قبیلے کے قبیلے اور گروہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوگئے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پورے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو مکمل غلبہ اور طاقت عطا فرمادی۔

نبی کریم ﷺ پر جب سورۃ النصر نازل کی گئی تو اہل ایمان خوش ہوگئے کیونکہ اللہ کی طرف سے فتح ونصرت کی خوش خبری دیدی گئی تھی لیکن کچھ حضرات نے دیکھا کہ اس خوشی کے موقع پر ایک کونے میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ زاروقطار رو رہے ہیں۔ اس خوشی کے موقع پر لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے اس سورت میں اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! جب آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد وثنا کیجئے اور امت کے گناہوں کی معافی کی درخواست کیجئے کیونکہ وہ اللہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ اس میں اللہ نے فرمادیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کا مشن اور مقصد پورا ہوگیا ہے۔ اب لوگ دین کی سچائیوں کو قبول کر چکے ہیں اور آئندہ کرتے رہیں گے اب آپ اللہ کے پاس واپسی کی تیاری کیجئے۔ اسی کی حمد وثنا کیجئے اور اسی سے استغفار کیجئے۔

چنانچہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے اسی (۸۰) دن کے بعد آپ اپنے رب اعلیٰ سے جا ملے۔ روایات سے معلوم

ہوتا ہے کہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد آپ عبادت الٰہی میں پہلے سے بھی زیادہ مشغول ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے جو روایات نقل کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

سورۃ النصر منیٰ کے مقام پر حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ پھر آپ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر حج کا وہ تاریخی خطبہ دیا جو قیامت تک ساری انسانیت کے لئے ایک منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ شاید میں اس سال کے بعد تم سے نہ ملوں۔

روایات میں آتا ہے کہ سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد آپ اللہ کی یاد میں پہلے سے بھی زیادہ منہمک اور مشغول ہو گئے۔ آپ اس طرح اللہ کے سامنے کھڑے رہتے کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آ جاتا۔ کبھی کبھی وہ ورم پھٹ کر رسنے لگتا۔ مگر آپ اللہ کی عبادت و بندگی میں کمی نہ فرماتے تھے۔

سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔

سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ

کبھی آپ پڑھتے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

آپ ﷺ یہ بھی فرماتے کہ مجھے اسی بات کا اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ قرطبی)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں"۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمَّ

سورۃ نمبر ۱۱۱

تَبَّتْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ تبّت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	111
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	24
حروف	81
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ ایمان اور حسن عمل کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اطاعت وہ سچی بنیاد ہے جس پر دنیا اور آخرت کی نجات کا دارومدار ہے۔ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت جو بھی حق وصداقت اور اطاعت ومحبت کے راستے کو اپنائے گا وہی کامیاب ہوگا۔ اطاعت اور محبت ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ محض اطاعت ہو اور اس میں محبت نہ ہو تو اس کو منافقت کہتے ہیں۔ اور محض محبت ہو اور اطاعت نہ ہو تو اس کو بدعت کہتے ہیں۔

قرآن وسنت کے مطابق منافقت اور بدعت دونوں انسانوں کو جہنم کی طرف دھکیل دیتے ہیں اور کسی حال میں قبول نہیں ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل دونوں اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اس قدر والہانہ محبت کرتے تھے کہ ان کو ایک پل کے لئے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ محبت کا یہ حال تھا کہ جب ایک لونڈی (ثوبیہ) نے حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس نے خوش خبری لانے والی لونڈی کو آزاد کردیا۔

لیکن جب نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر قریش اور ان کے سرداروں کو آواز دے کر بلایا اور یہ کہا کہ بہت جلد شیطان کا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک اللہ کی اطاعت وبندگی کرنے اور لکڑی، پتھر اور مٹی سے بنائے گئے بتوں اور ان کی رسموں کو چھوڑنے کے لئے کہا تو اس آواز کی شدت سے مخالفت کرنے والا ابولہب تھا جس نے کہا تھا **"تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا"** (نعوذ باللہ) تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تم نے یہی سب کچھ سنانے کے لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھا کر آپ ﷺ کو مارنے کی دھمکی دی۔

اس کے بعد ابولہب کا یہ حال ہو گیا کہ آپ ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے یہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ اس کی بات نہ سنو یہ باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل کر کے بتا دیا کہ تباہی اور بربادی تو ابولہب اور اس کی بیوی کے لئے ہے۔ مکہ کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ابولہب بے انتہا مال و دولت اور اولاد رکھنے کے باوجود تباہ و برباد ہو کر رہا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل بھی آپ ﷺ کی مخالفت میں سب سے آگے تھے۔ اس کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ کہتی تھی کہ میں اس ہار کو فروخت کر کے اس کی رقم سے محمد (ﷺ) کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ جب ابولہب کو جہنم کے بھڑکتے شعلوں میں جھونک دیں گے تو ام جمیل لکڑیاں جمع کر کے اس آگ کو بھڑکانے کا کام کرے گی۔ اور وہی قیمتی ہار جس پر اسے بڑا ناز تھا اس ہار کو جہنم کی آگ پر تپا کر ام جمیل کو اس سے داغا جائے گا۔

اطاعت رسول ﷺ سے انکار کرنے والے ابولہب اور اس کی بیوی کا یہ وہ بھیانک انجام ہے جس کو دنیا ہی میں بتا دیا گیا کہ محض رسول سے محبت ہی کافی نہیں ہے بلکہ محبت کے ساتھ اطاعت بھی ضروری اور لازمی ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور آپ کی محبت و اطاعت اختیار کرنے والوں میں سب سے اول ہیں وہ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور آپ کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے۔

وہ درحقیقت اطاعت و محبت کا پیکر تھے اور ان کی زندگیاں ایسی مثالی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے بھی ان کو دین کا بنیادی ستون اور آسمان نبوت کے ستارے قرار دیا ہے۔ وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے اپنے ایمان اور حسن عمل سے ساری دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور بہت تھوڑے عرصے میں قیصر و کسریٰ اور کفر کی سلطنتوں کو الٹ کر پھینک دیا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔

صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن پر کائنات کا ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے اور ان کی طرف نسبت کرنے میں ہر شخص ایک خاص فخر محسوس کرتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مدینہ منورہ اور اسلامی سلطنت کے درو دیوار رو رہے تھے۔ ہر شخص کی آنکھ آنسوؤں سے تر تھی اور نہایت عزت و احترام سے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفنایا گیا۔

لیکن ابولہب کا انتہائی بدترین انجام ہوا۔اس کو ایک ایسی گلٹی نکلی جس کو عرب "عَدَسہ" کی بیماری کہتے تھے۔یہ ایک ایسی بیماری تھی کہ اس سے اس کا سارا بدن گل سڑ گیا، بدبو اور تعفن کا یہ حال تھا کہ کوئی اس کے قریب تک نہ جاتا تھا حتی کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل اور اس کے بیٹے بھی اس کمرے میں نہیں جاتے تھے جہاں وہ شدید کرب اور اذیت کی تکلیف میں مبتلا تھا۔جب ابو لہب اسی تنہائی میں مر گیا اور کئی دن گذرنے کے بعد اس کی لاش سے اٹھنے والی بدبو نے سب کو بے حال کر دیا تو حبشی بدوؤں کو بلا کر ان سے ابولہب کی لاش کو اٹھوایا گیا اور کسی دور دراز کی جگہ پھنکوا دیا گیا کہ جہاں اس کے وجود کا بھی پتہ نہ تھا۔

اس طرح قرآن کریم کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی کہ ابولہب تباہ و برباد ہو گیا اس کا مال اور اس کی اولاد بھی اس کے کسی کام نہ آئی۔یہ تو دنیا میں اس کا حشر ہوا لیکن آخرت میں تو اس کو ایسی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا کہ جب اس کی آگ کی شدت کم ہوگی تو ابولہب کی بیوی لکڑیاں چن چن کر اس آگ میں ڈال کر اس کو بھڑکاتی رہے گی۔

اسی بات کو سورۃ ابی لہب کی اس مختصر سی سورت میں بیان کر کے اس اصول کو بتا دیا گیا کہ اسلام میں اصل رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔دنیاوی رشتوں کا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایمان اور عمل صالح کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر ثابت قدمی اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سورۃ تبّت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

اور وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔

اس کو اس کا مال اور اس کی کمائی کام نہ آئی۔

وہ بہت جلد شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔

اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھا کر لاتی ہے (لگائی بجھائی کرتی ہے) اس کی گردن میں خوب بٹی ہوئی رسی ہو گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

تَبَّتْ — تباہ ہو گئی۔ (ہو گئے)

یَدَآ — دونوں ہاتھ

تَبَّ	تباہ ہوا
مَآ اَغْنٰی	کام نہ آیا
کَسَبَ	کمایا
سَیَصْلٰی	بہت جلد جا پڑے گا
اِمْرَءَ ۃٌ	عورت
جِیْدٌ	گردن
حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ	مضبوط بٹی ہوئی رسی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا **یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** یعنی اے کپڑا اوڑھ کر لیٹنے والے آپ اٹھئے۔ اللہ کے خوف سے لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی قائم کیجئے۔

اس کے بعد جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی **وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ** یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے خوف سے ڈرائیے تو آپ نے مکہ مکرمہ کے کوہ صفا پر چڑھ کر مکہ والوں کو ''**یَا صَبَا حَاہ**'' (اے صبح کی آفت) کہہ کر آواز دی۔

جس کا عام طور پر یہ مطلب ہوتا تھا کہ رات کو کسی دشمن نے اچانک حملہ کرنے کے لئے اپنا لشکر جمع کر لیا ہے۔ لوگ اس جملے کا مطلب جانتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی آواز بھی پہچانتے تھے۔ قریشی سردار اور آپ ﷺ کے خاندان والے کوہ صفا کی طرف دوڑ پڑے جو خود آ سکتا تھا وہ خود آ گیا اور جو نہیں آ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ایک ذرا اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر قریش کے تمام خاندانوں کا نام لے کر خطاب فرمایا۔

آپ ﷺ نے کہا اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر چھپا ہے جو عنقریب تم پر حملہ

کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں آپ پر پورا بھروسہ ہے کیونکہ آپ ہم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پہاڑ کے پیچھے تو کوئی لشکر نہیں ہے لیکن شیطان کا لشکر تم پر حملہ آور ہے۔ میں تمہیں (اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو) یہ بتا رہا ہوں کہ آگے بہت بڑا عذاب آنے والا ہے اور پھر آپ ﷺ نے اس کی تفصیل ارشاد فرمائی کہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ یہ سن کر سب ہی لوگوں پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اچانک آپ ﷺ کو سب سے زیادہ چاہنے والا آپ ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا " **تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا** " تو برباد ہو جائے کیا تو نے یہی سب کچھ سنانے کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس نے ایک پتھر اٹھایا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر کھینچ مارے (مسند احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی) اور اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ آپ کا جانی دشمن ہے۔ ہر جگہ آپ کی شدید مخالفت کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس جملے پر **تَبًّا لَكَ** پر جواب عنایت فرمایا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو برباد نہ ہوں گے لیکن ابولہب تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ اس کی دولت اور اولاد اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اس کو بہت جلد جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ چونکہ اس کی بیوی ام جمیل بھی آپ ﷺ کی سخت دشمن ہو چکی تھی تو اس کے متعلق فرمایا کہ آپ کے راستے میں کانٹے دار جھاڑیاں بچھانے والی کی گردن میں ایک رسی ہوگی اور اس سے اس کو جہنم میں کھینچا جائے گا۔

ابولہب کو شعلوں کا باپ کہا جاتا تھا چونکہ وہ نہایت سرخ و سفید، وجیہہ اور خوبصورت آدمی تھا اس لئے اس کو ابولہب کہا جانے لگا۔ اس کا اصل نام "عبدالعزیٰ" تھا۔ اس کی بیوی کا نام "اروٰی" تھا مگر اس کی کنیت ام جمیل تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی بہت مال دار تھے لیکن اس حد تک کنجوس تھے کہ ان کی کنجوسی سے سب لوگ تنگ تھے۔

جب ابولہب کا نام لے کر قرآن کریم کی ایک سورت نازل کی گئی جو ابولہب کی سخت توہین تھی تو ام جمیل غصے سے بے قابو ہوگئی اور حضور اکرم ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکل پڑی تا کہ وہ بھی آپ ﷺ کی توہین کر سکے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے اور وہ آپ کی شان میں ایسے گستاخانہ شعر پڑھ رہی تھی جس سے اس کا بغض اس کے منہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حرم میں ایک جگہ موجود تھے کہ وہاں ام جمیل آگئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا گئے کہ کہیں یہ عورت آپ ﷺ کی توہین نہ کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم پریشان نہ ہو وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکر کے پاس پہنچی اور اس نے کہا کہ سنا ہے تمہارے صاحب نے میری سخت توہین کی ہے۔ حضرت ابو

بکر نے انتہائی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا ''رب کعبہ کی قسم انہوں نے تمہاری کوئی توہین اور ہجو نہیں کی''۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری توہین نہیں کی ہے بلکہ اللہ نے کی ہے۔

ان دونوں میاں بیوی کا یہ حال تھا کہ وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں لگے رہتے تھے۔ ام جمیل کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ قسم کھا کر کہتی تھی کہ میں اس ہار کو بیچ کر محمد ﷺ کی عداوت اور دشمنی پر خرچ کروں گی۔ اللہ نے اسی کے متعلق فرمایا کہ آج جس ہار پر وہ ناز کر رہی ہے کل قیامت کے دن یہی ہار اس کے گلے میں ایک مضبوط بٹی ہوئی رسی کی طرح ہوگا جس کو اس کی گردن میں ڈالا جائے گا یعنی اس کے ذریعہ اس کو جہنم میں گھسیٹ کر پھینکا جائے گا۔

ابولہب ایک سرمایہ پرست کنجوس آدمی تھا۔ قریش کے چار بڑے مال دار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ جب غزوہ بدر ہوا تو وہ خود اس میں شریک نہیں ہوا بلکہ اس نے عاص ابن ہشام کو اپنی طرف سے لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ اصل میں عاص ابن ہشام پر ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور عاص دیوالیہ ہو چکا تھا۔ ابولہب نے کہا کہ اگر تم میری طرف سے جا کر لڑو تو میں چار ہزار درہم معاف کر دوں گا۔ چنانچہ عاص ابن ہشام ابولہب کی طرف سے لڑنے کے لئے گیا۔

غزوہ بدر میں جب کفار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو ابولہب اس صدمے کو برداشت نہ کر سکا۔ غزوہ بدر کے سات دن بعد ہی وہ نہایت ذلت کے ساتھ مر گیا۔ اس کی موت بڑی عبرت ناک تھی۔ اس کو ایک ایسی بیماری لگ گئی جو انسان کے تمام اعضا کو سڑا دیتی ہے۔ اس کو عربوں میں ''عدسہ'' کی بیماری کہتے تھے۔ اس کے عدسہ کی گلٹی نکلی۔ اس کے بدن سے ایسی بدبو اور سڑیند آتی تھی کہ اس کے بیٹے یہاں تک کہ اس کی بیوی بھی اس کے قریب کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ اس کو اس کے گھر والوں نے علیحدہ ایک کمرے میں ڈال دیا۔ تین دن تک کوئی اس کے پاس نہیں گیا۔ اس عرصے میں وہ مر گیا جب تین دن کے بعد اس کی لاش سے زبردست بدبو پیدا ہوئی تو حبشی بدوؤں کو بلا کر اس کی لاش کو اٹھوایا گیا اور کسی نامعلوم صحرا میں پھینکوا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو سورۂ لہب میں فرمایا کہ اس کا مال، اس کی دولت اور اولاد بھی اس کے کسی کام نہ آسکی اور قیامت میں اس کو شدید عذاب دیا جائے گا۔ ابولہب اور نبی کریم ﷺ کے مکانات برابر برابر تھے۔ ابولہب اور اس کی بیوی آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے کے لئے طرح طرح سے ستاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیوں حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ سے اور دوسرے بیٹے عتیبہ کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب اس نے نبی کریم ﷺ کی شدید مخالفت کی تو آپ کو ذہنی اذیت پہنچانے کے لئے ابوجہل نے اپنے

دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرے لئے تم سے ملنا حرام ہے جب تک تم محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ یہ سن کر عتیبہ اٹھا اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ کر نہ صرف حضرت ام کلثوم کو طلاق دی بلکہ بے انتہا غلیظ اور گندی باتیں بھی کہیں۔

اس واقعہ سے آپ ﷺ کو شدید صدمہ پہنچا اور آپ کے منہ سے نکل گیا الٰہی (اس نے آپ کے نبی کی توہین کی ہے) اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط فرما دیجئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عتیبہ شام کے سفر پر تھا کہ ایک بھیڑیئے نے اس کو پھاڑ کھایا۔ اس کے برخلاف عتبہ نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی دونوں بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے نکاح ہوا اور اللہ نے آپ کو ذوالنورین کے لقب کی سعادت عطا فرمائی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۲

اَلاِخلَاص

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاخلاص

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	112
رکوع	1
آیات	4
الفاظ وکلمات	17
حروف	49
مقام نزول	مکہ مکرمہ

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت پوری دنیا میں خاص طور پر عرب جنہیں اولاد ابراہیمؑ ہونے پر بڑا ناز تھا عقیدہ کی گندگیوں اور بتوں کی پرستش میں مبتلا تھے۔ لکڑی، پتھر، مٹی، سونا، چاندی اور مختلف دھاتوں سے بنائے گئے بتوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنائے بیٹھے تھے۔ نصاریٰ یعنی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا۔ حجاز کے اکثر قبیلے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور جنات کو اللہ کا رشتہ دار قرار دے کر ان کو اللہ کا شریک سمجھتے تھے۔ مجوسی یعنی آتش پرستوں کے ہاں دو معبودوں کا تصور تھا ایک خیر کا معبود دوسرا شر کا۔ خیر کے معبود کو یزداں اور شر کے معبود کو اہرمن کہتے تھے۔ آریا مذہب کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر چیز مادہ اور روح سے بنی ہے۔ ان کا خیال اور عقیدہ یہ تھا کہ مادہ اور روح کسی خالق اور بنانے والے کا محتاج نہیں ہے۔ لہذا وہ کسی خالق کے قائل ہی نہ تھے۔ اتنے کروڑوں معبودوں کے پرستاروں کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے معبود کی طرف دعوت دی جس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ نہ وہ کسی کے خیال وگمان میں آسکتا ہے۔

توحید کی اس دعوت کے نتیجے میں ان سوالات کا اٹھنا عین فطرت ہے کہ آخر وہ رب کیا ہے؟ وہ کس طرح اس نظام کائنات کو تنہا چلا رہا ہے؟ کون اس کا باپ اور کون اولاد اور بیوی ہے؟ وہ اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ اتنے سارے معبود جن سے ان کی اور ان کے باپ دادا کی امیدیں وابستہ ہیں وہ ایک بن دیکھے معبود کو کیسے اپنا خالق و مالک مان لیں؟ یہ وہ سوالات تھے جو خاص طور پر یہود و نصاریٰ اہل کتاب کی طرف سے اٹھائے جارہے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کچھ یہودی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! اللہ نے فرشتوں کو نور سے، آدم کو مٹی کے سڑے ہوئے گارے سے، ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھوئیں سے پیدا کیا۔ اب آپ اپنے رب کے متعلق بتائیے کہ وہ کس چیز سے بنا ہوا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی نقل کی گئی ہے کہ کعب ابن اشرف، حی

ابن اخطب وغیرہ یہودیوں کے سردار آپ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے اے محمد (ﷺ) ہمیں یہ بتائیے کہ آپ کا رب کیا ہے؟ کس سے وہ پیدا ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات کے جواب میں سورۂ اخلاص کو نازل کیا گیا۔ (ابن ابی حاتم۔ ابن عدی۔ بیہقی)

ان سب کے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اے محمد (ﷺ) آخر وہ رب کیا ہے؟ کیسا ہے؟ جس کی عبادت و بندگی کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو تنہا اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہ بے نیاز ذات ہے وہ اس کے پیدا کرنے اور اس کے انتظام چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہی ہر خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے۔ نہ اس کے کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں ہے۔

سورۂ اخلاص کے سلسلہ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف دو سورتیں ایسی ہیں جن کے نام ان سورتوں میں آئے ہوئے لفظ پر نہیں رکھے گئے بلکہ معنی کی وسعت اور عظمت کے لئے اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے نام تجویز فرمائے ہیں وہ ہیں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص۔ ان دونوں سورتوں میں فاتحہ اور اخلاص کا لفظ موجود نہیں ہے جب کہ ایک سو بارہ سورتوں کے نام ان الفاظ پر رکھے گئے ہیں جو ان سورتوں میں استعمال کئے گئے ہیں جیسے بقرہ، ال عمران وغیرہ۔

سُورَۃُ الاِخلاص

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾

ع ۱ | ۳۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

(اے نبی ﷺ) آپ کہیے کہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے (کسی کا محتاج نہیں ہے) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اَحَدٌ — ایک

اَلصَّمَدُ — بے نیاز۔ کسی کا محتاج نہیں

لَمۡ یَلِدۡ — اس نے کسی کو نہیں جنا

لَمۡ یُوۡلَدۡ — نہ کسی نے اس کو جنا

کُفُوًا — برابر

اَحَدٌ — کوئی ایک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

سورۂ زخرف، سورۂ عنکبوت، سورۂ مومنون، سورۂ یونس، سورۂ بنی اسرائیل اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور کفار سے یہ سوال کیا ہے کہ بتاؤ زمین و آسمان کا مالک کون ہے؟ چاند اور سورج کس کے حکم سے چل رہے ہیں؟ وہ کون ہے جو بلندیوں سے پانی برسا کر مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے؟ عرش عظیم کا مالک و مختار کون ہے؟ کائنات میں ہر چیز کس کے حکم سے چل رہی ہے؟ وہ کون سی ذات ہے جس کے تم محتاج ہو؟ یہ دیکھنے، سننے، سمجھنے، سوچنے اور فیصلے کی طاقت کس ذات نے عطا کی ہے؟ زندگی اور موت کس کے ہاتھ میں ہے؟ فرمایا کہ جب تم دریا یا سمندر کے بھنور میں پھنس جاتے ہو اور وہاں بے بسی کے عالم میں ہوتے ہو تو تم کس کو پکارتے ہو؟ کون تمہاری فریاد کو سنتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک اور مختار ہے۔ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔ فرمایا کہ جب تم بھی کسی مشکل میں پھنس جاتے ہو تو ایک اللہ ہی کو یاد کرتے ہو پھر تم عام زندگی میں الٹے کیوں چل رہے ہو؟ اسی طرح نبی کریم ﷺ جب اللہ کی ذات اور صفات کو بیان فرماتے تھے تو کفار و مشرکین مکہ نے بھی آپ سے بہت سے سوالات کئے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے کچھ یہودی آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا کہ اے ابوالقاسم ﷺ! اللہ نے فرشتوں کو نور سے، حضرت آدمؑ کو مٹی اور سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔ ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھویں سے اور زمین کو پانی کے جھاگ سے پیدا کیا ہے۔ اپنے رب کے متعلق بتائیے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ (وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے)۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے پھر حضرت جبرئیل سورۂ اخلاص کی آیات لے کر نازل ہوئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی اسی طرح کی ملتی جلتی روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ جس میں کعب ابن اشرف، حی ابن اخطب بھی شامل تھا انہوں نے پوچھا کہ اے محمد ﷺ! ہمیں بتائیے کہ آپ کا رب کیسا ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص کو نازل فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی تنہا معبود ہے، سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز میں بھی دوسروں کا محتاج نہیں ہے نہ وہ اپنے پیدا ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ نہ اس کے کوئی بیٹا ہے نہ کوئی کسی اعتبار سے اس کے برابر ہے۔ یعنی اس کا نہ کوئی مثیل ہے اور نہ مثال ہے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ: اللہ بے نیاز ہے۔

دنیا میں جتنے بھی جان دار ہیں وہ اپنی بقا کے لئے کائنات کی ہر چیز کے محتاج ہیں۔ مثلاً پانی، ہوا، مٹی، آگ، زمین و آسمان، سورج، چاند، رزق، علم، اولاد، سونا اور جاگنا لیکن اللہ کی ذات وہ ہے جو ان میں سے کسی چیز کی محتاج نہیں ہے بلکہ سب اس کے ہی محتاج ہیں۔ وہ سب کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ یعنی ہر ایک اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا کسی طرح محتاج نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے حضرات نے الصمد کا مفہوم یہ بیان کیا ہے۔

(۱)۔ جو سب سے بے نیاز ذات ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ (حضرت ابوہریرہؓ)

(۲)۔ اللہ وہ ذات ہے جس میں سے نہ کوئی چیز نکلتی ہے اور نہ وہ کھانے پینے کا محتاج ہے۔ (حضرت عکرمہؓ)

(۳) وہ جو اپنی ذاتی صفات اور اعمال میں کامل ہے۔ (حضرت سعید ابن جبیرؓ)

(۴)۔ وہ جو ہر طرح کے عیبوں سے پاک ہے۔ (مقاتل ابن حیان)

(۵)۔ وہ جو باقی رہنے والا ہے اور جسے زوال نہیں ہے۔ (حضرت حسن بصریؒ، حضرت قتادہؓ)

(۶)۔ اللہ وہ ہے جو اپنی مرضی سے جو چاہے فیصلے کرتا ہے۔ وہ جب چاہے جو کچھ چاہے کرتا ہے۔ اس کے حکم اور فیصلوں پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے۔ (مراۃ الحمدان)

(۷)۔ وہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں کے لئے رجوع کرنے والے ہوں۔ (حضرت ابن مسعودؓ)

(۸)۔ وہ جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ (حضرت علیؓ)

(۹)۔ وہ جو اپنی سرداری، سیادت، علم اور حکمت میں کامل ہو۔ (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ)

(۱۰)۔ وہ ہے جو کسی مصیبت کے وقت اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ (حضرت ابن عباسؓ)

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ: نہ وہ پیدا کرتا ہے نہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق عربوں میں اور ساری دنیا میں عجیب وغریب تصورات تھے جن کی قرآن کریم نے بھرپور انداز سے تردید فرمائی ہے۔

(۱)۔ عرب کے لوگ فرشتوں کے متعلق کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

(۲)۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تھے کہ آپ جس کی طرف بلا رہے ہیں تو اس اللہ کی نسبت کیا ہے؟ اس نے کس سے میراث پائی ہے؟ اور اس کے بعد اس کا وارث کون ہوگا؟

(۳)۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ جس کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی قرار دے رہے ہیں وہ اللہ کی نسبی اولاد ہیں۔

(۴)۔کسی نے جنوں کو اللہ کا شریک، عالم الغیب اور رشتہ دار سمجھ رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کے ان عقیدوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ نہ تو اس کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی کا محتاج ہے نہ اس کے بیٹا اور بیٹیاں ہیں۔ نہ اس کا کوئی وارث ہے اور نہ اس کو کسی کی میراث ملی ہے۔

اللہ نے ان کی تمام غلط باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ان باتوں سے بلند و برتر ہے جو لوگ اس کی ذات کی طرف ان باتوں کو منسوب کرتے ہیں در حقیقت وہ گمراہ ہیں اور ان کو راہ ہدایت کو اختیار کرنا چاہیے۔

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: ہم کفو اس کو کہتے ہیں جو رتبہ میں کسی کے برابر ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس کے نہ تو بیٹا ہے نہ بیٹی اسی طرح کوئی اس کے برابر بھی نہیں ہے یعنی وہ کسی بیوی کا بھی محتاج نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

اس سورت کے فضائل: حضرت امام احمدؒ نے حضرت عقبہ ابن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں تین ایسی سورتیں بتاتا ہوں جو توریت، زبور، انجیل اور قرآن سب میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا کہ تم رات کو اس وقت تک نہ سوؤ جب تک ان تین سورتوں کو نہ پڑھ لیا کرو۔ سورۂ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ حضرت عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی ان تین سورتوں کو نہیں چھوڑا۔ (ابن کثیر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ سورۂ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سورت کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۳

اَلْفَلَق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفلق - سورۃ الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفلق

سورت نمبر	113
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	23
حروف	73
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ الناس

سورت نمبر	114
رکوع	1
آیات	6
الفاظ وکلمات	20
حروف	81
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جو دونوں ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں نازل کی گئی ہیں اس لئے بعض اکابر نے ان دونوں سورتوں کو ایک ہی کہا ہے۔
بہرحال واقعہ اور مضمون کے لحاظ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی نہر کی دو شاخیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان سورتوں کے پس منظر میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں متعدد روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

اہل کتاب میں سے یہودی شروع ہی سے اسلام دشمنی اور دین اسلام کو مٹانے کی کسی کوشش اور سازش سے باز نہ آتے تھے۔ ان کی کوشش یہی ہوتی کہ وہ خود سامنے نہ آئیں اور دوسروں کو اپنا آلہ کار بنائیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ چند یہودی مدینہ منورہ آئے۔ اس زمانہ میں لبید ابن عصم اور اس کی بہنیں جادو ٹونے اور تعویز گنڈوں مین مشہور تھیں۔ یہودیوں نے لبید ابن اعصم کو کچھ رقم دے کر کہا کہ اگر تم (حضرت) محمد (ﷺ) پر کوئی ایسا زبردست جادو کر دو جس سے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے راستے سے ہٹ جائیں تو ہم تمہیں اور بھی مال دیں گے۔ لبید اس کے لئے تیار ہو گیا۔

اس نے ایک ایسے خادم سے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا تھا اس سے کنگھے کا ایک ٹکڑا جس میں آپ کے لگے ہوئے سر کے چند بال بھی تھے حاصل کر لیا۔ اس نے کنگھے اور سر کے بالوں پر جادو کیا اور ایک تانت کے دھاگے میں گیارہ گرہیں لگائیں اور ایک نر کھجور کے گابھے میں رکھ کر بنی زریق یا بنی زروان کے ایک اندھے کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔

چونکہ نبی کریم ﷺ برابر اللہ کی حفاظت میں تھے اس لئے اس جادو کا کوئی شدید اثر تو نہ ہوا۔ البتہ آپ نے خود یہ اثر محسوس کیا کہ آپ اندر ہی اندر گھلتے جارہے ہیں۔۔ دوسرا اثر یہ ہوا کہ جیسے کسی وقت میں بخار کی کیفیت میں طبیعت اکھڑی اکھڑی سی ہو جاتی ہے اسی طرح آپ کو خود محسوس ہونے لگا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ جو آپ سے قریب تر تھے یہاں تک کہ آپ کی مزاج شناس محبوب بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی آپ کی ان کیفیات کو محسوس نہ کرسکیں۔ کبھی آپ کے سر میں درد یا عجیب سی بے چینی سی ہو جاتی تھی۔

ایک دن جب کہ آپ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں موجود تھے زیادہ بے چینی محسوس کر کے بار بار دعائیں کر رہے تھے کہ آپ کو ہلکی سی نیند آگئی اور آپ کچھ دیر بعد اٹھ بیٹھے فرمایا عائشہ! میں نے اپنے رب سے پوچھا تو اللہ نے مجھے اس تکلیف کی وجہ بتادی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہی مجھے اونگھ آئی تو دو فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ ایک سرہانے بیٹھ گیا دوسرا پاؤں کی طرف۔ ایک نے پوچھا ان کو کیا ہو گیا؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ لبید ابن اعصم نے کنگھی اور بالوں کو ایک نر کھجور کے خوشے میں غلاف کے اندر چھپا کر بنی زردان کے کنویں میں پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عمار ابن یاسر، حضرت زبیر تھے لے کر ذردان کے کنویں پر پہنچے جس میں جادو کی گئی تمام چیزیں موجود تھیں۔ ان کو باہر نکالا۔ تانت میں گیارہ گرہیں تھیں۔ موم کا ایک ایسا پتلا تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ اس وقت اللہ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل فرمائیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ آپ ان جادو کی چیزوں پر ان دو سورتوں کی گیارہ آیات کی تلاوت کرتے جائیں۔ ہر آیت پر ایک گرہ کھولتے جائیں اور ایک سوئی نکالتے جائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب ساری گرہیں کھول دی گئیں اور سوئیاں بھی نکال کر پھینک دی گئیں تو آپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ تھا یا کسی چیز میں آپ بندھے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھول دی گئی ہوں۔

سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ انصار کے ایک قبیلے بنی زریق کے لبید ابن اعصم اور اس کی بہنوں نے یہ حرکت کی ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہ لبید کو قتل کر دیا جائے تا کہ وہ آئندہ کسی کے ساتھ اس قسم کی حرکت نہ کر سکے۔ آپ نے بڑا سادہ سا جواب دیا کہ اللہ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ اپنی ذات کے لئے دوسرے لوگوں کو بھڑکاؤں اور اس طرح آپ نے لبید ابن اعصم اور اس کی جادوگر بہنوں کو معاف کر دیا اور ان سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ نہیں لیا۔ سورۃ الفلق

اور سورۃ الناس کی آیات کے متعلق چند باتیں عرض ہیں۔

☆ ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیات ہیں۔

سورۃ الفلق کی آیات کا تعلق دنیاوی چیزوں سے ہے جن میں پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مخلوق کے شر سے، رات کے چھا جانے والے اندھیرے سے، گرھوں میں پھونک مار کر جادو کرنے والیوں اور حسد کرنے والوں کے شر سے۔

سورۃ الناس میں انسانوں کے پروردگار، سب لوگوں کے بادشاہ اور تمام انسانوں کے معبود کی پناہ میں آجانے کی ترغیب دی گئی ہے فرمایا گیا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے اور وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے انسان اور جنات کی برائیوں سے پناہ صرف اللہ ہی کے پاس مل سکتی ہے۔

☆ ان دونوں سورتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو ہر حال میں صرف اللہ ہی سے پناہ مانگنا چاہیے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی کسی چیز سے کسی طرح کا ڈر یا خوف محسوس کرتا ہے تو وہ کسی طرح اس سے نکلنے کے لئے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے بچ جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ کفار قریش اللہ کے سوا ہر چیز کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

جنات، بت، دیوی، دیوتاؤں کو اپنی پناہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ سورۃ الجن میں فرمایا گیا" کہ یہ لوگ انسانوں میں سے اور کچھ لوگ جنات سے پناہ طلب کرتے تھے"۔ اسی طرح کفار قریش جب کبھی رات کے وقت کسی سنسان وادی میں پڑاؤ ڈالتے تھے تو کہتے" ہم اس وادی کے رب (یعنی وہ جن جو اس وادی پر حکومت کرتا ہے) اس کی پناہ مانگتے ہیں"۔ اس کے لئے کچھ کھانے اور خوشبوؤں کی دھنی بھی دیا کرتے تھے۔ غرضیکہ غیر اللہ سے پناہ مانگنا اور اپنے سائے سے بھی لرزنا یہ ان کا مزاج بن گیا تھا۔

موجودہ دور میں بھی "ہیلوون" انگریزوں کا وہ تہوار ہے جس مین ان کا خیال ہے کہ ہر سال کی ۳۱ اکتوبر کو تمام روحیں دنیا میں آتی ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے دنیا کی ترقی یافتہ اور روشن خیالی کا دعویٰ کرنے والی قوموں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ پوری قوم اپنے جسم پر اس طرح مختلف رنگ پینٹ کر کے اس رات پوری قوم بھوتوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو دنیا بھر کے بھوت انہیں چٹ کر جائیں گے۔ ہندوستان میں برگد کے درخت، تلسی کے پودوں کو وہ اپنا محافظ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام وہموں اور پناہ کے غلط تصورات سے نجات دینے کے لئے بتا دیا کہ پناہ صرف اللہ رب العالمین کی مانگی جائے اس کے علاوہ کسی سے پناہ نہ مانگی جائے۔ اب ایک مومن صرف ایک اللہ ہی کی پناہ مانگتا ہے۔ اس کے سوا کسی کی پناہ کا وہ کوئی تصور نہیں کرتا۔

☆ نبی کریم ﷺ پر جادو کا اثر ہو جانا قطعی طور پر ثابت ہے۔ محدثین نے اس کثرت سے اور مختلف سندوں سے

روایات کے بعد اس واقعہ کو ثابت کیا ہے کہ اس کے مضمون سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ جادو کا اثر محض طبعیت کی گرانی تک محدود تھا شریعت کے احکامات میں کسی طرح کے اثرات ظاہر نہیں ہوئے۔ جب حضرت جبرئیل نے اس کا علاج بتا دیا تو وہ اثر بھی جاتا رہا۔

سورۃ الفلق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾

ع ۱ ۵ ۲۸

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

اَلۡفَلَقُ	صبح
شَرٌّ	برائی
غَاسِقٌ	سیاہ رات
وَقَبَ	چھا گیا
اَلنَّفّٰثٰتُ	پھونکنے والیاں
اَلۡعُقَدُ	گرہیں
حَاسِدٌ	حسد کرنے والا۔ جلنے والا

اصل میں ہمارے دین نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اس میں اس بنیادی بات کو سکھایا گیا ہے کہ اللہ نے نفع اور نقصان کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔ نفع اور نقصان صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا ہر آن اسی سے پناہ کی درخواست کرتے رہنا چاہیے۔ اگر کوئی اس کی پناہ اور حفاظت میں آجائے تو وہ دنیا اور آخرت کے ہر طرح کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس میں اسی بات کو ارشاد فرمایا ہے یعنی یہودیوں اور لبید ابن عصیم نے سرکار دو عالم ﷺ کو شدید نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ رسول اللہ ﷺ براہ راست اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ہیں۔ کوئی آپ کو یا اسلامی تعلیمات کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی گیارہ آیتوں میں قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر انسان کسی کی پناہ میں محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ صرف اللہ کی پناہ ہے۔اس کے علاوہ کسی سے پناہ نہیں مانگنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱)۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ: فلق کے معنی پھٹنا، رات کی پو پھٹنا، دانے اور گٹھلی کا پھٹنا۔رات کے بعد جب پو پھٹ کر صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے۔فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے اس رب کی پناہ میں آتا ہوں جو تاریکی اور اندھیرے کو چھانٹ کر صبح کو نکالتا ہے۔یعنی رات کی تاریکی اور دن کی روشنی جس کے اختیار میں ہے میں اسی رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۲)۔مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔اصل میں رات کے اندھیروں میں ہی بہت سے جرائم اور گناہ ہوتے ہیں۔فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہیے کہ میں مخلوق کی جتنی برائیاں ہیں ان برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۳)۔وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ: یعنی جب رات پوری طرح چھا جائے ہر طرف اندھیرا پھیل جائے تو اس تاریکی میں جو گناہ ہوتے ہیں ان گناہوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

(٤)۔وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ: اور گرہوں میں پھونکنے والیاں یعنی جادو کے منتر پڑھنے والیاں جب وہ اپنے منتر پڑھتی ہیں جس طرح لبید ابن اعصم اور اس کی بہنوں نے منتر پڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر جس کا محافظ اللہ ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۵)۔وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ: منافقین، کفار و مشرکین، یہود اور نصاریٰ جو آپ کی اور آپ کے صحابہ کی ترقیات اور عظمتوں سے حسد کرتے اور جلتے تھے فرمایا کہ جب آپ اللہ کی پناہ لے لیں گے تو کسی حاسد کا حسد، کسی جلنے والے کی جلن سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۴

النَّاس

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

سورۃ الناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦

ع ١ / ٦ / ٣٩

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

مَلِکٌ	بادشاہ
اِلٰہٌ	معبود
اَلْوَسْوَاسُ	وسوسے ڈالنے والا
اَلْخَنَّاسُ	پیچھے ہٹ جانے والا
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	جنات میں سے اور انسانوں میں سے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ: آپ کہیے کہ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔

مَلِكِ النَّاسِ: جو تمام لوگوں کا حقیقی بادشاہ ہے اس کی پناہ مانگتا ہوں

اِلٰهِ النَّاسِ: تمام لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔

ان تین آیتوں میں اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ اس کائنات میں درحقیقت انسانوں کا پالنے والا ، لوگوں پر حکمرانی کرنے والا اور لوگوں کے لئے وہ ہستی جو قابل عبادت ہے ایک اللہ ہی کی ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس عظیم رب کی پناہ مانگئے۔ وہیں آپ کو اور اللہ کے ماننے والوں کو حقیقی پناہ اور فلاح نصیب ہوگی۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ: شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے وہم اور وسوسے پیدا کر کے اس طرح پیچھے ہٹ جاتا ہے کہ کسی کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کو شیطان نے بہکا کر کس بری راہ پر لگا دیا ہے۔

فرمایا کہ اس شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جائے ورنہ وہ شیطان تو اسی طرح وسوسے پیدا کر کے انسان کو ایمان سے بھی محروم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس اللہ کی پناہ مانگ لی جائے جو ساری کائنات کا پروردگار اور مالک و مختار ہے تو انسان شیطانی وسوسوں سے بچ سکتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ: وہ وسوسے ڈالنے والے صرف شیطان ہی نہیں ہیں بلکہ انسانوں میں سے بھی وہ ہیں جو وسوسے پیدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطانی وسوسوں اور شیطان کے کارندوں کے ہر طرح کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الحمدللہ آج مورخہ 26-06-2005 بروز اتوار صبح بارہ بجے جناب سلیم اعجاز صاحب کے گھر میں جو کہ ونی پیگ مینی ٹوبا (کینیڈا) میں واقع ہے۔ مندرجہ ذیل حضرات کی موجودگی میں وہ ترجمہ قرآن جو میں نے اللہ کے فضل و کرم سے چھبیس سال پہلے شروع کیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے۔ الحمدللہ۔ جو حضرات اس وقت موجود تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ قاری وحید ظفر قاسمی، سید صبیح الدین رحمانی، جناب سلیم اعجاز، جناب خواجہ سید حبیب الدین، جناب اعجاز سلیم، عزیزم عبداللہ اعجاز، محترمہ نسیم اعجاز، شاہینہ کنول موجود تھے۔ نیز جس وقت میں اس ترجمہ کو مکمل کر رہا تھا تو اس وقت سلیم اعجاز صاحب کے پوتے روشان عبداللہ بعمر اٹھارہ مہینے میری گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔